

اختلاف امت کا المیہ مکمل

دوسرا ایڈیشن

حسن میں پرسان کیا گیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کو ان لوگ ہیں اور جو فرقے  
آج اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہلانے کے مدعی ہیں وہ سوا اور عظیم سے  
کوٹ کر ختم ہونے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ حنفی شافعی مالکی اور حنبلی ہیں۔ بنیادی طور پر  
کسی وقت اہل سنت والجماعت تھے مگر اس وقت صرف اہل حدیث ہی اہل سنت والجماعت  
کہلانے میں توجہ جانتے ہیں۔ فقیر حقیقتہً ائمہ اربعہ کی وحدت اور کمونزم یا سونو کفر  
وغیرہ کو بھی بالواسطہ تقدیر سید ہی مومن کا قبول ہے ہی تقویت پہنچائی ہے۔

فَضْلُ عَالَمِ

ALFAEZ

میں بروئے اللہ دربار کا  
 سب کو دیکھنے سے پہلے جاتا ہے۔ روضہ حبیب ص ۱۰۰  
 راس و سنت ص ۱۰۰ اور فقہ حنفیہ ص ۱۰۰ سب کو دیکھنے سے پہلے جاتا ہے۔  
 اسے جاننا حاصل نہیں ہو سکتا۔ راس و سنت ص ۱۰۰

○ خود اس میں  
 محکمہ لکھنؤ

بار اول ۱۹۶۹ء	۱۰۰۰۰۰	ایک ہزار
بار دوم ۱۹۷۹ء	۱۰۰۰۰۰	ایک ہزار
قیمت	۵/۰۰	
ناشر	محمد عبد المنعم	
طابع	فاروقی کتب خانہ بیرون بوٹہ گیٹ ملتان	

لکھنے کے پتے :

- ۱- حکیم فیض عالم صدیقی جامعہ العجمیہ محلہ مستریاں جہلم
- ۲- فاروقی کتب خانہ بیرون بوٹہ گیٹ ملتان

نوٹ :- کتاب بڑھکر واپس آئے

○

## انتساب

دوبارہ کا وقت اس وقت کا حدیث، لوگ کے گھر، اس طرح اس زمانہ کی ہے  
 ایک پروردگار سے یا پھر اس کا ایک بیکہ دشت کے نیچے بیٹھا یا اسے اترتے ہیں ان کے ماتھے دو تین مکین طبع سے روایت  
 بھی ہیں گورہ خود یا اسے زین آزار کو میرا ہی لڑکی کی لکھام اس کے گلے میں لپیٹ کر اسے کھلا چھوڑ دیتے ہیں یا اسے  
 کوئی نہیں سے پانی نکالتا ہے۔ دوسرا ایک پھل سے روٹی کے چند ٹکڑے نکال کر وہاں چھوڑ دیتا ہے۔ پیر و نہایت  
 سکون اور تازگی سے اپنے ماتھے پر لکھا تھوڑا سا حضرت ناول کرتے ہیں۔ سارے میں بیٹھے ہوئے دھاتی دھکر حراں مینے ہیں۔  
 ایک بولولا عجیب سے کسی سے کچھ لگتے ہیں نہ کچھ پوچھتے ہیں۔ دوسرا بولولا کوئی پیر بولگا اور بولگا آجیا ہوا  
 تیسرے نے کہا : یا رب مجھے تو کوئی اللہ والا نظر آتا ہے جو چوٹھے نے تو کب کی آؤ خود چل کر پوچھتے ہیں۔  
 اس سرحد میں پیر مرد بھی چند لکھنے کو کھنڈ پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔  
 دیہاتوں کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی پیر مرد نے کہنا شروع کیا :

” بھائیو! اللہ کو ایک جانتے ہو تو اسے ایک ماؤ۔ نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرو شہادی  
 میاں پیدائش اور موت پر موجودہ خرچ نہ کرو۔ قبر پرستی اور پیر پرستی سے بچو۔ جو مانگتا ہے صرف  
 اللہ سے مانگو۔ عزت و ذلت اللہ کی ہوتی ہے۔ انسانی فخری سب اس کے ہاتھ میں ہیں۔  
 پیر مرد یہ کہہ کر اپنا راستہ لیتے ہیں۔

کوئی نہیں جانتا یہ پوچھا کہاں سے آیا ہے۔ کہاں جا رہا ہے۔ البتہ اس کے جانے کے بعد ایک بولولا  
 بڑے میاں نے باتیں تو بچی کی ہیں۔

دوسرا بولولا : گھر ہم اپنے باپ دادا کی زمین کیسے چھوڑ دیں ؟  
 تیسرے نے کہا : میاں بچی بات تو دی ہے جو بڑے میاں نے کہی ہے مگر کوئی لائے یا نہ لائے اسکی بچی !  
 چوتھے نے گرہ لگائی : یا رب عجیب بڑھا تھا کسی سے کچھ مانگا۔ نہ لیا۔ آیا بیٹھا۔ روکھی روکھی تھیلے  
 سے نکالی، کھائی، پانی پیا اور چلنا بنا۔

پانچویں نے کہا : کوئی پہنچا ہوا بزرگ معلوم ہوتا ہے۔  
 چھٹا بولولا : چھوڑ دو بار۔ کہتا ہے باپ دادا کی زمین چھوڑو۔ یہ نہ کہ وہ گرد۔ قبروں سے حاجتیں  
 نہ مانگو۔ مجھے تو کوئی دعا ہی نظر آتا ہے۔

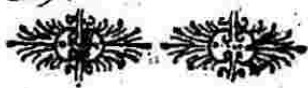
## کاشتکار

مجھے اس پیر مرد کا اتنے بہ معلوم ہوتا ہے جو دین کی تبلیغ میں بے لوث گاؤں گاؤں پھر کر  
 لوگوں کو کتاب و سنت کی طرف بلاتا تھا۔  
 اس کتاب کا انتساب اسی کے نام سے کرتا

## فہرست عنوانات

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۲۶۲	پروریز	۶۸	۱۵۲	۵۲
۲۶۰	رحمت اللہ طارق	۶۹		
۲۶۶	آدم ارقطائی شکل کی پیداوار ہے	۷۰	۱۶۱	۵۳
۲۶۹	حلال و حرام، حج اور قربانی	۷۱	۱۶۶	۵۴
۲۷۰	حضرت عیسیٰ	۷۲	۱۶۹	۵۵
۲۷۱	شق القمر	۷۳	۱۸۲	۵۶
۲۷۲	اوقات نماز	۷۴	۲۰۴	۵۷
۲۷۲	رکعات نماز	۷۵	۲۱۳	۵۸
۲۷۳	قبیلہ - تکبیر اور ثانی	۷۶	۲۱۷	۵۹
۲۷۳	ماہنامہ باندھنا	۷۷	۲۱۸	۶۰
۲۷۵	تقلوئے مذہب	۷۸		
۲۷۶	مجموعات	۷۹	۲۲۵	۶۱
۲۷۷	مسکینین و مسکینات کے عقاید	۸۰	۲۳۱	۶۲
۲۷۷	کا خلاصہ	۸۱	۲۳۳	۶۳
۲۸۱	پانچواں باب	۸۲	۲۳۴	۶۴
۲۸۲	سوشلزم - کمیونزم	۸۳	۲۳۵	۶۵
۳۰۱	اشتراکیت کیا ہے	۸۴	۲۳۶	۶۶
۳۰۱	تندیر	۸۵		
۳۰۶	تمتہ	۸۶		
۳۰۹	پس چاہیے	۸۷		
۳۱۳	چھٹا باب	۸۸		
	قدر و شرف			

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۲۶۲	پروریز	۶۸	۱۵۲	۵۲
۲۶۰	رحمت اللہ طارق	۶۹		
۲۶۶	آدم ارقطائی شکل کی پیداوار ہے	۷۰	۱۶۱	۵۳
۲۶۹	حلال و حرام، حج اور قربانی	۷۱	۱۶۶	۵۴
۲۷۰	حضرت عیسیٰ	۷۲	۱۶۹	۵۵
۲۷۱	شق القمر	۷۳	۱۸۲	۵۶
۲۷۲	اوقات نماز	۷۴	۲۰۴	۵۷
۲۷۲	رکعات نماز	۷۵	۲۱۳	۵۸
۲۷۳	قبیلہ - تکبیر اور ثانی	۷۶	۲۱۷	۵۹
۲۷۳	ماہنامہ باندھنا	۷۷	۲۱۸	۶۰
۲۷۵	تقلوئے مذہب	۷۸		
۲۷۶	مجموعات	۷۹	۲۲۵	۶۱
۲۷۷	مسکینین و مسکینات کے عقاید	۸۰	۲۳۱	۶۲
۲۷۷	کا خلاصہ	۸۱	۲۳۳	۶۳
۲۸۱	پانچواں باب	۸۲	۲۳۴	۶۴
۲۸۲	سوشلزم - کمیونزم	۸۳	۲۳۵	۶۵
۳۰۱	اشتراکیت کیا ہے	۸۴	۲۳۶	۶۶
۳۰۱	تندیر	۸۵		
۳۰۶	تمتہ	۸۶		
۳۰۹	پس چاہیے	۸۷		
۳۱۳	چھٹا باب	۸۸		
	قدر و شرف			





## مصنف

نام: فیض عالم ابن قاضی دین محمد صدیقی  
مولد: قریشہ اہل حق پور۔ منہاغات راجپوری (مقبوضہ کشمیر)  
پیدائش: اپریل ۱۹۱۵ء  
تعلیم: اینگلو وٹیکنک لٹرل۔ درس نظامیہ کائنات بنی فاضل پنجاب۔ ادیب کامل الہ آباد۔  
فرسٹ کلاس انکمشن انڈین آرمی۔

۱۹۳۲ء میں خلیع کٹھن کے ایک سرفہرست ہیئت وادی کے علاقہ میں مدرس تعلیمات ہوا۔ وہاں  
تعداد پندرہ کلاش کلیات آریہ سائنس، ترک اسلام، گیتا، رامائن اور جاہلیات وغیرہ کا مطالعہ کیا اور ساتھ  
ہی ریل، جفر و قیود و گندہ بازی اور لفظی کاغذی کاغذی اختیار کیا۔ اور طب کا مطالعہ بھی شروع کیا۔  
۱۹۳۶ء میں فوج میں بھرتی ہوا اور ایک برٹش رینٹ سے وابستگی کی وجہ سے بائبل کا مطالعہ  
کیا۔ اور مزاحمت سے بھی روشناس ہوا۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۱ء تک ایک "برڈنگ" قیود کی صورت  
میں تمام ہندوستان کی سیاحت کی۔ اس عرصہ میں ہندو جیوں، اداسیوں، ہندو سیکول، جیسا دھارپوں اور  
پروگروں کے علاوہ ہر خیال کے مسلمان غیرتوں سے مل بیٹھے کا موقع ملا۔ ۱۹۴۲ء سے چلکشی اور اردو  
دولت کا جو فنل شروع کیا تھا اس عرصہ میں اکثر ان اشغال میں وقت گزر رہا۔ اور اس کے ساتھ  
جس دم کی مشق کی اور محقق شہیدہ بازیوں اور امتداد راجی چھانڈوں سے واقف ہوا۔  
۱۹۴۲ء کے آخر تک مختلف گدی نشینوں کی زیارت میں وقت گزرا۔ اس تمام سیاحت کا تفہیل  
ان لوگوں کی ظاہری اور باطنی زندگیوں کے مطالعہ کے علاوہ طبی تجربات سے بہت فائدہ بھی تھا۔  
۱۹۴۳ء سے تقسیم ملک تک اپنے ملک میں درس و تدریس صحافت اور طبابت کے فنل میں مشغول رہا۔  
تقسیم ملک سے فائر بندی تک ڈشہرہ محاذ پر رہا۔ پھر شہادت خلیع ہل میں پہنچ کر بولی دوست محمد دس کے  
ذریعہ جماعت و مجاہدیت سے متعارف ہوا۔ پولیس کی زندگی ارادہ گھنٹہ آید و در حدیث کی کلاں کی بند ہو گئی۔  
۱۹۴۴ء میں دھربالہ جیل میں ایک مسجد اور دینی مدرسہ کی بنیاد رکھ کر قرآنی تعلیم کا کام  
شروع کیا۔ مگر ایک غریب لکھنؤ کی سادہ چاندی تقدس تاب مقدسین کی نظری کم نظریوں پر ایک نایاب ثابت  
ہوئی۔ مسجد کو کھانے کی کوشش کی گئی مگر نہ دھن گئے زخمیہ کے تعلق محکمہ ذات کو درخواستیں دیکر کام میں  
روڑے اٹھائے گئے۔ ابتداً رعیت کیے گئے۔ لڑاکوں کو گرجا جاکر قرآن خوانی سے نہ کیے کی کوششیں کیں  
زندگی کے ان نام نشیب فراز نے مجھے براہ راست سمجھایا کہ صحیح دین صرف کتاب و سنت پر  
عمل ہے اور گزشتہ زندگی کے ان تمام تجربات کا حاصل آپ کے سامنے ہے۔  
مگر قبول اخذ نہ رہے غرضت

## رباچہ طبع دوم

"اختلاف امت کا المیہ کی تالیف کا سبب وہ شاعر نورانی جس کی روشنی نے میرے  
وہ جان کے سامنے سرکاتہ اور مبتدعانہ افعال و اعمال کے علاوہ پیر پرستی، قبر پرستی، رسوم پرستی  
علم پرستی، امام پرستی کے گھناؤنے مناظر پیش کئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ مولائے اللہ تعالیٰ  
کے ہر چیز کی پرستش ہو رہی ہے اللہ کا خوف دلوں سے اٹھ چکا ہے، قوم کا اجتماعی طاقتوں  
کو نفسانیت کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ قرآنی حکمت کو چھوڑ کر منشاہات کی تفہات پر  
زور دیا جا رہا ہے۔ صحیح احادیث سے غصہ بھر کر گئے ہوئے موضوع احادیث فقہاء کے  
اقوال، صوفیائی شیطیات پر عقاید کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ہر طرف خانقاہوں، جموں، پیروں اور  
عیان انتقاد کا زور ہے۔ شرکائے محال کا نام احسان اور کفرانہ افعال کو ایمان کے نام سے پکارا جا رہا  
ہے اور ایمان ایک نقش نشان ہو کر رہ گیا ہے۔

جادہ تسلیم نے اس وقت کو بھروسہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور ایک تیز فکر، تفکر اور  
شعور کی قسم کی کوئی چیز موجود نہیں۔ تنگ نظری، تنگ خیالی، تنگ فکری، تنگ خونی سے  
علامہ صوفی کھیل رہے کہ کو بھر دیا ہے۔ علمی تنزل نے عمل کو مفقود، اخلاق کو تباہ اور دینی ایمان  
کی صورت کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔

عجم نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کر کے جس ایض کی بنیاد رکھی تھی، یہود نے جو مس نے  
مل کر جس طرح سیدنا ذوالنورینؓ کو شہید کیا تھا، یہودیوں کے دارباں، اسلام دشمن تحریک  
کی صورت میں اپنے پر پرزے نکالتی ہوئی  
کے سایہ میں چند اللہ کے بھولے بھائے کی بجائے۔ وہی وہی ہے کہ صورت میں جا کر  
نے میں کامیاب ہو چکی تھیں۔

العرض میں نے جدھر دیکھا حقانیت کا آفتاب عالم تاب طواغیت و ایالہ کے تاریک



تبلیغی بادلوں سے ڈھانپا ہوا نظر آیا۔

ان حالات میں اختلاف امت کا اہم نالیق ہوا۔ ضعف سے زیادہ مفت تقسیم ہو گیا۔ اور چند ماہ میں تقاضہ شروع ہو گیا کہ اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کرایا۔ مگر اس کے بعد حقیقت مذہب شیعہ، مقام صحابہ، بنات الرسول، واقعہ کربلا، عشرتِ نبوی، شہادتِ اربعین امیر المومنین مردان بن الحکم، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۳، ہم کے فواید غریبہ پر ایک نظر سلطانِ مہنبد صدائے کائنات، صیدِ جنتی بن علی، راجوری وغیرہ کی تالیفات میں اس قدر شک ہوا کہ کچھ مڑ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ دس سال کے قلیل عرصہ میں کچھ جواب عودا س بات کا یقین نہیں آتا کہ یہ سب کچھ میری قلم سے نکلا ہے۔

اب حبیب اکرم مولانا محمد عبدالمعظم فاروقی کتب خانہ بیرون بوٹریٹ ملتان کی خواہش پر اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کا کام ان کے سپرد کر رہا ہوں۔

مجھے یہاں اس بات کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کتاب کا غالب حصہ حنفی مذہب کے مالک و مالک کی نذر ہو گیا تھا۔ اس کی اہم ترین وجہ یہ تھی کہ پاک و ہند میں سلطانِ مطلب الدین ایک کی وجہ سے اس مذہب کو عروج نصیب ہوا اور نہ تو طوائفِ لہر ایک سے پہلے پاک و ہند میں صرف ائمہ دین تھے بلکہ یہی مذہب کے پیروکار۔ احناف کو یہاں تمام اذنانِ حکمرانوں اور مغلیہ خاندان کی سرپرستی حاصل رہی۔ مگر اس بات کے باوجود چونکہ ان لوگوں کے سامنے کوئی متفقہ لائحہ عمل نہ تھا اس لئے وقت کے گذارنے کے ساتھ ساتھ ان میں متعدد ذیلی مذاہب پیدا ہوتے چلے گئے جن میں سے آگے چل کر دو نے خاص مشہرت حاصل کی۔ دیوبندی اور بریلوی۔ دیوبندیوں کی علییت چونکہ اہل حدیث علماء کی رہنمائی میں نہ تھی۔ اس لئے کہ کسی حد تک مشترک اعمال سے بچے رہے۔ مگر بریلویوں نے شرک و بدعت کی تمام حدود پھانڈ ڈالیں۔ آگے چل کر دیوبندی بھی دینی طور پر حیاتی و عبادتی کے چکر میں پھینس گئے اور سیاسی طور پر ہر مقام پر چڑھنے کودنے کے سامنے ڈنڈوں کرنے سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ جماعت اسلامی تبلیغی جماعت، ہزاروی گروپ، حسین علی آف دان بھجوان کے عقیدت مند، قاری

حبیب کی بڑی دشمنی کے نظریات کے حامل، جہانگیر، مہانتے، درخواہینے، بنوریہ۔ غرضیکہ ان گنت نظریات میں بٹے ہوئے سبھی دیوبندی کہلاتے ہیں۔

میں نے آج سے دس سال پہلے بھاشانی اور بھٹو کے متعلق جو کچھ کہا تھا زلزلے نے دیکھ لیا کہ وہ کس طرح سچ ثابت ہو کر رہا۔ حالانکہ بھٹو اس وقت سیاست کے پالنے میں ہی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ منکرینِ حدیث جو میرے علم و یقین کے مطابق منکرینِ حدیث نہیں بلکہ منکرینِ قرآن ہیں اور مزارِ ائیت پر جو کچھ لکھا تھا۔ وہ کس طرح سچ ثابت ہو کر رہا۔

اب چند معروضات قارئین کے سامنے پیش کر کے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ امام ابوحنیفہ کے متعلق بعض مقامات پر اس قسم کے کلمات زیرِ تسلیم آگئے ہیں۔ جو ذاتی طور پر مجھے خود پسند نہیں تھے۔ مگر یہ سب کچھ مختلف کتب کے اقتباسات ہیں۔ میں ذاتی طور پر سیدنا امام ابوحنیفہ کے شرف و مجد اور علم و فضل کا ناٹل ہوں۔ میں بجناب کی علمی اور سیاسی بصیرت کا مداح اور ثناخوان ہوں۔ زیرِ نظر تالیف میں جہاں کہیں حضرت امام کے متعلق کوئی سخن گسترانہ بات دریاں میں آگئی ہے وہ حضرت امام کے مقلدین کی اپنی تالیفات کا بار تو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام نے کسی کو اپنی تقلید کے لئے کہا نہ کسی مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی۔ یہ سب کچھ افترا حضرت امام کے سر پہ پاجار ہا ہے۔ معاصرین سے ان کے معمولی قسم کے فروعی اختلافات ضرور ہوں گے۔ مگر ہمیں ان کا کوئی اتہ پند نہیں۔ یہ سب سیاست کی کارفرمائیاں ہیں کہ جو ہر طور پر اس کے جتنے چڑھا اس کے لئے اس نے نہایت چابکدستی کئی پڑ بچ گھٹیاں تیار کر کے اسے صراطِ مستقیم سے برگشتہ کر کے ہی دم لیا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کے حقیقی نانا ہمیں امام باڑہ تعمیر کرنے نظر آتے ہیں اور یہ لطیفہ تو بالکل تازہ ہے کہ حامد میاں نامی ایک دیوبندی عالم جنہیں خاتم القرآن کی قرآن کافرسوں میں شمولیت کی وجہ سے کچھ شہرت ملی۔ انا صدیقہ العلم و علی بابہا کی صحت پر ہی مجھ سے نہ صرف اُبھے بلکہ ایک مکتوب میں یہ

کہنے سے بھی نہ بچا پائے کہ تصرف کے چاروں طرق کے معکم اول صرف علیؑ ہیں۔  
حضرت امام پر رخصت نے جو انتہائیں لگائیں اور جن انتہائیں کراچ ان کے عقیدین  
بڑے فخر سے ان کی دینی خدمات قرار دے رہے ہیں یہ حضرت امام پر صرف انتہام اور افتراء  
ہی نہیں بلکہ دینی روح اور حقائق اسلامی کو مروج کرنے کا حربہ ہے۔

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امامؑ نے زید بن علیؑ، یحییٰ بن زید، عیسیٰ بن زید بن  
علی بن حسین، عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر طیار اور ابراہیم کے خروج کو  
صرف جائز قرار دیا بلکہ درپردہ ان کی امداد کرتے رہے اور خلافت متوقعہ کے خلاف ان  
کے خروج کو مبنی بر حق قرار دیا۔ گویا اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت امام دین سے بالکل بے اثر  
تھے اور ان کی نظروں سے یہ تصریحات نہیں گزری تھیں۔

عن زید بن علاق قال سمعت عمر بن الخطاب  
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه  
وسلم يقول ستكون هنا وهنا  
فمن اراد ان يفرق امر هذ  
الامة وهي جميع فاقوا  
كاشا من كان  
صحيح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۶  
طبع مصر

من خلع بيداً من طاعة لقي  
الله يوم القيمة لا حجة له و  
من مات وليس في عنقه بيعة

لے حامد میار

مات مبيعة جاھلیة

ہوگی اور جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ  
(خلیفہ اسلام کی) بیعت اس کی گردن میں  
نہ ہو وہ جاہلیتہ کی موت مرا۔

(صحيح مسلم)

من فارق الجماعة شبراً فمعد

جس نے ایک بالشت بھر بھی عجمت  
میں تفرقہ ڈالا تو گویا اس نے اپنی  
گردن سے اسلام کی اطاعت کی ذمہ داری  
اتار دی جیسا کہ وہ اپنے اس فعل  
(متفق علیہ) سے رجوع نہ کرے۔

خلع ربيعة الاسلام عن

عنقہ الا ان يراجع

اس موضوع پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ مگر یہاں ان نین تصریحات پر  
ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یا تو حضرت امامؑ کو ایسی  
تصریحات کا علم نہ تھا۔ اس صورت میں وہ منصب امامت تو درکنار ایک عام مسلمان  
کی علمی سطح سے بھی گئے گزرتے تھے۔ اور اگر انہیں علم تھا اور اس کے یا وجود انہوں نے  
علمائے وقت کے خلاف سازشوں میں حصہ لیا۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق  
نہ تھا اور وہ خود ان تصریحات کی روشنی میں واجب القتل تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امامؑ جیسا نابغہ عصر ان حقائق سے بے خبر نہیں ہو سکتا  
تھا اور وہ کسی صورت میں بھی کسی باغی یا خروج کرنے والے کی مہمائی نہیں کر سکتا  
تھا۔ اس قسم کی تمام خرافات کہ حضرت امامؑ نے فلاں فلاں کے خروج کو مبنی بر حق  
قرار دے کر اس کی درپردہ مدد کی آپ کی ذات پر بہت بڑا ہتھانہ اور افتراء ہے۔  
حضرت امامؑ ۸۰ ہجری میں بزمانہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان پیدا ہوئے۔  
اور ۱۵۰ ہجری میں امیر المومنین المنصور عباسی کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہوئے۔  
گویا آپ کی زندگی میں چھ اموی اور دو عباسی خلفائے گزرتے۔

آپ کے زمانہ میں تو علویوں نے مختلف اوقات میں خلافت متوقعہ کے خلاف  
خروج کئے :



- ۱ - زید بن علی نے بزمانہ امیر المومنین ہشام بن عبد الملک اپنے مرنے والا نام جعفر صادقؑ کی موجودگی ۱۲۲ ہجری میں کوفہ میں خروج کیا۔
- ۲ - زید بن علی جن سینے - اس کے خروج کی وجہ اپنے چچا زاد بھائیوں سے جھگڑا تھا۔ زید اپنا مقدمہ لے کر امیر المومنین ہشام بن عبد الملک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسری پارٹی کا مرغنہ جعفر بن حسن مثنیٰ تھا۔ زید لجم فخم ساز لے رہا تھا۔ ایک سندھن نوڈی کے بطن سے تھا۔ بڑی مشکل سے ریڑھیاں چڑھ کر خلیفہ کے حضور حاضر ہوا۔ جعفر بن حسن مثنیٰ کے حق میں فیصلہ ہوا۔ زید بڑا ہوا وہاں سے چل نکلا۔ کوفیوں نے سبز باغ دکھائے۔ سیدنا داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ نے سبز باغ گمراہ نہ آیا۔ اور کوفیوں کے چمکے میں آکر خروج کر دیا اور مارا گیا۔
- ۳ - زید کے تین بیٹے یحییٰ حسین اور عیسیٰ تھے۔ آٹھ بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک بیٹی امام محمد بن ابراہیم اللہام عباسی کے نکاح میں تھی۔
- ۴ - یحییٰ بن زید بن علی بن حسین نے ۱۲۶ ہجری میں خراسان میں امیر المومنین ولید اموی کے زمانہ میں خروج کیا۔ باپ کی بغاوت کے وقت عمر ۲۰ سال تھی۔ بھاگ کر الحکم بن ابیشر بن امیر مروان کے گھر میں پناہ لی۔ خراسان میں خروج کر کے قتل ہوا۔
- ۵ - عبد اللہ بن معاویہ نے ۱۲۷ ہجری میں کوفہ میں امیر المومنین مروان کے زمانہ میں خروج کیا۔ ہرات میں قتل ہوا۔ اسے بھی شیعوں نے جہد کی کا خطاب پہنچا۔
- ۶ - محمد الارقط نے بزمانہ امیر المومنین ابو جعفر منصور عباسی کوفہ میں مذکور امام کے زمانہ میں خروج کیا۔
- ۷ - ابراہیم بن عبد اللہ نے بھی اسی زمانہ میں بصرہ میں خروج کیا۔
- ۸ - عیسیٰ بن زید بن علی بن زین العابدین نے ۱۳۸ ہجری میں کوفہ میں امیر المومنین ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ میں خروج کیا۔ امیر المومنین نے شکست دی۔

- اور قتل ہوا۔ مرتے وقت اس کی وصیت کے مطابق اس کے چچا کے ایک آدمی نے کربلا سی خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بقول عمدۃ الطالب صفحہ ۲۷۹ خلیفہ نے ان کی سرپرستی قبول فرما کر ان کے وظائف جاری کر دیئے۔
- ۸ - محمد الارقط نے ۱۴۵ ہجری میں مدینہ میں امیر المومنین المنصور کی خلافت کے زمانہ میں خروج کیا۔ محمدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ باپ کا نام عبد اللہ تھا۔ یہ دور شیعوں کے اہل امام جعفر صادقؑ کا تھا۔ چنانچہ کافی کی روایت ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو وادئے میں تمنا سے بیٹے کو بچہ کیسے زیادہ منحوس و شوم سمجھتا ہوں۔ اصحاب آباء نے ارحام النساء میں اس سے زیادہ منحوس لفظ نہیں سنا۔ والدہ و مقتول ہونے کا رشتہ انسانی اصول انکا فی شائع کر دے شمیم بکڑ پوکراچی ۱۳۲۶ تا ۱۳۲۷
  - ۹ - محمد الارقط کو کشت اور اخصر بھی کہا گیا ہے۔ شیعوں کے نزدیک قرۃ محمد لارقط ایک منحوس انسان تھا۔ مگر ہمارے عقیدوں نے اسے نفس زکیہ بنا کر یہاں تک بہتان باندھنے سے شرم نہ کی کہ حضرت امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کو پروردگار کی بغاوت کے ہمنوا تھے۔
  - ۱۰ - ابراہیم بھی بغاوت کر کے قتل ہوا۔
- قابل غور یہ ہے کہ حضرت نعمان بن ثابت جنہیں امام اعظمؒ کہا جاتا ہے ان کے متعلق اس قسم کا تصور بھی قلب و روح پر یکپہی طاری کر دیتا ہے۔ کہ انہوں نے کسی باغی کی مدد کی تھی۔ حضرت امام ایک کامیاب تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علمی آدمی تھے۔ وہ اول سے آخر تک سیاست سے الگ تھلگ رہے۔ آخری ایام میں بغداد کی تعمیر کے وقت وہ تعمیری کاموں کے جزوقتی نگران تھے اور ان کا مقام خلفائے وقت کی نظروں میں اٹنا بلند تھا کہ مرنے کے بعد انہیں شاہی قبرستان یعنی مقبرہ خیرزان میں دفن کیا گیا۔

ملہ مویہ تفصیل کے لئے میری ذیلیات حقیقت مذہب شیعہ اور عزت رسول دیکھئے۔  
نیز سید علی احمد عباسی کی ذلیت سیرت امام اعظمؒ کا مطالعہ کیجئے۔



ہیں مگر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفیہ کے نام سے جو اصغار لہوا الحدیث کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصے کو گمراہ کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تعلق نہیں رکھتا۔ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ زیر نظر کتاب میں جس ابوحنیفہ کا ذکر بار بار آیا ہے وہ میرے نزدیک ایک خیالی شخصیت ہے۔ اس خیالی شخصیت کا اس امام ابوحنیفہ سے کوئی تعلق نہیں جس کا ان سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔

فیض عالم

۱۵ جولائی ۱۹۷۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پہلا باب

اسلام

## قرآن اور حدیث

اسلام کے منہ تسلیم کرنا، مان لینا اور جھک جانا ہیں۔ ہم نے جس وقت زَلَّ الْمَلَأُ اِلَّا اللّٰهُ مُخْتَلِفًا ذَوْنًا لِّلّٰهِ لَمَّا سَلَّمَ لَمَّا سَلَّمَ لَمَّا سَلَّمَ وقت زبان کے اس اقرار کے ساتھ قطعی طور بھی جب تک اسے تسلیم نہ کریں گے مسلمان اور مومن کہلانے کے سننے نہیں ہوں گے۔ صرف زبانی اقرار کامل دلائل ہونے کے لیے کافی نہیں، مگر دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہی کچھ اس قسم کے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ جہاں تک زبانی اقرار کا تعلق تھا وہ تمام مسلمانوں میں موجود تھا۔ لیکن علمی تاثرات نے جب اسلام کے سیدھے سادے مسلمات میں ذہنی پانگہ بندیوں کی مینا کا۔ یہ شروع کی اور اس ذہنی پانگہ بندی نے اپنے برگ و بار سے قلوب و اذان کو متاثر کرتے ہوئے کچھ خود ساختہ مفروضات کے تاثرات چھڑکے تو وہ آہستہ آہستہ اس قدر راسخ ہوتے چلے گئے کہ جہاں تو اذنی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، خود ساختہ مفروضات سے ٹکراؤ نہ کھاتے تھے وہاں نیز تسلیم کر دیا، مگر جہاں ٹکراؤ شروع ہوا وہاں اپنے خود ساختہ مفروضات کو اذنیات کا مقام دے کر قرآن و حدیث کو کثیر نظر انداز کر دیا۔ پھر اس قاعدہ کے تحت کہ ایک ثبوت کو سب ثابت

کرنے کے لیے کئی اور جھوٹ گھڑنے پڑے ہیں، اپنے خود ساختہ مفروضات کو سچ ثابت کرنے کے لیے کئی اصطلاحات وضع کی گئیں۔ حالانکہ واضح اور صاف حکم خدا کی آیتوں اللہ و آیتوں الرسول علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس طرح قرآن لاریب کتاب ہے اسی طرح دعائیں خلقی عن اللہ تعالیٰ ہوں الا دعائیں نبویہ کی روشنی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بھی واجب العمل ہیں۔ اور اس پر مسلمانوں کے بظاہر تمام فرقے متفق ہیں کہ قرآن پاک خاتم الانبیاء کے ذریعے تمام عالم کی دائمی رہنمائی کے لیے نازل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اسی پیغام الہی کی تبلیغ اور اس کا قیام تھا۔ یٰٰلَیْہٖ مَا اُتِیَ الْاٰیٰتُ اور فاصدع بینا فوہم کے احکام اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایک ایک حکم اور ایک ایک آیت کی تشریح کی اور قرآن کی تعلیم کا کوئی بیوقوف نہ چھوڑا۔ دنیا کے تمام علوم و فنون کے خاص اصول و قواعد ہیں۔ اور ان کی ایک روح ہوتی ہے جسے ہم جو جو اصطلاح میں ان فنون کی سائنس کہہ سکتے ہیں۔ جب تک اس روح اور سائنس سے واقفیت نہ ہوگی اس وقت تک ان علوم کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہی حال کلام اللہ کا ہے۔ اور اس کی روح کے سب سے بڑے عارف رسول اللہ ہیں۔ اور رسول اللہ کی بیان کردہ تشریح کو ہی ہم حدیث کہتے ہیں۔ احادیث کے شرعی احکام دینی اور انعام پر مبنی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی انسان یا جمعی خاصہ سے حاصل نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی روح کے مستند اصحاب بنے۔ جن کے سامنے نزول قرآن کی پوری تاریخ تھی۔ ان کی زبان اور قرآن کی زبان ایک تھی۔ ان کے سامنے ۲۳ سال کی مدت میں قرآن نازل ہوتا رہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا انہیں پڑھایا انہیں سمجھایا۔ اور یہ امر واضح شگاف ہے کہ صحابہ کی روحانی کسی تدریسی عقیدہ کی بنا پر تھی۔ بلکہ خاص علمی اصولوں کی بنا پر تھی۔ اس کے بعد جو فنون مرتب ہوئے ان کے اختلافی مفہوم و فتنہ کے لیے صحابہ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے تھا۔ جنہوں نے اس کی ایک ایک دفعہ کو بتا دیا اس پر عمل کیا۔ اور ملی انوار و نور

سہ سال کے عرصہ سے زائد مدت تک بلا اختلاف عمل ہوا

## اختلاف کب اور کسے شروع ہوا؟

اختلاف کی فحش اول اس وقت رکھی گئی جب سیدنا فاروق اعظمؓ کی سبیل پر ہتھیار کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں مجوسی، یہودی، عیسائی، مزدکی اور یہودیوں کی کثرت و مسلسل آبادی سے تین گنا بڑھ گئی۔

خصوصی طور پر ایران کی ہزار ہا سالہ حکومت کی تباہی سے مجوسی مرزبانوں، ہخامنڈیوں اور مہمدوں کے دہلیز میں تفریقینہ عداوت اور دشمنی کے شعلے بجڑنے لگے تھے۔ ہزار نامی ایک حیار مجوسی گورنر کی سرپرستی اور حقیقتہً اور چون ایلیا نامی عیسائی غلاموں کی سازش سے جن میں موخر الذکر سیدنا علیؓ کا غلام تھا فاروق اعظمؓ کو عین فخر کی نمائندگی سے چند نجات پیش کردہ اور انہی ایک مجوسی غلام نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو شدید زخمی کر دیا اور آپ ان زخموں کی تاب نہ لا کر مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ فاروق اعظمؓ کے بعد سیدنا ذوالنورینؓ اجماع امت سے منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ آپ کی خلافت کے ابتدائی چھ سال نہایت پرسکون اور امن و امان کے تھے۔ مگر آپ کی مخالفت کی کچھڑی پکٹی رہی۔ اور انہی ایام میں عبداللہ بن سیدہ نامی ایک شاعر ہنوی عالم نے کوفہ، بصرہ اور مصر میں طوفانی دورے کر کے ان زیریں تخریبی عناصر کو کھل کر کام کرنے پر ابھارا۔ اور آخر سیدنا ذوالنورینؓ میں حرم نبوی کے ساتھیوں میں ۴۰ سال کی عمر میں دو ماہ کے شدید محاصرے کے بعد شہید کر دیئے گئے۔ اسی فتنہ خیز فتنہ سیدنا ذوالنورینؓ نے اپنے پیچھے کے لئے خاک از قودہ کلاں بردار کے مصداق سیدنا علیؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر سیدنا علیؓ مدینہ میں رہے تو ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس لئے انہیں مدینہ کی بجائے کوفہ لے گئے۔

کوڈ ایک تنہا بستی تھی۔ جہاں متوہر ممالک کے تو مسلم کو خط کی طرف کچھ چلے آئے۔ خوارج کے فتنے ہیں سے سر اٹھایا۔ عبادت گزار،

پر پیر گادی، ثابت قدمی، استقلال، عفویت اور جہاد پرست (ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ لیکن ان کے عقائد کی بنیاد رائے اور قیاس پر تھی۔ جس نے انہیں صراطِ مستقیم سے دور چاہیگا اور آخر ان کا شران کا خاتمہ تھا۔

اور آج شیعیت بطور ایک مذہب کے مدّوح ہے۔ مگر حقیقتاً یہ ایک سیاست پر مبنی ایرانی تحریک تھی۔ آگے چل کر یہ تحریک ایک مذہب کی صورت اختیار کر گئی اور کئی ایک شاخوں میں بٹ گئی۔ آج ہم انہیں امامیہ، اثنا عشریہ، زیدیہ، اسماعیلیہ وغیرہ ناموں سے پہچانتے ہیں۔ مگر ابتدا میں یہ صرف دو شاخوں میں بٹی ہوئی تھی۔ بنیادی طور پر دونوں کا عقیدہ ایک تھا اور اس وقت تک ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ کے بعد سلسلہ خلافت حضرت علیؓ سے لے کر ائمہ اثنی عشریہ کی اولاد تک محدود ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا آسمانی حق ان کو دیا گیا ہے۔ کہ صرف امام ہی اسلام کے جائز اور ناقابلِ خطا رہبر ہوتے ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا تھا کہ امام کے اندر خدائی روح ہوتی ہے اور بعض اوقات ان کا یہ دعویٰ بھی دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ (نورِ باطلہ) و حور کے درمیان میں گود پڑے۔ اور خدائی امام علیؓ کی بیعت کی طرف سے امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔

ان حالات میں مذکورہ ائمہ دونوں فرشتے یا گروہ جن میں سے ایک قریباً دنیا سے ناپید ہو گیا ہے اور دوسرا مختلف عہدوں میں موجود ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت سے الگ ہیں۔ نیز نظر کتاب صرف اہل سنت والجماعت کے متعلق ہے۔

### اموی دور میں اسلام :

حضرت علیؓ کی خلافت کے خاتمہ کے بعد دمشق نے یہیم خلافت کا بادشاہ اور شاہ اور تقریباً ایک صدی تک دار الخلافہ دمشق رہا۔ کوئی مرکز بیتِ محترم ہو گئی اور نو مسلموں کے نافلے پہلے کوئے دمشق دارِ ہونا شروع ہوئے۔ مگر دمشق کی تہذیب بھی خالص عربی تہذیب نہ تھی، چھانڈ کی قربت کی وجہ سے قریباً قریب عربی تہذیب تھی۔ وہی عربوں کی سی سادگی ان میں موجود تھی۔ البتہ جب ولید بن عبدالملک کے دور میں محمد بن قاسم سندھ

کے تختہ پلید بن گئی اور کوئی بن نصر مراکش تک فتوحات کے پیر پرے اُٹھتے پہنچے تو بھی تہذیب کا کافی اثر مرکب ہونا شروع ہو گیا۔ مگر مرکز کی گرفت مضبوط تھی اور کسی بے دہروی نے کسی مقام پر بھی راہ نہ پایا۔ امویوں سے اقتدار چھین جانے کے بعد پھر عراق کے دن پھرے اور امویوں کے خاتمہ میں بھی سب سے بڑھ کر عجمیوں کا ہاتھ تھا۔

### عباسی دور :

چیم خلافت کا مقام بنیاد کو ملا۔ نو مسلموں کے قاتلوں نے بجائے دمشق کے بنیاد کا رخ کیا۔ ہر قسم کے علوم و فنون کے ماہر بنیاد اور کوثر میں آباد ہونے شروع ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے ایک صدی کے قریب زمانہ گزر چکا تھا۔ فیضانِ نبوت کے مستفیض گروہ بھی اس دنیا سے رختِ سفر باندھ کر رخصت ہو چکا تھا۔ خیر القرون قد فی ثمر الذین یلو تھم ثمر الذین یلو تھم ابائیر سے دور ہیں داخل ہو چکا تھا۔ عراق میں تھی تہذیب سرشار رہی تھی عجیب تاثرات منت نئے واقعات سامنے لارہے تھے۔ مدینہ النبی سے دوری نے اطمینانِ اشداد اطمینانِ التوسل کی گرفت بھی کسی حد تک ڈھیلی کر دی تھی۔ عجمی طور پر اسلام چھانڈی اقدار اور عجمی اقدار میں بٹ چکا تھا۔

### اہل الرائے اور اہلحدیث :

یہی گویا اہلسنت کے دو گروہوں میں بٹ جانے کی ابتدا تھی۔ ایک اہل الرائے کا گروہ جو کوثر میں امام ابو حنیفہؒ کی قیادت میں قائم ہوا۔ اور دوسری اہلحدیث کی جماعت جو حجاز میں امام مالک بن انسؒ کی سرکردگی میں پیدا ہوئی۔ آگے چل کر کوثر ائمہ کیس امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ بھی شامل ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ان دو ائمہ نے بھی قرآن و حدیث کو ہی استنباطِ مسائل کی بنیاد بنایا۔ مگر امام ابو حنیفہؒ حدیث کے اصلی وطن سے دُور تھے اور عراق کے لوگ بھی شہری زندگی کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے امام موصوف فقہی مسائل میں عقل اور رائے، اجتہاد اور استحسان کے اصولوں سے کام لینے لگے۔



اور پھر ان کے متقلدین ان کے قیاسی مسائل کے استعمال میں اس حد تک بڑھ گئے کہ باطل  
فرہشی مسائل سے تعرض کرنے لگے۔ اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں امام موصوف کے  
قیاسی مسائل کو ترجیح دینے لگے۔ تقلید کے اس دور میں بدعات و خرافات کثرت سے  
پھیلے جن کی بنیاد محض وہم اور ہمت پر تھی۔ وہ شریعت کی اصل روح کو نظر انداز کر کے  
امام موصوف کے اجتہاد کے پابند ہو گئے۔

ان تنقیدی مسطورہ کے بعد آئیے وضاحت سے اور کھل کر واقعات کا جائزہ لیں  
مگر اس کے لیے اپنے مختصر کردہ مفروضات کو گہر نظر انداز کرنا ضروری ہے۔ گویا کلیتہً  
عالمی ائمہ جو کرسچن ہو گا کہ مذاہب اربعہ کی بنیاد دوسری صدی ہجری کے وسط میں  
رکھی گئی۔ ان مذاہب کے ظہور سے پہلے جو مسلمان تھے وہ کین نظریات کے پابند تھے؟  
ان میں توحید تابعین بھی تھے اور تابعین بھی۔ اور سب بڑھ کر صحابہ کو امام کا تقدس کر دیا  
وہ کس کے مقتدی تھے؟ ان کے لیے کیا کسی تقلید کی ضرورت تھی اگر توحید و کس کے مقتدی  
تھے؟ یہاں اس کے سوا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں کہ وہ براہ راست قرآن و  
سنت کی روشنی سے منتظر تھے۔ پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ قرآن و سنت کی  
روشنی میں اپنے مسائل کو حل کرتے تھے تو پھر سو سال بعد اس سفر پر کی کیا ضرورت پیش  
آئی؟

پھر شائع یہ کہ اجتہاد کے منصب پر آپ نے صرف چار آدمی کو فائز کیا ہے حالانکہ  
یقیناً غلط ہے۔ امام صرف چار نہیں بلکہ گیارہ ہوئے۔ اور گیارہ کی تقلید ہوتی رہی۔ سنا  
تو بہت گئے اور چار کے مذاہب باقی رہ گئے۔

### امام مالک:

مدینہ منورہ نزول وحی کا مقام اور اہل سنت کا گہوارہ تھا۔ وہاں ایک سماجی نوعیت  
کا عہدہ قائم ہوا۔ جس کی ابتدا حضرت عمرؓ عہد الشہین عمرؓ زید بن ثابتؓ۔ عہد الشہین عباسؓ  
اور ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی۔ ان کے بعد اس عہدہ  
کے روح و رواں سید بن مسیبؓ۔ عہد بن زبیرؓ۔ قاسم بن محمدؓ۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن سلیمانؓ

بن سنانؓ۔ عہد بن زیدؓ اور عہد الشہین عہد الشہین بن عبد اللہ بن سنانؓ۔ گویا مدینہ منورہ اہل سنت کی مرکزی  
ورسگاہ بن گیا۔ شہر میں قالی اللہ اور قالی اللہ رسول کی فضائیں مالک بن انسؓ بھی پیدا ہوئے۔  
آپ نے تمام زندگی مدینہ میں گذاری۔ صرف ایک بار مکہ معظمہ میں حج کے لیے تشریف لے  
گئے۔ اور مدینہ منورہ میں ہی آپ نے شہر میں وفات پائی۔

امام شافعیؒ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کر لیا۔ امام مالک بڑے عالی ہمت،  
صاحب جرات۔ راسخ العقیدہ اور قوی الایمان عالم تھے۔ آپ نے ایمان اور عقیدہ کی  
خاطر مصائب زمانہ اور تم ہائے روزگار کو بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔  
علاقہ کو گھومے علم جو اذ پر قوت سے دینے پر آپ کو کوڑے لگائے گئے۔ ربیع بن جعد بن  
رائی۔ نافع۔ ابن عمر کے خادم ذہیری۔ ابو الزنادی سیب بن سید انصاری آپ کے استاد ہیں۔  
قابل ذکر ہیں۔ مؤلف امام مالک آپ کی تصنیف ہے۔ جسے امام شافعی کتاب اللہ  
کے بعد دسویں ترین پر جمع ترین کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ امام مالک اپنے اجتہاد میں صرف  
قرآن و حدیث پر اعتماد کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعیؒ اور امام محمد بن  
حسن شیبانیؒ جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ کے متقلدین میں کئی سیسی اندلسی راوی مؤلف۔ اسد بن فرات التوفیقی متوفی  
۱۸۰ھ مستوف مدونہ جو مکیوں کا علمی سرمایہ ہے۔ عہد اسلام التوفیقی متوفی ۲۸۰ھ عہد  
بن قاسم متوفی ۱۹۰ھ عہد الشہین دہب متوفی ۲۸۰ھ عہد الشہین بن عبد الرحمن بن قیس متوفی  
۳۸۰ھ عہد الشہین بن عبد الرحمن متوفی ۳۸۰ھ اور ان کے بیٹے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔  
قندماکی کے شہسوار میں ابو الولید باجی۔ ابو اسحق بنی۔ ابن رشد الکبیر ابن رشد اشہد  
ابن ابی مہدی صاحب الہام من الہام، ابو القاسم بن جری متوفی ۳۸۰ھ عہد الشہین ابو القاسم بن جری  
سینیس مذہب مالکی سید بطلان متوفی ۳۸۰ھ قابل ذکر ہیں۔

مالکی مذہب مدینہ میں پیدا ہوا اور تمام سفری مالک میں پھیل گیا۔ چونکہ مغربی ملکوں  
کا قتلے سفر حجاز ہی تھا۔ ہر مغرب آتھی کے لوگ بدوی معاشرت اور سادہ زندگی کے  
دلدادہ تھے۔ مغرب اقصیٰ۔ اجڑا ہوا۔ تونس۔ طرابلس الغرب کے باشندوں کا مذہب

یہی رہا۔ اسی طرح بالائے سر سوڈان، بحرین اور کویت میں بھی مائیکوں کی اکثریت ہے ان کی تعداد اس وقت ساڑھے چار اور پانچ کروڑ کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا امام مالک نے اپنے شاگردوں اور متبعین کو اپنی تقلید کی رغبت دلائی اور انہیں یہ بتایا کہ ایک امام کی تقلید فرض ہوتی ہے۔ اگر صورت یہ تھی تو محمد بن حسن شیبانی نے امام ابو حنیفہ کی شاگردی کے بعد امام مالک کی شاگردی کیوں اختیار کی۔ پھر اگر ابوبکر سے ایک جلیل القدر امام یعنی امام شافعی کو یہ عزت کب تک بننا پڑی کہ وہ امام مالک سے علم حاصل کر کے اپنے نئے مذہب کی بنیاد رکھیں۔ مندرجہ بالا تفصیلات سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ امام مالک نے الگ کسی مذہب کی سرے سے بنیاد رکھی ہی نہیں۔ وہ قرآن و حدیث کے معتق تھے۔ ان کی وفات کے بعد یارانِ طریقت نے خود یہ سخت فرما کر انھیں امامت اور اجتہاد کے منصب پر بٹھا یا اور ان کی تقلید کو اپنے لیے فرض قرار دے لیا۔

موت کے متعلق جب عباسی خلیفہ نے آپ کو کہا کہ آپ حکم دیں تو عرفہ کی بقول کے تمام ممالک اسلامیہ میں اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی جائے تو آپ نے سختی سے منع فرمایا۔ پھر آج ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مالکی بادشاہی یہ نماز پڑھتے ہیں۔ مگر امام مودودی نے بارہا یہ نماز پڑھی۔ موقوفہ میں اس قسم کی کوئی حدیث بیان کی، نہ مالکی فقہ کے انسائیکلو پیڈیا یعنی مودودی میں اس قسم کا کوئی حوالہ ہے۔ پھر آج بارہا یہ نماز پڑھنے کی تمکیناں سے تراشی گئی، کس نے تراشی اور کب تراشی؟ میں بڑے وثوقاً یقین اور اعتماد سے کہتا ہوں کہ مالکی مذہب سرے سے کوئی مذہب ہی نہیں۔ یہ یاد ان طریقت کا خود بنا مذہب ہے۔ اور امام مالک جیسے محدثین پر ہرگز کا۔ قبیح کتاب و سنت اور بزرگ کی طرف تقلید کی نسبت آپ کی ذات پر بہت بڑا ہتھان ہے۔ مالکی کہنا ایک شاگرد کی نسبت تھی جو آگے چل کر جنہوں کی دیکھا دیکھی ایک مذہب کی صورت میں منتقل ہو گئی۔ اور یہ شکل اختیار کیے بغیر حقیقت کے قیاسی مسائل کی اصلاح ناممکن تھی۔

آج تک مغلدین کی طرف سے بڑے زور شور اور باند بانگ دعویٰ کے ساتھ یہ باتیں یاد رکھیں کہ شیش جاری ہیں کہ تقلید فرض ہے۔ تقلید انتہائی تحقیق اور بحر پر دینی بصیرت کا نتیجہ ہے۔ یہ کہتے وقت وہ اس بات کو قطعاً بھول جاتے ہیں کہ تقلید فرض تو درکنار مباح بھی نہیں بلکہ بدعت اور ضلالت ہے۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ آج تمام عالم اسلام اکثر فقہ کی تقلید پر مجتمع ہے۔ اگر تقلید مگر ایسی تھی تو عالم اسلام تقلید پر مجتمع کیسے ہوا۔ اس کے جواب میں تاریخ اور فلسفہ تاریخ کی دوری گردانی کی ضرورت فقہ حنفی کی ترقی کے اسباب کسی دوسرے مقام پر بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہاں فقہ مالکی کے ترقی کے مالک اور اس کا پس منظر بیان کیا جاتا ہے۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲ھ مطابق ۵ اگست ۷۵۰ء اموی خلافت کا آخری تاجدار مروان بن الحکم مصر میں منتقل کر دیا گیا۔

سامات بنی امیہ کا ایک شہزادہ اپنی جو اہل زور اپنی کوششوں سے کچھ شوال ۱۵۷ھ مطابق ۷۷۴ء میں ملک نسی مسلمانوں کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو گیا اور عبدالرحمن الداخل کے نام سے اندلس کا حکمران بن گیا۔ الداخل کو عباسیوں سے دشمنی گریباور دشمنی ہی تھی۔ وہ کہتے فراموش نہ کریں تھا اس کے مرنے کے بعد ہشام اس کا بیٹا بن گیا۔ ہشام نے ایک اور شخص مزاج حکمران تھا۔ اس کے زمانہ میں کفر میں قیاسی مذہب کی بنیاد رکھی جا چکی تھی اور مدینہ میں امام مالک کے حلقہ درس سے تمام عالم اسلام کے طلباء مستفید ہو رہے تھے۔

انہیں پیام میں امام مالک عباسیوں کے تشدد کا نشانہ بنے۔ بعض کہتے ہیں آپ خفیہ کے علی الرغم طلاق کر کے خلافت تھے۔ بعض کہتے ہیں انہوں نے جبر پر مدینہ سے انکار کیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے کسی علوی مدعی خلافت کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ ہر حال وجہ کوئی بھی ہو۔ آپ کو کورے لگائے گئے۔ اوٹ کی لکھی میٹھ پر صدار کے شہر میں تشہیر کی گئی۔ آپ کے بازو توڑ دیئے گئے۔

آپ کے حلقہ درس میں اندلس کے جو طلباء تھے وہ اکثر ہشام کے تودع اور فقرے کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور امام مالک بھی ہشام کی تعریفیں سن کر اکثر کہتے تھے کہ خلیفہ برحق کے یہی اوصاف ہیں۔ جب امام مالک کی باتیں ہشام تک پہنچیں تو اس نے یہ قیام اختیار کیا کہ اس نے



فقہ مالکی کی تعلیم و تربیت اسکے لئے مدرسہ جاری کئے۔ مشہور امام اور امام مالکؒ دونوں عیالوں سے نالاں تھے۔ عباسیوں کا مذاہب حنفی تھا۔ یہ گیارہویں طور پر دو مذاہب کا ہی ہنگامہ تھا بلکہ دو مسطلفین بھی پورے طور پر ان دو مذاہب کی تبلیغ و اشاعت میں پھر پورے طور پر کوشاں تھیں۔ ان مذاہب کی اشاعت کے چھ مہینہ یا بیست کے جذبات رتھے بلکہ ذاتی بعض اقصیا و علماء و رند کے جذبات کا فائدہ تھا۔ ۱۸۰۰ء میں مشہور امام کا انتقال ہو گیا اور انھم میرزا نے مسطلفت ہوا۔ اس نے فدا و غمیں مسطلفیت پائی تھی۔ یہ فقہ حنفی کی اڑیس حرم شراب کا قائل نہ تھا۔ حنفی فقہاء کو اس کی یہ ادب پسند نہ آئی۔ وہ اس وقت تک اڈلس میں بہت بڑی طاقت کے مالک بن چکے تھے۔ انھم ان لوگوں کے مراتب کا خاص خیال رکھتا تھا۔ مگر اس اختلاف کی وجہ سے اندر ہی اندر کچھ ہی کپتئی رہی۔ یہاں تک کہ بات اعتبارات تک جا پہنچی۔ کہ کس امر میں کم کو اختیار ہے۔ اور کس امر میں فقہاء کو۔ اس کیفیت ذاتی میں فقہاء کی بہت ہدو کی ایک بہت بڑی قوت بن گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں طاقتوں کا ٹکراؤ ناگزیر ہو گیا۔

آخر پہلی این بجلی فیکٹری اور عدلیسی این دیوار کے ساتھ زمینیں این شماں کو حوالہ حکم کا چچا تھا گیارہ  
گیس اور اس کے کہا کہ اگر حکم کے بعد زمینیں مسند امارت پر بٹھایا جائے گا۔ اس نے سب کچھ اس حکم  
کو بتا دیا۔ اور اس حکم نے ۱۹۰۶ء کے ایک جنگ سب کو غنیمت طریقوں سے قتل کر دیا۔

عباسی چالاکت : اور پیدا فرماتے۔ ان میں سے جب کبھی باپ نے بیٹے کو اپنے سامنے رکھا تو اسے سمجھا تو اسے قتل کر دیا۔ بیٹے نے باپ کو اپنی کسی خواہش کے سدا رہ پایا تو اسے تلوار کی نوک پر رکھ دیا۔ بھائی نے بھائی کو دار مالی نے بیٹے کو رنشا۔ ان حالات میں پروان پڑھنے والے احسان باپ قول کر قدم اٹھاتے رہے۔ انہوں نے عباسیوں کو قتل اللہ سمجھا۔ انہیں عباسی کی کھٹی چھٹی دیکر کسی موقع پر نازد اٹھانے سے گریز نہ کیا مگر لاکھوں کے قتل کرنے انہیں عدم آباد کا راستہ دکھایا۔ قہار کی اس کسب کے قتل ہونے کے بعد ان کے غفلت میں قتلہ اور بڑھ گیا۔ اب ان کا رنج و یاد شامری کی طرف سے ہٹ کر عراق کی طرف چل گیا۔ لوگ حوالتے اپنے تمام مسلمانوں کو غالی خشیوں کی طرح کافر کہہ واجب القتل سمجھتے تھے۔ لاکھ بن بے بیلی ایک جوان

فصل چہارم برائے کااودہ کیا گیا کہ جب اسے معلوم ہوا کہ اس میں جان کا خطرہ ہے تو نقد ماکہ میں فرمایا  
مشرق و مکر دی۔ احیاء السلام کے مشفق قزلباشی احمد نے فخری دیا کہ جو اسے پڑھے گا وہ ماکہ کا فخر  
ہو کہ قتل شدہ عذاب ہو گا۔ اور احیاء کی تمام جلدیں اکٹھی کر کے جلا دیں۔ یہ تشدد علی بن ربیعہ بن  
ماثقیس کے زمانہ تک رہا۔ مراہطین کے اس خاندان کی سلطنت کی حدود اندلس سے باہر افریقہ  
تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اور اس تمام سلطنت میں نقد ماکہ کے علاوہ حدیث نبوی پڑھنا تو درکنار اسے  
دیکھنے تک کے زائد راز تھے۔ علی بن ربیعہ نے اعلان کرایا کہ احیاء کی تمام جلدیں جلا دی جائیں  
اس کے بعد اگر کسی کے پاس کوئی نسخہ ملا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس کی جائیداد ضبط  
کر لی جائے گی۔

اگر ماحولی نیت ہمارے ساتھ بطور ایک مذہب کے فہمی کی نگہداشت کر دے نیت  
 کے طور پر جو کہ اس کے عقیدہ والی کہانی کی جہاں نے اعلیٰ نیت کہلاتے جو امام کو سونپ  
 کے حسین بیانی و عقاید کے مطابق تھا تو یہ امر بر زبانیں چا پناج کر دے مسلمانوں کے  
 چلنے کا موجب نہ تھا۔

مگر حجب مخفی نہ بنے اپنے آپ کو ایک مذہب کے طور پر پیش کیا تو ماحکی نسبت  
والوں کے پیچھے اپنا آپ، ماحکی مذہب کی صورت میں پیش کرنا ناگزیر ہو گیا۔



## امام شافعیؒ

محمّد بن ادریس شافعیؒ قرطبی مشہور میں غزوہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ آپ نے بہت سفر کیے۔ امام مالکؒ اور امام محمد بن حنفیہؒ کی حنفی فہم مالکی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ شریعت میں امام مالک کے متقلد اور اجماعی تھے۔ پھر نئے تجربات سے متاثر ہو کر ایک خاص مذہب کے بانی ہوئے۔ آپ فقہ لغت۔ فقہ اور حدیث کے متبحر عالم تھے۔ نہایت دقیق الفکر اور فصیح البیان تھے۔ آپ کا مذہب مالکیوں اور حنفیوں کے جن میں ہے۔ اجماع اور قیاس سے بھی استنباط کرتے ہیں۔ مگر حنفیوں کے امتحان اور مالکیوں کے مصالح مرسد کو تسلیم نہیں کرتے۔ آپ کا علمی سرمایہ کتاب الامام آپ کے شاگرد ربیع بن سلیمان کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

آپ کے شاگردوں اور متقلدین میں امام احمد بن حنبل۔ داؤد ظاہری۔ ابو ثور بغدادی ابو جعفر ابن جریر طبری جو سب کے سب آپ کے چل کر نئے مذاہب کے بانی ہوئے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مصر میں ابو یوسف بریلوی متوفی ۱۸۱ھ۔ اسماعیل مزی مرقی ۱۸۲ھ مؤلف کتاب الفہر۔ ربیع بن سلیمان خزاز متوفی ۱۸۳ھ جو کتب شافعیہ کے ادوی ہیں۔ ربیع بن سلیمان ہیری متوفی ۱۸۴ھ قابل ذکر ہوئے ہیں۔

امام شافعیؒ کے متقلدین میں سے بعد میں ابو الحسن فیروز آبادی متوفی ۱۲۰۰ھ مصنف کتاب مذہب ابو حامد غزالی متوفی ۵۰۵ھ مصنف علم اصول۔ المصطفیٰ۔ اور جو یکساں سعادت اور اجیاد العلوم الدین وغیرہ ان کی مؤقر الذکر دونوں کتابیں رطب و یابس سے پڑھیں۔ ابو الفاسم النعمی متوفی ۳۵۰ھ مصنف فتح القدر شرح الوجیز۔ قاضی ابو الدین متوفی ۳۵۰ھ مصنف قواعد الاحکام فی مصالح الامام۔ محی الدین فودی متوفی ۳۵۰ھ مصنف کتاب الجہد شرح مذہب شریعت محمد بن مسلم ہنراج الطالین۔ تقی الدین علی بن ابی اسحاق متوفی ۳۵۰ھ مؤلف محکمات الجہد فی شرح ہنراج البیضاوی۔ قادی سبکی۔ جلال الدین سیوطی مؤلف کتب کثیرہ مثل الاتقان۔ تکرر تفسیر جلالین۔ شرح سنن نسائی و ابن ماجہ ہیں۔

یہ تفصیل پیش کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی ہے کہ آج جس شد و مد سے جو لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک امام کی تقلید فقہ پر فرض میں ہے وہ خدا بخود کریں کہ امام شافعیؒ کے متقلدین میں سے ان کی برکت تصنیف سے اس قسم کا کوئی ایک واقعہ بھی ثابت کر دیں جس سے جامہ متقلدین کے دعویٰ کا معمولی سا ثبوت بھی مل سکتا ہو۔ تصوف میں کیسا نے سعادت اور اجیاد العلوم منقولات و منقولات میں غزالی، رافعی، ابو یزید الدین۔ فودی اور سبکی کی تصنیفات تمام اسلامی مدارس کے نصاب میں سبقت بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ یہاں کسی حنفی کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ کتابیں شافعی علماء کی تصنیفات ہیں۔ انہیں مت پڑھو۔ بلکہ یہ کتابیں حنفیوں کا علمی سرمایہ ہیں۔ پھر یہ دو زبان کیوں؟ اس تشکیک و اختلاف کی وجہ کیا ہے یہ سر پٹولی اور کفر و شرک کی شیشیں گلوں کے دانے کیوں کھلے دہتے ہیں اور مزید یہ کہ آخر امام شافعیؒ نے امام مالک کی تقلید چھوڑ کر کیوں نئے مذہب کی بنیاد رکھی؟ کیا آج کے مسلمان مولانا متعلقہ تقلید کی زودان پر نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شافعیؒ اس حد تک مجتہد تھے کہ انہوں نے پیش آمدہ واقعات کو مد نظر رکھ کر قرآن و حدیث سے استنباط کرتے ہوئے مسائل میں وسعت پیدا کی اور جہاں ان کی نظر نہ پہنچ سکی وہاں اجتہاد سے بھی کام لیا۔ گمراہوں نے کسی کو اپنی تقلید کی طرف توجہ دلائی اور ذائقہ کی زندگی میں کوئی گڑ ان کی تقلید پر مجتہد ہوا۔

در اصل حنفی ہما کی اور شافعی شاگردان نسبتیں بغیر نہیں بعد میں مذہب بنا لیا گیا کیونکہ ملک مصر میں امام شافعیؒ کے شاگرد زیادہ تھے اس لیے مصر میں اس مذہب نے بہت ترقی حاصل کیا۔ جب حکومت ایتھیر کا مذہب شافعی ہو گیا تو القاسم علی دین ملو کھما کے مصداق تمام لوگ شافعی ہو گئے۔ جامع اندر کے شیخ کا منصب جو مذہب شافعی علماء کے لیے مخصوص رہا۔ ریفن فلسطین۔ شرق اردن۔ شام۔ لبنان۔ بیروت۔ عجم۔ پاکستان۔ ہند۔ چین۔ انڈونیشیا اور دین میں شافعی مذہب کے پیرو ہیں۔ ان کی تعداد دس کروڑ سے زیادہ ہے۔

امام احمد بن حنبل : (پیدائش ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ)

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے۔ تحصیل علم کے سلسلہ میں شاہ جاز بن کوفہ سے اور بعد سے کاسطریک۔ سند احمد بن حنبل میں چالیس ہزار حدیثیں قلم بند کیں۔ آپ اجتہاد بالرائے سے احترام کرتے تھے اور قرآن و حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے آپ کو دعوہ جہدین سے زیادہ دعوہ حدیثین میں شمار کیا ہے۔ مثلاً قدیم نے فقہائے حدیث کے باب میں ابن حنبل کو بخاری، مسلم اور دیگر محدثین کے ساتھ رکھا ہے۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب الاختلاف فی فضائل الکلمہ میں اور طبری نے اختلاف الفقہاء میں اور ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں امام احمد بن حنبل کا اودان کے مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

مگر انہوں نے کیا دایان طریقت آپ کو بھی کھینچ تان کر ائمہ فقہ کی صف میں گھسیٹ لائے۔ حقیقتاً امام احمد بن حنبل نے بھی دیگر ائمہ کی طرح کسی کو اپنی تقلید کی طرف راغب نہیں کیا۔ مگر دس زماں اور حالات وقت نے جن مہر و پیغمبر سے جھک جانے والوں کو اپنی سنت کا نام سے دکھا دیا امام موصوف کو کیا جتنے والے تھے۔ امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے تھے۔ امام شافعی امام مالک کے شاگرد تھے۔ اس لحاظ سے ان ائمہ ثلاثہ کے فردی اختلافات کسی کسی طریقہ سے قرآن و سنت کی حد کے اندر ہی تھے۔ یہاں بھی بھر دہی سوالی پیدا ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل اگر امام شافعی کے شاگرد تھے تو پھر انہوں نے امام وقت کی تقلید چھوڑ کر اپنا الگ مذہب کیوں جاری کیا؟ انہیں یہی کس نے دیا؟ وہ ترک تقلید کے بعد کس گروہ میں داخل ہوئے؟ اور اگر وہ ترک تقلید کے بعد مسلمان ہی رہے بلکہ خود امام بن کر ایک مذہب کے بانی بن کر ائمہ کے گروہ میں شامل ہو گئے تو آج ترک تقلید کی یہ وجہیں کیوں؟ امام احمد بن حنبل کا دور رسوخ و عقیدہ مسلمانوں کے لیے ایک برقی عاطف دور تھا۔ ان کے زمانہ میں مشہور قرآن ایسا آدمی کی طرح اٹھا۔ خلفائے عباسیہ کی سرپرستی میں مسلمانوں پر برقی ساعقین کر گراؤ وہ لوگ زیادہ اس کی پیٹ میں آگے جنوں نے

اس مسئلہ کی زیادہ مخالفت کی۔ خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں آپ پر بڑی سختیاں لگیں۔ اور آپ کو قید و غرب کی سزائیں دی گئیں۔ (رحمہ اللہ)

### آپ کے متقلدین :

ابو یوسف ثانی مصنف کتاب سنن فی الفقہ۔ ابو القاسم خرقی متوفی ۲۴۳ھ مصنف المختصر عبد المعز بن جعفر متوفی ۳۳۳ھ شمس الدین بن قدامہ متوفی ۳۸۰ھ مؤلف شرح المکرم علی متن المقنع شیخ عبد القادر جیلانی مصنف غنیۃ الطالبین۔ تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ مصنف زاد المعاد۔ عوفی الدین بن قدامہ مصنف کتاب المغنی۔ جس کے متعلق رسالہ المناہجہ ۳۴۳ھ ۳۴۴ھ ۳۴۵ھ ۳۴۶ھ ۳۴۷ھ ۳۴۸ھ ۳۴۹ھ ۳۵۰ھ ۳۵۱ھ ۳۵۲ھ ۳۵۳ھ ۳۵۴ھ ۳۵۵ھ ۳۵۶ھ ۳۵۷ھ ۳۵۸ھ ۳۵۹ھ ۳۶۰ھ ۳۶۱ھ ۳۶۲ھ ۳۶۳ھ ۳۶۴ھ ۳۶۵ھ ۳۶۶ھ ۳۶۷ھ ۳۶۸ھ ۳۶۹ھ ۳۷۰ھ ۳۷۱ھ ۳۷۲ھ ۳۷۳ھ ۳۷۴ھ ۳۷۵ھ ۳۷۶ھ ۳۷۷ھ ۳۷۸ھ ۳۷۹ھ ۳۸۰ھ ۳۸۱ھ ۳۸۲ھ ۳۸۳ھ ۳۸۴ھ ۳۸۵ھ ۳۸۶ھ ۳۸۷ھ ۳۸۸ھ ۳۸۹ھ ۳۹۰ھ ۳۹۱ھ ۳۹۲ھ ۳۹۳ھ ۳۹۴ھ ۳۹۵ھ ۳۹۶ھ ۳۹۷ھ ۳۹۸ھ ۳۹۹ھ ۴۰۰ھ ۴۰۱ھ ۴۰۲ھ ۴۰۳ھ ۴۰۴ھ ۴۰۵ھ ۴۰۶ھ ۴۰۷ھ ۴۰۸ھ ۴۰۹ھ ۴۱۰ھ ۴۱۱ھ ۴۱۲ھ ۴۱۳ھ ۴۱۴ھ ۴۱۵ھ ۴۱۶ھ ۴۱۷ھ ۴۱۸ھ ۴۱۹ھ ۴۲۰ھ ۴۲۱ھ ۴۲۲ھ ۴۲۳ھ ۴۲۴ھ ۴۲۵ھ ۴۲۶ھ ۴۲۷ھ ۴۲۸ھ ۴۲۹ھ ۴۳۰ھ ۴۳۱ھ ۴۳۲ھ ۴۳۳ھ ۴۳۴ھ ۴۳۵ھ ۴۳۶ھ ۴۳۷ھ ۴۳۸ھ ۴۳۹ھ ۴۴۰ھ ۴۴۱ھ ۴۴۲ھ ۴۴۳ھ ۴۴۴ھ ۴۴۵ھ ۴۴۶ھ ۴۴۷ھ ۴۴۸ھ ۴۴۹ھ ۴۵۰ھ ۴۵۱ھ ۴۵۲ھ ۴۵۳ھ ۴۵۴ھ ۴۵۵ھ ۴۵۶ھ ۴۵۷ھ ۴۵۸ھ ۴۵۹ھ ۴۶۰ھ ۴۶۱ھ ۴۶۲ھ ۴۶۳ھ ۴۶۴ھ ۴۶۵ھ ۴۶۶ھ ۴۶۷ھ ۴۶۸ھ ۴۶۹ھ ۴۷۰ھ ۴۷۱ھ ۴۷۲ھ ۴۷۳ھ ۴۷۴ھ ۴۷۵ھ ۴۷۶ھ ۴۷۷ھ ۴۷۸ھ ۴۷۹ھ ۴۸۰ھ ۴۸۱ھ ۴۸۲ھ ۴۸۳ھ ۴۸۴ھ ۴۸۵ھ ۴۸۶ھ ۴۸۷ھ ۴۸۸ھ ۴۸۹ھ ۴۹۰ھ ۴۹۱ھ ۴۹۲ھ ۴۹۳ھ ۴۹۴ھ ۴۹۵ھ ۴۹۶ھ ۴۹۷ھ ۴۹۸ھ ۴۹۹ھ ۵۰۰ھ ۵۰۱ھ ۵۰۲ھ ۵۰۳ھ ۵۰۴ھ ۵۰۵ھ ۵۰۶ھ ۵۰۷ھ ۵۰۸ھ ۵۰۹ھ ۵۱۰ھ ۵۱۱ھ ۵۱۲ھ ۵۱۳ھ ۵۱۴ھ ۵۱۵ھ ۵۱۶ھ ۵۱۷ھ ۵۱۸ھ ۵۱۹ھ ۵۲۰ھ ۵۲۱ھ ۵۲۲ھ ۵۲۳ھ ۵۲۴ھ ۵۲۵ھ ۵۲۶ھ ۵۲۷ھ ۵۲۸ھ ۵۲۹ھ ۵۳۰ھ ۵۳۱ھ ۵۳۲ھ ۵۳۳ھ ۵۳۴ھ ۵۳۵ھ ۵۳۶ھ ۵۳۷ھ ۵۳۸ھ ۵۳۹ھ ۵۴۰ھ ۵۴۱ھ ۵۴۲ھ ۵۴۳ھ ۵۴۴ھ ۵۴۵ھ ۵۴۶ھ ۵۴۷ھ ۵۴۸ھ ۵۴۹ھ ۵۵۰ھ ۵۵۱ھ ۵۵۲ھ ۵۵۳ھ ۵۵۴ھ ۵۵۵ھ ۵۵۶ھ ۵۵۷ھ ۵۵۸ھ ۵۵۹ھ ۵۶۰ھ ۵۶۱ھ ۵۶۲ھ ۵۶۳ھ ۵۶۴ھ ۵۶۵ھ ۵۶۶ھ ۵۶۷ھ ۵۶۸ھ ۵۶۹ھ ۵۷۰ھ ۵۷۱ھ ۵۷۲ھ ۵۷۳ھ ۵۷۴ھ ۵۷۵ھ ۵۷۶ھ ۵۷۷ھ ۵۷۸ھ ۵۷۹ھ ۵۸۰ھ ۵۸۱ھ ۵۸۲ھ ۵۸۳ھ ۵۸۴ھ ۵۸۵ھ ۵۸۶ھ ۵۸۷ھ ۵۸۸ھ ۵۸۹ھ ۵۹۰ھ ۵۹۱ھ ۵۹۲ھ ۵۹۳ھ ۵۹۴ھ ۵۹۵ھ ۵۹۶ھ ۵۹۷ھ ۵۹۸ھ ۵۹۹ھ ۶۰۰ھ ۶۰۱ھ ۶۰۲ھ ۶۰۳ھ ۶۰۴ھ ۶۰۵ھ ۶۰۶ھ ۶۰۷ھ ۶۰۸ھ ۶۰۹ھ ۶۱۰ھ ۶۱۱ھ ۶۱۲ھ ۶۱۳ھ ۶۱۴ھ ۶۱۵ھ ۶۱۶ھ ۶۱۷ھ ۶۱۸ھ ۶۱۹ھ ۶۲۰ھ ۶۲۱ھ ۶۲۲ھ ۶۲۳ھ ۶۲۴ھ ۶۲۵ھ ۶۲۶ھ ۶۲۷ھ ۶۲۸ھ ۶۲۹ھ ۶۳۰ھ ۶۳۱ھ ۶۳۲ھ ۶۳۳ھ ۶۳۴ھ ۶۳۵ھ ۶۳۶ھ ۶۳۷ھ ۶۳۸ھ ۶۳۹ھ ۶۴۰ھ ۶۴۱ھ ۶۴۲ھ ۶۴۳ھ ۶۴۴ھ ۶۴۵ھ ۶۴۶ھ ۶۴۷ھ ۶۴۸ھ ۶۴۹ھ ۶۵۰ھ ۶۵۱ھ ۶۵۲ھ ۶۵۳ھ ۶۵۴ھ ۶۵۵ھ ۶۵۶ھ ۶۵۷ھ ۶۵۸ھ ۶۵۹ھ ۶۶۰ھ ۶۶۱ھ ۶۶۲ھ ۶۶۳ھ ۶۶۴ھ ۶۶۵ھ ۶۶۶ھ ۶۶۷ھ ۶۶۸ھ ۶۶۹ھ ۶۷۰ھ ۶۷۱ھ ۶۷۲ھ ۶۷۳ھ ۶۷۴ھ ۶۷۵ھ ۶۷۶ھ ۶۷۷ھ ۶۷۸ھ ۶۷۹ھ ۶۸۰ھ ۶۸۱ھ ۶۸۲ھ ۶۸۳ھ ۶۸۴ھ ۶۸۵ھ ۶۸۶ھ ۶۸۷ھ ۶۸۸ھ ۶۸۹ھ ۶۹۰ھ ۶۹۱ھ ۶۹۲ھ ۶۹۳ھ ۶۹۴ھ ۶۹۵ھ ۶۹۶ھ ۶۹۷ھ ۶۹۸ھ ۶۹۹ھ ۷۰۰ھ ۷۰۱ھ ۷۰۲ھ ۷۰۳ھ ۷۰۴ھ ۷۰۵ھ ۷۰۶ھ ۷۰۷ھ ۷۰۸ھ ۷۰۹ھ ۷۱۰ھ ۷۱۱ھ ۷۱۲ھ ۷۱۳ھ ۷۱۴ھ ۷۱۵ھ ۷۱۶ھ ۷۱۷ھ ۷۱۸ھ ۷۱۹ھ ۷۲۰ھ ۷۲۱ھ ۷۲۲ھ ۷۲۳ھ ۷۲۴ھ ۷۲۵ھ ۷۲۶ھ ۷۲۷ھ ۷۲۸ھ ۷۲۹ھ ۷۳۰ھ ۷۳۱ھ ۷۳۲ھ ۷۳۳ھ ۷۳۴ھ ۷۳۵ھ ۷۳۶ھ ۷۳۷ھ ۷۳۸ھ ۷۳۹ھ ۷۴۰ھ ۷۴۱ھ ۷۴۲ھ ۷۴۳ھ ۷۴۴ھ ۷۴۵ھ ۷۴۶ھ ۷۴۷ھ ۷۴۸ھ ۷۴۹ھ ۷۵۰ھ ۷۵۱ھ ۷۵۲ھ ۷۵۳ھ ۷۵۴ھ ۷۵۵ھ ۷۵۶ھ ۷۵۷ھ ۷۵۸ھ ۷۵۹ھ ۷۶۰ھ ۷۶۱ھ ۷۶۲ھ ۷۶۳ھ ۷۶۴ھ ۷۶۵ھ ۷۶۶ھ ۷۶۷ھ ۷۶۸ھ ۷۶۹ھ ۷۷۰ھ ۷۷۱ھ ۷۷۲ھ ۷۷۳ھ ۷۷۴ھ ۷۷۵ھ ۷۷۶ھ ۷۷۷ھ ۷۷۸ھ ۷۷۹ھ ۷۸۰ھ ۷۸۱ھ ۷۸۲ھ ۷۸۳ھ ۷۸۴ھ ۷۸۵ھ ۷۸۶ھ ۷۸۷ھ ۷۸۸ھ ۷۸۹ھ ۷۹۰ھ ۷۹۱ھ ۷۹۲ھ ۷۹۳ھ ۷۹۴ھ ۷۹۵ھ ۷۹۶ھ ۷۹۷ھ ۷۹۸ھ ۷۹۹ھ ۸۰۰ھ ۸۰۱ھ ۸۰۲ھ ۸۰۳ھ ۸۰۴ھ ۸۰۵ھ ۸۰۶ھ ۸۰۷ھ ۸۰۸ھ ۸۰۹ھ ۸۱۰ھ ۸۱۱ھ ۸۱۲ھ ۸۱۳ھ ۸۱۴ھ ۸۱۵ھ ۸۱۶ھ ۸۱۷ھ ۸۱۸ھ ۸۱۹ھ ۸۲۰ھ ۸۲۱ھ ۸۲۲ھ ۸۲۳ھ ۸۲۴ھ ۸۲۵ھ ۸۲۶ھ ۸۲۷ھ ۸۲۸ھ ۸۲۹ھ ۸۳۰ھ ۸۳۱ھ ۸۳۲ھ ۸۳۳ھ ۸۳۴ھ ۸۳۵ھ ۸۳۶ھ ۸۳۷ھ ۸۳۸ھ ۸۳۹ھ ۸۴۰ھ ۸۴۱ھ ۸۴۲ھ ۸۴۳ھ ۸۴۴ھ ۸۴۵ھ ۸۴۶ھ ۸۴۷ھ ۸۴۸ھ ۸۴۹ھ ۸۵۰ھ ۸۵۱ھ ۸۵۲ھ ۸۵۳ھ ۸۵۴ھ ۸۵۵ھ ۸۵۶ھ ۸۵۷ھ ۸۵۸ھ ۸۵۹ھ ۸۶۰ھ ۸۶۱ھ ۸۶۲ھ ۸۶۳ھ ۸۶۴ھ ۸۶۵ھ ۸۶۶ھ ۸۶۷ھ ۸۶۸ھ ۸۶۹ھ ۸۷۰ھ ۸۷۱ھ ۸۷۲ھ ۸۷۳ھ ۸۷۴ھ ۸۷۵ھ ۸۷۶ھ ۸۷۷ھ ۸۷۸ھ ۸۷۹ھ ۸۸۰ھ ۸۸۱ھ ۸۸۲ھ ۸۸۳ھ ۸۸۴ھ ۸۸۵ھ ۸۸۶ھ ۸۸۷ھ ۸۸۸ھ ۸۸۹ھ ۸۹۰ھ ۸۹۱ھ ۸۹۲ھ ۸۹۳ھ ۸۹۴ھ ۸۹۵ھ ۸۹۶ھ ۸۹۷ھ ۸۹۸ھ ۸۹۹ھ ۹۰۰ھ ۹۰۱ھ ۹۰۲ھ ۹۰۳ھ ۹۰۴ھ ۹۰۵ھ ۹۰۶ھ ۹۰۷ھ ۹۰۸ھ ۹۰۹ھ ۹۱۰ھ ۹۱۱ھ ۹۱۲ھ ۹۱۳ھ ۹۱۴ھ ۹۱۵ھ ۹۱۶ھ ۹۱۷ھ ۹۱۸ھ ۹۱۹ھ ۹۲۰ھ ۹۲۱ھ ۹۲۲ھ ۹۲۳ھ ۹۲۴ھ ۹۲۵ھ ۹۲۶ھ ۹۲۷ھ ۹۲۸ھ ۹۲۹ھ ۹۳۰ھ ۹۳۱ھ ۹۳۲ھ ۹۳۳ھ ۹۳۴ھ ۹۳۵ھ ۹۳۶ھ ۹۳۷ھ ۹۳۸ھ ۹۳۹ھ ۹۴۰ھ ۹۴۱ھ ۹۴۲ھ ۹۴۳ھ ۹۴۴ھ ۹۴۵ھ ۹۴۶ھ ۹۴۷ھ ۹۴۸ھ ۹۴۹ھ ۹۵۰ھ ۹۵۱ھ ۹۵۲ھ ۹۵۳ھ ۹۵۴ھ ۹۵۵ھ ۹۵۶ھ ۹۵۷ھ ۹۵۸ھ ۹۵۹ھ ۹۶۰ھ ۹۶۱ھ ۹۶۲ھ ۹۶۳ھ ۹۶۴ھ ۹۶۵ھ ۹۶۶ھ ۹۶۷ھ ۹۶۸ھ ۹۶۹ھ ۹۷۰ھ ۹۷۱ھ ۹۷۲ھ ۹۷۳ھ ۹۷۴ھ ۹۷۵ھ ۹۷۶ھ ۹۷۷ھ ۹۷۸ھ ۹۷۹ھ ۹۸۰ھ ۹۸۱ھ ۹۸۲ھ ۹۸۳ھ ۹۸۴ھ ۹۸۵ھ ۹۸۶ھ ۹۸۷ھ ۹۸۸ھ ۹۸۹ھ ۹۹۰ھ ۹۹۱ھ ۹۹۲ھ ۹۹۳ھ ۹۹۴ھ ۹۹۵ھ ۹۹۶ھ ۹۹۷ھ ۹۹۸ھ ۹۹۹ھ ۱۰۰۰ھ

حنبل مذہب سب سے کم پھیلا۔ ابتداً اس مذہب کی بنیاد سے ہوئی۔ چوتھی صدی ہجری میں عراق کے مصنفات میں اور چوتھی صدی ہجری میں مصر میں پھیلا۔ اس کی تجدید امام ابن تیمیہ اور ابن قیم سے ہوئی اور آخر محمد بن عبد الوہاب نے اپنی اصلاحی تحریک میں اس کی خوب نشر و اشاعت کی، چنانچہ آج کل تمام مسلم مذہب کے پیرو ہیں۔ (ترجمہ)

علامہ سید سلیمان بن علی بن ابی حمزہ نے دو بارہ آئمہ اربعہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ان ائمہ ثلاثہ کے علی الاکمل امام ابو حنیفہ کا مذہب سراسر قیاس، استحسان اور رائے پر مبنی ہے، وہ اپنی رائے کو قرآن و سنت کے علاوہ بلکہ قرآن و سنت کے علی الاکمل اپنی وسیت نظر کے تحت پھیلاتے اور بڑھاتے چلے گئے ہیں۔

ان چار مذاہب کے علاوہ مذہب اوداعی، مذہب ظاہری، مذہب طبری نے بھی کچھ رواج پایا۔ مگر ان مذاہب کو چونکہ کسی بادشاہ یا اس کے نائب کی سرپرستی حاصل نہ ہو سکی اس لیے یہ مذاہب مٹ گئے۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب امام ابو یوسف کی وجہ سے پھیلا جو مسلمانوں کی بدقسمتی سے عباسی خلافت میں رواج باقی کو مٹ گئے تھے۔



مذہب کو صلاح الدین ابوہنیٰ مل گیا۔ مابکی مذہب کو مدینہ منورہ کا مرکزی مقام حاصل تھا۔ مگر ضلعی مذہب کو نہ کوئی مرکزی مقام ملا اور نہ کسی حکم وقت نے اس وقت اس مذہب سرپرستی کی۔ یہ اگر بچا تو چند سبیل القدر اور حتی پرست علماء کی وجہ سے اور قرآن و سنت کی برکت سے۔ مذہب اوزاعی اٹھارہوی اور طبری ان تمام سبکتوں سے محروم ہے۔

### مذہب اوزاعی :

ابو عمرو عبد الرحمن بن عروہ اوزاعی مشہور ہیں بسبب میں امام ابو حنیفہ کی ولادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ فقہ پرہیزگار، عالی ہمت اور عالم حدیث تھے بیروت میں آپ کے مقلد تھے۔ پھر اندلس میں پھیلے۔ آخر مابکی مذہب کے پیچھے پر یہ مذہب ختم ہو گیا۔ نام اوزاعی کا مذہب مابکی، شافعی اور ضلعی مذہب کی طرح ابجدیث میں شمار ہوتا ہے۔ مشاعرہ میں بیروت میں وفات پائی۔

### مذہب ظاہری :

داؤد بن علی اصفہانی فوت ابوہنیان ظاہری متکلم ہیں کو ذمہ پیدا ہوئے۔ یہ مذہب شافعی کے مقلد تھے۔ پھر آپ نے اپنا الگ مذہب قائم کیا۔ اس مذہب میں قرآن و حدیث کے ظاہری معنوں پر عمل ہوتا ہے۔ ان کے مابکی اجماع بھی اس وقت قابل استدلال نہیں جب تک اس پر تمام امت کا اتفاق نہ ہو۔ اور نہ وہ قیاس کے قائل ہیں جب اس کی بنیاد کسی نص قطعی پر نہ ہو۔ ولئے اور استحسان کو بھی دلیل شرعی نہیں تسلیم کرتے۔ وہ قیاد تناد عنہ فی مکتبی کہو ذوہ الی اللہ واللہ رسولی کے اثر و اطلاقی سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ آٹھویں صدی ہجری میں یہ مذہب ختم ہو گیا۔ ابن حزم معصفت کتب الاحکام لاصول الاحکام۔ کتاب اعلیٰ فی فروع الفقہ۔ کتاب الفضل والابوار واخل ای مذہب کے مقلد تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور ان کے مقلدین کے کلام کو کذاب اور محققان کلام وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ظاہری متکلم ہیں فوت ہوئے۔

قطب الدین ابیک سے پہلے برصغیر میں یا اہل حدیث تھے اور یا مذہب ظاہری کے مقلد۔

### مذہب طبری

اہل سنت کے تمام فرقوں بلا امتیاز مقلدین و غیر مقلدین کو طبری کے متعلق غلط فہمی برپا ہے۔ اہل سنت کی اکثر غیر محققانہ تالیفات میں طبری کے حالات کا خلاصہ اس طرح مرقوم ہے۔ طبری قاضی نو رائد ثمری کی قسم کا فقہی بازرگ مسلمان تھا۔ اس کی تفسیر کے قطع نظر اس کی تاریخ میں مختلف اور متضاد قسم کی سبکتوں کی روایات ملتی ہیں۔ جواب کے متعلق پہلے صحیح واقعہ لکھتے ہیں۔ مگر جب اسے رفض کا مڑا اٹھا ہے تو اس واقعہ کو سیدہ صدیقہ کائنات کی ذات پر چسپاں کر دیتا ہے۔ طبری کے تمام ماخذ راہقی، کذاب اور غیر ذمہ دار قسم کے لوگ تھے۔ داستان کر بلا کا خالق ابو مخنف غالی راہقی تھا۔ ابن احق کی ایٹالی آج نایاب ہے مگر اس کا چرہ میرت ابن ہشام کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو رطب و یابس کا بلند ہے۔

ابن ہشام کے بعد واقفی کا لیر ہے۔ احمد بن حنبل اسے کذاب کہتے ہیں (۱) بخاری متروک الحدیث کہتے ہیں (۲) شافعی کہتے ہیں کہ اس کی تمام روایتیں کذب کے پندے ہیں (۳) نسائی اسے پکا کذاب کہتے ہیں (۴)

طبری سادات بنو امیہ کا پکا دشمن تھا۔ انہیں وہ خطا کا غلط کار، بدکردار اور شقی ظالم کہتے ہیں کہ وہ بھڑ نہیں جاکر اس نے سادات بنو امیہ کو ظالم و قاصب کہنے کے لئے اہل حققت کی تالیف نفقت حسین کی آڑ میں امیر شریک سے یہ سدا شروع کیا۔ اور اس کے بڑھاپے پر ہذا آخری اموی خلیفہ مروان یک جا پہنچا۔ اور کچھ بیٹن ہمت امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ، امیر مروان بن حکم سے ہوتا ہوا سیدنا ذوالنورین اور ان کے ساتھ صدیقہ کائنات، سیدنا طلحہ بنو امیہ اور سیدنا زبیر بن جراح پہنچا۔ اور ان کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود، معمر بن عقیقہ کو بھی رگید ڈالا۔ طبری نے اکثر اربعہ کی مقبولیت دیکھی تو اجتہاد کا دعویٰ کیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اسے یہ صورت آسان نظر آئی۔ کہ تاریخ اسلام لکھی جائے۔ اور اس میں وہ امید سے بڑھ کر کامیاب ہوا۔ طبری کے رفض پر سب سے بڑا شاہد اس کا حقیقی خواہر زادہ محمد بن عبد اللہ تھا۔



مشہور صحابی شاعر ہے۔ اس کی تمام تربیت اپنے ماموں طبری کے گھر ہوئی۔ یا قرت حموی کے قول کے مطابق محمد بن العباس فخریہ کہا کرتا تھا۔ آمل میرا مسکن ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں۔ اور شخص اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے تو سن رکھو! میں در آثار فضی مہین۔ میرے سوا جو رافضی ہے وہ دوسرے لگاؤ سے رافضی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جریر طبری میں شیعہ بن گیا تھا۔ ابن حجر کے سیف الخیون ابن جہان طبری کو فرقہ امامیہ کے ائمہ میں سے ایک امام کہا کرتے تھے۔

علامہ سلیمان متوفی ۱۸۷ھ کہتے ہیں کہ طبری شیعوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور یہ بات تو مسلم ہے کہ طبری دعو میں پاؤں کے مسح کا قائل تھا۔ اس نے خم غدیر والی روایت پر ایک تصدیقی رسالہ بھی لکھا جو شیعہ امامت کے منصوص ہونے کے بعد تالیف کی تھی۔ اس نے اپنی تاریخ میں جہاں بھی سیدنا علی کا نام لکھا ہے شیعہ شعار کے مطابق لکھا ہے اور ان کے اختلاف کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کا لاحقہ چسپاں کیا ہے۔

طبری کی تاریخ کی آٹھ جلد طبع اول جلد حسین بن علی صفحہ ۲۲ پر امیر المومنین امیر معاویہ کے نام پر لعن تحریر ہے۔ اور صفحہ ۲۹ پر امیر معاویہ اور امیر معاویہ کے ناموں پر لعنہا اللہ لکھا ہوا ہے۔

طبری کو مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا تھا اس کے بعد ان قدر تاریخیں لکھی گئیں ان میں سے ایک کا ناخذ طبری ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تاریخوں کے مؤرخوں کو بجا ت رفق کے نرمان ہیں۔ اور حاضرو کی رسوائی زمانہ تالیف حقیقت خلافت و ملکیت بھی ابن جریر طبری کا چرچہ ہے جس میں سماعت بنو امیہ کے خلاف جی بھر کر نرا زچہ کی گئی ہے۔

۳۷ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ مسلمان اس کے نقیب کے رفق کو پہچان چکے تھے اس لئے انہوں نے اسے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور اپنے گھر کے صحن میں ہی دفن کیا گیا۔

## دیگر متروک مذاہب کے بانی :

عبد اللہ بن شمر متوفی ۱۴۴ھ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قاضی کوفہ متوفی ۱۴۵ھ  
سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ۔ لیث بن سعد متوفی ۱۶۵ھ۔ شریک النخعی متوفی ۱۶۸ھ۔  
سفیان بن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ۔ اسحق بن داہویہ متوفی ۲۳۸ھ۔ ابراہیم بن خالد بغدادی  
عرف ابو ثور متوفی ۲۴۶ھ۔

مندرجہ بالا سطور کا خلاصہ کچھ یوں سامنے آتا ہے کہ اہلسنت میں کم و بیش پندرہ  
مذہب ہوئے ہیں۔ سات مجتہدین کے مقلد اپنے اپنے وقتوں میں پھیلے اور آخر میں صرف  
چار رہ گئے۔ آٹھ مجتہدین کی مذہبی کوششیں اپنے وقت اور محدود حلقہ اثر تک ہی رہیں۔  
یہ سات آئمہ کرام جن کے مذاہب پھیلے بظاہر تعداد میں سات ہیں مگر دراصل یہ صرف دو  
اسکولوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک طرف اصحاب اہل کوفہ یعنی امام ابو حنیفہ اور ان  
کے مقلدین اور دوسری طرف باقی چھ ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کی بنیاد قیاس  
پر رکھی اور باقی چھ نے کتاب و سنت پر۔

## امام ابو حنیفہ

امام ابو حنیفہ ایک نو مسلم گھرانہ میں ۱۵۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عام  
وقت کے رواج کے خلاف جوانی میں علم حاصل کرنا شروع کیا۔ امام ابو یوسف آپ کے  
پروردہ اور شاگرد و رشید بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ جب میرا  
امادہ علم حاصل کرنے کا ہوا تو میں تلاش کرنے لگا کہ کونسا علم اچھا ہے دگویا علم حاصل  
کرنے کا مقصد دین سیکھنا نہ تھا بلکہ دنیا میں نام اور شہرت پیدا کرنا تھا سو میں علموں کے فائدے  
پوچھنے لگا۔ پس مجھ سے کہا گیا کہ قرآن سیکھو۔ میں نے کہا کہ اگر میں قرآن سیکھوں اور اس  
کو یاد رکھوں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا کہ مکتب میں بیٹھ کر لوگوں کو پڑھاؤ گے اور  
کسین آدمی پڑھیں گے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان میں سے کوئی روکا تم سے بڑھ کر یا تمہاری  
مثل حافظ ہو جائے گا۔ اور تمہاری سزا دی جاتی رہے گی دگویا قرآن پڑھنا خیر سمجھا



من تعلم القرآن و علمنا کے حکم کے مطابق دقتا میں نے کہا کہ اگر میں حدیث سنوں اور لکھوں اور اس میں ایسا کمال حاصل کروں کہ سب سے بڑھ کر حدیث بن جاؤں، لوگوں نے کہا کہ جب تم بڑی عمر کے ہو جاؤ گے اور حدیث پڑھاتے رہو گے اور کس اور جو ان لوگوں سے شاکر و ہوں گے اور تم جو سننے سے نہیں بچ سکو گے تو تم پر محبت کا طعن لگے گا پس تم پر اس کا عار ہو گا۔ تو میں نے کہا اس کی بھی مجھے حاجت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ تو سیکھوں اور حدیث میں کمال حاصل کروں تو نیچو کیا ہو گا؟ لوگوں نے کہا تم بڑے اور اکثر تمہاری خواہ دو یا تین دینا ہو گی۔ میں نے کہا اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ پھر میں نے کہا اگر شاعری سیکھوں اور اس میں کمال پیدا کروں تو کیا نیچو ہو گا؟ لوگوں نے کہا تم کسی کی تعریف کر دے گے تو وہ تم کو سوا دی اور غفلت دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو تم اس کی جو کر دے گے۔ پس بے مہربوں کو عیب لگاؤ گے اور وہ تمہیں نقصان بھی پہنچائے گا۔ میں نے کہا اس کی بھی مجھے حاجت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اگر میں علم کلام لکھتی ہوں اور فلسفہ سیکھوں تو لوگوں نے کہا اس علم کا سیکھنے والا ناقص باتیں کرنے سے نہیں بچتا۔ پھر اس پر زندگی وغیرہ ہونے کا عیب لگ جاتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکھوں تو کیا ہو گا؟ لوگوں نے کہا تو تم سے کئے ہوئے چھ جائیں گے۔ تو سے یہے جائیں گے اور قاضی اور مفتی بنانے کے واسطے بلایا جائے گا۔ اگرچہ تم اس سے بچنے والے ہو گے۔ پس میں نے کہا اس سے بڑھ کر میرے لیے کوئی علم فائدہ مند نہیں۔ پس میں نے فقہ کے علم کو خوب حاصل کیا۔ دیگر کوئی فقہ جس کا کتابت سنت سے کوئی تعلق نہیں (مخطاوی ہلد اول)

مولانا شبلی نعمانی امام ابو حنیفہ کی تعریف میں اس حد تک آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے فقہ حنفی کی تدوین کے سلسلے میں امام صاحب کے لیے ایک مجلس شریف بھی تیار کر دی جو امام احمد سے مشابہت رکھ رہی۔ لکھتے ہیں: "اگر اس مجلس کے ارکان میں سے امام محمد، امام عطاء دی، قاضی ابو یوسف، امام ذفر، یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، مندل اور جہان وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔" اللہ تعالیٰ مولانا شبلی کے اس تسامح سے درگزر فرمائے۔

اگر واقفانہ بات سمجھی ہے تو فقہ کے ذخیرہ میں صاحبین کا دولت مسائل میں اختلاف کیا معنی رکھتا ہے۔ جب اختلاف بیسی اور دوا فرم ہے تو کہاں کی مجلس اور کیسے کی مجلس؟ پھر امام محمد کی پیدائش ۱۵۱ھ اور شمس کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ (ابن خلکان) گو یا مجلس کا لیکن ۱۳۱ھ میں پیدا ہونے سے دس سال پہلے ہی امام صاحب کی مجلس میں شامل ہونا ناہ۔

قاضی ابو یوسف صاحب ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور آٹھ سال کی عمر میں مجلس میں شامل ہو گئے۔ امام عطاء دی ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے (ابن خلکان) امام ذفر ۱۵۱ھ میں پیدا ہو کر گیارہ سال کی عمر میں اس مجلس کے ممبر بن گئے۔ یحییٰ بن زکریا ۱۵۱ھ میں پیدا ہو کر دس سال کی عمر میں اس فقہی مجلس میں شامل ہو گئے۔ حفص بن غیاث ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جہان بن عبد الغفری کی عمر ۱۵۱ھ میں دس سال کی تھی۔

فردا اس مجلس کی سب سے زیادہ ترقی کو مقصد، اسٹ اور بے جہاد کو چھوڑ کر دیکھو! خدا والا انصاف فرمائیے کہ یہ مجلس کے ممبر کچھ پیدا ہونے سے پہلے اور کچھ دو دو تین تین سال کی عمر میں جیگر کسی مسک پر بحث کریں گے وہ کبھی مجلس ہو گی۔ یہی ریشمی سیرۃ النعمان میں ایک جگہ لکھتے ہیں: "کہ امام صاحب کے مزاج میں تعطف تھا۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ کبھی کبھی سحاب کے گچے بھی استعمال کرتے تھے۔ ایک بار بعض چار سو درہم کی ایک چادر اور تیس ہینے دیکھا۔ اکثر چادر پانچ اتر فی کی چادر کو گندہ بچھتے اور ہینے سے شرماتے۔"

ایسے شخص کو طلب علم حدیث کے لیے حجاز، مصر، یمن اور شام کا سفر کرنا اور بڑوں عارف علی کی مصیبتیں برداشت کرنا اور احادیث کی حفاظت کی مشقت اٹھانا کہاں گواہ تھا۔ اس وقت حدیث کا جو کو کسی ایک جگہ تو تھا نہیں کہ اسے منگوا کر حدیث میں شہود پیدا کر دیا جاتا۔ اس زمانہ میں تو ہائیں مختلف اور دور دور مقامات میں پھیلے ہوئے تھے۔ امام ابو حنیفہ کے بس کا روگ نہیں تھا کہ وہ جابر بن عبد اللہ کی طرح شہر کے مستحق شرف



ایک حدیث سننے کے لیے ایک اوست خریدتے اور شام میں عبداللہ بن ابیہ کے پاس پہنچتے۔ یا ابوہریرہؓ انصاری کی طرح صبر کا سفر کرتے۔ یہاں تو صرف شہرت اور عزت کی تشابھ اور قدر و منزلت کے حصول کی طلب۔ اور ان باتوں کے لیے قیاس و رائے کے دروازے کھلے تھے۔ اور یہ عقیدہ تھا کہ فقیر حاد کی مجلس میں پورا ہو سکتا تھا۔ اور ان کے ذہن پر ابراہیمؑ کے مسائل اور قواعد اپنی خدا داد و ذات اور طاعت سے یاد کر کے فتوے دینے شروع کر دیے۔ اور جس غرض کے لیے یہ معمولی سی کوشش کی تھی وہ پوری ہو گئی۔ اور فضا بھی ایسی مل گئی جہاں مجازی تدبیر کی علمی خوشنایاں، وقت و شہرت، شہرت الٰہی، بغاوت پرین نہ ہونے کے برابر تھا۔ کوئی ایک فوجی نوآبادی تھی جہاں شرقی ممالک کے مختلف خیالات اور افان کے نو سکولوں کی اکثریت تھی۔ جو اسلام کے سیلاب میں بہ کر کوئی پہنچ گئے۔ مگر ان کے قلوب مجازی مسلمانوں کے قبی اثرات اور اسلامی محبت سے کوسوں دُور تھے۔ اگر ایسے فتوے امام صاحب مدینہ یا مکہ میں پڑ کر دیتے تو خدا معلوم آپؐ وہ لوگ کیا سوچ کرستے چکے ہوں انھوں میں کا نا راجہ کے مصداق آپ کا سرچل نکلا۔

### اختلاف بتائیں کہ وہ کس ابو حنیفہ کے مقلد ہیں ؟

جس طرح شیعوں نے اپنے مفروضہ و مزعومہ ائمہ کے متعلق ہزاروں سے متجاوز من گھڑت اور فتنہ بی روایات کا ذخیرہ تیار کیا کہ انہیں ہزاروں مافوق الفطرت واقعات کا حامل قرار دیکر الوہیت کے مقام کے قریب پہنچانے میں ذرہ بھر شرم یا چھپکھاپ محسوس نہیں کی اسی طرح ائمہ کبار کے چہار مقلدین نے اور انھیں حضرت ابو حنیفہ کے مقلدین نے ان کے متعلق وہ گلی نشانیوں کی طرح عجیب و غریب عقل و فطرت کے خلاف بیانیہ اور بیانیہ امر

- ۱۔ حضرت ابو حنیفہؒ کے مناقب میں بیان کیا گیا ہے کہ پیدائش کے بعد آپ کے والد حضرت علیؑ کی خدمت میں لے گئے اور حضرت علیؑ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔
- ۲۔ صاحب درختار کا و باکیاں ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام بھی آخری زمانہ میں ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔

چهارم : ایک اور المزم سیر کا ایک ایسے ائمہ کے من گھڑت مذہب پر عمل کرنا جسے صحابی و مصلوہ کے فروع وادات سے بھی حصہ نہ مل سکا ہر سچے رفیق کے تحلیلات کی زحمتی ہے۔ ۳۔ حضرت علیہ السلام نے پانچ برس تک امام صاحب کی زندگی میں ان سے علم حاصل کیا اور پچیس برس ان کی قبر سے..... یہاں تک کہ وہ علم میں کامل ہو گئے۔ (محض از مخطوطی و قشیری)

چهارم : اس قسم کے لغویات نقل کرنے سے بھی ہاتھ کاٹنا ہے۔ دل لڑتا ہے اور حواس قابو سے باہر نکلتے جاتے ہیں حضرت علیؑ علیہ السلام کے بعد حضرت خضرؑ کے متعلق ایک تابعی بھی نہیں بلکہ تبع تابعی کے سامنے جسے کما حقہ دینی بصیرت بھی حاصل نہ تھی الٰہی قیامت خرافات وہی آدمی کر سکتا ہے جو عقل کا کورا ایمان سے بھی اور یگانہ دشمن ہے یہاں اس بات سے بحث کا موقع نہیں کہ حضرت کون تھا؟ کب پیدا ہوا؟ مر گیا؟ یا زندہ ہے؟ اگر حضرت کے وارد حضرت مولیٰ کا وہ ساتھی ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے تو اس مقام پر ایسا کہنے والے نے میرا حضرت مولیٰ علیہ السلام کی عزت پر بھارت و پھیرنے میں ذرا بھی چھپکھاپ محسوس نہیں کی۔ یہاں سولے لاکھوں پڑھنے کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

۴۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت النضر بن مالکؒ عبد اللہ بن ادنیٰ، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن امیہ، عائشہ بنت جبر و دائیہ بن الاقطم، عبد اللہ بن جبر و سید احمد بن ابیہ کی سماعت کی۔

چلتا : ساوہ لوح مسلمان کو دھوکا دینے کے لیے سے برگشتہ کرنے کے لئے کس قدر اترتے اور بہتات کرتے جارہے ہیں۔ ان عقل کے اندھوں کو اس قدر بھی معلوم نہیں کہ انس بن مالک ۶ ہجری میں انس بن مالکؒ اسی امیرؒ کی خلافت کے زمانہ میں عبد اللہ بن ادنیٰ ۶ ہجری میں، جابر بن عبد اللہ ۱۰ ہجری میں عبد اللہ بن امیہ ۱۵ ہجری میں و دائیہ بن الاقطم ۱۵ ہجری میں، عبد اللہ بن جبر ۱۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

امام ابو حنیفہؒ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شہیت کے مزعومہ مالک سے بھی کہی گئی زیادہ ہیں۔ مگر اس باب کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس نہ گفتہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی جو تکرار کی گئی ہے۔ عبد اللہ بن حنیفہ، قال ابی حنیفہ

ہذا مذہب ابی حنیفہ وغیرہ کو کون سے ابو حنیفہ ہیں ؟

۱۔ ابو حنیفہ : نعمان بن ثابت کوئی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مجوسی نسل تھے کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں آپ کے دادا مسلمان ہوئے تھے چہ عجب کہ باقی مجوسی نسل تو مسلمان کی طرح نسلی حیثیت و رشتہ میں پالی ہو اور بال غیر کثیرہ قدیم امت مسلمہ کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں۔

۲۔ ابو حنیفہ : متوفی ۲۸۲ ہجری کے عالم تھے سزا بخش اور ابن ماری جیسے لوگ انہیں امام مانتے ہیں کتابا و صلیا اور کتاب البحر و مقابلہ کے مصنف ہیں۔ (نہا و لمعا و جلد ۴ ص ۱۸۱)

۳۔ ابو حنیفہ : کوئی ہیں۔ تیسرے طبقے کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں ان کا ایک لڑکا عبید اللہ اکرم خاص شہرت کا مالک ہوا ہے (القریب التیذ ص ۱۸۱)

۴۔ ابو حنیفہ : خالد بن یزید کئی کے شمار میں قبیلہ امویہ سے تعلق رکھتے تھے (میزان الاعتدال ص ۱۸۱)

۵۔ ابو حنیفہ : نعمان والد کا نام ابو عبد اللہ بڑے ناموں میں شمار کیے جاتے ہیں (ابن حبان ص ۱۸۱)

۶۔ ابو حنیفہ : خوارزم کے مشہور امام ہیں۔ (مطالعی)

۷۔ ابو حنیفہ : جیسر بن مسلمہ کی وفات کے وقت موجود تھے۔ محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۱۸۱)

۸۔ ابو حنیفہ : سلیمان کے شمار میں ان کے شمار شاگرد کا نام عبد اللہ اکرم ہے (میزان الاعتدال ص ۱۸۱)

۹۔ ابو حنیفہ : امام شافعی کے استاد ہیں سے تھے (مسند امام شافعی ص ۱۸۱)

۱۰۔ ابو حنیفہ : خطاب سابق الخراج تھا کتاب الاسماء و الکئی

۱۱۔ ابو حنیفہ : نام احمد بن محمد بن عیسیٰ پر میں قیام تھا (ابن بخار)

۱۲۔ ابو حنیفہ : والد کا نام یحییٰ و اسماء میں انکی امت شہر تھی کتاب الاسماء و الکئی

۱۳۔ ابو حنیفہ : نام عبد اللہ اکرم زلمی بہت بڑے عالم فاضل ارب اور فصیح اللسان تھے

۱۴۔ ابو حنیفہ : نام سلیمان بن میان عدوی اسماعیل بن عیاش محدث امتداد و شہر امام میں کتاب الاسماء

۱۵۔ ابو حنیفہ : حنیف لقب کے ایک فاضل شخص تھے (روح الامیان)

۱۶۔ ابو حنیفہ : نام جعفر بن احمد اپنے وقت کے امام تھے۔ (۱۷)

۱۷۔ ابو حنیفہ : نام محمد بن عبد اللہ بن علی خطیبی تھے۔ اور اپنے وقت کے امام تھے۔ (۱۸)

۱۸۔ ابو حنیفہ : نام عبد اللہ باب کا نام ابراہیم ثانی ابو حنیفہ کہے جاتے تھے بہت بڑے فقیہ تھے (۱۹)

۱۹۔ ابو حنیفہ : نام محمد والد کا نام محمد ابو حنیفہ حنیفہ کے نام سے مشہور تھے فقہ کے عالم امام

اور ماہر زمانے جاتے تھے (ایضاً)

۲۰۔ ابو حنیفہ : بشیر کے بہت بڑے عالم اور شیعہ مذہب کے اہل علم تھے بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ (کتاب الملل)

۲۱۔ ابو حنیفہ : نعمان بن ثابت ان کا لقب امام الاہل تھا اصل وطن دمشق، بڑے خوش فہم و لیاقت خوش گوار خوش خلق تھے اعلیٰ پایے کے مصنف اور علامہ تھے (القریب التیذ ص ۱۸۱)

گویا ابو حنیفہ کے ساتھ امام اعظم کے نام میں حصہ دار اور نعمان بن ثابت کے نام میں

ساتھی اور امامت اور ثقافت میں شریک درجن بھر موجود ہیں اور یہ طعنات بات یہ کہ ابو حنیفہ

کے نام کے یہ تمام اصحاب فقہ حنیفہ کی اولین تالیفات قدری جو ۲۸۲ھ

### قیاسی مذہب کی بنیاد

#### قیاس کے ارکان و شرائط :

۱۔ اصل : مقیاس عینی جس پر قیاس کیا جائے۔

۲۔ فرع : مقیاس عینی جس چیز کو قیاس کیا جائے۔

۳۔ حکم : جو حکم قیاس کے بدل لگایا جائے۔

۴۔ علت : جو مقیاس و مقیاس عینی میں مشترک ہو۔ اور قیاس کا سبب ہو۔ مثلاً :

خمر، اصل ہے۔

غیذ، فرع ہے۔

نشہ علت مشترک ہے۔ اور حرام ہونا حکم شرع ہے۔ مگر یہ فقہ حنفی میں کیوں بھی ان

اصولات کو کارفرما ہوتے نہیں دیکھتے مثلاً قرآن نے خمر کو حرام قرار دیا ہے۔ مگر فرشتہ اور چیز

کو کہتے ہیں۔ بھنگ۔ گانجا۔ چرس وغیرہ تمام خمر ہیں۔ اسی طرح غیذ بھی خمر ہے۔

مگر اپنے ان تیار کردہ اصولات کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ غیذ اور آباؤ اجداد کی نام

کی نشہ اور چیزیں خلاف عبادت کے دوسری مملی الاطلاق فقہ حنفی کے فتووں سے استثناء

ہوتی رہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہما و بالرائے میں زیادہ وسعت نظر سے کام لے کر خفا



استعمال کو کے اس کے ذریعے استنباط احکام میں یہاں تک کام لیا ہے کہ تمام احکام شرع کے لیے قیاس کو مباد قرار دے کر خواہ وہ احکام قرآن و سنت سے ماخوذ ہوں یا نہ ہوں احکام کا نام دے کر اپنے معتقدین کے لیے مہولت کی راہیں ہموار کر دیں۔ پھر مزید آسانی کے لیے اجتہاد کے درجے متفرک کر دیے۔

### مجتہدین کے درجے :

۱۔ مجتہد فی الشریعہ :- جو کسی مذہب کا بانی ہو۔ جیسے مذہب اہلسنت کے پیروہ امام ہیں جن میں سے چاند کا مذہب اس وقت باقی ہے۔

۲۔ مجتہد فی المذہب :- زندہ مذاہب کے بانیوں میں سے کسی ایک کا معتقد ہو لیکن نسبت سے اصولی اور فروعی مسائل میں اختلاف رکھتا ہو۔ اور اپنے ذاتی اجتہاد سے مسائل کا استخراج کرتا ہو۔ جیسے امام ابو یوسف وغیرہ (یعنی چھٹی) اگر مجتہد فی المذہب نے اصولات میں بھی اختلاف کیا تو یہ عقیدہ کہاں رہا۔ یہ تو خود ایک نئے مذہب کا بانی ہوگا۔

۳۔ مجتہد فی المسائل :- جو صورت فروعی مسائل میں اختلاف رکھتا ہو۔ جیسے مذہب حنفی میں سرخی اور مذہب شافعی میں غزالی۔

۴۔ مجتہد مقتید :- جو اسے سلف کا پیابند ہو۔ اور انہیں کے اجتہاد کی پیروی کرتا ہو۔ اور ان کے احکام کی حقیقت کو سمجھنے جوئے ایک حکم کو دوسرے پر ترجیح دے۔ جیسے مذہب حنفی میں رخی و قدوی صاحب ہدایہ، فقہ کے چار مکتبوں کے مصنف۔

آپ اس گورکھ و حند سے کچھ گھگھے ہوں تو شاید مگر میں باوجود اس بات کے کہ اپنی پوری طالب علمانہ کاوشوں کو بروئے کار لا کر سالوں مغموسہ کی ہے، کچھ نہیں سمجھ سکا۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک اعلیٰ تحریک کی سازش کے برگ و بار ہیں۔ ایک طرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔ اور ایک طرف یہ بیچ دو بیچ گھائیوں اور بھول بھلیوں سے پُر نامجو راہیں۔ اور اتنے پُر بیچ مودود غم دینے کے بعد جب سانپ خیلے سے باہر نکلا تو آرام طلب، جاہ پسند، بیش و عشرت کے دلدادہ قلوب اور نظریں تو اپنی اغراض کو پورا ہونے دیکھ کر کھو دھوڑ ہو گئیں۔ مگر جن کے دلوں میں خوف خدا کا ایک شر بھی نہ تھا۔

انہیں اللہ تعالیٰ نے ان خرافات سے محفوظ رکھا۔

سعد بالا کا ایک بار پھر سرسری طور پر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے۔ مابھی، شافعی، حنبلی اور حنفی سب ہی شاگردانہ اور الگ الگ مکتبہ کی طرف نسبتیں تھیں۔ جس طرح آج کل جامعہ رضوی، ندوی، دیوبندی، بریلوی نسبتیں ہیں۔ یا جیسے نقشبندی، چشتی، سہروردی اور قادری اصطلاحیں اور نسبتیں مرد و عورتیں ان کا بھی رواج ہو گیا۔ مگر ان میں سے دل اندر تینوں مذاہب کی بنیاد چونکہ قرآن و حدیث پر مبنی ان کا بھی رواج ہو گیا۔ مگر ان میں سے دل اندر ایک نہیں پایا جاتا جس قدر حقیقت میں پایا جاتا ہے۔ اور اس کی بنیاد ہی وہ امام ابو حنیفہ کے اپنے حالات زندگی کی روشنی میں چونکہ ذاتی اغراض، نام و نمود اور شہرت پر مبنی تھے لہذا حنفی معتقدین میں یہ صفت بالی کی نسبت پروکاردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

آگے بڑھ کر جاہلی معتقدوں نے ایسے بے بنیاد مسائل اختیار کیے جن کا فقرے کوئی علاقہ نہ تھا۔ امدان کے جب بھی کسی غلط اختیار کردہ مسئلہ پر اصلاح یا دہشتی کی کوشش کی گئی تو فوراً دہلی دہلی کی چیخ و پکار سے آسمان سر پر اٹھایا گیا۔

ذہبی علی القسب، ذہبی غیر مذہب طواف قبور، قبور سے حاجت روائی، مذہب وغیرہ لادویا حضرت شافعی و نقشبند، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیعہ لادویا اسی قسم کی دیگر مشرکات باتوں سے فقہ حنفی بھی مانے ہے۔ مگر ایسے امور سے چونکہ ایک مخصوص طبقہ کی نفسانی خواہشات پوری ہوتی تھیں اس لیے جہاں معتقدین کو اس و اگر پر چلتا دیکھ کر دین اسلام میں بھی اجارہ دہ بیان پیدا ہو گئے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ اولیٰ اجارہ دہ بیان پیدا ہوئے اور پھر انہوں نے دین کے نام پر ایسا جھٹلا کا طبقہ پیدا کیا جو آج کتاب و سنت کا نام بھی سننے کے لیے تیار نہیں۔

وَاِذَا دَعَاكَ رَاٰهُ دَعَاكَ اَشَدَّ دَعْوًا لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ

وَاِذَا دَعَاكَ الْذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِذَا هُمْ يَنْتَبِهُوْنَ (نور : ۴۴)

\* اور جب یاد کیا جاتا ہے مرنے والے اللہ تو نفرت کرتے ہیں دل ان لوگوں کے

مگر نہیں ایمان رکھتے قیامت پر اور جب یاد کیے جاتے ہیں وہ لوگ سوائے اللہ



کے یہ تب لوگ خوش ہوتے ہیں۔

### امام ابو حنیفہ کے اقوال :

یہ لوگ آخر اربعہ کے ان اقوال کو قبول کئے۔ جنہوں نے ان سے بکرا دادہ ان سے انحراف کیا۔

ابن قیم امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ : لا یحل لہ ان یقول بقولنا حتی یعلم من ان ینزلنا۔ (قول الحنفیہ)

خدا تم علیٰ من لم یعرف دینی ان یفتی بکلامی جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔ مطلب یہ کہ امام ابو حنیفہ کے ان اقوال پر بھی فتوے دینا جائز ہے جن کا ثبوت قرآن اور حدیث سے ہو۔ اور جو باتیں قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ان کے مطابق فتوے دینا حرام ہے۔ پھر یہ کس حکم نے بتایا ہے کہ فتویٰ تو قرآن و حدیث کے مطابق دیا جائے اور ثبوت امام ابو حنیفہ کے ذریعے دھونڈا جائے۔ گویا دائیں کان کو ہاتھ دگانے کے لیے بائیں طرف سے گھما کر دائیں کان کو لگایا جائے۔ یہ سیدھا ہاتھ دگانا من ہے۔ اور پھر اگر بات قرآن و حدیث پر ہی ختم ہے تو فقہ حنفی کے اس لاطعل مغفوت کا مقصد ہے

امام ابو حنیفہ کا تیسرا قول ہے کہ : میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ لوگوں نے پوچھا حدیث کے خلاف ہو تو پھر کیا کریں۔ فرمایا اُسے بھی چھوڑ دو۔ پھر پوچھا صحابہ کے فرمان کے خلاف ہو تو پھر کیا کریں۔ فرمایا تب بھی چھوڑ دو۔ (روضۃ المصابین)

آپ کا چوتھا قول : جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو قرآن و حدیث پر عمل کرو۔ (مشکوٰۃ ابی کلثوم علی الحلیط : اور ہمارے اقوال کو دوا پر سے مار دو۔ (میزان شعرانی)

آپ کا پانچواں قول جو آپ زور سے کہنے کے لائق ہے : اذا صح الحدیث فہو مذہبنا : صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ کے ان اقوال سے دوا مرتب ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کا

علم یقینی اور قابل حجت نہیں۔ اگر یقینی اور قابل حجت ہوتا تو آپ فرماتے کہ میں نے یہ تمام احکام قرآن و حدیث سے بغیر تین اخذ کیے ہیں انہیں مضبوطی سے پکڑ لو اور دوسرے یہ کہ اُس وقت اجماع کی جماعت بعد ایک نہ جبکہ موجود تھی۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اجماع ایک بنا فرقہ سے وہ اپنے امام کے قول کو غور سے پڑھیں :

ظفر لامانی میں امام ابو حنیفہ ایک اور قول مذکور ہے : ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہذا السیّد العبد یعنی حدیث سے جو کچھ ثابت ہو میرے سر اٹھوں پر۔

امام ابو حنیفہ کے اس قول کے مطابق برادران احناف کو تو یہ چاہیے تھا کہ وہ حنفی فقہ اور قرآن و حدیث میں جہاں ٹکراؤ پاتے تھے فقہی مسائل سے خود ان رجوع کر کے کتاب و سنت کے دامن میں پناہ دیتے۔ لیکن آج تک ہزاروں اختلافی مسائل میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کے حکم کے باوجود قرآن و حدیث سے انحراف کو بھی اپنا سرمایہ جادوئی سمجھ رکھا ہے۔

یہاں محمدی الدین نے فتوحات مکیہ میں سند بیان کیا ہے کہ امام صاحب نے فرمایا لوگو! دین میں رائے سے کوئی بات کہنے سے بچو۔ اور سنت کی پروا نہ کرو۔ کیونکہ جو سنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا۔ (میزان شعرانی)

اقول :- امام صاحب آثار سنت پر زور دیتے ہیں اور بھی بات اجماع کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ واقعا :- کوئی ایک شخص دنیال کی کتاب لے کر آیا تو امام ابو حنیفہ اور دوسرے لوگ اُس کے قتل کے دہسے ہوئے اور کہنے لگے کیا قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی اور کتاب بھی دین میں ہے۔ (میزان شعرانی)

اقولہ :- امام صاحب قرآن و حدیث کے علاوہ ایک آدمی کے ہاتھ میں کوئی دوسری کتاب دیکھ کر بھی برداشت نہ کر سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقبال نقان پیش کیے گئے تو آپ نے قرآن پیش کیا۔ آپ کے سامنے تو بیت پر بھی گئی تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی کتاب پیش کی گئی تو آپ نے مجھ کے خوشے سے اُسے پیٹا اور ہمارے حنفی جہاں آج قرآن و حدیث کی تعلیم نہیں ملنے کے مقابل میں طلباء کے سالہا سال فقہ کے من گھڑت مسائل پر خرچ کر رہے ہیں۔ ہمارے مولوی مدارس میں عقائد جیسے ضروری علم میں جو ہماری تعلیم کا نام نہ حاصل ہوتا ہے صرف کچھ عقائد نسفی پڑھائی جاتی ہے جس کی نسبت نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہ تو نقلی حیثیت سے قابل اعتبار ہے نہ نقلی حیثیت سے بھی نقلی غش۔ جس نے ذرا بہت کر کے قدم آگے بڑھایا وہ شرح موائف کی جھول بھیلوں میں گم ہو گیا۔ اس سے آگے قدم رکھنے والے ڈراتے۔ طوسی، جہانی، وریا کوئی کے ذہنی طلسمات اور زیر سماعت میں الجھ کر رہ گئے۔ تب ایسے دین کہاں گیا۔ قرآن و حدیث کا مقام کیا رہا۔ پھر اگر قرآن و حدیث ہی نہیں تو مسلمان کہاں رہیں؟

یہ ایک غوس اور واضح حقیقت ہے کہ دیوبند جیسے عظیم نشان و رسکاد میں بھی سات آٹھ سال انہیں پکڑوں کی بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ اور آخر میں کہیں جا کر حدیث کی بار آتی ہے اور سب سے آخر میں جا کر کتاب اللہ کا ٹبر آتا ہے جو کہ بلا تین اور بیضاوی کی سورت بقرہ تک ختم ہو جاتا ہے۔

نقدانہ قول :- امام ابو حنیفہؒ نے کامیری تقلید نہ کرنا۔ اور نہ امام مالکؒ کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ اور احکام دین دہاں سے لینا جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔ یعنی کتاب و سنت سے تحفۃ الاحیاء و فیہ بیانہ (الآبائے)

اقول :- یاد رکھیے یہاں امام ابو حنیفہؒ نے اپنی تقلید سے عادت منہ کر دیا ہے اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مگر کیا کہیں؟ کہیں ہر کون فقر میں کہیں ہر کس طریقہ سے سمجھیں، اس حنفی کی شاگردانہ نسبت والوں کو جنہوں نے اپنے ہاتھ حنفی مذہب

بنا کر توحید سے لے کر ہمارے تک کے مسائل میں انہی من مانی کو ترجیح اور شائع کر رکھا ہے۔

اب ذرا تین خورہ انصاف سے ہٹ دھرمی اور ضد کو چھوڑ کر یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا اپنے مذہب کے متعلق جو خیال ہے کیا آپ کے متقدّمین اس پر کاربند ہیں۔ جواب صاف نفی میں ہے تو لا محالہ :

فقہ حنفی کی تدوین :

اور وہ پردہ داری صاف ظاہر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی تدوین امام صاحب کی وفات سے تقریباً پورے تین سو سال بعد شروع ہوئی۔ دو بار چوبیس صدی ہجری تک جاری رہی۔

فقہ حنفی کی پہلی کتاب قدود کے ۳۲۰ھ میں لکھی گئی۔ مصنفہ: احمد بن محمد بن احمد بغدادی ہذا یہ : ۳۹۰ھ میں، مصنفہ: ابو حنیفہ الدین علی بن ابی بکر مومنیناؒ

مئینۃ المصلیٰ : ساتویں صدی ہجری میں

کنز الدقائق : ششہ میں، مصنفہ: ابو البرکات عبد اللہ بن عبد اللہ معروف حافظ الدین نسفی

شرح دقایقہ : ششہ میں، مصنفہ: عبد اللہ بن مسعود مجاہد

دُرر مختار : ششہ میں، مصنفہ: محمد علاء الدین شیم علی حسینی

فتاویٰ عالمگیریؒ : ۱۱۸۰ھ میں چند جہول الحال لوگوں نے مرتب کیا۔

آخر میں قاضی شاد اللہ پانی پتی مصنف تفسیر منظری نے ۱۲۲۵ھ میں مالا پور مذہب فارسی

میں اور سب سے آخر قاضی صاحب نے ۱۲۸۰ھ میں لکھی۔ قدودی سے فتاویٰ عالمگیری تک

تمام عربی زبان میں لکھی گئیں اور ان کے ساتھ ساتھ ہی قاضی خاں کا فتاویٰ۔ فتاویٰ تاج خانہ

فتاویٰ برازیہ وغیرہ بھی معرض وجود میں آئے۔

دسواں قول :- امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ لوگ ہدایت پر ہیں گے۔ جب

تک کہ ان میں حدیث کے علماء ہوں گے۔ جب حدیث کو چھوڑ کر اور علم حاصل کریں گے تو

یگر جائیں گے۔ (میزان شعرانی)

اقول :- موجودہ اسلامی مدارس آپ کے سامنے ہیں۔

قیادہ اولہ قول :- آثار اور طریقہ صالحین پر ہم جاؤ۔ اور ہر ایک نئی بات سے بچ کر وہ بدعت ہے کسی نے پوچھا کہ لوگوں نے عملی بالحدیث چھوڑ دیے ہیں۔ اس کو نہت نیک پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کا حدیث پڑھنا بھی عمل بالحدیث ہے۔ (میزان)

اقول :- آپ کا یہ ارشاد کہ ہر نئی بات بدعت ہے اجنبی کے لیے ضرر بصیرت بنا چاہیے تھا۔ اور مسائل کے جواب میں آپ کا حدیث کو پڑھنا عمل بالحدیث ہے۔ آج کے مدارس میں کہاں گیا؟

بارہوا اولہ قول :- ضعیف الحدیث احب الی من آداب التوحالہ لوگوں کو برتنے کی نسبت مجھے ضعیف حدیث زیادہ محبوب ہے۔ (رد المحتار)

مندرجہ بالا اقتباسات سے تو صاف نظر آتا ہے کہ امام صاحب کی ذات سے ایسی باتوں کو منسوب نہ ہو جو قرآن و حدیث سے مطابقت نہیں رکھتیں، یہ صرف امام صاحب پر زیادتی ہے۔ ایضا علی سبب اختلاف میں مولانا محمد حیات سند صحیحی اور دسات القلیب میں ملا حسین نعنی فرماتے ہیں کہ کوئی قولی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے۔ ہرگز یہ سب دعوے ابو حنیفہ بناوٹی اور من گھڑت ہیں اور متأخرین کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں جو سلف صالحین پر پھونپی گئی ہیں۔ اور ان کا فساد ظاہر ہے۔

اقول :- یہی بات تو ہم کہتے ہیں کہ اول توفیق حنفی سرے سے ایک غیر ضروری اور تفریق اوقات اور شتت و افتراق پر مبنی فن یا علم ہے۔ اور دوسرے یہ کہ امام صاحب کی وفات سے چونسٹھ سو سال بعد ایک مسلک کھڑا ہو گیا کہ ابو حنیفہ کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی دسات القلیب صفحہ ۲۹۱ پر مذکور ہے حنفی تھے ہیں؟ تحقیق وہ تیس سو سات سات کھڑے ہوئے نہیں ہیں جن سے حنفیہ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اکثر ان کی سند امام ابو حنیفہ تک نہیں پہنچتی۔ تو آپ اپنے دام میں عیاد آگیا۔

میں آگے چل کر تدوین حدیث کے ضمن میں اعداد و اجمال اور ادبیت کے طرز

اور ادبیت کے فن کے متعلق اجمالاً تحریر کروں گا۔ مگر فہم حنفی کے متعلق یہ امر قابل غور ہے کہ فقہ کی تمام کتابوں میں ہر مسئلہ کے بعد عند ابو حنیفہ یا عند ابو یوسف یا عند زفر یا عند محمد یا عند شعیب وغیرہ کا سند لکھا گیا ہوتا ہے۔ اول تو یہ بات ہی قابل توجہ ہے کہ تقلید شخصی کو اگر واجب قرار دیا گیا ہے تو ابو یوسف، زفر یا شعیب وغیرہ کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ اپنی امامت پیش کریں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے اور امام صاحب کے یہ مسائل اور احکام تین سو سال کے بعد کس طرح صحیح حالت میں صاحب قدوسی یا صاحب بدایہ نے قلم بند کر کے مروج کیے۔

حدیث کے فن پر توجہ و تامل ہو۔ مگر کسی ذہیب کے عند ابو حنیفہ کئے گئے بعد ہم اسے حرف آخر اور کلام ناطق سمجھیں یہ کونسی ننگ ہے :

وہ دل صاحب اور اس سے انصاف طلب ہے

حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے واقعی ایک مدرسہ قائم کر کے دس دہائیوں کی بنیاد ڈالی۔ اور وہ ہر موقع پر کہتے رہے کہ چنانچہ ہم علم حدیث نہیں سمجھا اس لیے؟ ان کو تو علی بن عبد رسول اللہ میری بات کو نبی علیہ السلام کی باتوں کے تقابلیں ترک کر دینا۔ مگر یہاں طریقت کے ذہنی زاد بیے اور تکیلائی اور اہست بلند پایہ تھے۔ انہیں ایک حربہ مانتا چکا تھا۔ انہوں نے اس حربہ کی مدد سے خوب طبع آزمائی کی اور فیضیت کام کو کیے اپنی طبعی سادگی کا لہجہ امت کی بدعتی سے امام صاحب کو ایک نہایت غریب مگر ذہین شاگرد میرا گیا۔ جس نے آگے چل کر عیب عجیب عمل کھلائے۔

صفحات بالا میں امام صاحب کے امیران مزاج اور لغت طبع کے متعلق بھی آپ دو شناس ہوئے۔ علم دین کی نسبت امام صاحب کے فقہ کی طرف رغبت ہونے کے اسباب بھی آپ کے ملاحظہ کیے، اور پھر اس کے بعد امام صاحب کے اقوال بھی آپ کے پڑھے ہیں۔ ان تمام باتوں سے سولے اس کے اور کچھ فیض نہیں کیا جاسکتا کہ فقہ کا تمام سرمایہ ادا امام صاحب کی طرف منسوب اقوال اور تفسیر امام صاحب کی زندگی کے حالات تک محدود ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔



## دیگر ائمہ کے اقوال :

مفسر بن عیسیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ کو کہتے سنا کہ :  
 "لَا تَأْخُذْ بِمَا يَشُورُ اَخِي وَاصِيبِ اَنْظُرْ وَافِي رَأْيِي كُلَّمَا وَافَقَ الصَّخَابَ  
 وَالسَّنَةَ فَخَذْ وَابِمْ وَمَا لَمْ يَوْفَقِ الصَّخَابَ وَالسَّنَةَ فَانْكُرْ"  
 امام شافعیؒ کا قول ہے : "ما قلت وكان النبي صلى الله عليه وسلم  
 قد قال بخلاف قولي فما مع عن النبي صلى الله عليه وسلم اذ لم ي  
 لا تقلدوني واذا مع خبر يخالف مذهبي فاتبعوه واعلموا  
 انه مذهبى"

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے : "لا تقلدوني ولا ما لكا ولا الشافعي  
 ولا المذنبى وحذ من حيث اخذوا"

یہاں امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابو حنیفہؒ کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ یہ امام احمد بن  
 حنبلؒ کے بعد ہوئے ہیں۔ کیا اس سے یہ قصد نہیں کہ امام مالکؒ اور شافعیؒ اور  
 قویؒ کے مذاہب کی بنیاد تو قرآن و سنت پر ہے۔ اگر قرآن و سنت سے مسائل  
 کے استنباط میں غلطی ہو جائے تو اسے ترک کر دیا جائے۔ مگر جس مذہب کی بنیاد  
 ہی قیاس و رائے پر ہو اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ کہ وہ کیا چھوڑیں اور کیا پکڑیں؟  
 فاضل فہم فہم۔

سطور بالا سے واضح ہو گیا کہ مخصوص امام کی تقلید قطعاً ناجائز ہے۔ امام ابن  
 تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ چاروں اماموں سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اپنی  
 تقلید سے منع کیا ہے۔ اور یہی حکم دیا ہے کہ جب ان کو کوئی بات کتاب و سنت  
 سے معلوم ہو جائے اور ان کے قول سے قوی تر ہو تو وہ اسی بات کو پس چھوڑ کر کتاب  
 و سنت سے معلوم ہوئی ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ)

بیشک تمام ائمہ مجتہدین اپنے شاگردوں کو بظاہر کتاب و سنت پر عمل کرنے کی  
 ترغیب دیا کرتے تھے اور کہتے تھے جب تم کو کوئی بات کتاب و سنت سے معلوم

ہو جائے تو ہماری بات کو چھوڑ کر اپنے شاگردوں (میرزا شرفی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۶)  
 شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں : "تمام مجتہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی تقلید  
 نہیں کرتے تھے" (مجموعہ فتاویٰ)

"بیشک تمام جماعت نے انہوں نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے"

(مجموعہ فتاویٰ مطبوعہ مدینہ منورہ صفحہ ۴۲)

جہاں ائمہ دین سوچتی کہتے ہیں : ہرگز نہیں روا رکھا مالکؒ، ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے  
 کسی کے لیے اپنی تقلید کو بیکم انہوں نے منع کیا اس سے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل  
 نہیں دی" (کتاب الرد علی ابن اخلدالی الارضی)

الغرض کمال تک انسان لیے حلالوں کا استنباط کر سکتا ہے اور پھر اسے اقوال کی  
 ضرورت ہی کیا ہے۔ جبکہ ائمہ اربعہ کے اقوال ہمارے سامنے موجود ہیں۔ سوچنے، سمجھنے  
 اور عمل کرنے والی بات صرف یہ ہے کہ آخر کتاب و سنت پر عمل کرنے کی بجائے  
 ہر گزوں مخصوص افراد کے ایسے اقوال کو عز و جان بنائے کہیں جنہوں نے بار بار خود اپنی  
 زبان سے اپنی تقلید سے روکا ہو۔

لَا تَتَّبِعُوا كَثِيرًا مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آتَى الْعَذَابُ دَنَفَعَتْ  
 بِهِمُ الْأَسْبَابُ وَقَالُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا قَوْلُ فَتَنَّا لَهُمْ كَمَا تَنَبَّأُوا أَنَّا  
 كَذَبًا يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَعْيُنُ عَنْ أَمْثَلِهِمْ حَسْرَاتٍ عَلَىٰ جَهَنَّمَ يَنَادُونَ  
 مِّنَ النََّارِ - (بقرہ : ۱۶۶-۱۶۷)

جب تباہی کرنے والے یمن کی تابعداری کرتے تھے ان سے بڑا ہونا چاہیں  
 گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے تو میں گئے فاش کر دیں ایک  
 بار پھر ترقی ملے تو ہم ان سے اس طرح بڑا رہیں جس طرح وہ آج ہم سے بڑا  
 ہوئے ہیں۔ اسی طرح امتداد کے حسرت ناک اعمال ان کو دکھائے گا۔ اور  
 وہ جہنم سے جھپٹا رہا نہیں پائیں گے۔

# شہادت ذوالنورینؑ

ترسیم و اضافہ  
طبع شافعی

حکیم فیض عالم صدیقی

جملہ حقوق بحق مکتبہ محفوظ ہیں

## عرضہ ناشر

شہادت سیدنا ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غالباً ۶۵ھ کے  
فروج میں طبع ہوئی ہمارے پاس کتاب مذکورہ کا ایک نسخہ اس وقت ہندیاں کتاب لکھتے  
میں لایا یہ بڑی تھی۔

ہم بزرگ عالم متداول تاریخوں میں بڑے کچھ پڑھتے چلے آ رہے ہیں ان میں اکثر شہادت ذوالنورین  
کے خصائص ہیں زمین و آسمان کا فرق نظر آیا مگر جب فاضل شوافع کے بحوالہ واقعات پر  
خال الذہن ہو کر غور کیا تو آنکھوں سے پڑے پڑے چلے گئے، دماغ روشن ہوتا چلا گیا اور  
تبع واقعات تصویر بن کر آنکھوں کے سامنے آجھرتے رہے۔

عالم اسلام کے علوم ترین شہید اعظم یعنی سیدنا ذوالنورین جنہیں ۴۴ سال کی عمر میں  
لگا تار دو ماہ شدید محاصرے کے بعد اکتیس دن صبر کا پاسبان بنا کر نبوت شہادت  
نظم پر بریت اور بیعت سے جس طرح شہید کیا گیا اس کی مثال تاریخ اسلام میں نہیں  
ملتی۔ مگر آج کی دنیا کا جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ ان ہی شہداء ساز شیروں  
کی ذہنی اختراعات ہیں جن کے روحانی آب و حیات سے پہلے سیدنا ذوالنورین کا علم کو شہید  
کیا۔ پھر سیدنا ذوالنورین کو شہید کر کے خلافت نبوت کا خاتمہ کیا اور اپنی یادگاروں و بدعات کو  
کی پورہ پوشی اور اپنے پیادوں کے ذمے سیدنا علی کی آڑ لی مگر جب آپ بھی ان کی حسب  
مرضی ان کے کام نہ آ سکے تو انہیں بھی شہید کر دیا ان کے بعد سیدنا حسن کو ذوالنورین  
انہیں زخمی کیا اور ان کو شہید کرنے پر تکی گئے مگر وہ بچ کر مدینہ پہنچ کر وصال بحق ہو گئے  
تو سیدنا حسین کو گھیر کھار کر کہہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر جب سیدنا  
حسین کو ذوالنورین کے فاضل پر پہنچے تو انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ میرے  
بھائی ہی تھے کہنے والے ہیں جو اس سے پہلے میرے باپ اور بھائی کا کرچکے ہیں، تو وہ اکی

تمام کتاب..... شہادت ذوالنورین

مؤلفہ..... حکیم فیض عالم صدیقی

تعداد..... ایک ہزار

ایڈیشن..... دوسرا

تخفہ منہ..... ۱۰۴ صفحات

سال..... ۱۸۸۲

کتابت..... قاضی حبیب احمد جہلم

قیمت.....

ناشر..... شبان الہدیہ حیدرآباد گجرات

ملنے کیلئے

۱۔ حکیم فیض عالم صدیقی۔ جامع الہدیہ محلہ ستریاں جہلم

۲۔ قاضی عبدالقدیر فاضل ناظم اعلیٰ شبان الہدیہ ہریل ضلع گجرات

۳۔ حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت الہدیہ پشاور

جامع الہدیہ، چوک قوارہ۔ پشاور صدر

۴۔ مولانا عبدالحق صدیقی محلہ چراغ پورہ لارہ کھنٹی (گجرات)

۵۔ مکتبہ عثمانیہ ۳۷ مسلم لیگ کوئٹہ کراچی

۶۔ مکتبہ عزیز۔ جامع قدس چک داگراں۔ لاہور



مقام سے غلامیہ اسلام کے پاس پہنچنے کے لئے لازم و مشق ہو گئے۔ مگر جب وہ کر ملک کے تمام پر پہنچے تو انہیں بھی ختم کر دیا گیا۔

اور یہ مسلمان تاریخ سازی اور حدیث نویسی میں مصروف تھے تو یہ لگے جیسے کہ انہیں کو کارٹون میں مصروف تھے۔ آج ہمارے مکتبے تو کچھ متداول انداز میں موجود ہیں وہ انہی لوگوں کی فطرتی اور کتب و افترا پر مشتمل داستانوں کا چر ہے۔

اور اس کی صورت یوں ہوئی کہ آگے چل کر حبیب ان لوگوں نے دیکھا کہ احادیث و خبریں میں صحیح واقعات بھی موجود ہیں اور سیرت کا کتابوں میں بھی بعض صحیح واقعات موجود ہیں تو انہوں نے غلط واقعات کو مختلف صورتوں میں بار بار دہرا کر اس طرح تمام عالم اسلام میں حبیب لانے کی کوششیں کیں کہ آج صحیح واقعات کو آن وضعی اور مکذوبہ واقعات سے الگ کرنا کسی سطحی قسم کے پڑھے لکھے آدمی کے بس کا روگ نہیں رہا۔

اور آج فوجت بائے نجار سید کہ ہمارے محراب و منبر بھی عجیبی نظریات کے ترجمان ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے پریس سے بھی غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہی باتیں دہرائی جا رہی ہیں۔ اس مقام پر مثلاً میں ایک موٹی سی بات عرض کرتا ضروری سمجھتا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انداز البی کو نساء البی مستحق کا عد من النساء فرما کر یہ اہمیت اور تین بونیکا جنہ سرمدی عطا فرمایا ہے کہ دنیا بھر کی کوئی قانون ان کی مہر نہیں اور حضور نبی کریم نے سیدہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق فرمایا ہے کہ میری انداز میں عائشہ کا مقام ایسا ہے جیسا کہ ان کے میں شریک کا مقام۔ مگر ہمارے محراب و منبر سے آج بھی علیہ السلام النساء ناظر الزمرہ کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ اگر یہ مقام حضور نبی کریم کی بات ہے تو کسی کو بخشہ تھا تو وہ سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا ہو سکتی تھیں۔ جن کی شان میں نبی کریم نے فرمایا تھا صحیحہ افضل بنات

سیدہ فاطمہ کا مقام اپنا۔ سیدہ زینب الزہراء کا مقام اپنا اور سیدہ ام کلثوم کا مقام اپنا۔ یہ تمام نبات الرسول اپنے اپنے مقام کی حامل تھیں مگر سیدہ النساء کے خطاب سے انہی بات المؤمنین کے مقابلہ میں اقلیٰ جن بیٹیوں کو چھوڑ کر صرف ایک کو

توازا مدعیان اہل سنت، بلا تفریق المحدث، اخوات، شوافع، حنابلہ اور حنفیہ میں امام مالک کے پاس شریعتی کوئی ثبوت نہیں یہ صرف عجیبی نظریات کا کاہن ہے۔

اللہ تعالیٰ امام ابن تیمیہ کو جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے جنہوں نے سب سے پہلے امام مالک کے اس سرطانی چھوڑے کی تشخیص کر کے اس پر شریعتی کی طرح ڈال کر اُمت کو اس سرطانی چھوڑے کی سمیت سے آگاہ کیا۔ اور ان کے بعد امام ابن العربی نے اُمت کو خبردار کیا۔ ابن العربی کے بعد طویل خاموشی طاری رہی۔ ماضی تزیب میں تحفہ اشاعرہ اور آیات میناٹ لکھی گئیں مگر ان کا موضوع عقائد و اعمال تک محدود رہا۔ البتہ مزاجیرت نے تاریخی انداز میں اس کام کو نبیالا اور ان کے بعد محمود احمد عباسی نے زعمائے وشو اہل کی زبان میں حقائق کا ذخیرہ پیش کیا مگر تاریخی خلا پڑا ہوا سکا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کا سہرا جس مجاہدین و ملت کے لئے تیار کر رکھا تھا وہ عظیم شخصیت اس وقت ہمارے درمیان یکم فیض عالم صدیقی کے نام سے موجود ہے۔ موجود نے اس عجیبی سازش کے مالہ و مالک سے جس جو کچھ انداز میں ملت کو روشناس کرایا ہے وہ اسی صاحبِ دل پیر مرد کا کام ہے۔

عجیب سازش کہاں سے چھوٹی، کیسے چھوٹی، کیسے پروان چڑھی، اس کے عقائد و اعمال کے شگوفے کیسے چھوٹے، ان پر مرد کی آبیاری کیسے ہوئی اور کس نے کی۔ اسلامی عقائد کے پہلو بہ پہلو عجیبی عقائد کس طرح پھیلنے پھولتے رہے، مسند و نفوذ دہلی، کلکتہ، میسور میں ان لوگوں نے کیا کیا، ان کے دین کی بنیاد کس بات پر ہے ان کا رب کون ہے؟ ان کا دین کونسا ہے، ان کی شریعت کیا ہے؟ محمد رسول اللہ کی انداز اور صحابہؓ کو یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہیں اس پر مرد کی کتابوں ہی سے حاصل ہوا ہے۔

قبائرت ذوالقرنین کے مطالعہ کے بعد دل میں اس قسم کی آرزو پیش چلنے لگیں کہ مولف کی قدرت میں خود حاضر ہونا چاہیے۔ مگر بعض اصحاب سے اس قسم کے اثرات خفیدہ آئے کہ موصوفت نہایت خشک مزاج قسم کے انسان ہیں اور ایک اور وعدہ تمام

سے یہ بھی کہنے میں آ کر چلا وہ کسی ممکنہ تکبرینِ محدث کے ہوا ہیں ببر حال ہم چنانچہ ادباً  
ہر جہے بادا باد رکھتے ہوئے اس پر بزرگ کی خدمت میں پہنچے چند خطبات میں ہی معلوم  
ہو گیا کہ موصوف کی خشک مزاجی کی ہوائیاں اڑانے والے یا تو خود احساسِ کہتری کا شکار  
ہیں اور یا انہیں اپنی خود ساختہ غور و جہد کی قدری کو موصوف کے کسی قسم کے خطرات  
الاق ہیں۔ چہ بے اتنا شفیق، خوش خلق، رحیم اور ہمدرد سے دل و دماغ کا انسان کہاں دیکھا  
تھا۔ ہم نے اپنی صحبت میں ہی ہر قسم کے اعتراضات کی ایک طویل فہرست آپ کے سامنے  
لکھ چلا دی۔ اور سائنس کی ذہن میں پختہ خدمت کے پیش نظر ہر قسم کی جارحیت کے لئے  
تیار ہو گئے۔ مگر وہاں تو دور دور تک خشک مزاجی تو دیکھنا معمولی سا گوارا کا اثر تک نظر آیا  
اور نہایت خندہ پیشانی سے ہمارے اعتراضات کے ایسے جوابات سے ہمیں مستفیض فرمایا کہ  
طبیعت میں الیضان ہی نہیں بلکہ ایک گونہ سکون سا محسوس ہونے لگا۔

اور اس کے بعد بینہ بھر میں کم از کم ایک بار حاضر ہونے کا معمول بن گیا۔ ادبِ قدیم  
کی حیثیت ہے کہ جب تک حاضر نہ ہوں ایک خط سا محسوس ہوتا ہے گویا یہ ماضی اب جاریہ  
روحانی فضا میں گم ہو گیا ہے۔ حکیم صاحب کی مزیات حضورِ نبی اکرم کی ذاتِ اقدس کے متعلق  
نہایت ہی نازک ہیں۔ اور روزِ زندہ مطہراتِ اہمات المؤمنین کی قوتِ قدسیہ اور صما کی کرم  
رضوان اللہ علیہما جمعین کے متعلق قرآن و احادیث کی روشنی میں جس طرح موصوف تذکرہ  
عقیدت پیش کرتے ہیں کا شکوہ بہت اونچا اُغت ہو تو اسے ضبطِ تحریر میں لاکر ملک و قوم  
کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ خدا سے رسولؐ، ثنا خوانِ دوازده مطہراتِ علمبرداروں سے  
صحائیر اپنے مزیات کے جزو شرف سے موقی رولِ دول کرنا کارہا اور ہم اپنی معمولی یاں  
بجھ کر قوم کے سامنے لٹاتے رہیں۔

اپنے ان اثرات میں ہم منفرد نہیں۔ بلکہ جو بھی ایک بار اسی مردِ پیر کی خدمت میں پہنچ  
گیا وہ کچھ ماضی کے ہی اُٹھا۔

چنانچہ جمعیتِ اہل حدیث کے مشہور خطیب، ادیب، راہنما اور معانی حضرت مولانا  
حافظ محمد ابراہیم کبیر لوریؒ ایک محقق اور صاحبِ دل بزرگ سے ملاقات کے عنوان کے

تحت لکھتے ہیں:-

”چند ہی منٹوں میں حکیم صاحب، ایسے مکمل مل گئے کہ میری  
طبیعت کا تمام غوت و حجاب اور احترام بے تکلفی میں بیل گیا  
میں اس بات پر مجبور تھا کہ جن دوستوں سے حکیم صاحب  
کی خشک مزاجی بلکہ تلخ نوائی کا ذکر سنا تھا ان کے لئے  
رب ذوالجلال کے حضور میں مغفود و گنہگار کی دعا کروں۔“

اسی مضمون میں آگے مل کر لکھتے ہیں:-

اس مجلس میں ہماری گفتگو کا محور یا دو تر شیعہ عقائد، شیعہ  
تاریخ اور ازاول تا این دور عالم اسلام میں ان کی سازشوں  
اور ریشہ دوانیوں سے تھا، حکیم صاحب کا مطالعہ اس  
عنوان پر بہت وسیع ہے اور وہ جوابات بھی کرتے ہیں اکثر  
یا حوالہ کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:-

میں نے اس ماحول سے جو کچھ اُٹھایا اس کے مطابق حکیم صاحب  
نہایت زیرک، حاملِ فہم اور دور اندیش بزرگ ہیں۔۔۔ ان کا  
ماحول ان کی دیانت و امانت کا محض ثمر ہے۔

حکیم صاحب کے متعلق حافظ کبیر لوری صاحب کے آخری کلمات جماعت کے لئے شامل رہے  
ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

حکیم صاحب کو اس بات کا شدید کلام ہے کہ جماعت کے مبلغین  
دعائی اور سطحی کاموں میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔  
لیکن کئی ایک بنیادی اور علمی کام ایسے ہیں جن کی طرف کما حقہ  
توجہ مبذول نہیں کی جا رہی۔

رفت روزہ اہل حدیث ۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء

## شہادت سیدنا ذوالنورین

مقدمہ طبع ثانی

۱۹۷۵ء میں شہادت ذوالنورین طبع ہوئی جس پر مآثرات مہینہ شمس الاسلام اور وقت روز چٹان، خدام الدین اور الاسلام نے بھرپور تائید و تحسین کی۔ بہت دیر اور عرصہ میں بھی صلاح الدین نعیم صاحب نے حوصلہ افزائی فرمائی۔

پہلا ایڈیشن اپنی معنوی اقداریت کی وجہ سے چند ماہ میں ختم ہو کر نایاب ہو گیا اور دوسرے ایڈیشن کے لئے اتفاق سے شروع ہو گئے۔ مگر میں اپنی دیگر تالیفات نیز غنائی امور کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ کر سکا اچانک شہادت الہدیہ طبع گجرات کے صدر ایڈیشن شائع کر کے ارادے کا اظہار کیا تو میں نے یوں محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہت بڑے فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش فرما دیا ہے۔

شہادت ذوالنورین کی اشاعت پر جن دینی اور علمی حلقوں اور جن اکابرین ملت کی طرف سے تائید اور توصیفی خطوط ملے ان کے ذکر کی یہاں ضرورت ہے نہ فائدہ البتہ چنانچہ کتاب سے اس قسم کے خطوط معمول ہوئے کہ کتاب کے بین السطور سے سیدنا ذوالنورین کی شہادت کی ضرورت کے متعلق اس قسم کے اشارات کا اظہار ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ کا اس فعل میں ہاتھ تھا اور یہ بات مشاہیرات صحابہؓ سے بڑھ کر شان صحابہؓ کے تقیض ہونے کے مترادف ہے۔ میں اس موقع پر اس حقیقت کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ غبی نظریات کے کھڑے پروپیگنڈہ سے مسلمانوں کے قلوب و اذان میں کچھ اس قسم کے تاثرات جاگزیں ہو چکے ہیں کہ سیدنا علیؑ یا حضرت حسینؑ کے حالات تقلید کرتے وقت یہ تصور رکھیں کہ اپنا پیچھے کان سے کسی قسم کی لغزش سرزد ہوئی ہے۔ مگر ایسا کہنے والے ہی بے دینی قرطاس و قلم کے ذریعے اور

اس حقیقت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں کہ حکیم صاحب دس سال سے اصلاحات غدار اور آج کی تاریخ کے کاہن نہایت ناسا بعد حالات کے باوجود اپنے مخصوص انداز میں اپنے حق کا تمام تر اکتاہٹ اپنے حق کی تمام صلاحیتیں اور اپنے حق کی آخری کوڑی تک اس دیوانگی کی عینیت پر مصروف رہے ہیں۔

نشیان اہلحدیث سے پہلے شیعہ گجرات کے کاہن اپنے ابتدائی ایام سے ہی یہ داعیہ سے کرمیدان عمل میں آئے تھے کہ معاشرہ کی توجہ اپنے بارہ رویوں کی اصلاح کے لئے توفیق دے گی کسی شعبہ سے متعلق ہوں اپنے آپ کو مجاہدانہ وار وقفہ کرنے لگیں گے اور اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا نیکو کام لوگ پہلے ان سے تائیدم اپنے آپ سے کئے گئے سوا عید پر عمل پیرا ہیں جبکہ فی انما زین آج تک بیسیوں اصلاحی مقصد ہو چکے ہیں جن میں ملک ملت کی اہم شخصیتوں کے خطاب ہو چکے ہیں۔

اور علمی انداز میں شہادت سیدنا ذوالنورین کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت جہاں پہلا قدم ہے ہم حکیم صاحب کے عزیزوں احسان ہیں کہ مصروف نے ایک کسی طلبہ یا شاگرد کے اس کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے عملی حقوق شہادت الہدیہ طبع گجرات کو دے دیے ہم اُمید کرتے ہیں کہ حکیم صاحب انشاء اللہ آئندہ بھی اپنی تالیفات کی طباعت اور نشر و اشاعت کی سعادت میں محروم نہیں فرمائیں گے۔

حافظ آغا علی عبدالقدیر خانپوش

ناظم اعلیٰ شہادت الہدیہ طبع گجرات

یکم جنوری ۱۹۷۹ء

شہادت الہدیہ طبع گجرات اپنے محسن اور مرقی حاجی رحمت اللہ صاحب غازی سرپرستی پر جس قدر فخر و ناز ہے کہہ سکتے ہیں کہ سرپرستی اور مالی تعاون سے ہم اپنے مقصد عمل کا نہایت آسانی سے سرانجام دے رہے ہیں۔



عرب و برقیہ کی کئی آئینیں سبیلانہ الذریعہ کی ذات اقدس کے متعلق کذب و افتراء پر مشتمل  
ہتھانات کو دہر لڑتے چلے جاتے ہیں اور اگر کھلا در سے مقام سے ان کے مزعومہ نظریات کے خلاف  
صحیح احادیث اور قرآنی دلائل و شواہد کی روشنی میں کوئی ہلکی سی آواز بھی اُٹھنا شروع کرتی ہے تو  
ہو جاتے تو جھنجھوٹا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کی طرف مرنے والے اس کے سوا کسی کو کیا کیا جا سکتا ہے  
کہ ایسے افراد اپنی سطح سوچ کی بنا پر ہر زمانہ میں حضرت سبائیت کے ترجمان ہی بن کر سامنے آتے  
رہے۔

ایک صدائق الایمان مسلمان کا ایمان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب حقیقی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے صحابی کے ایمان کے مقابل میں بھی اُمت کے تمام ائمہ و اُقتداء و صلحاء و اُراضِ مطہرہ، نبی و ابدال و اولیاء اللہ کے تمام اعمالِ حسنہ اگرچہ کئے جائیں تو ایک صحابی کے ان لمحاتِ معجزتِ نبوی کے عشرِ عیش کے مقابل میں بھی بیچ ہیں جو کس نے نبی علیہ السلام کی صحبت میں گزارے۔ مگر وہ مصدوم نہیں تھے۔ بلکہ نوازشِ رحمت ان میں سے چٹا ایک زندگی کے کسی کسی مؤثر پر کسی ناگوار قسم کی حرکت کے ارتکاب سے اپنا دامن نہ چاٹنے میں مددِ طالبِ کمالی ملتا ہے۔ سیدنا ماعزؓ اور وہ قانون جو بحالِ نبی علیہ السلام کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتا رہتا اور ہر بار اُنہیں دایس کہا جاتا رہا۔ مزید تفصیل کے لئے مصنف عبدلرزاق حلیہ و مطبوعہ برکتِ معارف ۲۴۰ ص ۲۴۱ باب وزارت ص ۵۵۵ تا ۵۸۷ دیکھئے۔

نیز سیدنا فاطمہؑ غفرلہا کی خدمت میں حاضر ہو کر وجہ روایت بخاری سیدنا عباسؑ کو سیدنا  
علیؑ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اقصیٰ یمنی بنی و بین ہذا آپ میرے اور اس روایت کے  
درمیان فیصلہ کئے اور سیدہ جویریہؓ کی روایت مطابق اقصیٰ یمنی و بین ہذا اسکا ذب  
لا اشہر القادرا الخا بنی کو کہاں چھپا یا جاسکتا ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں سیدنا عباسؑ فرماتے  
حضرت علیؑ کے باپ کی جگہ تھے اس لئے انہوں نے سیدنا علیؑ کے لئے کا ذب، اثم، قتاد  
اور خاشن جیسے سخت الفاظ استعمال کئے۔ لیکن سیدنا علیؑ نے انہیں جواباً کچھ نہ کہا۔  
مگر شعبہ ابوداؤدؒ کی روایت میں ہے تاسبت علی و عباس عقیل کی روایت کے  
مطابق سیدنا علیؑ نے بھی ردودہ رسولہما علیہماؑ کو جواب دیا۔



کے مطابق سیدہ رقیہ الزہراء کی تیار داری کی وجہ سے جہنم میں شامل نہ ہونا نہایت قابل احترام فعل ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک صحابی کی تعزیتیں عین اسلام ہیں اور دوسرے کے عین اسلامی افعال ہیں؟ قابل معافی ہر گز نہ کہ اتنا تیرہ سو سال سے یہودی و مجوس کے گھمبیر کی نگہ سالی سے جو جھوٹے سکے و جعلی نوٹوں کے ہمارے خزانے میں غلط لفظ ہو کر ہمارے با عقول ہمک پہنچے آرہے ہیں ہم نے انہیں زور خاص سمجھ لیا ہے امتداد زمانہ نے ہماری پہچان کی صلاحیتیں ہی سلب کر لی ہیں صحابہ کرامؓ کے متعلق مسلمانوں کا ایمان یا حیم اقتداسیتم اھتداسیتم کے مرکز کے گرد گھومتے ہوئے ہی ہمارے کئی نجات کا موجب بن سکتا ہے اور جن کے دل میں کسی صحابی کے متعلق ایک شخص اس کے ہزاروں حصے جتنا بھی لٹیں ہو گا وہ اسے جہنم میں لے جائیگا سبب ہو سکتا ہے۔

صحیح واقعات بیان کرنے سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا جاتا ہے کہ فلاں کے دل میں لٹال صحابی کے متعلق بعض یا یا یا ہے اللہ تعالیٰ ایسی سچی بات سے اپنے امن میں رکھے۔ ایک سچا مسلمان اچھا ہے کا انجھوم پر ایمان رکھتا ہے اور اسے موجب نجات سمجھتا ہے یہ سطور یہاں لکھنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ شہادت ذوالنورینؑ کے سلسلہ میں اکثر مقامات پر رسیدنا علی کا ذکر کیا ہے جس سے بعض سبائیت گوؤں کے دلوں میں شکوک و شبہات کے چھپرے سرسرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں ایک رافضی کی تالیفیت الامامہ والہیاستہ کو مانہ ذکر دے کر کبھی ہوئی کتابیں تو عین اسلام نظر آتی ہیں۔ مگر قرآن اور صحیح احادیث کی مدد سخی میں مرتب کردہ شہادت ذوالنورینؑ سے انہیں علی کی پوچھوس جو کئی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

## شہادت ذوالنورینؑ پر ملک بھر کے ہم ترین بڑاٹکے تبصرے

ماہنامہ میثاق لاہور دھولا ۱۹۷۷ء

اس کتاب کے مصنف جناب مولانا یحیٰی فیض عالم صدیقی صاحب ایک صاحب عظیم شخصیت ہیں وہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ کے موضوع پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی قلم سے بہت سی مفید کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان کتابوں نے قبول عام کا مقام حاصل کیا ہے۔ ایک خاص گروہ ملت امت مسلمہ کو تفریق میں ڈالنے کے لئے محبت اہل بیت کے نظریے کے تحت اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر یا غیبیوں خلاف رائے راہنہ حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی سلسلہ کوشش کی ہے آج بھی گروہ اپنے کام میں پھنسے ہوئے ہیں زیادہ مستعد ہے۔ اس گروہ نے اپنے سبب سے کچھ بہت سبب زیادہ حضرت عثمان ذوالنورینؑ کی ذات اقدس کو مٹایا ہے۔ زیر نظر کتاب اپنے عنوان کے لحاظ سے تو شہادت ذوالنورینؑ سے نامزد کی گئی ہے اور اس میں زیادہ تر فہم پر غلط فہمی کی شہادت کے حقیقی اسباب و علل کا اظہار کیا گیا ہے لیکن پوری کتاب کے عین السطور ان غلط اور گمراہ کن باتوں کا ابطال موجود ہے جن کا سہارا ہے کہ ایک خاص گروہ امیر المؤمنین، امام عادل اور شہید مظلوم حضرت عثمان ذوالنورینؑ کے متعلق سوئے ظن پیدا کرنے کا مذموم حرکت کرتا ہے شہادت عثمانؑ کے ضمن میں تاریخ کے صحیح اور حقیقی حوالہ و مثال سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ اور انشاء اللہ انتہائی مفید ہو گا۔



### ہفت روزہ تحریک الدین (۱۶ جولائی ۱۹۴۸ء)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس رجحان کے انسان ہیں اور جس حیثیت کے مسلمان ہیں اس کے لئے قرآن وحدیث کے دلائل اتنے ہیں کہ ان کا جمع کرنا بھی محکم سے لیکن وہ ذاتِ اقدس میں سے بھی اتنے حدیث نبوی فرشتے شرم کھاتے تھے آج بدد، مادی آزادانہ شرم نہیں کھاتے اور اس ظلم ترین انسان پر کچھ اچھا لکھنے کو تحقیقی کام دیتے ہیں تاہم نکل و عنوان کی سنی کے اصول کے پیش نظر ہر دور اور ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود رہے اور ہیں جنہوں نے ہر طریق سے اپنی زلیغ و خدائات کا مقابلہ کیا اور ان کی پھیلانی ہوئی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا۔

جناب حکیم فیض عالم صاحب سے صدیقی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں جو حق کے حمایت کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہیں۔ موصوفت جو اس سے قبل کسی ایک نبی کی کتابیں لکھ کر اہل انصاف سے داد حاصل کر چکے ہیں انہی نے اپنی اس تازہ کتاب میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت و کردار پر بڑی خوبصورتی اور تحقیق سے قلم اٹھایا اور فقہ سبائیت کی حقیقت کو افسوس کے ساتھ قبول اور مسرت سے قلم اٹھایا اور کیا ہے۔

ہم پڑھنے لکھنے والوں سے گزارش کریں گے کہ وہ جامع حق اور گروہی تعصب سے الگ ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ خدا کرے کہ یہ کارکش ان غلط فہمیوں کے ازالہ کا باعث بن جائے۔

### ماہنامہ شمس الاسلام حیدرآباد دکن ۱۹۴۸ء

زیر نظر کتاب کا موضوع سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وہ خلوص کی شورش اور آپ کی شہادت کے سبب پر وہ اٹھانے والے اس دھجور پر البتہ کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد اللہ بنی سب اور اس کے ساتھیوں نے اس مسئلہ کی ترقی دیکھنے اور اس کو ہمیشہ کے لئے اندرونی خلافت سے دوچار کرنے کی سازش کی خلافت کو منہم کرنے کے لئے عمال پر یہ اعلیٰ الزامات عائد کئے اور عامۃ المسلمین کے اندر ایک عام بے بسی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ انہیں کچھ عجز حاصل ہو گئے جن کی مدد سے قبول شدہ مدینہ منورہ پر یورش کی سیدنا عثمان غنی نے ان کے اعتراضات کا جواب دے کر اپنا دفاع کیا لیکن ان کے اوپر کواراٹھانے کی شدت سے مخالفت کی۔ اس طرح انہوں نے اپنے حقوں سے دیا مگر مدینہ الرسول کی بے حرمتی کی اجازت نہ دی۔

جانتے بھانتے حضرت نے اس عام نقطہ نظر میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ ان سبائیوں کو خود صحابہ کرام کے اندر متدینوں کا مل گئے تھے حضرت فاروق اعظم کی شہادت بھی اسی سازش کا نتیجہ تھی۔ مگر اس وقت صحابہ کرام کو تباہی و مصلحتی کے چند سالوں میں بعض اکابر صحابہ کرام بھی میں مشن سے وابستہ ہو گئے تو سازشی کھل کر سامنے آ گئے اور انہیں یہ چرات ہو گئی کہ قہر خلافت کو یہ مخالفہ میں لے لیں۔ چونکہ عمال کو مدینہ کے اندر سبائیوں کے ساتھ لڑائی کی طاقت کا اندازہ نہ تھا اس لئے باہر سے وہ خلیفہ کو کوئی مدد نہ بھیج سکے جس کے نتیجے میں سازشی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے صحابہ کے اندر کون لوگ اس تحریک کو قوت پہنچانے کا ذریعہ بنے اس سوال کا جواب دینے میں جو بہت سب سے نہیں ملتا لیکن اشاروں کتابوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کی ذمہ داری نبی کریم اور خصوصاً حضرت علی پر ڈالتے ہیں۔ اس طرز سے شجرت میں انہوں نے پہنچ کی کتابوں سے بعض شواہد ملے پیش کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر خود واقعات سے استنتاج کا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اتنی بڑی بات کہنے کے لئے مضمون کو شواہد سے مزین مدلل کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہر قادی شہید میں پڑ جائیگا



درحقیقت سیدنا عاصیؑ سے جو فعل سرزد ہوا عقادہ قابول گردن زوئی تھا اور سیدنا  
داروق اعظمؑ کو یہ کہہ کر منع فرمایا تھا کہ غم! تم نہیں جانتے کہ یہ بڑی ہے۔  
اگر ایک عام صحابی کا بد رفتاری ہونا اس کی تمام لغزشوں کا کفارہ ہو سکتا ہے تو سیدنا  
علیؑ جیسے بلند مرتبہ صحابی کا جو عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہو۔ اصحاب شجرہ میں بھی شامل  
ہو رہی آکا و اما بھی ہو اس کے صفتی ہونے کی بشارتیں بھی موجود ہوں۔ ان سے اس قسم  
کی لغزشوں کا صدور و سرگز ہرگز ان کے مقام صحابیت میں کسی کا موجب نہیں ہو سکتا  
صحابہ کرامؓ سے اس قسم کی لغزشوں کا صدور ایک نجاتی اور ایک امتی کے درمیان ایک قسم کا  
حد فاصل ہے یعنی نجاتی معلوم ہے مگر کوئی امتی معلوم نہیں ہو سکتا۔ فاضلہ قدس سرہ:

### بہشتی روزہ چٹان (۵ رجوعی شہرہ)

مسلمانوں کے قلیف عثمانؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے بارے میں  
تحقیقی مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر خود رسول اکرمؐ نے  
مصطفیٰ ہی نے دے دی تھی۔ لیکن انہیں بے قانونی جس طرح ۳۱ دن تک محصور کر کے  
سجھک اور پیاس سے تڑپا کر شہید کیا اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی  
یہ اور بھی انتہائی گہرا گہرا بات ہے کہ انہیں کسی ویران جگہ محصور کر کے شہید نہیں کیا گیا  
بلکہ انہیں دارالحکومت میں ہی شہید کیا گیا۔ اور اس وقت حضرت علیؑ معروف زندہ تھے بلکہ  
اتحاد اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ منیٰ اور خود حضرت رسول اکرمؐ مصطفیٰ  
لو نعمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لائے۔ اسلام کا تالاف بڑھتا گیا اور  
پھر ایک دور آیا کہ رسول اکرمؐ نے اپنی حقیقی بیٹی سیدہ زینبؓ کا نکاح اپنے اسی جان نثار حضرت  
عثمانؓ سے کیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زینبؓ کا انتقال ہو گیا تو رسول اکرمؐ کا نکاح سفاچی دوسری بیٹی  
سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ ذوالنورینؑ اور ذوالحداد  
کہلائے۔

فاضل مصنف محترم حکیم فیروز عالم صدیقیؒ نے اپنی اس کتاب میں نہایت مختصراً  
کے بعد واقعات کی نقاب کشائی کی ہے۔ اور جو کچھ اصل تاریخی حقائق جاننا چاہتے ہیں اور اسلام  
کے ابتدائی دور میں ہونے والی سازشوں کا اجمالی خاکہ معلوم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ  
کتاب عظیم رہبر ثابت ہوگی۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی بجائے آثار کر  
اس کا مطالعہ کرے۔ اسے خود معلوم ہو جائے گا کہ جو یوں اور ان کے جیلوں نے آج  
ہم مسلمان قوم کو کس طرح تاریکی و جاہل کے گرمے میں دھکیل رکھا ہے ہم اس الٹی تابین  
اور محنت شاقہ پر فاضل مصنف حکیم فیروز عالم صدیقیؒ کو بہتر تبریک پیش کرتے ہیں۔

لے: اعلیٰ قدر ذوالنورینؑ از مولف: ذوالنورینؑ کا عام فہم و معلوم صرف اس قدر  
ہمارے سامنے پیش کیا جا تا کہ سیدنا عثمانؓ کو اس لئے ذوالنورینؑ کہا جاتا  
ہے کہ ان کے بعد جو کچھ مصروف و مصدوق کی دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح  
میں آئیں اگر صرف اسی فضیلت کی وجہ سے ذوالنورینؑ کہا جاتا ہے تو  
سیدنا ابوالاعلیٰ بن ربیعؓ اور سیدنا علیؑ بن عبد مناف کو بھی ذوالنور کے  
القاب سے مقلد کیا جاتا چاہیے تھا۔ گو یہ بھی ایک وجہ ضعیف ضرورت مگر  
قرآن نے کسی مقام پر کسی غیر سے رشتہ داری کو دو فضیلت قرار نہیں دیا  
سیدنا عثمانؓ کو ذوالنورینؑ کہنے کی وجوہات اپنے اندر چند اور اہم ترین حقائق  
چھپے ہوئے ہیں۔

۱۔ آپ نے لوجہ اللہ دوبار ہجرت فرمائی۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر نبی علیہ السلام  
نے فرمایا کہ حضرت کوثرؑ کے بعد عثمانؓ کو ہی یہ شرف عطا ہوا ہے کہ اس نے  
معدنیوں کے ہجرت فرمائی ہے۔ دوسری ہجرت مدینہ کی ہجرت تھی۔

۲۔ سیدنا عثمانؓ دو اہم ترین مواقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود موجود قرار  
دے دیے گئے۔ حضورؐ بدر کے موقع پر حضورؐ فاکم المصطفیٰ کی صاحبزادی  
سیدہ زینبؓ کو بیاہرے اور حضرت علیؑ نے سیدنا ذوالنورینؑ



کو ان کی تیار داری کے لئے گھر بننے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی اور اس پر  
 ہر کے مال غنیمت سے انہیں باقاعدہ حصہ دیا تھا۔ اسی طرح بیعت  
 رضوان کے موقع پر سیدنا عثمانؓ کو تیرہ سو تھپے لکھ دیے تھے جس سے آپ کے خون کے  
 قصاص کے لئے کی گئی تھی۔ بیعت کے وقت آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو  
 سیدنا ذوالنورینؓ کا ہاتھ قرار دے کر خود ہی ان کی طرف سے بیعت کی گویا بوسم  
 انفرقان اور بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہ ہونے کے باوجود آپ کو  
 موجود اصحاب کے زمرہ میں شمار کیا گیا۔  
 سیدنا ذوالنورینؓ اور نورشہادت کا عجیب امتزاج آپ کی ذات اقدس میں  
 موجود تھا۔

۴۔ آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال خلافت فادنی کا نمونہ تھے اور آخری چھ سال پرینا  
 علیؓ کی نام نہاد خلافت کا نمونہ۔ سیدنا ذوالنورینؓ کے ہر قدم کا مرتب ہونا  
 نے آپ کو نورانی بنادیا۔

۵۔ فتوحات کے لحاظ سے آپ کی خلافت کے پہلے چھ سال سکندرؓ کی فتحین کی  
 فتوحات کے مشیل تھے اور آخری چھ سال اصحاب کہف کی زندگی کا نمونہ تھے۔  
 سورۃ کہف کے ان دو قصات کے ہر قدم کی عجیب مماثلت آپ کی ذات  
 اقدس میں جمع ہو گئی تھی۔

۶۔ آپ کی ذات صدیق اکبر کی سخاوت و جہت اور فادق اعظم کی فتوحات  
 اور درویشانہ انداز کا ملک جمیل تھی۔

۷۔ چونکہ آپ کی ذات اقدس مجموعہ حسنات و کمالات تھی جس میں متعدد دو  
 و قسم کی کمالات کی یکجائی تھی آپ کو عالم ارحی سے عرش عظیم تک کی فضاؤں  
 کی مخلوق نے ذوالنورینؓ کے نام سے جانا پہچانا اور پکارا۔

۸۔ آپ دو دو صدیاتی ہیں۔ جن کے تعلق قیامت تک عذاب و منبر سے فضا  
 بسیط میں کامل اعلیٰ و ادالیمان کے نور سے گونجتے رہیں گے۔

اور ایسے ہوتے ہیں ذوالنورینؓ !!

## ۵۔ مہفت روزہ الاسلام گوجرانوالہ اور پرنسٹن

محقق شہید جناب حکیم نسیمؒ سے عالم صدیقیؒ سے ہماری جماعت کے مایہ ناز اہل قلم ہیں  
 تاریخ و سرور ان کی بڑی گہری نظر ہے۔

اختلاف امت کا المیہ حقیقت میں بہت شیعہ۔ مقام صحابہؓ۔ واقعہ کربلا۔

بنات الرسولؐ اور حضرت رسولؐ صبی محققانہ کتابیں گمراہی پیش کی مغفول میں زلزلہ  
 برپا کر دیا ہے۔ اختلاف امت کا المیہ میں آپ نے قدامت اہل حدیث کے علاوہ ماہرین

کی مکمل تاریخ سمجھ دی ہے۔ اور مزائیت، افتخار حدیث کے ساتھ ساتھ سکولزم کا  
 خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب شہادت ذوالنورینؓ بھی ان کی تحقیق و کاوش  
 کا بے نظیر مرقع ہے۔ مکتبہ عزیز کے منظم حافظ عزیز الرحمن صاحب مبارکباد کے حق  
 میں کوئی انہوں نے مولانا صدیقی صاحب کے رشتہات فکر کو تو بے جا انداز میں شائع کرنے  
 کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت کرے اور مولانا صدیقی صاحب  
 کی سعی و کاوش کو قبول فرمائے رشتہات ذوالنورینؓ کا دوسرا ایڈیشن جو اس وقت  
 تھکین کے زیر نظر ہے شایان الوجود ہے اس شائع کجرات کے اہتمام سے شائع ہو رہا ہے  
 ”ناشر“

یوں تو اسلام کی تاریخ میں خون شہداء کی رنگینی اور حادثات فاجہ کی کمی نہیں  
 لیکن حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس قدر دناک ہے جس کی مثال  
 پوری تاریخ میں نہیں ملتی حقیقت میں یہ عام اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ حضرت  
 عفتہؓ و خرم و حیا کے بے مثل انسان جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا تھا کہ عثمانؓ بہت حیا دار ہیں ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اسی ذیلیؓ رسولؐ کا  
 مقصد یہ ہے کہ ہمیشہ چالیس روز تک حاضر دیکھ کر حیا سے غافل نہ رہیں آپ کے حق کے منہ  
 مکمل کر پتے تھے۔ تو آپ نے انہیں انقلاب کرتے ہوئے کہا کہ اسے گوجرانوالہ میں

میں تم میرے خون کے پیاسے پر شرابیت اسلامی میں کسی شخص کے قتل کی تین ہی صورتیں ہیں۔ اس نے بدکاری کی ہو تو اسے سنگسار کیا جاتا ہے۔ اس نے قتل عمد کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جاتا ہے وہ مرتد ہو گیا ہو تو اس انکار برائے قتل کیا جاتا ہے۔ ستم اندہ کے لئے تیار کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔ یہ مجھ پر بدکاری کا الزام دیا جاسکتا ہے کیا میں رسول اللہ کے برین سے چر گیا ہوں۔ مسلمانوں کو ابھی دینا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد رسول اللہ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی تمہارے پاس میرے قتل کی وجہ ہوا ہے باقی ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان درناک الفاظ کا کسی کے پاس نہیں جواب موجود تھا۔ لیکن پھر بھی مشرکین کے دلوں میں خوف خدا پیدا نہ ہوا اور مفسدین کی جماعت اپنے ناپاک ارادوں پر قائم رہی اور حضرت عثمان کے خون سے قرآن کو رنگین کر کے یہی ستم یہ کذاب بھی حضرت عثمان پر طعن کرتے۔ حیران کن کہ جانتے ہیں ان کا کافی دھمکتا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ ایسی کتابوں سے بچنا اور کوئی لائبریری خریدنی نہیں ہونی چاہیے۔

#### ۴۔ ہفت روزہ الاعتصام (۱۰ جون ۱۹۷۷ء)

زیر نظر کتاب شہادت ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں محقق بنے نظر کرنے کے لئے تحقیق کے ساتھ لکھی ہے سیدنا عثمان کی شہادت عالم اسلام کا وہ المیہ ہے جس کے گھاؤ کی تیس فیصد موت تک محسوس کی جاتی رہیں گی برصغیر صاحب نے شہادت محققانہ انداز میں آپ کی شہادت کے ان پوشیدہ گوشوں کے چرچوں سے نقاب کشائی کی ہے جو تمام تاریخوں میں مروجہ دہوے کے باوجود انتہائی پاکیزگی سے مسلمانوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھنے سے رد گئیے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان کو چاہیں دن بھر بھیڑ رکھنے کے بعد کس بیداری سے قتل کیا گیا اور باغیوں کے خوف و ہراس کی وجہ سے حضرت علی حضرت علی اور حضرت زبیرؓ جن سے میں شریک نہیں ہوئے ان کے جنازے میں سولہ افراد نے شرکت کی اور حضرت عثمانؓ کو باغیوں کے خوف سے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اسی موضوع پر اپنی نوعیت کی اولین تالیف ہے اور مصنف صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے پوشیدہ گوشوں کو کھینچ کر اسے تعلیم و خدمت انجام دی ہے۔ تاہم اسلام کے ہر طالب علم کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے (صلاح الدین نعیم)

الاعتصام تاہم کتاب کی تحقیقات سے ادارہ الاعتصام کا متعلق ہونا ضروری نہیں۔

استدراک۔ اس صورت میں جبکہ اہل سنت کے تمام فرقوں کے اکابرین نے اس تالیف پر اپنے جرائد میں بیسیوں تائیدی تبصرے لکھے ہیں اور سینکڑوں قدآور دینی شخصیتوں نے مولف کی اس کاوش کو مجرور و کور لفظی الفاظ میں سراہا اور محنت کی داد دی ہے ادارہ الاعتصام کے عدم اتفاق کے متعلق سوال اس کے لئے کیا جا سکتا ہے کہ اس نے خواہ مخواہ اپنے لئے جبکہ منہاسی کا سامان بہم پہنچا





محرّمی صدیقی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف بکرت صبح ہے یہاں صرف ایک شاہد پیش کرتا ہوں، جیسا کہ محرّمی صدیقی صاحب نے بھی لکھا ہے۔  
 شیعہوں کے سربراہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی مرحوم متوفی ۱۲۰۹ھ  
 جانشین مجدد عصر شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم اپنی تفسیر بارہ غم میں لکھتے ہیں۔  
 ”رسول اللہ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے“  
 تادمین اس جہلی اور جہول روایت کے معانی پر غور فرمائی اور خود فیصلہ کر لیں کہ جب  
 شاہ عبد العزیز جیسے سنی عالم نے اس روایت کو اپنی تفسیر کی زینت بنائے میں کوئی حافی  
 نہیں کیا تو عوام شرک کی کس پستی میں پڑے ہوتے ہوں گے۔  
 تعجب سے کہ صاحب نے اس جہول روایت کو رد کرتے وقت اتنا بھی نہ  
 سوچا کہ اگر علویوں کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو اس پر ایک طالب حق حسب  
 اعتراضات کر سکتا ہے۔  
 ۱۔ اگر حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو صاحب موصوف معبود ہوئے  
 یا نہیں؟

- ۲۔ اگر نہیں ہوئے تو کیوں نہیں ہوئے؟  
 ۳۔ اور اگر ہوئے تو دو معبود ہو گئے یا نہیں؟  
 ۴۔ حضرت صدیق اکبر یا جابر امت حضرت علی سے بزرگ ترین بلکہ افضل الصالحین  
 ہیں تو حضرت صدیق اکبر کی طرف دیکھنے کا کیا ثمر ہوگا؟  
 ۵۔ آنحضرت صلعم صدیق اکبر سے بھی بزرگ تر بلکہ افضل الناس اور افضل الانبیاء  
 ہیں تو آپ کے چہرے کی طرف دیکھنے کا ثمر کیا ہوگا؟  
 ۶۔ انھوں نے روایت مذکورہ حضرت صدیق اکبر کی تصریح تو نہیں ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں  
 ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی؟  
 ۷۔ اگر النظر الی وجہ علی عبارت ہے تو عبادت نمود آنحضرت صلعم کی  
 یا نہیں؟ اگر کی تو شرک علی لازم آیا یا نہیں؟ اور نہیں کی تو ترک واجب لازم آیا یا نہیں؟

- ۸۔ اس حدیث یا ارشاد رسول پر کس کس صحابی نے عمل کیا؟  
 ۹۔ اگر نہیں کیا تو ترک اولی لازم آیا یا نہیں؟ نیز احادیث ارشاد رسول ہوئی یا نہیں؟  
 ۱۰۔ اللہ پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ حضرت علی کو وفات دیکر اس نے لاتعداد مسلمانوں  
 کو عبادت سے محروم کر دیا۔  
 ۱۱۔ آنحضرت صلعم نے اس عبادت سے قانع فرمایا یا نہیں؟ اگر نہیں تو ترک اولی لازم  
 آیا۔ اور اگر فرمایا تو یہ فعل شرک بنا یا نہیں؟  
 ۱۲۔ حضرت علی کو یہ مقام کب حاصل ہوا کہ ان کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت  
 بن گیا؟

نوٹ: فی الحال بارہ اعتراضات وارد کئے ہیں ان کے علاوہ اور اعتراضات  
 بھی ریزر و اسٹاک میں محفوظ ہیں۔  
 حقیقت یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کی اس شرک تواری اور علی پرستی کو دیکھ کر یہ  
 مصرعے ساختہ زبان پر آتا ہے۔

چو کہ راز کعبہ پر شیر و گھب مانہ مسلمان  
 یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان کے ۵۰ فیصد مسلمان حضرت علی کو  
 مشکل کشا یقین کرتے ہیں اور ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے انہیں پکارتے  
 ہیں۔

محرّمی صدیقی صاحب نے یہ کتاب کچھ کثرت کاغذ انجام دیا ہے۔ مجھے یقین ہے  
 اس کتاب کے مطالعہ سے سنی مسلمانوں پر سید الشہداء امام غفرلہم حضرت عثمان  
 غنی رضی اللہ عنہ کا مقام بھی واضح ہو جائے گا اور ان کی دینی خدمات کا کچھ اندازہ بھی ہو جائے گا  
 مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی خرابی صحت کی وجہ سے اس کتاب کی خوبیاں نہ  
 بااستیجاب تبصرہ نہیں کر سکتا اس لئے اس قول حق پر اکتفا کرتا ہوں کہ صدیقی صاحب  
 نے تمام طالبان حق کے لئے راجح تحقیق ہمارا کردی ہے اور وہ بات بد خوفت و تردید  
 کہہ سکتے ہیں۔ صلائے عام ہے یا ربّ مسکدہ کے لئے

کیا عجیب یہ کتاب کسی حق چرند کے دل میں تحقیق مزید کا داعی پیدا کر دے اور  
عامۃ المسلمین حقیقت حال سے آگاہ ہو سکیں۔  
اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترمی صدیقی صاحب کو حاسدین کے  
حسد اور عنادین کے عناد سے محفوظ رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں انہوں نے جس غیرت ایمانی کا ثبوت دیا ہے وہ اس  
مردہ قوم کے علماء و صوفیاء و دولہ کے لئے سرمہ غیرت ہے۔ احقاق حق کے سلسلے میں  
انہوں نے تنہا عرصہ دراز سے کمر باندھ رکھی ہے اور اس سلسلے میں تو کچھ کہتا ہیں  
ما مساعد حالات کے باوجود شائع کر چکے ہیں مثلاً حقیقت مذہب شیعہ واقعہ کربلا  
مقام صحابہ نہ نبات الرسول اور حضرت رسولؐ

میں اپنے صدیقی محترم کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مفصل تبصرے  
کے لئے جس فرصت اور یکسوئی کی ضرورت ہے وہ مجھے اس وقت حاصل ہے  
اور نہ عنقریب حاصل ہونے کا کوئی امکان ہے اس لئے وہ مجھے معذور سمجھیں اگر میں  
نے ان چند سطور پر اکتفا کیا ہے۔

آخر میں قارئین کو یقین دلانا ہوں کہ میں نے کتاب کا مسودہ بالاسبتیاب پڑھا  
ہے اور میں اس کی افادیت کا بغیر قلب معترف ہوں۔ انشاء اللہ قارئین کو اس کے  
مطالعہ سے بہت نفع ہوگا۔ بلکہ ان کا ایمان تازہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مصنف کو شرف و رالہ ہر سے محفوظ رکھے اور اس کتاب کو قارئین کے  
لئے نافع بنائے۔ آمین دعاؤں میں دعا ہے کہ جہاں آمین باد

۱۹-۱۱-۷۵ یوسف علی حسنی الحسنی

لے: پہلے پڑھیں کہ بعد پانچ ماہ میں شریعتی مجلس میں میرا بیان کیا کہ شواہد الصحاح جلد ۱۱ اور جلد ۱۲  
کا متن و ترجمہ پڑھا اور بعد ازاں کتابت جمع ہو کر مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
اسے قبول فرمائے۔ آمین

## گلدستہ عقیدت

\* عالم اسلام کے اس خلیفہ اعظم کے حضور میں جس کے متعلق لسان صدقہ  
یہ ارشاد قیامت تک درخشندہ و تازہ رہے گا۔

لیدخلن لبشفا علی عثمان سبعة عشر الفاضل استوجبوا الشاد الحیة  
لجیر حساب درواہ بن عساکر عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار سوچنے  
جنت میں جائیں گے۔

\* اس ضعیف العمر شہید اعظم کے حضور میں جس کے تعلق عامل دینی یوحی کا ارشاد ہے  
ان عثمان الاقل من حاجیر الی اللہ یا علی بعد لوط (ارواہ جلد ۱۱)  
عثمان ان لوگوں میں سے پہلے ہیں جنہوں نے لوط کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ  
اللہ کی عروں حیرت کی۔

\* اس کبیلہ حبش عسرت کے حضور میں جس کا یہ واقعہ انہم من الشمس ہے۔

جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالعت دینا رقی مکملہ حین  
حضر لہ حبش العسرة فشرھا فی حجر قرابت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
یقیناً فی حجر و یقول ما حضر عثمان ما عمل بعد المیوم مرتین درواہ احمد  
جب نبی علیہ السلام نے حبش عسرت یعنی امن لشکر کے لئے جو جنگ تبوک کے  
اسلئے لکھا وہ عرب و شام سے بڑے کے لئے تیار اور مقرر فرمایا تھا سامان اکٹھا  
کرنا ضروری تھا تو حضرت عثمانؓ آستین میں بڑا دینار کی قیل لے کر آئے حضرت کی  
گود میں آئے دن۔ راقی کہتا ہے کہ میں نے اس وقت رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپ  
ان ربڑا روں کو اپنی گود میں اٹھ پاتے کر دیکھتے ہیں اور بانی کے طور پر انہیں تے  
کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ عثمانؓ اس کے بعد جو عمل کرے گا اس کو مختار نہ ہوگا  
یہ ہو۔ آپ نے دو بار فرمایا۔

\* عصمت و محنت اور شرم و حیا کے اس بے مثل انسان کے حضور میں جس کے متعلق تمام انبیائین نے فرمایا: عثماناً حیّ تسبی منه الملائکۃ (رواہ ابن کثیر) عثمان بہت حیا واریا ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

ان اشہل هذه الامۃ بعد نبیہا حیا عثمان (رواہ ابو نعیم) نبی کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہیں عثمان لیستخمد الملائکۃ و حجتہ حبش العسۃ اللہم ادر الحق جمعہ حیث دار (رواہ الترمذی) عثمان سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس نے حبش عسرت کا سامان کیا اور ہاری مسجد کو فراج کیا یہاں تک کہ وہ ہمارے لئے کافی ہو گئی۔ اس نصیب و رک کے حضور میں جس کے متعلق شان محشر نے فرمایا:-

عثمان بن عفان و فی فی الدنیا والاخرۃ (رواہ ابو یعلیٰ)

عثمان بن عفان دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔

۴۔ اس بلند مرتبہ خوش نصیب بشر با الجنۃ کے حضور میں جس کو آنحضرت نے اپنا کفو فرمایا۔

۵۔ نبی علیہ السلام کے اس محبوب و نادر کے حضور میں جس کے متعلق آپ نے فرمایا عثمان ام کلثوم الابو حی من المہماد (طبری) میں نے عثمان کا ذکر کاح ام کلثوم سے نہیں کیا مگر بسبب وحی آسمانی کے۔

۶۔ جنت میں نبی علیہ السلام کے اس رفیق کے حضور میں جس کے متعلق ارشاد ہے

لکل نبی رفیق فی الجنۃ و رفیق فیہا عثمان (رواہ الترمذی) ہر نبی کا جنت میں رفیق ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔

ربنا تقبل منا امک انت السعیم العظیم و تب علینا امک انت التواہیم

حکیم فیض عالم صدیقیہ راجہ راجہ

## وجہ تالیف

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انہی ہر مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے۔ اہل سنت والجماعت، اہل تشیع اور خوارج۔ تیسرے گروہ کا ظہور معرکہ صفین کے دوران ہوا اور گواہل تشیع کا ظہور بھی اسی دوران میں ہوا اور وہ لوگ کھل کر بہت بعد میں سامنے آئے مگر اس گروہ کی بنیاد سیدنا فاروق اعظم کی فتوحات ایران کے دوران میں جلو لا اور نہادند کے مجوسی غلاموں کے ہاتھوں رکھی گئی ان لوگوں کی سازش فروز کو مجوسی کی شکل میں سیدنا فاروق اعظم کی شہادت کا سبب بنی۔ ایرانی حکومت کے بقیۃ السیف، ہفتالوں، ہرزباہوں اور گامزادوں کے دلوں میں اپنی شہنشاہی کی تباہی کا بڑا عنصر تھا۔ اور وہ اس صدمہ کو آج تیرہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود نہیں بھولے۔ اس وقت وہ صدمہ تازہ تھا اور وہ ہر ایسا کام کر گئے تھے جس سے ان کے نفیض و عناد کے جذبات کو کسی حد تک تسکین ملتی۔

فاروق اعظم کی شہادت کے بعد سیدنا ذوالنورین کی خلافت کے ابتدائی چھ سال انہی ہر امن کے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں اندر اندر ان لوگوں کے نفیض و عناد کے جذبات میں کھد کھد جاری رہی یہاں تک کہ عبداللہ بن سبا و حبیبہ یودی شاطی بھی ایک نئے انداز سے اسلام کے خلاف سازشوں کے تانے بانے تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔ واقعات کا سیاق و سباق اور اسباب و علل کا مالد و ما علیہ ان امور کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ سیدنا عثمان کی شہادت بھی سیدنا فاروق اعظم کی شہادت کی ایک کڑی تھی۔ سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد یہ لوگ کھل کر سامنے آ گئے اور سیدنا علیؑ کو گھیر گھاڑ کر خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ آپ کے ہاتھ پر جنت خلافت کرنے کے بعد تباہی کو انہی نے اپنی تحریک کا رز سرگرمیوں کے لئے ناموافق سمجھ کر سیدنا علیؑ کو آمادہ کیا کہ کوثر کو دار الخلافہ بنایا جائے جو کہ کوثر ایسی سازشوں کے پھینکے لئے موزوں تھا۔

سیدنا علیؑ کے خطبات کو اگر کچھ سمجھ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی خلافت



کا تمام زمانہ ان لوگوں سے نکالاں رہے اور آخر ان لوگوں کے ہاتھوں ہی خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے بعد سیدنا حسن نے ان لوگوں کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد خلافت کا پتہ جو ہم کو چھوڑ دیا۔ آپ کی مومنہ فراموشی سے خوب سمجھ دیا تھا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر کوئی کام نہیں کیا جاسکتا اور ان کو سیدھا کرنے کے لئے سیدنا معاویہؓ سے بہتر تمام عالم اسلام میں کوئی انسان موجود نہیں ہے۔ سیدنا حسنؓ کی یہ فراموشیؓ کی پیشگوئی کی تعبیر تھی۔ اگرچہ سیدنا معاویہؓ نے سبائوں کے کس بل نکال کر رکھ دیے، مگر کسین و رابین مملکت میں یہ لوگ نہ زمین اپنی تخریب کا راز سرگرمیوں میں مصروف رہے وقت موعود پر معاویہؓ بھی اللہ کو چار سے ہو گئے اور حسنؓ بھی۔ اب سیدنا امیرؓ نے مکرر آرائے خلافت تھے۔ یہ لوگ تبدیلی خلافت کو ایک نیک سگنل سمجھ کر سیدنا حسینؓ کو گھیرنے میں کامیاب ہو گئے اور آخر کربلا کا سانحہ ولد و زار واقعہ مگر خراش پیش آیا۔ یہاں پہنچ کر یہ لوگ واضح طور پر شیعان علیؓ کے نام سے فتنہ شہور پر فودار ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تو اس وقت یہ لوگ شیعان علیؓ تھے نہ اب ہیں۔ اس وقت بھی اسلام دشمن سرگرمیوں میں نہ ماسکتے اور آج بھی اسی ڈگر پر رواں دواں ہیں۔ اس کا رستہ بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے تمام عقائد مجوس و یہود کے عقائد کا چرہ ہیں۔ ۱۵۰۰ سالہ نبی علیہ السلام نے پیش کیا تھا اس کی ایک بات بھی ان کے دین میں موجود نہیں۔ میں نے ان سطور میں جن امور کی طرف اشارات کئے ہیں ان کی حقیقت بالتحقیق بالوضاحت اور مدلل طور پر میری اپنی سابقہ تالیفات حقیقت مذہب شیعہ، مقام صحابہؓ، بنات الرسول، عزت رسولؐ اور واقعہ کربلا میں بیان کر چکا ہوں۔

اگر بات یہ ہیں تاکہ کسی یعنی یہ لوگ اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق یا اپنے روحانی آب و جد کے عقائد کے مطابق اپنی تیار کردہ دینی دنیا میں جو چاہتے کرتے تو ہمیں ان کے حالات اہل سنت کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی مگر بات بہت آگے بڑھادی گئی۔

ان لوگوں نے بظاہر نبی علیہ السلام اور تین چار صحابہؓ کے علاوہ آج تک کسی

کو معاف نہیں کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام اور ان تین چار صحابہؓ کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ ان کی زبان میں اللہ کو بدعا ہونا ہے محمد رسول اللہؐ پر سب سے پہلے لفظی سے قرآن لائے اصل یہ قرآن علیؓ پر نازل ہوا تھا۔ مگر ہمیں ان کے ان نظریات پر بھی کوئی اعتراض نہیں تھا جبکہ وہ اپنی بد زبانوں کو اپنی محفلوں تک محدود رکھتے۔ مگر ان کی طلبیانہ سرگزشتوں نے اہل سنت کی باہل اکثریت کو اپنے بخول میں جاکر ان کے عقائد میں ختم اندازی کی ہے۔ اس صورت نے مجبور کر دیا کہ ان لوگوں کے حالات بیان کر کے اہل سنت کے جاہل طبقہ کو ان غلط فہمیوں سے نکالا جائے۔

کتنی حیرانی کی بات ہے کہ نبی علیہ السلام نے جسے مہدی و ہادی فرمایا ہو اور جس سے متعلق ارشاد مغفرت موجود ہو ایسے لوگوں کو آج اہل سنت کا ایک کثیر گروہ اپنی بہت کی وجہ سے اہل تشیع کی طرح برے لفظوں سے یاد کرتا ہے۔ اور اپنے خرمین دین و ایمان کو نذر آتش کئے جاتا ہے۔

شیعی نظریات جس جا کہ سستی سے تیرہ صدیوں سے اہل سنت کے اذہان و قلوب کو مسموم کر رہے ہیں۔ ان کے پیش نظر اہل سنت کے علماء کا فریضہ تھا کہ وہ اپنے دینی رفیق سب ابوالعین، آئین، باجہ و غیرہ کے ذریعہ اختلافات کو نظر انداز کر کے اس فتنہ عظیم سے اُمت کو آگاہ کرتے مگر افسوس کہ ان علماء کی اکثریت اپنے فروعی اختلافات پر اپنی تمام علمی کاوشیں اور ذہنی صلاحیتیں صرف کرتی چلی آ رہی ہے اور آج تک اہل فتنہ کی طرف سے شتر مرش کی طرح آگاہیں بند کئے بیٹھی ہے اور عوام شیعہ دنیا کی تیار کردہ مشرک و بدعت کی صحبتوں میں کودتے چلے جا رہے ہیں، مگر کتنی علماء اہل سنت نہیں ہوتے۔ بلکہ غضب خدا کا کتنی علماء میں سے بھی سیکڑوں عاملین جبرہ دستار اختیار کئے سرخوں میں سر ملا کر انہیں کا سارا گلاب رہے ہیں یہاں تک کہ شافعی عبد العزیزؒ جیسے نالغہ عصر جن کے قلم سے تحفہ اشاعرہؒ جیسی ضخیم کتاب لکھی گئی پارہ غم قیسا لوگوں کی تعبیر لکھتے ہوئے غیر محسوس کے طور پر شیعہ و سنی کارہوں سے متاثر ہو کر انھیں اہل وجہ علی عبادتہ لکھنے سے باز کر کے توان مکتہ

میں مادہ شمشاد کا کیا ذکر؟

زیر نظر کتاب ”شہادت ذوالنورین“ کے نام سے مہموم کی گئی ہے اور اس میں صرف آپ کی شہادت کے واقعات ہی سموئے کی کوشش کی گئی ہے مگر اس کے بین السطور میں وہ اسباب و علل اور وہ واقعات و حالات خود بخود سامنے آتے چلے گئے ہیں۔ جو دنیا نے شیعیت کے مالروما علیہ پر خود بخود منطبق ہوتے چلے گئے ہیں۔

## سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام - عثمان

کنیت - اسلام لانے سے پہلے ابو عمرو۔

اسلام لانے کے بعد سیدہ زینہ بنت رسول اللہ سے نکاح کیا تو حضرت سیدہ کے بطن سے سیدنا عبد اللہ پیدا ہوئے ان کے نام پر ابو عبد اللہ کی کنیت سے مشہور ہوئے لقب - ذوالنورین۔ جعفر و سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے سیدہ زینہ اور سیدہ ام کلثوم آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ذوالنورین کے لقب کے متعلق گذشتہ صفحہ ۱۱ میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

۱۔ بناات الرسول شیعہ شیعی کا پرانا نزاعی مسئلہ نہیں بلکہ دور حاضر کے شیعوں کی ایجاد ہے شیعہ مذاہب کی صحاح الربعہ اور دیگر تمام ائمہات الکتاب میں نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کا ذکر موجود ہے اس سلسلہ میں راقم کے دور رساق مکتوبہ مفتوح اور بناات الرسول طبع ہو چکے ہیں مؤخر الذکر میں چند شیعہ علماء سے اس موضوع پر خط و کتابت ہے اس موضوع پر جھڑک ڈھیل رہا و پلورہ ہیں مولانا عبد الرضا تونسوی اور مولوی محمد اسماعیل شیعہ کے درمیان شعبان ۱۳۸۰ھ میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ مولوی اسماعیل کوئی جواب نہ دے سکا۔

میرے رسالہ بناات الرسول کی طباعت کے بعد مرزا یوسف حسین نے البتول نامی ایک رسالہ لکھا اس میں مذکور جیسے وہ کی گویا دیا چنانچہ لکھا ہے کہ سیدہ زینہ بمقامت جو کی نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئیں مگر پہلے نکاح سے آپ کا رت محفوظ رہی اور اطف یہ کہ اس کتاب میں وہ سیدہ زینہ، زینبہ، رقیہ اور ام کلثوم کو پہلے خاوند کی اولاد قرار دیتا ہے ناطقہ سرگربال ہے اسے کیا کہیں۔ اس کے بعد کسی گل دور کو یہ انکشاف ہوا۔ وہ برسے سے اس بات کا ہی منکر ہے کہ سیدہ طاہرہ کا کسی سے نکاح ہوا تھا وہ کہتا ہے کہ آپ کنواری علیہ السلام کے نکاح میں آئی تھیں (اگلے صفحہ ۱۲)





**سیدنا شہداء اور اسلام** نبی علیہ السلام کی ولادت یا سعادۃ سے پانچ سال بعد پیدا ہوئے اس حساب سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت آپ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ سیدنا صدیق اکبر، ام المومنین سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام اور سیدنا زید کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اسلام لانے کو یا اسلام لانے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر ہے بقول ابن سعد حضرت بلقیات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔

**دشمنان اسلام کی طرف سے زیادتی** جب آپ کے چچا حکم بن ابی عاص کو آپ کے رشتے سے آپ کی مشائخ یا مذہب دین اور دھمکاتے ہوئے کہا کہ تو اپنے باپ اور اجداد کے مذہب سے منحرف ہو گیا ہے خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تو اپنے آپائی دین پروردہ آجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دین اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا۔ خواہ یہ الویشیں بہت سی میری جان بھی کیوں نہ چلی جائے۔ اللہ سے استقامت! کئی مرتبہ چپانے چپائی میں لپکتے کہ اوندھے منہ و خست سے باز رہ دیا اور نیچے سے دھواں دیا۔ مگر آپ نے نہایت صبر و استقلال، جرأت و پامردی اور حوصلہ مندی سے یہ تکلیفیں برداشت کیں۔ اور مذہب اسلام پر ثابت قدم رہے۔

**سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ سے نکاح اور ہجرت حبشہ** سیدہ رقیہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔ منسوب ہو چکی تھیں ابولہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ کا نکاح سیدنا عثمان سے کر دیا جو کہ قریش مکہ کی ایذا رسائیوں و بدنامیوں جاری تھیں اس لئے نبی علیہ السلام کے حکم سے بارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ کی طرف ہجرت فرمائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ہجرت کے قافلہ کے امیر بنے مگر چار سال کے بعد واپس آ گئے۔ غزوہ بدر کے وقت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اس لئے نبی علیہ السلام نے سیدنا عثمان

کو اپنی پیاری بیٹی کی تیار داری کے لئے گھر پر چھوڑ دیا تھا۔ فتح بدر کے بعد حبشہ انصر۔ نبی علیہ السلام واپس تشریف لائے تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا فرمائی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے بدر کی غنیمت سے آپ کو پورا حصہ دیا اور انہیں اصحاب بدر میں شمار فرمایا۔

**سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ سے نکاح** سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا گیا آپ خاموش رہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بہتر شہرہ رکھنے والا اور عثمان کو حضرت بہتر نبی ملے گی۔ اس کے بعد سیدہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا اور سیدہ خنساء بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا شرف حاصل ہوا۔ اور سیدنا عثمان کو بلا کر کہا یہ حضرت جبریل علیہ السلام سے ہیں اور اللہ کا پیغام لائے ہیں کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سے ماں چالیس اہل بیت دیگر مسمیاں بھی تھیں تو میں نے بعد و گھر عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

**صلح حدیبیہ یا جنگ جمل صفین کا پس منظر** اس عنوان کو پڑھ کر ایک اندازہ لگایا کہ اس کا تعلق کیا ہے۔ امیر مومنین کے معرکوں سے کیا تعلق؟ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جسے آج تک کسی محقق یا مؤرخ نے چھوڑا نہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہی وہ غور و فکر ہے یہ بھی شیعیت کی رسیہ کا۔ ہوں کی ایک کڑی ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں غزوہ احد میں شامل تھے۔ غزوات الرقاع اور طحان میں نبی علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ صلح حدیبیہ میں غزوہ بنو النضیر اور صلح حدیبیہ میں غزوہ خندق میں آپ شامل تھے۔ ذی قعدہ صلح حدیبیہ میں نبی علیہ السلام عمرہ کی نیت سے غازیہ مکہ ہوئے۔ ذی الحلیفہ کے مقام پہنچ کر احرام باندھا حتیٰ کہ مکہ نظر سے ۹ میل کے فاصلہ پر حدیبیہ کے تمام پہنچ کر اہل اہل فرمایا قریش مکہ کو جب حضرت کی نیت کا علم ہوا تو خانہ کعبہ کی زیارت سے مانع ہوئے۔

نبی علیہ السلام نے اپنے ہاں شادوں کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم نے  
مکہ کے پاس ایک سفارت بھیجی جائے آخر چودہ سو صحابہ کرام میں سے یہ سعادت صرف سیدنا  
عثمان کے حصے میں آئی آپ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ اب یہاں واقعات کے سیاق و سباق کو  
ملاحظہ فرماتے ہوئے اس انتخاب کی طرف دیکھیں کہ سیدنا عثمان کا مقام کس قدر بلند تھا۔  
مورخین بیان مختلف روایات بیان کرتے ہوئے بڑی بڑی ذہنی درخششوں سے کام لیا ہے  
مگر حقیقت کی طرف کسی نے ایک اشارہ نہ کیا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ پر امن کروں  
گوں واقعات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا ہر بعد میں پیش آنے والے تھے اور جن سے مقام  
عثمان واضح ہونے والا تھا یعنی سیدنا عثمان کو انصاریوں کو سال ۲۸-۲۹ سال  
بعد گنبد نضرہ اندر مسجد نبوی کے سایہ میں تلاوت قرآن مجید کے دوران شہید ہوا تھا۔ اور  
اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی کہ خون عثمان کا قصاص نہ لیا جائے اس لئے عثمان کو گھوڑا  
بچھڑا کر اس بات کو شہرت ملی کہ عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں اور اس خبر پر خون عثمان کے قصاص  
کے لئے چودہ سو صحابہ بیعت لگتی اور ان کے لئے اپنی رضا مندی کی سعادت کا  
ارشاد فرمایا اور اس واقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ **لَا تَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَمَا كُفِّرُوا بَعْدَ مَا جَاءَهُمْ**۔  
اس نکتہ کے لفظاً آپ آگے چل کر دیکھیں گے۔

ہجرت مبشر کے بعد دوبارہ مدینہ منیہ میں نبی علیہ السلام کی نیابت کے بعد آپ کا  
یتیم اور ارماتہ الغریب سیدنا عثمان بیعت سیرت کے تشریف لے گئے مگر آپ کے واپس  
آنے میں دیر ہو گئی اور انہوں نے جیل گئی کہ آپ شہید کر دیئے گئے ہیں یہ سن کر نبی علیہ السلام  
ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور خون عثمان پر جیت لی کہ یا ہم خون عثمان کا قصاص  
ہیں گے یا خود بھی ہو کر شہید ہو جائیں گے خون عثمان ہر مرتبے والوں کی یہ بیعت ان کے  
لئے اب نہ ذول کبریا کے حکم سے نہ ذول جلال کے حکم سے نہ ذول جلال کے حکم سے نہ ذول جلال کے حکم سے  
مومنوں سے نہ نبی ہو گا۔ جلد در درخت سے تھرتھرتے ہوئے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں  
میں ہر وہ گھمسنے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر امینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی  
فتح خلیفہ قرنی اور بیعت کی غلیظت میں ہمیں وہ عامل ہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے۔  
ترجمہ سورہ فتح

اسے عثمان تیری ذات والا صفات کے قربان تیری وجہ سے ان چودہ سو صحابہ  
کنندگان ہی کو امینان کی دولت نصیب نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک تیری ذات بھر سے  
محبت رکھنے والوں کے لئے موجب امینان رہے گی۔ ان چودہ سو سے پہلے ذکر مانی کے  
لفظ سے نہیں دیکھے بلکہ تیرے نقش قدم پر چلنے والے قیامت تک یہ نفا سے دیکھتے رہیں گے  
ان چودہ سو کی غلیظتوں سے نہیں گونا گوا بلکہ جب تک یہ آسمان و زمین قائم ہیں مسلمان تیری  
غفلتوں کے گیت گاتے رہیں گے اور غلیظتوں سے نوازے جلتے رہیں گے اور ہر حبیب نبی علیہ السلام  
نے کچھ کہیں شخص کے لئے اتنی بڑی تشریف منہ ہو رہی ہے تو اسے اس سعادت سے  
کیوں محرومی ہو۔ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ سیدنا عثمان کا ہاتھ تو کسی  
محمد اللہ تعالیٰ کو حق امین بیعت کی بشارت سے سب کو سرفراز فرما کر سعادت داریں  
سے شرف فرمایا۔ ہر کے بعد دوسرا موقع ہے کہ سیدنا عثمان کی عدم موجودگی میں انہیں جو  
اصحاب میں شمار فرمایا گیا یہ ذوالنورین کی ہی ایک شق تھی۔

اب میں آپ کو جس وصف کے معرکوں کے پس منظر کے قریب لا چکا ہوں اور آپ اچھی  
طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ خون عثمان کے قصاص کے سلسلے میں جو صحابہ کرام بیعت رضوان  
کے موقع پر موجود تھے ان میں سے مکمل وصف کے معرکوں کے وقت تک جس قدر  
تھے ان پر اس بیعت کی وجہ سے خون عثمان کے معاملہ میں قصاص کا معاہدہ ایسا فرض فہم  
تھا کہ ان کو کوئی کو بیعت رضوان کا منظر یا دعوت اسی بیعت رضوان سے تہجد ہوئے  
کے لئے ان کی تلامذہ خون عثمان کے قصاص کے لئے ایسی بیعت نام ہو گئی کہ جب تک  
ان سے جو کچھ ہوا انہوں نے کیا۔ خون عثمان علم الہی میں کوئی معمولی الامیت نہ کہ کثرت  
کا کسی ہزار بلکہ ایک لاکھ سرگردوں سے الگ ہونے کے باوجود اس وقت تک دنیا میں اس  
قائم ہو سکا جب تک سیدنا امیر معاویہ نے قاضی عثمان کا ایک ایک ذرہ نہ ہٹا کر اصل  
بجہ نہ کیا۔ اگر بیعت رضوان میں شامل اصحاب میں وصف کے معرکوں میں شری ہو کر اپنے  
بیعت کا فریاد ادا کرتے تو خون عثمان کا قصاص کی غلیظت کی غلیظت کے تحت عالمی  
میں نہ ہونے میں نہ تھے بلکہ بقول ابن عباس ان پر چھروں کی بارش برساتی جاتی۔





ان سے غیرت حاصل کرو اور دیکھو کہ دنیا نے کیا کارہ کے وہ لالچے پیسے کو ہر گئے جنہوں نے پڑے پڑے محفل میں زندگیاں بسر کیں اور دنیاوی آسائشوں سے فائدہ اٹھاتے رہے اس دنیا کو اسی مقام پر رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اور آخرت کی پہلائی طلب کرو اللہ تعالیٰ نے اس کی بہترین مثال بیان فرمائی ہے۔

”اے نبی ان کے سامنے اس دنیا کی مثال بیان کرو کہ یہ زندگی باسکی ایسی ہے جیسے آسمان میں بارش ہوتی ہے تو اس سے قسم قسم کا سبزہ اُگ آتا ہے لیکن

اور نہ کہ خشہ صحرایہ نہ عیدہ اللہ کو گرفتار کیا گیا سیدنا فاروق اعظم کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان سر آرائے خلافت ہوئے تو سب پہلے ہی مقدمہ آجکے پیش ہوا آپ نے سیدنا عبید اللہ کو بزرگانہ کے بیٹے کا قبائلی کے حواس کو یاد کیا اور ان پر ایمان تھا اور اپنے باپ کی سازشوں سے خوب واقف تھا ختم کہ نہ دھوکہ نہ دھوکہ یعنی احمد اللہ نے سیدنا عبید اللہ کو جو دیا جسکو سیدنا علی سیدنا عبید اللہ کو تمام امتوں کے لئے رکھنے کے حق میں تھے۔

المنبت والعباد کے لئے غلط قسم کے عالمین جواب و ہر شیئی وسیعہ کی دنیا کی پہلوئی میں مسموم کی حیرت سمجھ رہے ہیں کہ کیا ہے حضرت عثمان اللہ سے بیت المال سے خیر کی رقم دیکر عبید اللہ کو آنا دیا تھا اور سزا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی مال سے خیر کی رقم ان کی حق مالک جری جیسے رافضی کے ان اتفاقوں کو کہ اللہ کا وہاں ہیں اس ذہنی و پیش کی ستر سے ضرورت ہی نہیں تھی اب انہوں نے دیر کے لئے آگے بڑھنے سے پہلے اس مقام پر نہ کہ جائے سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد سیدنا علی نے سر رکھنے کی خلافت ہونے کے بعد سب پہلے بائیں کی گرفتاری کا حکم دیا گویا دس سال پرانا قصہ ہے تاہم راجا باہاگر سیدنا ام المومنین خاتون خورانی اعظم نے گدی چڑھ کر عبید اللہ کی پہلوئی والہ زمین آگے آئیں ایک طرف انہوں نے باپ کو سمجھایا اور دوسری طرف عبید اللہ کو کہا کہ جیسا کہ شرم میں معاشرہ کے پاس چلے جاؤ زمین خطاب عطا دی جائے گی سیدنا علی کا یہ طرز عمل ناقابلِ فہم ہے کہ ایک کافر یا ذی کے قاتل کو دس سال کے بعد بھی گرفتار کرنے کے لئے جے میں ہیں مگر قاتلان عثمان کو گرفتار نہ کر کے سوائے اپنے شیر اور قریق بنانا یا اللعجب! (باقی صفحہ)

انجام کا دیکھو جس غنا شک ہو کر اسی میں مل جاتا ہے کہ جو اسے اُڑائے چرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر زبردست ہے۔ یہاں اور اولاد تو دنیاوی عزت کے لئے ہے بقا صرف اعمال صالحہ کو ہے جن کی جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین ہے۔

اس خطبہ کے بعد آپ نے عہد کی نماز پڑھائی یہ پہلی نماز تھی جس کی امامت آپ نے فرمائی۔ معلوم دنیا کے نصف سے زیادہ حصہ کی شہنشاہی پر سہارا ہونے کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے ریشی کے ایسے کلمات میں آدمی کے زبان سے نکلیں اس کی قوت ایمانی بنیشت ایزدی توجہ الی اللہ اور روحانی تبدیلی کا اندازہ لگانا انسانی عقل سے باہر ہے۔

راشتر پر دلاؤ رشتہ یعنی تعلق میں یہ بھی مذکور ہے کہ تمام نبوی خلافت کے گیمپک انتظام سیدنا علی کے ہوتے تھا اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ یاد رکھ لینے میں کوئی امر مانع نہیں کہ اس تمام سازش کا سیدنا علی کو علم تھا بقول طبری شہادت فاروق اعظم سے تین دن پہلے کو سیدنا ابی بنی الاجمار نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی زندگی کے تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ جب فاروق اعظم نے وفات پائی تو کعب بن مالک اور حضرت اس تدرکجا کوایت کی ایک حدایت کے مطابق کہ یہ راہب اور بطری خلافت راشدہ (۶۳۲-۶۳۴) علامہ بخاری کہتے ہیں کہ اگر کعب والی روایت صحیح ہے تو وہ بھی اس سازش میں شریک تھے دھرمین خطاب ملظاوی (۵) آج عبید اللہ بن سبا کو موجودہ شیعیت کا بادی آدم کہا جاتا ہے مگر وہ تو ان روایات کی موروثی میں اس اصل خاکہ میں جو سیدنا فاروق اعظم نے نہاد میں جو اس بیودا و میثا رت کے شکر منقولے سے تیار ہو چکا تھا صرف رنگ بڑھاتا والا تھا حق کے واقعہ پر اس سے پہلے حدیث بھی اسی قسم کے الفاظ کہہ چکے تھے۔

شیعیت کے ڈانڈے کس طرح مجبوریت سے ملتے ہیں اس پر زور دیا جاسکتا ہے فوج مجوسی کی خود کشی کے دن کو تمام شیعہ عید یا با شجاعت کے نام سے مناتے چلے آ رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں ہندو معتمد ہولسٹر جو بد مسلم ریڈیٹنٹ مولانا اختر کے معتمدین قیصر التواریخ عید اللہ تاریخ اور عہد علی (۶۳۲) اور شہر شہر عہد الفخری نے فریون کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ کر گویا اس بات کا انھوں نے ثبوت پیش کیا ہے کہ شیعیت مجوسیت کا چرم ہے بلکہ مجوسیت زندہ بقیت و پرویت۔ مزدکیٹ و نافریت اور باحیث و قریع عقائد باطل کا مغرب ہے۔ فاروق اعظم اس فقرہ پر زور دے گا کہ پہلا حکمران ہے اور سیدنا ذوالنورین (باقی صفحہ)

## فتوحات

۲۵-۲۳ میں سکندریہ کی بنیاد تفرک اور دہریوں کو مار پیٹا یا کر مینا فتح ہوا اسکندریہ طرابلس، طبرستان، الجیرا اور مراکش فتح کئے۔ بیت اللہ کو وصیت

دی ۲۷ قبرص کا جزیرہ اور چین کا کچھ حصہ فتح پر ۲۸ میں فارس کا کچھ حصہ اور ہندوستان ۲۹ مسجد نبوی کو وصیت دی۔

۳۰-۳۱ میں نیشاپور، سرخس، گرگان اور سجستان فتح کئے۔ بڑے گرد اسی سال قتل ہوا۔ اسی بڑے گرد کے امیر شہر باقونامی بیٹی پیدا کر کے فاروق اعظم کے زمانہ میں مدینہ پہنچی اور سیدنا حسین کی زوجیت میں، چینی اور روسی ترکستان کے شہروں کے علاوہ طالقان، فاریاب، جوزجان، طغرستان، پنج اور بخارا فتح ہوئے۔

احادیث گذشتہ صفحہ دوسرا شمارہ اور ان لوگوں نے ہی سیدنا علی کے فرقہ اور یہ خلافت کا کس کا رکھا اور انہیں ملی وصفیں کے مرکوز میں گھسیٹے پھرے آخر ان میں سے ایک نے آپ کو بھی شہید کر دیا اور ان لوگوں نے ہی سیدنا حسن کو ندی المومنین کے لفظوں سے قتل کیا اور آخر سیدنا حسین کو کوفہ کا شہید کر کے تواریخ بن گئے اور آج تک اپنے گھنے پریشہ رہے ہیں۔

صلوات تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ جب محرم ۱۲ میں کاسطہ کا محو کو مہر اور بزرگروں کی عمر ۱۱ سال الف ۲۳ میں فاروق اعظم کی شہادت کے وقت بزرگروں ۴۵ سال کا تھا بلولہ کے مرکز میں جو ۱۰ ہجری میں مر گیا اس وقت بزرگوں کی عمر ۱۸ سال تھی اسی مرکز میں ایران کے لوگوں کو قدامت بزرگوں لایا گیا۔ گویا ۸ سال کے بونٹے کے گھر شہر باقونامی کی فوج ان لوگوں کو جو ہجری ۱۲ ہجری میں سیدنا حسین کی عمر ۲۰ سال کے درمیان تھی کسی عجیب عجوبہ طور سے یہ بے سود ہوا داستان تراشی ہے۔ اسے یہ خیال بھی نہ آئے کہ اگر میں ۸ سالہ بونٹے کے لئے کیا غزواتی کھنگو و فوج کر رہا ہوں میں نے پتہ نہیں میرے برادر کے صلوات ۱۲۰۰ شم ۱۲۰۰ میں تھے قلعہ میں کوش کی بہت دیر تھی وہاں سیدنا حسین کے سن پیدائش کے متعلق جو کچھ ہوا ہے آپ کی پیدائش ۱۰ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی اس سے عزت بڑی مشکل ہے ۱۰ ہجری تاریخ پیدائش کو گئی ہے حضرت حسین کے سینہ پیدائش کی تحقیق کے لئے میری تالیف حسن بن علی دیکھئے۔

## فتنہ کی ابتداء

سیدنا عثمان کی خلافت کے ابتدائی چھ سال حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ سے بھی زیادہ پُر امن تھے مگر بعد کے زمانہ میں ان بد باطن تخریب

عناصر نے جو بے چارے اُڑائی تشرع میں اور آج تک جن بے سرو پا روایات سے تائید کے صنعت کیا وہ کٹے جا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تاریخی بددیانتی کی مثال ملنا محال ہے اسی زمین میں تخریبی تحریک کے داعیوں نے مختلف مقامات پر کہیں یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ بعض بدعات کو رواج دے رہے ہیں بعض مقامات پر اس قسم کی افواہوں سے عوام کو گمراہ کرنا شروع کیا گیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو عوام پر ترجیح دے رہے ہیں آہستہ آہستہ ان افواہوں نے دور پکڑنا شروع کر دیا حالانکہ یہ سب محض کذب و افتراء اور آپ کی ذات پر سراسر بہتان تھا نہ انداز عقیدت میں یہ روایت بیان کی جا چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے جیش عسرت کے موقع پر فرمایا تھا کہ آج کے بعد عثمانؓ کا اس کا کوئی فعل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آج اگر ہمیں کوئی طبع اس کا یہ مطلب افذ کرے کہ خدا نخواستہ اگر عثمانؓ کہیں اسلام سے کسی برگشتہ ہو جائیں تو ان کا ارتداد ہو جائے ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ اس کا فعل مفہوم یہ تھا کہ عثمانؓ کی نظرت میں نیکیاں اور پاکیزگیاں اس طرح جاری و ساری ہو چکی ہیں کہ آپ اس بات کا امکان ہی نہیں کر ان سے کسی برائی کا صدور ہو سکے چنانچہ اس زمانہ کے ایک عربی شاعر کے ایک طویل قصیدہ سے چند اشعار نقل کرتا ہوں۔

لا تأسوا کلوا ابداً وجیرا سکر سرفرا  
اسے ناسقا عثمانؓ کے زمانہ میں لوگوں کا مال و ثروت  
اصل الاعاذۃ حق ملک ابن عثمان  
لکھا۔ اچھی علامت ہے کہ عین حضرت عثمانؓ کی حکومت میں

عثمان ابن عفان العزیز جبریتہ  
ابن عفان وہ ہے جس کا قہر تم کہے ہو وہ میرا  
قتل المصوص بحکمہ امیر قبا  
قرآن کے حکم کے مطابق قتل کرتا ہے۔

ما نزال لعل یا الکتاب مصیبتا  
ہمیشہ سے قرآن کے حکم کی حفاظت کرتا رہا ہے اور لوگوں  
فی کل عنق لمنہم دینان  
کے اعطا ہوا حج پر اس کے احکام جاری کرتا رہا ہے

**عرب یہود** | نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت مدینہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ و بنو قریظہ غلہ فروشوں کی مختلف مویشی پر اسلام دشمنی کر رہے تھے اور جو ہر مسلمان کو مار دیتے تھے کہ ہم اچھے مہمانوں کی طرح ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ سز وہ بدر کے موقع بنو قریظہ غلہ فروشوں کے چند افراد نے ایک سامانِ عورت پر دست دراز کیا کی جب ان سے پوچھا گیا تو تمام قبیلہ آمادہٴ فساد ہو گیا۔ لہذا تمام قبیلہ کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔

مسند دو میں نبی علیہ السلام ایک دیوار کے نیچے تشریف فرما تھے کہ بنو قیس کے چند بدمعاشوں نے اپنے سردار دوس کے ایماء پر آپ پر پتھر مارا کہ آپ کو خاک بد بنیم ہلاک کھینے کی سازش کی مگر آپ کو معلوم ہو گیا۔ انہیں مدینہ سے لکالہ یا گیا۔ غزوہ احزاب کے موقع پر بنو قیس نے اور بنو قیس نے قریش مکہ کی بھرپور مدد کی۔ اور بنو قریظہ نے جو عربین میں موجود تھے۔ وعدہ خلافتی کر کے عین محاصرہ کے ایام میں محمدؐ اور دوسے ہمراہ تعاون کیا۔ اس جرم میں اس قبیلہ کے تمام مرد قتل کر دیئے گئے مشہور ہندی ریش کوپ بن اشرف کو چند ہمارے پہلے ہی قتل کر چکے تھے۔

مجموعہ دیہادگان گٹھ جوڑ

مجموعہ دیہادگان کے روابط کی طرف توجہ میں اس بات کے ساتھ کہ یہاں پہلے ہی نشانہ دہی کی جا چکی ہے جغیت عیسائی کا فاروق اعظم کی شہادت کی سازش میں شریک ہونا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لاہوریت، مجموعیت اور عیسائیت کے ہیرو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے تھے ہرمزان کے قتل کے بعد ان میں کوئی مرکز کی شخصیت نہ رہی۔

ان تجزیہ عناصر کا کھوج لگانے کے لئے ہمارے پاس اس زمانے کے واقعاتی تسلسل کے طور پر کوئی واضح ثبوت موجود نہیں مگر تاریخ و روایات میں بہ کثرت واقعات کو جمع کر کے دیکھیں تو ایک منظم سازش کا ہیولی اُلکھو کہ سامنے آجائے اور میں ان سطور کے ذریعہ آپ کو اسی مقدم کی طرف سے جانا چاہتا ہوں جو آج تک نادینی پردوں میں کوسا

اس قدر کی سیاسی تاریخ کی دلیل سے صحیح کسلاوت پارکھنے کے لئے محتاط اور متناظر دلائل کے پس منظر سے حقائق کو پیمانہ کر پیش کرنا جو مشرے لئے کئے ترازوں ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر جو جس ویہود کے تیار کردہ جوئے کی کٹھن میں بڑے بڑے جغرافیہ کی قسم کے ورثہ ہمش کر رہ گئے اور اپنی کم علمی، کم عقلی اور عدم بصیرت کو مشاجرات دہا بڑے ذیل میں چھپی کر اصل حقائق کا کھوج لگانے سے ہی دست بردار ہو گئے۔ انہیں صرف یہی پہنچا تھا کہ دیکر بنی علیہ السلام جس جماعت کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے سب کے سب ایسے اعلیٰ درجہ کے بلند کردار لوگ تھے کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی انہوں نے سیاست کی خطا ناک الجھن میں نہ کبھی تقویٰ اور دیانت کو اتار دیا۔

مگر اس بات کو یہ مورخ قطعاً بھول گئے کہ مدینہ میں صرف صحابہ کرام ہی نہ تھے کہ ہم مشاجرت صحابہؓ سے دامن بچاتے بچاتے ان منافقین کی کاروائیوں کو بھی نظر انداز کر دیں۔ جبر عبداللہ بن سبا کی روحانی ذریت کی صورت میں پیدا ہوتے چلے بارہ تھے۔ یہ ان لو مسلم مجوسیوں اور مجوسی غلاموں کو نظر انداز کر دیں جن کی ایک کثیر تعداد مدینہ میں موجود تھی اور ان لو مسلم عیسائیوں یا عیسائی غلاموں اور لو مسلم یہودیوں کو بھی پیش نظر نہ رکھیں جو ایک کثیر تعداد میں مدینہ بلکہ تمام عالم اسلام میں موجود تھے۔

آپ نے گذشتہ سطور میں دیکھ لیا ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے خلاف جو تحریک پروان چڑھ رہی تھی اس سے کٹر صحابہ وقت تھے۔ اور انہوں نے اکثر اشد ادب اور لکڑیوں میں آپ کو آگاد بھی کر دیا تھا۔ مگر وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظمؓ کو کھل کر صبح طور پر کسی نے آگاد نہیں کیا۔ یہ امر یقیناً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سازش کے پیچھے کوئی اہم طاقت کار فرما تھی جس سے دُرُکروں کو کمالیہ حالت سامنے نہ لاسکتے تھے۔ اور ایک ملک سازش کے وہ پیشرو اسباب غیہ و بد پر نہ لاسکتے۔

انتہائی افسوسناک اسباب  
خیمہ کرتے اور بعد میں یہ رنٹا غنی کو غیر مکرانہ خلافت کا نام تھا جسے یہ مجبور کرتا ہے اور



پھر انہیں دارالحکومت تبدیل کرنے پر مجبور کر کے کوئٹہ لے جاتا ہے اور افریقہ انہیں بھی شہید کر دیتا ہے۔ آگے بڑھتا ہے اور سیدنا حسن کو برا بھلا کہتا ہے اور پھر زنجی کر دیتا ہے اس کی طاقت بڑھتی چلی جاتی ہے اب وہ گردہ کھل کر سامنے آتا ہے اور اپنے روحانی آپ جَدِّ کے عقائد کے بغور سے نئے عقائد کا خاکہ تیار کرتا ہے ساتھ ساتھ سیدنا حسین کو کوئٹہ پہنچنے کی دعوت دیتا ہے مگر جب انہیں حقیقت حال کا علم ہوتا ہے اور وہ غازیہ دمشق ہوتے ہیں تو انہیں شہید کر دیتا ہے اور بعد میں تو انہیں کا جامہ پہن کر گریہ و ماتم میں مبتلا نظر آتا ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ سرور میں اس گردہ نے اسلام کے فرائض بھر پور انداز میں اپنی طاقتوں سے کام لیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں میں نہایت چابکدہ سے شرکاء افعال و اعمال کو داخل کیا۔ مگر سادہ لوح مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ آج تک وہ اسلام کے ان اذلی وابدی دشمنوں کو نہ پہچان سکے۔ بلکہ ان کو اپنی جماعت میں شامل کئے ہوئے ہیں اور ان سے سلسلہ مناکحت و مصاہرت بھی جاری رکھے ہوئے ہیں حدیث سے کہ سستی کھلانے کے باوجود چارپاس ساتھ فیصد عقائد بھی انہی دشمنان اسلام کے اختیار کئے ہوئے ہیں اور چستی و قادری و سپہروی تو وہ فیصد انہی دشمنان اسلام کے ہم عقیدہ ہیں بالفاظ دیگر تفصیلی مشیہ ہیں۔

عبد اللہ بن سباؓ کا سب سے والا ایک نہایت ذہین مگر غیاری مرکا۔ چالاک اور فتنہ گر جو دی تھا۔ توریت، انجیل اور قرآن کا عالم ہزار مرتبہ تھا حاضر جواب اور حاضر دماغ تھا۔ یہودی جب جزیرہ نماعرب سے غازیہ المبدعہ کو دیکھ گئے تو وہ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ (روایتی سنہ) اور گمنامی کی زندگی میں حالات کا مطالعہ کرتے رہے۔

ملہ جوہر میں سہا کو کوئی علی حسین شفیقہ اپنی تالیف نہایت تاریخی اسلام پر تحقیقی تبصرے میں ایک فرضی شخصیت قرار دیتا ہے اس شخص کا الیا کہنا تین حال سے خالی نہیں یا تو مذکورہ شخصیت سے نقلی تھا اور کسی دیگر مذہب کے رہنے اور یا وہ اس قدر اپنے مذہب سے بیگانہ ہے کہ وہ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر رہا ہے جس کا ذکر اس کے مذہب کی تمام کتب میں موجود ہے یا وہ جان بوجھ کر اپنے یہودیت کے وجہ سے باقی کے مشغول

عبد اللہ بن سبا کے متعلق علی ماثرہ فی کتبائے کردہ خود نبوت کا مدعی اور علی مرتضیٰ فی الوہیت کا معتقد تھا۔ وہ شروع شروع میں یہ خیال کر کے گوشت نشینی کی زندگی گزارنے لگا کہ ایران کی موسیٰ حکومت یا روم کی عیسیٰ کی مہرت مسلمانوں کو ختم کر دیں گی۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ معلوم دنیا کی یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے سامنے خس و فاشاک کی طرح بے چلی جا رہی ہیں تو اس نے اپنے منصوبے کی ابتدا کی۔ یعنی پہلے اپنے ہم قوم ان یہودیوں سے رابطہ قائم کیا جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے اور ان کی مدد سے ایسے مجوسیوں کو گماننا شروع کیا جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے یا بحالت غلامی زندگی گزار رہے تھے جب اس کے پاس ایک جمیعت فراہم ہو گئی تو اس نے تمام نہایت اسلام میں جہاں جہاں موزوں تھے انہیں اپنے کاروبار کے لیے شروع کئے اور بعد میں خود بھی لکھنؤ اور گنہا شروع کیا کہ علی معبود و برحق ہیں۔

واقعہ غازیہ کوئی مصلحت کے واسطے اسلین کے سامنے اپنے مذہب کی بااعمالیوں کی پود پوچی کرنا چاہتا ہے۔ میں علی حسین اور اس جیسے دیگر شخصیتوں سے پوچھتا ہوں کہ آخر تم لوگ کیسے لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے رہتے ہو گئے یہی علی حسین اپنے اس کتاب میں یہ لکھو مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہوئے تھے کہ ہم نے اپنی کتابیں کو مسلمانوں کے سوا لاکھ کرنا لیا تھا اس کے بعد میں کتب کے حوالے دیتا ہے وہ سب کی سب شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہیں مروجہ مذہب کا مولف مسعودی، تاریخ البلد کا مرفع شریف شامی ابن ابی الحدید، مفسر حسین کا مولف ابن کثیر، نور الایضار کا مولف موصی، تاریخ الشریعہ کا مولف محضری، شہرہ الزمان کا مولف ابن کثیر، تاریخ الامم کا مولف ابن کثیر، کتاب الکلی کا مولف عباسی، انصاف الحکم کا مولف ابو نعیم، دلائل الشہاد کا مولف محمد بن عبد اللہ، تاریخ العرب کے سب شیعہ تھے کتاب المہاسن، ذخیرہ الدلائل، اروضۃ الاحیاء، مصیبت السیر، عوارج النہد، مستطیع النہد، جہنم، البراءۃ، انتم کوئی اور یعقوبی، مہی شیعہ تھے۔ سرائیہ شہادتیں کسی شیعہ کو کہ شاہ عبدالعزیز کے نام سے منسوب کی ہے یہ لوگ کسی طرح جاہل سینوں کو دھوکا دیتے چلے آ رہے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب العلیس۔

تمہاری تمام کتب میں عبد اللہ بن سبا کا ذکر آتا ہے مگر اب تم اسے ایک فرضی شخص قرار دے رہے ہو اپنے پانچویں نام صغیر صافاً کہ ایک ارشاد سن لیں گے وہ باقی دیکھیں۔



اور زواقہ تکلیف کے بعد ہی سبائی پوش بیان علی کے نام سے مشہور ہو چکے تھے ان میں سے کچھ  
اچھے ایک مہر خوارق کے نام سے موسوم ہوئے اور وہ آئے۔ و شہرہ بیت وہ  
منبع جو دو کوم وہ معدن فیوض و برکات انہیں لوگوں میں سے ایک کے ہاتھوں میں  
ہوئے اور عدا العیون و غیرہ

عبداللہ بن سبا اپنے کام کی ابتدا کرتا ہے جس وقت ابن سبا نے اپنے کام کی ابتدا  
کی اس وقت مدینہ النبی کے علاوہ چار  
اور مرکزی مقام تھے کوفہ جہاں کا گورنر امیر بن عقبہ تھا۔ کوفہ سے شرق کی طرف کے تمام  
ذاتی مسوجات اس کے ماتحت تھے۔ بعثہ جہاں کا گورنر عبداللہ بن عامر تھا۔ شرق میں  
امیر معاویہ کی گورنری تھی۔ مشرق میں عبداللہ بن سہل گورنر تھے۔

ابن سبا نے اپنے کام کی ابتدا بصرہ سے کی۔ وہ بصرہ پہنچ کر یحییٰ بن جبلة نامی ایک  
نفر بندہ کو اس کے ہاں مقیم تھا اس کی مدد سے ایک مجلس بنائی اور خط و نسخے پر اسے  
بین تحریب کا سلسلہ شروع کیا۔ بصرہ بعد اس وقت عامر کو اس کی سربراہی میں رکھا گیا۔ اس نے  
نے بلا کمر یافت کیا۔ ماہین سب نے عرب دیا کہ تو مسلم ہوں اور آپ کے ذمیر سایہ رہنا چاہتا  
ہوں۔ مگر ابن عامر کو اس کے اشاروں کنایوں کے پس منظر کا علم ہو چکا تھا۔ اس نے  
اُسے بصرہ سے نکال دیا۔ مگر بصرہ میں وہ اپنے ہم خیال لوگوں کی انجی خاصی تعداد بھیجے  
بھیج دیا گیا تھا۔ کا کہہ مگر ابن عامر اسے ملاطفت کرنے کی بجائے قید کر دیتے یا قتل کر دیتے۔  
بصرہ سے نکل کر کوفہ پہنچا۔ وہاں بھی اُس نے ایسی ہی کاروائیاں شروع کیں وہاں  
سے ولید بن ابی مرہ کوفہ سے نکالنے سے پہلے اُس نے لوگوں سے رابطہ قائم کر کے  
انہیں اپنے دھند پر لگا دیا تھا۔ جنہوں نے علی بن ابی طالب کے گھر ڈاکو ڈالا تھا اور  
اُسے قتل کر دیا تھا۔ اور ولید نے ان سب لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ ان مشرکوں کے دربار  
سب کے سب ابن سبا کی پارٹی میں شامل ہو گئے۔

کوفہ سے نکالنے کے بعد شام میں پہنچا مگر شام میں امیر معاویہ کی سیاست  
پر بڑی غلاظت تھی وہاں اُسے کوئی مہذبہ ملا نہ تھا۔ نہ ابوہریرہ غناری کے دلیلیں

چند شکوک پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابوہریرہ غناری کے بعد وہ حضرت ابوہریرہ کے  
پاس پہنچا اور وہی بات دہرائی جو حضرت ابوہریرہ کے سامنے بیان کی تھی کہ وہ ہم  
مال اللہ کا ہے۔ بات دلی کو لگنے والی تھی اور تھی بھی مگر وہ اس بات سے پر کام نہ آیا  
پا تھا۔ تاکہ امیر معاویہ نے بیت المال میں مال جمع کر رکھا ہے اور اس کا شہرہ طور پر  
کوئی سوار نہیں حضرت ابوہریرہ حضرت ابوہریرہ غناری کی طرح سادہ روح نہیں تھے بلکہ نہایت  
بزرگ ذہن کے مالک تھے انہوں نے سنے ہی پکڑ لیا اور کہا تو کون ہے؟ جو ایسی فتنہ انگیز  
باتیں کرتا ہے۔ خدا کی قسم تو یہودی ہے۔ وہاں سے بھاگ نکلا مگر حضرت معاویہ بن صامت  
کچھ کراؤے امیر معاویہ کے پاس لے گئے۔ اور کہا اسی شخص نے حضرت ابوہریرہ کو آپسٹ اٹھایا  
ہے امیر معاویہ سے ساری زندگی میں اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی تو صرف یہ تھی کہ آپ نے اُسے  
و شوق سے نکل جانے کا حکم دیا اگر آپ اُسے گرفتار کر لیتے یا قتل کر لیتے تو اس فتنہ کا خاتمہ  
ہو جاتا۔ و شوق سے نکل کر وہ سیدھا مصر پہنچا مگر کوفہ انہیں وہاں اپنے ہم خیال لوگوں کی انجی  
خاصی تعداد بھیج دیا۔ اور شرق میں بھی اس کی باتوں پر لوگوں نے بے مبالغہ خیال شروع  
کر دی۔

مصر میں اسے یہ ہولت حاصل ہو گئی کہ مصر مدینہ سے بہت دور تھا۔ بعد ازاں صحابہ  
کو اس کی تعداد بہت کم تھی۔ یہاں بھیجے گئے اُس نے کوفہ اور بصرہ میں اپنے ترابروں سے خط و کتابت  
کا سلسلہ ضرور کر دیا۔ اس کی باطنی میں جو اس الزام کے علاوہ ہم سزا یافتہ قسم کے  
لوگ یا ان کے رشتہ دار شامل ہوئے مشرک ہو گئے۔ گورنر کوفہ ولید بن ابی مرہ کے رشتہ  
داروں نے تبدیل کر دیا تھا۔ اب سعد بن العاص کوفہ کے گورنر تھے بصرہ میں ابن سبا  
کا اچھا جھگڑا تھا۔ ابن سہل کوفہ میں مصر و مدینہ میں اس نے اپنے فتنہ کو بیست  
سے بہت کر دیا۔ علی اور حضرت کے خیمہ سے کچھ چارے سے ابتدا کی۔

ان الذی فرض علیہا حدیث اللہ انی معادہ چ قلع مکہ کو متعلق  
چیکو کی تھی رجعت کے جنوں میں بیان کرنے لگا وہ برسہ مدینہ میں کھتا کہ  
ہر نبی کا وہی مولا ہے رسول کریم کے وہی علی ہیں چو نکہ نبی اکرم قرآن الانبیاء میں۔

اس لئے علی غایت ادا کیا جائے۔

ابن سبأ کو مصر میں ڈکارتہ کر کے مل گئے محمد بن جعفر بن سیدنا علی کا حبیب تھا اس کی صحبت میں سال کے قریب رہی کہ سیدنا علی غنی کی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اسی کی تمام تربیت سیدنا علی کے گھر میں ہوئی۔

محمد بن مذہب، جیسی مذہب کا بیڑہ بنو ہاشم نے عرفان کے میدان میں سیدنا فدیق اعظم کو کہا تھا کہ آپ اس ماہ میں شہید ہو جائیں گے۔ امور نہایت غور طلب ہیں اور اس بات پر حاکم کرتے ہیں کہ اس سازش کا سلسلہ کہاں تک جا پہنچتا ہے۔

دینی فتنہ کے ساتھ ساتھ ابن سبأ نے مختلف شہروں میں بھیجے ہوئے اپنے ایجنٹوں کو ہدایت بھیجیں کہ اپنے مقامات پر سیدنا عثمان کے عاملین کی برائیوں کا بیان کرنا شروع کر دے۔ سمجھا لو کہ جانتے تھے کہ سب فتنہ ہے اور اپنے مشاہدہ کی بنا پر ان شکایات کو جھوٹ اور افتراء سمجھتے تھے۔ مگر سب ایجنٹوں کا ہر پگندہ عوام کے ذہنوں میں اثر انداز ہوتا رہا تھا۔ اب اس کی بارگاہی کے نوکر نے اس کی برائیت کے معافی خیر نہ ہر پگندہ کو ایک نئی شکل دی۔ یعنی بصرہ کے۔ بایں بولت کو بیوں اور مصر لیب کی طرف اس قسم کے خطوط لکھوانے شروع کئے کہ بصرہ کے عوام پر بڑے بڑے مظالم ہو رہے ہیں گو کہ سب ایجنٹوں نے مصر اور بصرہ کے لوگوں کو کھٹنا شروع کیا اور ہر ایک سب ایجنٹ نے بصرہ اور کوثر کے لوگوں کو ایسی اطلاعات ہم پہنچانی شروع کیں۔ اس سبائی فتنہ نے ملک میں ایک عام شورش کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ ہر شخص اپنے تمام پرے اہمیت کی کسی کیفیت کو محسوس کرنے لگا۔

سیدنا عثمان ذوالنورین دریا حال کیلئے اقدام کرتے ہیں | جب شورشیں عروج

لے لیں یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن سبأ نے ہزاروں صحابہ کرام میں سے صرف سیدنا علی کی کوئی تحریک نہ کر سکیوں کے لئے ڈسال کے بعد پر استعمال کرنے کے لئے کیوں منتخب کیا حالانکہ شجاعت، علم، حلم و سخاوت، ایثار اور ہر وہ فضائل صفات میں بعض صحابہ سیدنا علی سے بھی بلند مقام رکھتے تھے۔

برائے گلیں تو سیدنا عثمان نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا فیصلہ ہوا کہ مختلف شہروں میں چند چیدہ اصحاب کو دریافت حال کے لئے بھیجا جائے چنانچہ اسامہ بن زید کو بصرہ، محمد بن سلمہ کو کوثر، عبداللہ بن عمر کو شام اور عمار بن یاسر کو مصر کا طرف روانہ کیا گیا۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ جن اصحاب کو دریافت حالات کے لئے مختلف صوبہ جات کی طرف بھیجا گیا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی سیدنا عثمان کے خصوصی یا ذاتی قسم کے تعلقات نہ تھے چونکہ حضرت عثمان غنی کا ہر دامن میں نہایت پاک طینت، پاک فطرت، نیک نیت اور نیک سرشت تھے اس لئے وہ دیباہ داری سے صحیح حالات دریافت کرنا چاہتے تھے۔

آج بزرگ باطن قسم کے لوگ ان کی ستودہ صفات گرامی ذات پر بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو خصوصی رعایتیں دیں وہ خدا اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اسامہ بن زید جنہیں بصرہ بھیجا گیا وہ اول المؤمنین زید کے بیٹے تھے اور اس لشکر کے سالار تھے جسے نبی علیہ السلام نے اپنی مرضی موت کے دوران ہزار ہا اہل صحابہ کرام کے موجود ہوتے ہوئے اس منصب پر مقرر کر کے مدینہ سے حرکت کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو شام کی طرف بھیجا گیا ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ سابق باالعہد مسلمانوں میں سے تھے زید و تقویٰ میں اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ اہل صحابہ ان کا خصوصی عود پر احترام کرتے تھے۔ حق گوئی میں بے نیام تلواریں تھے۔ محمد بن سلمہ جو کوثر بھیجے گئے۔ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمانؓ کے زمانہ میں محکمہ احتساب کے سربراہ تھے اور تمام امتغای امور اہل ان کے عمار بن یاسرؓ کو مصر بھیجے گئے ان کی ذات بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں اولی الذکر ہر اصحاب تحقیق و تفتیش اور دریافت حالات کے بعد واپس آگئے مگر عمار بن یاسرؓ کو خمدہ پر زول نے مصر سے واپس ہوتے ہی راستہ میں اس خطہ سے شہید کر دیا کہ ان کے واپس مدینہ النبیؐ میں پہنچنے پر ہماری خبر نہیں۔

لے: عمار اور آپ کے والد باپ کو روک دیتے تھے جانتے غلامی اس وقت تک رہا کہ ان کی گارنٹی



مولائے مصر کے تمام مقامات سے تسلی بخش اہل اہل آئیں چونکہ تخریب پسند گروہ  
نہیز زمین اپنی تخریب پسند سرگرمیوں سے کام لے رہا تھا اس لئے بظاہر کوئی فتنہ نہ ہوا  
آیا اس کے باوجود سیدنا عثمانؓ نے اپنے تمام عاملین کے نام اور عام لوگوں کے نام بدین  
مضمون ایک سرکار جاری کیا۔

کھلی چٹھری  
میں حبیب خلیفہ بڑا ہوں ام بالمعروف اور نہی عن المنکر پر میرا عمل ہے  
اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلما نوں سے زیادہ کوئی حق نہیں مگر  
مجھے عربہ کے رہنے والے بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ کام لوگوں کو مارتے اور  
گالیاں دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس خط کے ذریعہ عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو  
خلیفہ طور پر گالی دے گی یا ہتھیایا گیا ہو وہ حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں مجھے ملے گا۔ جو کچھ  
اس پر ظلم ہوا ہو خواہ میرے باحقوں یا میرے عاملوں کے ذریعہ سے اس کا بدلہ

الغیر ما شہدوا فیہ (جس قریب کہنے سے ملاؤں پر عمر میں تھک کر کھاتا یہ عین شہادت ہے) نہ دیکھ کر  
شہید نہیں وقت گزرتا رہا سیدنا عمرؓ نے پچھلے عرصہ میں جو بھی قبی باقی بھی پرانے ایک ایک شہید  
الہستہ میں سیدنا عمرؓ اور ان کے لادہ جھٹھے بھی علیہ السلام نے آپ کو دیکھ کر فرمایا اقتلوا الفتنۃ الباغیۃ  
یعنی ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ آپ کی طبیعت میں یہ دہشتناک عداوت نہ ہو سکتی تھی۔ مگر میں بھی  
بددعا اقامہ موجود تھا۔ نہایت سادہ مزاج صاف باطن اور سادہ کلامی شخص کے ہونے کی وجہ سے آپ کو  
دربافتہ حال کے لئے مہر بھیجا تو آپ کی عمر شریف کے نوے سال گزر چکے تھے۔ بقول جبری دین خلدون ان کو  
مہر میں عبداللہ بن مسک کہ مرنے میں میں خالد بن ولید کو سوادان بن کلان اور کنا بن بشر شامل تھے دیکھ لیا  
وخلیفہ جبری بددین خلدون جز ۱ صفحہ ۲۱۰-۲۱۱ میں لکھتا ہے کہ ان کا گروہ دوسرے سے قتل کر کے بے گناہ  
میں قریب ملکہ جبری کہتا ہے کہ اسی شخص باغی گروہ نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں حصہ لیا اور سیدنا عمرؓ نے  
حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے وقت سے مصر سے عریضہ کرتے ہوئے دلوں کے سے قتل کر دیا پھر ان کو سیدنا  
کوعصر کے شہید کر دیا جبری بددین خلدون اور اعلیٰ سیدنا عثمانؓ کے قتل میں حصہ لیا اور سیدنا عمرؓ نے  
علی دین جبری کا قتل کیا جبری بددین خلدون صفحہ ۲۱۰-۲۱۱ میں لکھتا ہے کہ

وہ مجھ سے یا میرے شاہینوں سے ملے یا معاف کر دے اللہ اعلیٰ صدقہ کرتے ہوں  
کو اپنے پاس سے جڑا دیا ہے۔

اس مختصر لیکن دردناک خط نے تمام عالم اسلام میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔  
سامعین بے اختیار رو پڑے اور سب نے ضعیف العز خلیفہ کے لئے دعائیں کیں مگر کسی  
ایک فرد نے بھی آپ کے سامنے کوئی شکایت پیش نہ کی۔ اس کے باوجود آپ نے تمام  
عاملوں کو بلکہ کوفہ فاش کی مصیبت کے عامل تک میں تھے تو امت مسابہ کو ان کی  
عدم موجودگی میں اور کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔

وقت گذرتا رہا فتنے بڑھتے رہے مگر ضعیف العز مظلوم خلیفہ رُحیل دیتے  
رہے گوج کے بعد امیر معاویہؓ نے مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ  
میرے ہمراہ شام چلیں یا حکم دیں تو میں فوج بھیج دوں مگر اُس صبا پر اور فضا نے ایسی پر  
شاکر عظیم انسان نے کوئی بات اپنے لئے پسند نہ فرمائی۔

انصاف و شہادتتہ صلی مگر معلوم نہیں کہ ایسی محسوس شہادت کے باوجود کذاب راویوں کو کیسے جرأت پیدا ہوئی  
کہ انہوں نے سیدنا عثمانؓ کو جگہ مضیق میں پہنچا کر سیدنا معاویہؓ کے خلاف جنگ میں کھڑا کر کے شہید کر دیا۔ لکھنا  
مطلق طور پر صحیح ہے کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ سال کی عمر کے ضعیف کوئی کامیابان جنگ میں پہنچ کر کھڑا کر دیا  
کس میں نہ کچھ ہو سکتا ہے اور جراتی یہ کہ مختلف فتنہ و فساد کو تاریخ قری میں وہ تمام باتیں تو نقل کیا ہیں جو  
سیدنا عثمانؓ اور سیدنا معاویہؓ کے خلاف ہیں مگر سیدنا عثمانؓ کی شہادت نفور آئی۔

محققین علی ان محمد کا دفن و کھٹے نے ہی اکرم کا وہ ارشاد ملاحظہ کیجئے جو آپ نے ہدی الخشب  
ذوالقرنہ اور جو کچھ مقامات پر جمع ہونے والے لشکروں کے مستحق فرمایا تھا یہی لکھتے ہو کہ ذوالقرنہ اور  
مصر سے سیدنا عثمانؓ کو شہید کرنے کے لئے ان مقامات پر بھیج دیئے تھے یہاں بھی تاریخی بدو یا خلیفہ  
کو جو اکرم کے اس ارشاد کو واقعہ کے خلاف لکھیں کی طرف ملاحظہ کیا جائے حالانکہ یہی لشکر کا تمام ان  
مقامات کے لئے کسی مقام پر نہ تھا عثمانؓ یا ان کی شہادت کے متعلق ہر ایک عقیقہ میں مشغول تھے وہ دن  
صحیفہ امیریت کرامی کے شمارہ ۱۲ جمادی الاول ۳۵ھ کے صفحات ۱۰-۹ پر شائع ہو چکے ہیں۔

## اُستِ سیائیر مدینہ پہنچ گئی

نوبت باہجارسید کو خوب پسندوں نے دیر زمین اچھی طرح طاقت پکڑ لی تو کھل کر سامنے آئے یعنی ایک خاص حکیم اور مدبر گرام کے تحت کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایسے وقتوں میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ سب ایک وقت مدینہ پہنچ جائیں۔

کوفہ سے چار لشکر روانہ ہوئے جن کا سردار عمرو بن اہم تھا اور اس کے ماتحت چاروں لشکروں کے سردار زید بن مہوعان عبدی، اشتر نخعی، زیاد بن نصر حارثی اور عبد اللہ بن اہم تھے۔ اس لشکر کی تعداد چھ سو بیان کی جاتی ہے۔

اسی طرح مصر سے بھی چار لشکر روانہ ہوئے۔ ان کا سردار غاکی بن حرب مکی تھا اور اس کے ماتحت عبدالرحمن بن عدیس لموی، کنانہ بن بشر لیشی، سودان بن حران کوفی اور قیسہ سکونی تھے۔ اس لشکر کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔

بصرہ سے بھی چار لشکر روانہ ہوئے اس لشکر کا سالار علی بن قیس بن زہر عبدی تھا۔ اس کے ماتحت حکیم بن جبہ، ضریح بن عباد عبدی، بشر بن شریح العفیم اور ابن الجریس بن عبد بن عمرو حنفی تھے۔ اس لشکر کی تعداد بھی چھ سو تھی۔ رجزی خلافت راشدہ (۳۵) بقول ابن سعد روایت ابی جعفر القاری باغیوں کی تعداد نو سو تھی۔ پھر کوفہ کے دوسو، بصرہ کے ایک سو، مدینہ کے اکثر کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کے عہد و چان باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے چونکہ ابن سعد سب سے قدیم مؤرخ ہے اس لئے اس کا بیان زیادہ صحیح ہو سکتا ہے۔

ملعون بن علی لسان محمد

اچھے خاصہ گزشتہ صلو، حارث بن ہاشمی، ایک بار سیدنا حسن سے جو کچھ کہہ سیدنا عثمان کو فرمایا، اللہ تعالیٰ انہ کو قبول فرمائے جو غریبہ علمائے مصر میں سیدنا محمد کے ہتھ پڑ گئے اور جب وہاں سے واپس کا ارادہ کیا تو مصری سائیں نے انہ سے راز کے خوف سے قتل کر دیا۔  
آل وقیعہ الزہراء ہمارا مہاجر تکرہ کراچی جوہ فی مشرق (۳۵)

مقام پر کھپ تائم کر دینے یہی وہ تین مقام ہیں جہاں جمع ہوئے والوں کو نبی علیہ السلام ملے ان نرا بیکے تھے۔ اور تمام محققین، محدثین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے مائت کی قسم ظریفی دیکھئے کہ ان ملعولوں نے سیدنا عثمان کو شہید کرنے کے بعد سیدنا علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس لئے کہ صحابہؓ میں وہی لا امدت خلافت کے سب سے زیادہ آرزو مند تھے اور وہی وہ ان علاقہ کے سب سے زیادہ بہادر تھے۔

ایک قابلِ توجہ نکتہ

مدینہ البقیۃ سے کوفہ، بصرہ اور مصر مختلف سمتوں میں واقع ہیں اور فاصلے بھی مختلف ہیں۔ ان کا ایک وقت مدینہ پہنچنا۔ ان کے لشکروں کی تعداد کا برابر ہونا ہر لشکر کی تنظیم کا ایک جیسا ہونا کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ایک بہت بڑی، گہری اور نہایت سوچ و بچار سے تیار کی ہوئی سازش تھی۔ ان تمام لشکروں کی مجموعی تعداد اعداد سو قریب اسی روایات میں آ نہیں تین ہزار بیان کیا گیا ہے۔ اگر تین ہزار والی روایات کو ہی صحیح مان لیا جائے تو وہ کون سے عوامل تھے کہ مدینہ البقیۃ میں عین مسجد نبویؐ کے سامنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے مسلمانوں کے ضعیف العمر غنیمت خلیفہ کو چاہیں دونوں ملک بھوکا پیاسا تڑپا تڑپا کر نہایت بے دردی، سفاکی، شقاوت، بربریت اور ظلم سے عین اس وقت ذبح کر دیا جاتا ہے جب وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھا۔ آج یہ باور کرنے کی سہولت کی جاتی ہے کہ غنیمہ زول خود مدینہ البقیۃ میں نہ تریزی پسند نہیں فرماتے تھے مگر مدینہ البقیۃ کے پاسیوں کے لئے اس محنت سے فقہ انجیز، ذکیہ، قاتل اور باغی گروہ کے تعلق قلع سے کوئی نام مان تھا۔ مدینہ البقیۃ میں ابھی اب سب قسم کے سیکڑوں سے تیار کردہ صحابہ کرام، درویش تھے۔ جنہوں نے قید و کسری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا۔ جن کے پاؤں کی ایک ضرب سے سمندر وں نے رست دیدے

شہ: ہمدانیہ، لا اس بنی لکھا اور دھڑکے شہر چہچہاں کہتے ہیں حالانکہ انکارانہ مائیں سے شہر  
پرسہ نو مئی نہیں ہوتا تھا۔

پہاڑوں پر لڑنے سے طاری ہو گئے جن کے بازوؤں میں اتنی سکت موجود تھی کہ یہ اٹھارہ سو بقول ابن سعد ۹ سو باغی ان کے سامنے پر کاہ عتبی وقعت بھی نہیں رکھتے تھے مگر ان کی موجودگی میں چند سوؤں کیست چھ سات ہفتوں تک مدینہ النبی کی گلیوں میں مست ساندوں کی طرح زندہ تھے اور ڈکراتے پھرتے رہے اور کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا گیا مدینہ النبی کے باسی تمام کے تمام اپنے گھروں میں دیکھ کر بیٹھے رہے آج یہ بھی باور کرانے کی سعی لا حاصل کی جاتی ہے کہ قصر خلافت کے دروازے پر فلاں فلاں اصحاب بیٹ پیہرہ سے رہے تھے مگر یہ تمام کچھ دنیائے رفیع کے ذریعے ہماری تاریکوں میں گھس کر رہا انہاں قلوب کو رسوم کو رہا ہے اور ہم اندھا دھند نقل راجہ عقل کے مصداق اپنی تاریکوں میں درج کرتے چلے جا رہے ہیں۔

عقل کہیں اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جو سات ہفتے تو اور آثار سو کے درمیان ایک لشکر بغیر کسی مقامی تعاون کے یوں پر سے چلے پڑا رہا اور پھر مذکورہ تین مقاموں پر جمع ہونے والوں کے متعلق بھی اگر کا یہ ارشاد کہ ان مقامات پر جمع ہونے والے ملعون ہوں گے کیا کسی کو بھی یاد نہ آیا یا وہ پھر اس کی کیا وجہ کہ وہ وہاں کے عاملین نے اس عرصہ میں کوئی امدادی لشکر بھیجا؟

نبی اکرم کا دودھرا داما جس سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ کے لئے جنت کی بشارت کا سبب بنا جسے بخانے کہا اگر میرے گھر اور بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں کیے بعد و جگر سے اس کے نکاح میں دے دیتا جس نے مدینہ میں بیٹھے پانی کا چشمہ خرید کر خزیب مسلمانوں کے لئے وقف کیا جس نے حبشہ عسرت کے موقع پر نصرت شکر کے لئے سامان جنگ پیش کیا جس نے خلافت فادقی کے زمانہ میں شہرہ قحط کے دوران سینکڑوں اونٹوں پر بار غلاموں و نمون کے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا جس کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اس بات سے زندگی بھر اپنے

نہ : قیوم نے انہیں اور امیان نامی انہیں ان خصوصیات کے ساتھ قرار کیا تھا و حقیقی

سنہ کو نہ چھوڑا جو باغیہ بیعت کے وقت اپنے پیارے نبی کے ہاتھ میں دیا تھا جس کے ہاتھ کو نبی نے اپنا باغیہ قرار دیا۔ اور یوں اپنے مکان میں نہایت شقاوت اور بے دردی سے ذبح کر دیا جائے اور مدینہ کے وہ چھانگیز و جہاندار مجاہد و غازی باغیہ پر باغیہ دھرے بیٹھے رہیں جو بارہا موت سے آنکھیں لڑا چکے تھے۔

افسوس کہ امت سبائے نہایت عیاری، مکاری، چالاک کی اور قریب کاری سے اصل حالات آنکھوں سے اور جمل کرنے کے لئے مشا جرات صیاتی کی اگر میں ہمارے مؤرخوں کو اس غلط راستے پر چسپاں نہ کرتا۔ یہ چالانے کی ہم شروع کی تھی آج تک ردائ وصال آ میرے سامنے میرے وجدان نے جو راستہ پیش کیا ہے وہ کوئی کموں بھلیوں کی گھاٹیوں سے نہیں گزرتا اور نہ ہی کسی سراسیمہ یا کلمہ ہو جاتا ہے بلکہ وہ حقائق و شواہد کی ایک شاہراہ اعظم ہے جسے سودا الاظم کی نظروں سے اور جمل کرنے کے لئے اختیار کرنے پر عبور تو اسے مغرب پر غریب تیار کئے اور سوا الاظم کے وہ بڑے غم خویش محقق و مبصر اور مؤرخ اندھا و غلط انہی کی سی کہنے میں مصروف ہو گئے اور سب بڑے و کسٹم غریبی یہ کہ اسی سودا الاظم کے بعض بزرگوں غلط قسم کے بڑے غم خویش محققین نے انہاں کے باغیہ معصومہ کرنے اور عوام کو گمراہی کی طرف سے جانے کے لئے خلافت و ملکیت جیسی گڈیے افتر اپر مینی کتا میں لکھ کر اپنی نسلی عصبت کو تسکین دینے کے سامان ہم پہنچائے کیا اس قسم کے سستی نما رافضی دنیا کے اندر ہر دور میں موجود تھے؟ یقیناً جواب اثبات میں ہوگا تو پھر اگر اس انکشاف و تحقیق کے ذریعہ ایسے لوگوں کے افراتو بہتان پنپ سکتے ہیں تو گذشتہ زمانہ میں ان کی زبانیں کون بند کر سکتا تھا۔

**نگہ باز گشت** افادوق اعظم کی شہادت کا اکثر صحابہ کو علم ہے مگر کمال کرات نہیں کہتے سیدنا عثمان کی شہادت کی پخت و پز کے لئے سبائی گروہ قرینہ قرینہ بستی علی الاملان منادی کردہ ہے سب متفق ہیں مگر خاموش ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی مؤرخ کمال کرات نہیں کرتا۔

کیا حقیقت نہیں کہ ان مسلمان غلامیہودیوں اور مجوسیوں کے پیچھے کوئی بہت بڑی

طقت کا رزنامہ اور بعد میں پیش آنے والے واقعات نے تمام حقائق بھی واضح کات  
 صوبہ پیش کر دیے مگر یہ راق سے

مہمیں سے دس کے ساری داستان سے یاد ہے اتنا  
 کہ عالمگیر ہندو کشن حقائق عالم تقاسم کر گشت

بہتان پھر بھی سیدنا عثمان کی ذات گرامی پر

اہل بیان ماریہ کی اٹھارہ سو باغیوں کے سامنے بے بسی  
 گورگشتہ صفیاتی ہیں  
 داغین طور پر اصل حقائق  
 کے سپر سے نقاب کشائی کرنے کی کوشش کا گئی ہے مگر ایک بار میں آپ کو چند حقائق  
 کے لئے پیش کر دیتے ہیں کہ آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

اسلام نے مدینہ منورہ کے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے مہاجرین مکہ کا جاتی ہندیا تھا  
 اور انہوں کی سب سے بڑی کشتی نے یہود کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مگر اس وقت  
 یعنی انصار کے دو قبیلوں کے دونوں میں پرانی عداوت کے کچھ دھندے سے خوش فانی  
 تھے۔ اور مدینہ کے منافقین اور خدایہ اللہ کی رو کی رشیدہ دونوں سے بھی کبھی کسی  
 عداوت کی را کہ میں سے کوئی جنگ گرامی سلگ اٹھتی تھی۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ ابو عبیدہؓ جراح اور دوسرے  
 بڑے بڑے صحابہؓ مسجد نبویؐ میں اس سانحہ فظیفہ پر سالت و تیران بھیجے تھے اور سیدنا صدیق اکبرؓ  
 اور سیدنا غنی رسول اللہؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ طبقات ابن سعدؒ روایت  
 کے مطابق عمر نے ابو عبیدہؓ بن جراحؓ کو کہا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں  
 کیونکہ رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے آپ کو امین الامت کا خطاب مل چکا ہے۔ مگر آپ  
 نے انکار کر دیا اور کہا عمر تمہیں معلوم نہیں ہم میں ثنائی التین اور صاحب رسولؐ موجود ہیں  
 ابھی وہ ان باتوں میں مشغول تھے کہ تعقیف جو ساعدہ میں انہیں انصار کے اجتماع کی خبر  
 ملی حضرت عمرؓ نے یہ سننے ہی سیدنا ابو بکرؓ کو بلایا اور اس واقعہ کی خبر دی مگر آپ نے فرمایا  
 کہ نبی علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کے مقابلہ میں اولیٰ کا ہم نہیں۔ مگر سیدنا فادق انعم

نے جواب دیا کہ انصار کہہ رہے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو ایک مہاجرین میں سے اور ہمارے  
 امت میں امتیازی طور پر تشدد و افتراق کا سبب ہوگا۔

حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ تینوں اصحاب تعقیف میں پہنچے وہاں سعد بن عبادہ  
 کبیل اور عیصہ درمیان میں بیٹھے تھے خدا انکو اس وقت انصار اپنی مرضی کے مطابق  
 سعد کو غلبہ بنا لیتے تو مہاجرین کے لئے مدینہ میں دنیا تنگ ہو جاتی۔ منافقین اور یہود  
 انصار سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے کر مہاجرین کو مدینہ سے نکالنے میں بھی دریغ  
 نہ کرتے۔

انصار خلافت کے لئے اس حد تک تیار تھے کہ ایک انصاری نے اٹھ کر کہا کہ ہم  
 اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اسے مہاجرین تم قلیل العدد ہو اور اس کے  
 باوجود ہمارے حق غصب کرنا چاہتے ہو۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے نہایت  
 نرمی سے ان کو جواب دیا مگر ان کا جوش و خروش ٹھنڈا نہ ہوا چنانچہ حبشہ بن منذر  
 انصاری نے کہا اے انصار! امامت اپنے ہاتھ میں رکھو۔ کیونکہ یہ لوگ تمہارے  
 مطیع ہیں۔ کسی میں تمہارے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی تم عزت، ثروت  
 تجزیہ، بہادری اور دیریری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ہم مہاجرین کے ساتھ زیادہ سے  
 زیادہ یہ رعایت کر سکتے ہیں کہ ایک امیر ہم سے ہو ایک ان میں سے ہو۔ حبشہ کی تقریر  
 ابھی جاری تھی کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کھڑے ہو گئے اور کہا ایک میان میں دو ملواریں  
 جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی قسم عرب کبھی بھی تمہیں امیر تسلیم کرنے پر رضا مند نہیں  
 ہو لگے۔ عرب صرف ان لوگوں کی امارت پر رضا مند ہوں گے جن میں نبی علیہ السلام  
 مبعوث ہوئے اگر کسی طبقہ نے مہاجرین کی امارت سے انکار کیا تو اس کے خلاف  
 مہاجرین کے پاس دلائل ظاہرہ اور براہین قاطعہ موجود ہیں اس معاملہ میں مہاجرین  
 سے ہجرا کر کے والا باطل کا پیرو کار، گناہوں سے آلودہ اور ہلاکت کے گرجھے میں  
 گرے والا ہوگا۔ حبشہ نے فاروق اعظمؓ کی بات کاٹ کر کہا اے گروہ انصار! تمہاری  
 ہی تعدادوں کی بدولت اسلام کو شان و غیبت ہوئی ہے تم نے ہی اسلام کو



اگر تم چاہو تو اسے اس شان و شوکت سے مہر و مکر کے ہو فاروق اعظم نے رستہ کر کہا اگر تم نے اس قسم کی کوشش کی تو اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔

بجول طبری جہاں نے یہ سن کر تلواریں سونپ لی لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ جھٹک کر تلوار چھین لی اور سعد بن عبادہ کی طرف بڑھے ابو عبیدہؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر عمرؓ کو روکا اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا اسے انصاف تم ہی تھے جنہوں نے اس دین کی نصرت و حمایت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور تم ہی سب سے پہلے اس کو تباہی کے درپے ہو رہے ہو۔ یہ سن کر بشیر بن سعدؓ انصاری خنزیر جی نے کہا اللہ کی قسم اگر مجھ پہلے نہ لکھیں سے جہاد کرنے اور دین میں سبقت کرنے کے معاملے میں مجاہدین پر فضیلت حاصل ہے لیکن ہم نے یہ سب کچھ محض رضائے الہی کی خوشنودی کے لئے اور اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کیا ہے۔ اللہ ہی کہیں اس کی جزا دے گا۔ پھر انصار سے مخاطب ہو کر کہا رسول اللہؐ قریش میں سے تھے ہم اس بار میں ان سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔ بشیرؓ کی بات سن کر سعید بن مسعودؓ نے انصار کی طرف دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ شیرازیؓ کی بات نے ان پر بڑا اثر کیا ہے۔ انصار کو مخاطب کر کے کہا یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بیٹھے ہیں ان میں سے جس کی چاہو جمعیت کر لو۔ اس وقت شور و غضب بڑھ گیا تو ایک سخت عمرؓ آگئے ابو بکرؓ کو کہا باقیہ بڑھائیے۔ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر جمعیت کر لی حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی جمعیت کر لی بشیرؓ بن سعدؓ اور دوسرے انصار نے بھی جمعیت کر لی ایڈ بن زبیرؓ رئیس اوس نے اپنے قبیلے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم اگر خندق ایک بار بھی خلافت پر قابض ہو گئے تو انہیں ہمیشہ تم پر فضیلت حاصل رہے گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے جمعیت کر لی۔ مگر سعد بن عبادہؓ اپنی ضد پراستے رہے۔

بعد میں جب یہ کہتے ہیں کہ فقیرؓ موسیٰ عذرہ میں جو کچھ ہوا وہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ہوا مگر سطور بالا میں جو کچھ بیان ہوا ہے یہ تمام تاریخوں کا لب لباب ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا اچانک ہوا اور باسکل غیر لازمی طور پر ہوا۔ در سے روز مسجد نبویؐ میں عام جمعیت ہوئی۔

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ خط سیدنا علیؓ کے ایسا سے کھینچا گیا تھا۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا نے جو ان ایڈیشن جلد ۱۲ ص ۲۱۲ پر یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"THE HISTORY OF THE LETTER TO ABDULLAH BIN SARAH SEEMS TO HAVE BEEN A TRICK PLAYED ON THE CALIPH WHO SUSPECTED ALI OF HAVING HAD A HAND IN IT."

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خط نہ تو امیر مروانؓ لکھوا سکتے تھے نہ عمرؓ انہیں ان کے کہنے پر ہی عبداللہ بن مسروحؓ مصر سے روانہ ہو سکے تھے اور نہ ہی اس قسم کے کھینچا فعل کا سیدنا علیؓ سے ارتکاب ہو سکتا تھا۔ یہ سب بدعاشی اُنہی بول توڑوں کے

والفہ حاشیہ گوشتہ صفحہ ۱ تاریخ قیس یہاں کہ حضرت مروان فقیرؓ عالم اور سب سے قنوت قرآن میں من اقل ما اناس مشہور تھے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ امیر مروانؓ کا مزدگی سے پہلے امیر معاویہؓ حضرت مروانؓ کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ کتاب اللہ کے قاری، اللہ کے دین کے فقیر اور حدود اللہ قائم کرنے میں شدید تھیں (البیہار والانبیاء جلد ۱ ص ۲۵۵)

حضرت سعیدؓ صادقؓ راوی ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کے مستدائے خلافت ہونے کا وقت آیا اور لوگ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے خیمہ میں کشتی تھی اور آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ صحیح امام شافعیؒ میں ہے کہ حضرت مروانؓ کی امانت میں حضرت حسنؓ حسینؓ نمازیں ادا کرتے تھے۔

آخر عبداللہ بن زبیرؓ کی غلطی کے نتیجے میں یہ غلطی سبھی سعد عیال و عشق پہنچ گئی اور اپنی بے مثال صلاحیتوں و عظمتوں، عیالات کی وجہ سے عام اجتماع میں مسند خلافت کی قربت یعنی اطمینان از حقیقت خلافت و ملکیت مصنفہ علامہ محمود احمد عباسیؒ ص ۳۹۲-۳۹۳ مگر مصنف خلافت و ملکیت کو حضرت مروانؓ کے ہم عصروں کے علی الرغم حورہ مدراں گذرنے کے بعد ان میں وہ تمام برائیاں نہ آئیں جو کسی فت کا کتاب میں مصنف کو مل سکیں۔

کی فریاد و رنج سے بہرہ یز ہوئے۔ ریغ عالم ایسی مشن پیش کرنے سے نہ ہے  
 یہ شہباز و حریت بیک وقت سکندر بھی تھا اور شیخ بال بھی سیمین نہ نہ بھی تھا  
 اور شعیب وقت بھی ہمیشہ دوران بھی تھا اور نو شیراز زمانہ بھی امور سعادت  
 پر اس کی نظر اس قدر گہری تھی کہ تمام عمال حکومت اپنے اپنے مقامات پر بیٹھے  
 کانپتے رہتے تھے۔ وقتی طور پر جس طرح صدیق اکبرؓ کی خلافت کے وقت اختلاف  
 رائے کی جو آگ دہ گئی تھی وہ فاروق اعظمؓ کے زمانے میں بھی دلی رہی مگر جب  
 فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور جو کسی غلام مدینہ میں پہنچے ستر چھوٹے اور  
 انہیں سیدنا علیؓ کی نگہداشت میں رکھا گیا تو ہزاران وغیرہ جو ایک نہایت فاضل و  
 ممتاز چاہتے اور چاہتے انسان تھے۔ اور عہد ملک ایران کے ایک محبوبہ کا گورنر  
 رہ چکا تھا۔ مدینہ العتی کے گذشتہ حالات کا مطالعہ کر کے ایک نتیجہ پر پہنچا اور زیر  
 زمین ایک تخریبی تحریک کی بنیاد رکھنے میں منہمک ہو گیا۔ افرادی قوت اس کے پاس تھی  
 سیدنا فاروق اعظمؓ کے زاہدانہ اور تشفقہانہ رویہ سے جو لوگ ناگواری محسوس کر رہے  
 تھے ان پر یہودی و سبہ کاریوں کا غیر محسوس طریقہ سے اثر ہوتا رہا۔ فتوحات کی کثرت  
 نے مال و دولت کے انبار لگا دئے تھے۔ وہ نئی پلو جس نے ابتدائے اسلام کی شان و شوکت  
 زلزلہ آلود بنیاد کا عشر عشر بھی نہیں رکھا تھا اور اسلام کی شان و شوکت کے دور میں  
 جو مالی کی سرحدوں پر قدم رکھا تھا۔ اس کے خیالات ہمہ تنگی نہ تھی ہر مورخ نے  
 خلافت راشدہ کے زمانے میں واقعات قلمبند کرتے ہوئے قطعاً اس بات کو نظر انداز  
 کر دیا ہے کہ صحابہ کرام کی اکثریت دہر کہولت سے کنگے بڑھ کر عالم پیری کے دوازدوں  
 پر دست بک۔ دس رہی تھی اور معاشرہ میں ایک قسم کے اجتماع الضدین کی کیفیت  
 پیدا ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ان حالات میں یہود و مجوس کی تخریبی زیر زمین سرگرمیوں کی  
 اگر کوئی خبر ظاہر ہی ہوتی تو جو ان طبقہ کے خیال میں جبکہ وہ ایک عظیم فوج قوم کے  
 نو مال تھے بعض چند مہینہ گوں کا اثر انا تھا۔ اور لوہے اس لئے مسلمان تھے کہ ایسی فوجیں  
 کیا لگاڑ سکتی ہیں تاریک و افسوس پر بیان کرتی ہے کہ اس زیر زمین تخریبی تحریک سے اگر مدینہ  
 واقف تھے۔

**فاروق اعظمؓ کے خلافت کے ابتدائی حالات**  
 لوگوں کو یکسر اور دعائیں شخول دیکھا تو خوش ہوئے حدیث مہر تھے انہوں نے کہا فتنہ  
 پر ایک دروازہ لگا ہوا ہے جب وہ توڑی لا گیا یا کھولا گیا تو وہ فتنہ نکلے گا عمرؓ نے سنکر  
 گھبرائے اور پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے اور اس کا کھولنا یا ٹوٹنا کیا ہے۔ حدیث نے  
 کہا ایک شخص مرے گا یا قتل کیا جائے گا (طبقات جلد سوم ص ۱۱۱) حدیث کے ان کلام  
 کے بھیک ستر روز بعد سیدنا فاروق اعظمؓ شہید کر دیے گئے۔ کیا حدیث کے ان الفاظ  
 سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے باخبر تھے۔ اور اگر یہ سازش صرف مجوس  
 یا یہودی کی تیار کردہ تھی تو حدیث کو تمام واقعات بیان کرنے سے کونسا امر مانع تھا۔  
 اسی حدیث کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکر دونوں مصر میں ابن سبأ کے معتقد خاص تھے۔  
**اس کے بعد اہم ترین** آپ گھر پہنچے تو موقوفہ رو رہی تھیں جو پوچھی تو بتایا کہ یہ  
 یہودی یعنی لعاب جب رکھتا ہے کہ گھر جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہیں

سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علیؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کی حرم محترم تھیں بشیرہ مدلب کی تمام  
 اہمات الکلب میں اس نکاح کا ذکر ہو رہا ہے مگر شیعہ چھ اہمات اس کے انوکھے مکتبہ رت لکھتے  
 جاسے ہیں کہ علیؓ کا کوئی بیٹی نہیں تھی نکاح میں نہ تھی اب انکار کی صورت ہے ان کے سے عیب نہ نکالے  
 کی۔ اپنی معتبر کتب کو کیے تبدیل یا جائے تو وہ ایسے سواد قیاد اور متبدل حریفوں پر اتر آئے جن کی زر  
 سے علیؓ بھی ذبح کے۔  
 سیدہ ام کلثوم سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے یمن سے تھیں جہاں خلافت مہر تھیں کی اہم کتاب  
 اعلام اور علام البدو فی آثار البدو المعروف بتاریخ آل علیؓ علی الفضل بن الحسن الطبرسی  
 متوفی ۵۸۵ھ مطبع شیراز ۱۳۳۸  
 البیاض الفاضل فی ذکر اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام و اولادہم  
 بیانی علیہ ص ۱۰۰

خدمتِ نر یا ماسامند و خدمتِ امیرت رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہے پورا پنے  
کون کو بد یا اور پوچھا تو اس نے کہا تا وقتیکہ آپ حجتِ الہیہ نہ پہنچے گئے فری الجہنم نہیں  
جوگا ہم آپ کو کتابِ نذر میں پاتے ہیں کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ  
پر کھڑے ہو کر دگوں کو جہنم میں گرنے سے بچاؤں گے۔ طہفات امیر سعدیہ ص ۱۱۱  
جو کچھ حدیث نے کہا وہی کون نے کہا اور پوچھئے پر بات بدل دی۔ اگر فاروق اعظم  
ذرا سختی سے انہیں پوچھتے تو تمام حالات سامنے آ جاتے اور سازش کی تمام کڑیاں بے  
نقاب ہو جاتیں۔

شہادت سے تین روز پہلے فرزندِ موسیٰ آپ کو قتل کرنے کی وارننگ دیا ہے ایک  
معمولی موسیٰ غلام کو یہ جڑت کیسے پیدا ہوئی۔ کہ فاروق اعظم جیسے مدبر و مصلح کے

تقریرِ تاریخ گذشتہ صفحہ ۵۹ و اسعادہم و ہم سبہ و عشرتہم لہذا ذکرنا فی الحسین  
و زینب الکبریٰ و زینب الصغریٰ المسکونۃ بام کلثوم امیرہم فاطمہ بنت العترة سبۃ نسائ  
العالمین بنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اہل ان قال واما ام کلثوم  
فہی النبی تزوجھا عمر بن الخطاب و قال احبا بنا اللہ اما زوجھا نہ بعد مرنعہ  
کثیرۃ و اعتقاد شدید و اعتلال علیہ بشی بعد بھی حتی انما تہ الضمیر و ان  
ان درھا الی العباس بن عبد المطلب و جہا ایام انتھی (بکسر ہونا) و مرقا شانی  
(میری فاضل غلط)

یا نبیوں باب امیر المؤمنین خیر اسلام کی اولاد اور ان کے ہموی کے ذکر میں جو ستائشیں تھے ان کے تھے  
ان سے محمد حسن حسین زینب اکبرہ زینب الصغریٰ جن کی نسبت ام کلثوم تھی ان ب  
کی ماں نامہ سیدہ فاطمہ امین تھی جو نبی علیہ السلام کی دختر تھی۔ اور ام کلثوم کا نکاح عروہ بن ابی  
سہل ہوا تھا۔

بارے اصحاب کا کہنا ہے کہ یہ نکاح بڑی جیت و محبت کے بعد ہوا تھا۔ اس کو کھڑے سے ہاں نہ  
طرح کھینچا تھا کہ خرماس بن عبدالمطلب کہ بچاؤں ام کلثوم کا نکاح حضرت عروہ سے ہوا کہ بالکل معقول ہے

حاصل شد کہ علی الاعلان قتل کی دھمکی دے۔ ان واقعہ شواہد کی موجودگی میں کیا اس بات سے  
انکار کیا جاسکتا ہے کہ فاروق اعظم کی شہادت کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا ہاتھ نہیں  
تھا؟ صرف چند نو مسلم یہودی یا عجمی اپنے اندر اقدامِ ضم نہیں رکھتے تھے۔ غور کیجئے کہ اس  
سازش کے پیچھے کونسا خفیہ ہاتھ تھا؟ اگر وہ سازشی لوگ معمولی حیثیت کے تھے تو کونسا اور  
حدیثِ دلی زبان میں انہما خیالات کے بعد خاموش کیوں ہو گئے؟ انہیں کس کا ڈر تھا یا  
انہیں نئی حکومت میں کسی عہدہ کے ملنے کی توقع تھی۔ بہر حال صورتِ برہمی تھی یہ بات  
پایہ یقین تک صحیح ثابت ہوتی ہے کہ اس سازش کو کسی اہم ترین شخصیت کی حمایت اور  
سرپرستی حاصل تھی۔ اور سیدنا فاروق اعظم اپنی قلبی پاکیزگی اور حُسنِ ظن کی بنا پر اسے  
قتل کی تجویز سنسکے بھی خاموش ہوئے۔

تقریرِ تاریخ گذشتہ صفحہ ۵۹ اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا فاروق نے اس پنج سال پہلے ہوا ہوشیالانہ ہاتھ  
اور اور یہ یقین جن میں کسی حسین ام کلثوم اور زینب کے حالات پر روزی کی کتابت میں موجود ہیں اور اس وقت  
جو ان کا کس اشارہ ہوا تھا (سیدہ ام کلثوم سیدنا فاروق اعظم کے نکاح میں تھیں۔ سیدہ زینب کا نکاح  
عبد اللہ بن جعفر ہوا ہے جو سیدہ زینب کے بیٹے ابی سیدنا حسین کے ساتھ عازمِ کربلا تھے جو کربلا کے  
کو آپ کے پیشے کہتے ہیں انہیں تاریخ سے کھلا کوئی مس نہیں یہ ہر دو عبد اللہ کے بھائی لیکن سیدہ زینب کے  
دو تھے سیدہ ام کلثوم یعنی سیدنا فاروق اعظم کی بیوی سے سیدنا فاروق اعظم کا شہادت کے بعد پہلے مولائے  
نکاح کیا ان کے شک کے بعد چھوٹے اور ان کی وفات کے بعد ابی عبد اللہ نے نکاح کیا۔

واقف کرنا کہ بعد یہ فتوہ نہ موت و حشر پہنچا اور وہ اسے لازم مدبر ہوا تو زینب نے سوچنے دا دا  
امیرِ خیر کے من شک کے اس قدر نشانہ ہوئے کہ یقین کر ڈالے کہ میں بھلا کیسے اس زینب کے نکاح میں ام کلثوم  
نہت عبد اللہ یقین سیدہ زینب کا درجہ آج کے مشق میں موجود ہے معلوم فرق فطانت کے ہو گا کہ  
حجت الخوفا میں رہتے ہیں واقعہ تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں محبت پر محبت گھومتے چلے رہے ہیں  
اس نکاح کے متعلق میں اپنی تائید تمام صحابہؓ سے وفاق سے ہو کر کر رہا ہوں بالکل معقول ہے۔

خلافت عثمانی

**خلافت عثمانی**  
سیدنا فاروق اعظمؓ نے شہادت سے پہلے نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک چھوٹے کنی شادرقی کونسل تشکیل دے کر فرمایا کہ یہ اصحاب اچھے ہیں سے کثرت رائے سے جسے موند میں خلیفہ منتخب کریں اس کونسل کے اراکین میں اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی شامل کیا مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ عبداللہ صرف بطور ایک مشیر کے کونسل کا رکن ہے اسے خلیفہ منتخب کیا جائے طویل بحث و تمحیص اور جھجھانے کے بعد سیدنا عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔

## منگوبازگشت

**منگھ بازگشت** | بیدنا صدیق اکبرؑ کی خلافت کی انعقاد کے وقت بھی سیدنا علیؑ کی آرزو یہی نہ ہو سکی، فاروق اعظمؓ کی خلافت کے وقت بھی آپؑ محروم رہے۔ البتہ سری بائیں آپؑ کا میاب دہو سکے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سیدنا علیؑ کے مہنوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ کچھ ایسے ہی عوامل تھے کہ صرف اٹھارہ سو باغی کچھ سات ہفتے مدینہ میں زندہ نہ رہے پھر تھے ہیں اور آخری کے دوسرے دارا کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیتے ہیں اور درجہ اہلوائ سیدنا علیؑ کے ہاتھ پر جمعیت خلافت کرتے ہیں گویا یہی لوگ آپؑ کے فرقہ اور رائج خلافت رکھتے ہیں۔

القیہ عائشہؓ از شہ منعم شیعوں کی معارف اربعہ میں اس نکتہ کا ذکر کئی دفعات سے موجود ہے۔

۱۔ خدیجہ کائناتی ملبورہ ۱۹۷۱ء۔ خدیجہ نورنگشتود میں اس کتاب پر کتبہ: باب باخدا گیا ہے۔

۶۔ اہمائی مشرق الصول کا فی طبع نوکشتور کتاب الخیر سورہ باب ۲۹۵ - ۲۸۲۔

۱۳۔ الاستبصار علیہ الثانی محبوبہ طبع جعفریہ (۱۸۵۰) - (۱۲۴) تہذیب و ادب، شافعی -

[illegible]

بلوائی مدرستہ النبیؐ میں

بلوائی مرتبہ الدینی میں | گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ کوفہ البصرہ اور مصر کے ملعونین علی اسان محمد مدینہ سے باہر میں مختلف مقامات پر شہرہ زہرے اس کے بعد سب سے متفقہ طور پر حیدر کر کے زیاد بن المغیرہ اور عبداللہ بن المہاجر کو انوارِ صہبہ کی خدمت میں بھیج کر مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، مگر اہل بیت کے پاس پہنچنے کے بعد ان سے بھی پہلے اہل مصر علی بن موسیٰ بن کوفہ نے جیل کے پاس ان کو روک کر پانچ سو روپے دے کر ان کو رہا کر دیا۔ آخر انہوں نے یہ درخواست کر لی کہ میں صحریات کے شمال پرل دے جاؤں چنانچہ مصر کوئل کے ساتھ محمد بن ابوبکر بن موسیٰ بن علی کا ریشہ تھا بطور عامل روانہ کر دیا۔

محمد بن ابوبکر

محمد بن ابوبکرؓ  
 محمد بن ابوبکرؓ میں اس کے سوائے کوئی خوبی نہ تھی کہ سیدنا ابوبکرؓ کا  
 بیٹا تھا۔ وہ اڑھائی تین سال کی عمر کا تھا کہ سیدنا علیؓ نے اس کی مالک  
 نکاح کیا تھا اس کی تمام قرابت سیدنا علیؓ کے گھر میں ہوئی۔

بلوائی دوبارہ مدینہ میں

**بلوائی دوبارہ مدینہ میں** | ابھی اس واقعہ کو گزشتہ تہفتہ ہی پر بھی نہیں ہوا تھا اور لوگ اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف تھے اور بعض مساجد میں مصروف عبادت تھے کہ اچانک بلوائی مدینہ میں داخل ہو گئے اور مسجد نبوی اور قبرِ حضرت کا محاصرہ کر لیا اور تمام مدینہ کی گلیوں میں منادی لگادی کہ جس کسی کو اپنی جان عزیز ہو اپنے گھر میں بیٹھا رہے سیدنا عثمان یا قاعدہ مسجد میں جا کر نماز پڑھائے رہے اہل مدینہ نے اس اچانک اقدام سے ذرا سمجھا لایا اور باتینوں سے پوچھا کہ تم تو معصن ہو کہ اپنے آپ سے مقامات کی طرف واپس روانہ ہو گئے تھے اب دوبارہ جمع ہو کر کیوں واپس آ گئے ہو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم تسلیم اور تقصیر سے واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جو صدر کے اڑتے پر سوار تھا کبھی ہمارے سامنے آتا کبھی پیچھے ہٹ جاتا بعض بعض آدمیوں کو اس پر شک ہوا تو اسے پزیر کر کے شہر لے آئے۔ اس سے ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمانؓ کا لکھا ہوا جس میں دالنے - صحر کو ہدایت ہے کہ جس وقت غصہ واپس پہنچیں ان میں سے نکل کر قتل کروا دینے والے فتنہ کی دائر میں مؤثری جاریں





کہہ کے طریقہ پہنچے تھے اس لئے اب یوں ناکام لوٹ کر جانا ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ لہذا خط کا مضمون تیار کر کے تمام اپنے اپنے شہروں کو بظاہر روانہ ہو گئے اور اُسی موعی گنجی سکیم کے تحت عین بین منازل کا سفر کرنے کے بعد واپس آ گئے خط کے جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خط عبداللہ بن سرح کے نام تھا۔ ادبواثریوں کو معلوم تھا کہ عبداللہ بن سرح ان کے خط کی سازش سے پہلے ہی مصر سے طریقہ روانہ ہو چکے ہیں۔

تغیر یافتہ صوفیہ تصوف کے بارے میں جو باتیں جو اب تک کی علیہ وسلم کی دنیا کے وقت، پہلے عمر ۱۲ سال تھی، لہذا میرا وہاں کے صحابہ کی تعلیم پہلے تھی (میرا میری حجت امیرؑ)۔

[illegible]

بخاری کی روایت کے مطابق سیدنا علیؑ نے سیدہ فاطمہؑ کی وفات یعنی چھ ماہ تک بیعت  
 کی نہ ہو کر حضرت عیسیٰؑ نے سیدنا علیؑ کے ساتھ چند دیگر صحابہؓ یعنی عباس بن عبدالمطلب  
 فضل بن عباسؓ، زبیر بن عوامؓ، خالد بن سعیدؓ، مقداد بن عمروؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ  
 عمار بن یاسرؓ، برائین عازبؓ، ابی ثنیٰ کعبؓ وغیرہ کے نام بھی گنوائے ہیں۔  
 عیسیٰؑ نے اپنے بعض رفیق کی بنا پر یہ نام گنوائے ہیں اور اگر یہ فرض محال ہے  
 صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو اتفاقاً خلافت کے بعد یہ سب تابعینؓ گردن نہ تھے یہ  
 صرف صدیق اکبرؓ کا ان پر احسان تھا کہ انہیں معاف کر دیا اور دوسری بات یہ کہ  
 عیسیٰؑ ان چند ناموں کا ذکر کر کے یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ چونکہ تمام لوگوں نے  
 صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی لہذا اتفاقاً خلافت نہیں ہو ا تھا  
 مگر وہ اس بات کو کیوں قبول کیا کہ یہاں تو بقول اُس  
 کے چند صحابہؓ کو عام نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی مگر سیدنا علیؑ کے  
 ہاتھ پر تو صحابہ کرامؓ کی کثیر جماعت میں سے صرف چند ایک نے بیعت کی تھی اور وہ  
 بھی اس وقت جب قاتلین عثمانؓ ان کا گردلوں پر تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے تھے  
 مگر انہی لوگوں نے اسے چل کر غوثی سیدنا معاویہؓ اور امیر مزیہ کے ہاتھ پر جلد جرد  
 اکراہ متفقہ طور پر بیعت کی۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ یہی وہ سوال ہے جس کا کھل کر آج  
 تک کسی نے جواب نہیں دیا۔

گو سیدنا علیؑ کے دل میں حصول خلافت کا خیال غور و تمکین سے باوجود آپ کے کسی قول سے کسی کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میرے لئے نبی علیہ السلام نے فلاح و نجات اس قسم کی کوئی وصیت فرمائی تھی کہ تم میرے بعد میرے جانشین ہو گے۔ یہ اعتلایہ تاریخ یا راجح طریقت کی بہت بعد کی ایجاد ہے۔ اب تاریخ ایک اور عقد النبیؐ ہے صدیق اکبرؓ و اصل حق ہو گئے اور برتے وقت فاروق اعظمؓ کے لئے وصیت کر گئے۔ گویا سیدنا علیؑ کے لئے خلافت کا دوسرا موقع بھی چاہا۔ فاروق اعظمؓ جس تدبیر و تدبیر و مدبرانہ ارشاد و شوکت سے خلافت

ذہنیت کی پیداوار تھی۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تمام بلوائی لشکار مصلحتی ہو کر مصر، کوئٹہ اور بصرہ کو روانہ ہو گئے۔ مگر مشہور مجوسی نقشہ پر دوازہ لاکھ اشتر جمع چند اشتر کے مدینہ میں موجود رہا۔ اور یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خط کی سازش کا خالق وہی تھا۔

**چند تنقیحات** | اسکا سیدنا عثمانؓ نے جلیل القدر صحابی کے متعلق یہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے لشکار بلوائیوں کو مصلحتی کر کے واپس کر دیا اور باطن ان کے قتل کا ارادہ کیا۔

۲۔ کیا انہوں نے صرف گورنر مصر کو چھٹی لکھی یا دوسرے صوبہ جات کے گورنروں کو بھی اگر صرف مصر کے گورنر کو چھٹی لکھی تو جوڑے کے لحاظ سے کوئٹہ اور بصرہ کے بلوائی بھی مصر کے بلوائیوں کی طرح مجرم تھے تو دوسرے گورنروں کو ایسی چھٹیاں کیوں نہ لکھیں۔

۳۔ عید اللہ بن سرح اس وقت مصر میں موجود ہی نہ تھا تو اس کے نام چھٹی لکھنا چہ معنی دار ہے؟

۴۔ بلوائیوں کا بیان ہے کہ قاصد کبھی سانسے آتا کبھی چھپ جاتا۔ کیا اس قسم کے قاصد بول راستے میں تعین چھوٹ کر تے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ اور کیا قاصد کسی قاصد کا ایکڑ تھا۔ اور اتنی اہم چھٹی سے کہ راستہ میں رہبر سہل کر رہا تھا۔

۵۔ کیا بقول محمد بن مسلمہ یہ شہرت مروان بن الحکم کی تھی؟ اگر ہم حضرت مروانؓ کے کردار کو سانسے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مروانؓ کا مقام اس قسم کی سو قیاد و حرکات سے بہت بلند تھا۔ اور پھر اس جیل سازی میں ملوث ہونے میں مروانؓ کا کیا فائدہ تھا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر چھٹی بلوائیوں نے لکھی تو اس پر سیدنا عثمانؓ کی ہر کیسے خست ہوئی۔ اس کا جواب نہایت آسان ہے اگر وہ مہر وہی تھی جو دیور غلیط حضرت حمزہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس روچکی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی

تو اس پر جواباً فائدہ کدہ تھے کیا ایسے الفاظ کسی اور کو بھی پرکندہ نہیں ہو سکتے تھے آج آپ آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ جیلی گھروں کے ذریعہ لوگ لاکھوں کے فرقہ کر رہے ہیں۔ اگر مہر سیدنا عثمانؓ کی ذاتی تھی تب بھی اس کی نقل تیار کرنے میں بلوائیوں کے لئے کوئی امر مانع تھا اور سب سے بڑھ کر یہ مہر والا خط کس نے دیکھا کس نے مہر کی تصدیق کی۔ یہ صرف بلوائیوں کی چیخ و پکار تھی۔ اس خط کی دیکھ کے متعلق کسی کتاب میں کوئی محسوس شہادت موجود نہیں بلکہ اللہ عند اللہ۔

**سیدنا عثمانؓ کا خط بلوائیوں کی شورش** | اب ہم ان واقعات کے قریب آگئے ہیں جو آپ کی شہادت سے ملے ہوئے ہیں۔ بلوائیوں سے طویل گفتگو کے بعد آپ نے پہلے حجر میں فرمایا۔

”اللہ کی قسم اہل مدینہ کو غریب معلوم ہے کہ یہ لوگ حسب ارشاد رسول ملعون ہیں تو تفصیل پہلے گفتگو کی ہے میں لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ مغز شوں کو فائدہ کریں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں حکیم بن جبلة نے ان کے مفاد یا اور سیدنا عثمانؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ عثمانؓ! تم منبر سے نیچے آؤ ہم تم کو ایک عیا پنا کر ایک بڑے اونٹ پر سوار کریں گے۔ اور جس طرح تم نے بزرگوں کو شہر بدر کیا ہے ہم تم کو حیل و حمان بھیج دیں گے۔ حضرت عثمانؓ جب جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ جبجاء بن سعید غفاری جو حضرت ابوذرؓ کے خاندان سے تھا اور بیعت رضوان میں شامل تھا کو درمیز تک پہنچ گیا اور حضرت عثمانؓ سے خطبے کا وعدہ چھین اپنی زبان پر مار کر توڑ دیا۔ یہ وہی عصا تھا جسے نبی علیہ السلام ہاتھ میں لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد حضرت شعیبؓ کے ہاتھوں میں رہا۔ راویوں کا بیان ہے کہ نبی روز اس کے پاؤں میں آکر کی بیماری پیدا ہو گئی۔ اور مر گیا حضرت حبشہؓ کو مدینہ میں ۱۲ ہجری نزدیک منابت آئے۔ ان کو محمد بن قیسؓ نے بلوایا اس کے بعد بلوائیوں نے ہڈیوں کو

مگر گولہ نے ان کو مسجد سے نکال دیا۔ اب وہ باہر سے پھر چھینکے گئے۔ آپ ایک پتھر کی پوٹ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو آپ کو گھر پہنچا دیا گیا۔ پتھر پڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو لوگوں کو زانی سے روک دیا۔ علیؑ غلام اور زبیرؓ عبادت کو آئے۔

اس وقت چند اموی مد امیر مراد بن ابی سفیانؓ تھے ان لوگوں نے سیدنا علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا۔ یہ الفاظ فاروقؓ کے لئے قابل غور ہیں۔ گذشتہ صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، ان کی روشنی میں دوبارہ ان الفاظ پر غور کیجئے۔ یہ سب روایا تمہاری ہیں۔ علی بن ابی طالب نے کچھ جواب نہ دیا غصے

میں اٹھ کر باہر نکل گئے (ابن سعد بن حبشہ، تاریخ جری مصم، ج ۲، ص ۲۵۵) اس کے بعد میں دن تک امیر المؤمنینؓ نے نماز میں پڑھائیں پھر روک بیٹے گئے یا غیبوں کو محمد بن ابوبکرؓ اور عذیرؓ کے بیٹے محمد سے سن باپ بیٹے کا بیچہ ذکر ہو چکا ہے پڑی تو قیامت تھی۔ (جری مصم، ص ۲۵۵)

کوئی سید احمد علیؑ سید فہم الدہلی لکھنوی اپنی تالیف شواہد الصداقین میں جو اولیٰ مرحوم دین مرحوم کی ایک کتاب کے جواب میں لکھی ہے اس کے ص ۱۱۶ پر اعتراض کرتے ہوئے بولے انوار اللہ بن علیؑ طلبہ علم ہوں، انا بحوالہ استیاب معرفت اصحاب تعنیف یوسف بن جابر بن ابی بکرؓ کہتا ہے وکان علیؑ یلتقی علی محمد بن ابی بکرؓ دیقضلم لانی کانت لہ عبادتہ واجتہاد وکان حسن حضرت عثمان وقیل انہ مشا دکتی دملہ حضرت علیؑ محمد بن ابی بکرؓ کی تعریف کرتے تھے اور اس کو فضیلت دیتے تھے کیونکہ

صلحہ و درویشوں میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ غور رہے تھے اور حضرت حسنؓ و حسینؓ معروف تھے حضرت علیؑ نے دیکھ کر کہا وضو بھی کر دے تو حسنؓ نے کہا ابیؑ آپ نے ایک شخص کو کہہ دیا اور دشمنیت بھی طبع کرنا تھا۔ حضرت علیؑ یہ سن کر یہ وہ کچھ کہہ کے خدا تعالیٰ سے فخری کا جزا اور رحمت

دال رقیہ الزمرانہ عنوان عقاب (مذہب مکارم)

وہ صاحب عبادت و اجتہاد ہونے کے علاوہ قتل عثمانؓ میں سائل اور شریک تھا۔

املاوی فوجوں کے احکام | ان میں سے کچھ کے لئے قاصد بھیجے مگر جب ملائیوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے معاشرہ میں شدت پیدا کر دی یہاں تک کہ آپ قاصر خلافت میں معذور ہو کر رہ گئے۔ اور مسجد نبویؐ میں باغیوں کے کسوفہ غافقی نے نمازیں پڑھانا شروع کر دیں سیدنا علیؑ مجبور پڑ جاتے رہے۔

محاصرہ کے ایام میں آپ کو دوسرا خطبہ | اس شدید محاصرہ کے دوران ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا:-

”اسے اہل مدینہ! میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر کسی ایسے کو خلیفہ بنائے جس میں حال میں علیؑ اللہ سے رحمتی پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم نہیں کہ عمرؓ کے زخمی ہونے کے وقت تم نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی بہترین سہی کو مسلمانوں کا خلیفہ بنائے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگ میرے سابق الامیان ہونے کو نہیں جانتے؟ اور یہ جانتے کے بعد میرے قتل پر آمنا ہو۔ حالانکہ زانی مرتد اور قاتل بغیر حق کے علاوہ کسی کا قتل جائز نہیں یا دیکھو جب تم مجھے قتل کر دی لو گے تو تمہارا بیٹا کروں پر کہہ لو گے کہ اللہ تعالیٰ تم سے اختلاف نہیں کرتا“ (ابن سعد بن حبشہ، تاریخ جری مصم، ص ۲۵۵)

اس خطبہ میں مخاطب حضرت اہل مدینہ تھے مگر آپ کی باتوں کا کسی نے جواب نہ دیا کیوں؟

تیسرا خطبہ | آپ نے اپنے مکان کی چوٹ پر چڑھ کر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ میں سب کو کھانا لیا کرتا ہوں پھر مدینہ میں مینے پانی ہ

حضرت ایک کنواں تھا جس میں کو میں نے اس وقت خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا جب سلطان پانی تیشا خرید کر پیتے تھے۔ میں نے اسے اپنی ایک قرینہ بنا لیا خود باقی مسلمانوں کی طرح پانی پیتا رہا۔ بلوائیوں نے کہا اب یہ سب ہے۔ تو آپ نے



تم مجھے اس کا پانی کیوں نہیں پینے دیتے پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ مسجد تک پہنچی اور لوگوں کو نماز پڑھنے کی تکلیف تھی کیا میں نے زمین خرید کر اسے بیع نہیں کیا؟ بلوائیوں نے کہا ہاں یہ بھی سچ ہے اس پر آپ نے فرمایا پھر تم مجھے اس میں نماز پڑھنے سے کیوں روکتے ہو پھر آپ نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں یہ سچ کھانا کیا رسول اللہ نے میرے حق میں ایسا ایسا نہیں فرمایا تھا بلوائیوں کے دلوں پر ان باتوں کا اثر پیدا ہوا، مالک بن اشتر موقع پر پہنچ گیا وہی مالک اشتر ہے جس نے سب سے پہلے سیدنا علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہی جنگ صفین میں سیدنا علیؑ کے لشکر کا کمانڈر تھا اور اسی کے متعلق حضرت علیؑ کے الفاظ ہیں "اشتر میرے لئے ایسا ہے جیسا میں نبی علیہ السلام کے لئے تھا" اور اس نے دوبارہ لوگوں کو سیدنا عثمانؓ کے خلاف اُٹھار دیا (تاریخ ابن خلدون ص ۱۸۱) اس قیامت خیز وقت میں عبد اللہ بن عباس بطور امیر چمکے وہاں جو گئے ایسے نازک موقع پر مدینہ کے کچھ لوگوں کا کچ کے لئے روانہ ہو جانا بھی ایک جرات انگیز امر ہے۔ اس کے بعد بلوائیوں نے محاصرہ میں اور شدت پیدا کر دی مدور حصار کا امور مختصراً ذکر کر لیتے ہیں اپنی تالیف عثمانؓ میں لکھتا ہے کہ باغیوں نے پالی روک دیا اور آپ کے گھر کے لوگ پالی کی شدت محسوس کرنے لگے۔

لہذا آج واقعہ کے متعلق پالی کی زمینی بنیادیں کابلیاں سبائوں کی دیکھنے والی حالت کے عجب و بہت ندرت رکت ایچہ اللہ میں روہائی جا رہی ہے حالانکہ کربلا میں پالی کی مذمت کا لہجہ سراسر زمینی ہیں اور محض بھڑکائی بیعت اور کذب کا لہجہ ہیں شیعہ مذہب کی تمام جڑیں مولاؑ لایں پالکے مولاؑ ہی ہیں بلکہ اسی کا ذکر تفصیل سے مولاؑ کے ہاں چہاں ایک حالیہ اسم و نسب کرتے ہیں۔

۱۔ محمدؐ کو جب سیدنا عثمانؓ کے اہل خانہ کی بھی ہوئی تو جہاں پہنچے وہاں سے بڑھ کر پست خبر کی حالت تشریف لے گئے مگر چند قدم کر کے پھر لوٹے۔ مولاؑ و المیون میں ۹ قدم۔ روضہ الشہادت ص ۳۴ قدم ۱۰ (۱) مالک بن اشتر

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ سے گستاخی  
معاصرہ کے اٹھارہویں روز بھوک اور پیاس کی شدت سے تنگ ہو کر آپ نے صحابہ اور امہات المؤمنینؓ سے چاہا کہ اگر ہوس کے تو میٹھا پانی بھیج دیں جنہاں علیؑ نے تدریک کے پانی پہنچا دیا۔ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ سیدہ ام سیدنا خولہؓ کی بیوی کسی کا حال مستحکم کانپ اُٹھیں آپ نے میٹھا پانی لیا اور پھر پیر سوا ہو کر قصر خلافت کی طرف روانہ ہوئیں۔ پانی پہنچانے کے علاوہ ان لوگوں نے آپ کو مجبور کیا جن کی امانتیں سیدنا عثمانؓ کے پاس تھیں کہ تشریف لے جائیے اور چاری امانتیں

۱۔ غیر ماہر کتبہ صفحہ ۸۷، مائتین میں ہاتھ لکھا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے کچھ زمین کھودی (تقریباً ایک ہیکٹر) میٹھے پانی کا پینے لگا۔ اس بات کو نہایت جلیق اور احمق کے ساتھیوں نے پیا اور کچالیں پھیریں پھر شہر غائب ہو گیا اور قصر کربلا صفحہ ۸۷ میں مولاؑ و المیون میں ۹ قدم۔ روضہ الشہادت ص ۳۴ (۲) سیدنا جعفرؓ کو محمدؐ کو کربلا میں پہنچا دیا اور اہل انصاف پر امام حسینؑ کی بیاسی کی شہادت نہایت دینی تو کام سننا کو بہت دکھائی رہی ان شہادۃ اللہ والہ علیہ السلام نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے علیؑ کی بیاسی کو علم و باکرات سے پالی نازک عمارتیں بھیجا عت سے ہیں شکیں ہو کر رہے اسی نازی کی کوئی شخص آپ کا نہ بھی ہوا نہ شہید ہوا (تقریباً ص ۳۳) معلوم ہوا کہ وہ عباس کو نہ تھے جن کے پانی لے کر پوتے باز کر کے اور اپنے انہوں میں شک اُٹھائی پھر ان کو امر ہے کہ باز کر کے گھر ملک مسلم رہی غالی کو پہنچ گئی۔

۲۔ اس میں محرم شب کو امام حسینؑ نے فرات سے پانی چکھ لیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا اسے پڑیہ تیار کر آخر کار تو ہے اور ضرور فسل کر دے اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگا دلا رہا تھا کہ کفن ہوئے گا اور وہ ایک طرف ہو کر گرا پالی صفا پور لگاتے گئے (مولاؑ و المیون)۔

۳۔ ۱۰ محرم کے متعلق علیؑ ابن ابی العادین سے روایت ہے کہ جب حکم آنجناب میں سواروں اور پیادوں کو بھیجا گیا۔ تو وہ پانی کی چند ٹیکس بھر کر لے کر چنا آپ نے فرمایا ضرور فسل کر دے پھر شہید ہو گئے۔ شہیدان مال علیہ السلام (۱) جب حضرت شکر دست کہچے تو کم دیا برا خیر نصیب کیا جائے خیر نصیب کیا گیا کہ (۱) لکھنا ص ۱۰

ہیں لاکر دیکھئے۔ لوگوں کا خیالی تھا کہ سوائے حضرت ام المؤمنینؓ کے ان حالات میں کوئی بھی قصر خلافت کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر باغی راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ انہیں بتایا کہ میں صرف چند مہینوں اور دوسرے لوگوں کی امانتیں لینے کے لئے جا رہی ہوں مگر ان ملعونوں کو ذہن معیشت نہ آئی چند ایک نے آگے بڑھ کر آپؐ کے خور کے منہ پر مارا۔ اور اس کی کمر کا پیکا کاٹ لیا۔ خچر بڑکا اور آپؐ گرنے کے قریب ہو گئیں۔ کچھ لوگ پہنچ گئے انہوں نے پیٹکا بازو بھا اور گھونک پہنچا دیا۔ اس بات پر تمام مومنین متفق ہیں کہ ام المؤمنینؓ یہ تیرہ بچوں کی وصیتیں اور امانتیں حاصل کرنے آئی تھیں اور ساتھ ہی ان کا ایک شکیزہ بھی لائی تھیں (ابن علقمہ مدلل محدث)

۱۔ (بقیہ مائتہ کثرہ صفحہ ۸۷) جسے طلعت میں شعلہ لیا جائے چاند چل کر گیا تو آپؐ سے درود (ہال مناد) پڑھا گیا۔ بعد ازمن بن عبد اللہ انصاری چاہتے تھے کہ آپؐ کے بعد درود لگائیں اور سر رکھتے تھے سب پہلے وہ لگا لیا۔ جب آپؐ نور لگا چکے تو سب انصاف خاندانوں کو نور لگایا (طبری جلد ۱۰ ص ۱۰۸) طبع دکن) ہر مشہور شیعہ مورخ امیر ملی کہتا ہے کہ جب آپؐ مدینہ پر دشمنوں سے مقابلہ کی لکت دہری دھکے کھانے اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے خیمہ کے اندر سے ایک فاروق نے آپؐ کو پال کا ہاتھ پکڑا اور سر پری آت دیا

۲۔ مذکور مجلس کہتا ہے کہ اس طرح آپؐ (جسے بھوتہ فرات تک پہنچ گئے اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا (مدلل) اس پر انیسائے شیعیت کی روایات نقلی یا زنی ملا جھڑپو۔

۳۔ امام زکیؑ اس حالت میں مخالفتوں کو آواز دی کیا تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کچھ کہتے کوئی پلچے۔ امین مسلکی فوت سے ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں ایک ٹوپی تھی کہ لیجئے اور پیچھے امام اس کو تھم کر قدرت دکھانے کے لئے اپنے خیمہ کی طرف سے گئے اور بقیہ کھنوں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکالت دیا کردرویش سے فرمایا ہم پانچ کے مکتاح نہیں صرف ان ظالموں پر اتنا سمجھت کرتے ہیں (خلاصہ المعاصی ص ۱۲)

محدث خلاصہ المعاصی نے عجیب ڈرامہ پیش کیا ہے اکیلا امام دشمن کی فوج کے ایک آدمی کو بیلہ سے کھنوں کھودتا ہے اور پانی نکالتا ہے مگر دشمن ہار دی طرف کھڑے گریا تاشا دیکھتا ہے (باقی صفحہ ۸۷)

محاصرہ کی شدت کے بعد ابو مصعبؓ کو شہر نشین ہو گئے اگر کوئی نکلتا ہی تو تلوار لے کر نکلتا۔ ہر ذیہ البیہ کا امن و سکون غارت ہو گیا۔ باغی شہر کے گلی کوڑوں میں دندناتے پھرتے تھے غورنری عام ہو گئی اس حالت میں بھی منیف العزیز کوہ وقار بنا بار بار کفر کی سے سر نکال کر باغیوں کو نصیحت کی کہ اہل فتنہ و فساد سے بچنے کی تاکید کر بارم اللہ کی آیات اور رسولؐ کی احادیث انہیں یاد دلانا مگر باغی سخت جواب دیتے (بقول طبری محاصرہ کی مدت ۴۶ روز ہے) (ریح بری معصرم خلافت راشیہ)

اس حساب سے اندازہ لگائیے کہ اگر محاصرہ کے اٹھارہ مہینے روز ہی آپؐ پانی کی شدت محسوس کرتے لگتے تھے تو باقی ۳۲ روز میں آپؐ پر آپؐ کے کپڑے کی گدڑی ہوگی۔ اور کیا قہر خلافت میں صرف آپؐ اور آپؐ کی زوجگان تھیں۔ معلوم نہیں کتنے یتیم، لادار، یتیم، بیواؤں اور فریاد مساکین اس مکان میں موجود تھے۔ کتنے شہر خوار تھے اور کتنے بھوک اور پیاس سے ہلک کر ہلاک ہوئے اور پھر سیدنا عثمانؓ کی آنکھوں کے سلسلے جس شخص کی فیاضی حیا، عصمت، رحمہ کی اور رقت قلب و نبائے اسلام میں مسلمات کا

(بقیہ مائتہ کثرہ صفحہ ۸۷) پھر امامؐ پانی نکالتے مگر خود چٹا ہے دلچسپ کہنے کی پیاسی عورتوں کو پانی پینے کے لئے دیتے ہے اور امامؐ کو شہر خوار لگا لگا حالت پر دم آتے اور انہیں پیاس سے مرنا دیکھ کر ہوا ان پر دم نہیں کرتا۔ یا عجیب۔ بہر حال شیعہ مذہب کا یہ بیستالی روایات ہر کچھ سمجھنے والا دیکھنے کا تاریخی روایات سے ہی معلوم ہوتے کہ آپؐ فرم فرما کر کے مضامین میں نہیں اور بحث و تمیز کے بعد میری رائے ۱۔ ہاتھ پر محبت کرنے کے لئے کوفے باہر کی دشمن کی جانب روانہ ہو کر کھڑے مقام پر پہنچ کر شب با شمع کے لئے قیام پذیر ہوتے۔ ۲۔ ہر مہینہ سیدان علیؑ نے خدو لکھ کر

کوفہ لایا تھا۔ نہیں خوف پیدا ہوا کہ دشمن پہنچ کر آپؐ جاری پھینک دیں پش کر دیے تو ہادی غیر نہیں سس خور تے۔ چاک لکھ کر کے آپؐ کو شہید کر دیا۔ بسا سے پہلے ہی لوگ تھیں مصیفن کے مڑوں میں تین ایسے وقت میں کھانے کی گنگو مکمل ہو چکی تھی اچانک ٹٹا کی جھڑپ کرکھ بڑا فحشان تو یہ کہ شہادت کا سبب بن چکے تھے۔

منقام رکھتی تھیں۔ آپ کے قلب رحیم و کریم پر ان مہموک اور پیاس سے بلبل بلبل کر جان دینے والوں کی طوفان دیکھ کر کھینچ کر لیا گذرتی رہی ہوگی۔

**حالات انتہا کو پہنچ گئے** | جب حالات انتہا کو پہنچ گئے تو نبو امیسہ کے چند و بہر نوہا اور مہاجرین و انصار کے چند جو ان مسلح ہو کر قہر خلافت میں پہنچ گئے۔ ان میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، جریج بن حسن، جریج بن علی اور محمد بن طلحہ بھی تھے۔ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن زبیر کو ان کا امیر بنا کر مکہ دیا کہ ہرگز لوہائی نہ کرنا اور اس ارادہ پر سخت رہنا حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی نگاہ میں قہر۔

بقول ابن سعد ان کی تعداد سات سو تھی اس کے بعد سیدنا عثمانؓ نے سیدنا علیؓ کو بلایا دیگر ممتاز صحابہ کرام کی موجودگی میں صرف سیدنا علیؓ کو اس لئے بلایا جو کا کربا غیول پر صرف ان کا اثر تھا اور کہا آپ ان لوگوں کے پاس جائیں اور انہیں سمجھائیں کہ وہ اس حرکت سے باقرا جائیں آپ انہیں اس بات کا یقین دلانے کریں ان سے ایسا نہ ہو کہ عہد کر دیں گا اس پر سیدنا عثمانؓ ان کے پاس گئے اور فرمایا اسے لوگو! تم نے حقوق کا مطالبہ کیا تھا وہ پلور سے گئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے وعدہ کیا ہے۔ اس پر ملواریوں نے جواب دیا آپ سے بچتے ہوئے کرائیں حضرت علیؓ نے واپس آکر تمام صورت حال سے مطلع کیا۔ تو آپ نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کر دی بڑی کثرت تمہیں اس کے بعد تین دن کی مدت مقرر ہوئی۔ حضرت عثمانؓ سے ایک معاہدہ لکھو دیا گیا کہ عین دن کے اندر اندر تمام شکایتیں رفع کر دی جائیں گی۔ اور جو حاکم انہیں ناپسند ہیں انہیں برطرف کر دیا جائے گا۔ اس معاہدے پر معزز مہاجرین اور انصار کو گواہ قرار لیا گیا اور معاہدہ کی تحریر کے بعد جو چند اصحاب اپنے اپنے طور پر قہر خلافت پر پہرہ رکھ رہے تھے مطمئن ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

(طبری ص ۷۰۰، خلافت راشدہ ص ۷۰-۷۱)

**مدینہ کے لوگوں نے مدد کیوں کی** | ابن سعد لکھتا ہے کہ اصحاب نبیؐ نے اگر حضرت عثمانؓ کی مدد نہیں کی تھی۔ تو اس کا سبب یہ تھا کہ وہ قتل و غارتگری کو پسند نہیں کرتے تھے

اصل بات یہ تھی کہ وہ اس زمانہ میں تھے کہ زمانہ قتل تک نہیں پہنچے گا۔ پھر انہوں نے ان کے زمانہ میں جو کچھ کیا اس پر تادم ہونے میں یہی بات کی قسم اگر صحابہؓ اٹھتے یا ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر باغیوں کے منہ میں صرف مٹی ہی تھی تو وہ ضرور ذلت کے ساتھ واپس ہو جاتے (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۱۱)

**اقوالے** :- ابن سعد نے بڑی پست کی بات کی ہے۔ مگر وہ اس بات کو گول کر گیا کہ بخارہ سولہوائی اور مدینہ کے چند سوکیتہ صفت لوگ کس طرح اتنی بڑی جرأت کر سکتے تھے۔

شہادت ذوالنورینؓ کے پیچھے وہی عوامل کار فرما تھے جو سیدنا فاروقؓ کی شہادت کا موجب بنے یہ ایک سازش تھی اور عظیم سازش تھی جسے مدینے کے چند بڑے لوگوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس مقام پر یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ آپ مدینہ النبیؐ میں قتل و غارتگری پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس بات سے یہ نتیجہ کیسے اند کر لیا گیا کہ آپ مدافعاہ کوششوں کو بھی ترک کر چکے تھے حالانکہ کوشش صفت ہیں آپ کو ایک خطہ تائید کی نظر سے گزر چکے ہیں اس میں آپ نے مدینہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے اپنی مدد کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی یہ سچا ہے کہ آپ تہذیب و تمدن سے زیادہ کے بشر یا الخیر تھے۔ آپ کا دھار، متانت، عالی جوصلی اور جنہاں یا جذ بہ تر جس مقام کا حامل تھا جہاں کسی قسم کی جلد بازی کا حاشہ تخیل بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اس لئے آپ صبر و حوصلہ، بردباری اور تحمل سے چاہتے تھے کہ یہ لوگ فساد سے باز آکر ان حکمت سے باز آجائیں۔ آپ کے ستر حادہ مذاہب نے قہر پڑا لوگوں کو فتنوں کی پخت ویز کے لئے مواقع فراہم کئے۔ اس خرن صحابہ کرام کا وہ گردہ جو قیمت پر آپ کا دفاع کرنا چاہتا تھا قافا موش میچہ رہنے پر مجبور ہو گیا۔

تین روز کی مہکت کا عہد نامہ مرتب ہو گیا اور عہد نامہ مرتب ہونے کے بعد | مہنگا مہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو خیر آئے گی کس قسم سے معاہدہ کو فیر سے تقاضا اور اصرار سے مجاہد امدادی فوجیوں نے کر دیا ہو چکے ہیں

جو یوں نے حبیب دیکھا کہ امدادی فوجیں پہنچ جانے اور حج سے لوگوں کے دلپس آجائے  
پر سب اپنے منصوبے میں مصروف تھے نہ کام ہی نہیں رہیں گے بلکہ مچکی کے دو پاؤں کے درمیان  
پائیں گے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے قلعہ خلافت پر ہتھ لگوا دیا۔

### شہادت | آسمان رات حق بود گزروں ببارد بر زمین

حسین بن علیؑ کے والد راوی ہیں کہ ایام تشریق کے بعد بلوایوں نے قلعہ خلافت  
کو گھیرے میں لے لیا سیدنا عثمانؓ نے ایک بار پھر گوشش کی کہ یہ لوگ مل جائیں چنانچہ  
آپؑ نے اپنے مخصوص مصفات کو بلا لیا۔ اس وقت نیا ربن عیاض نامی ایک بڑے  
صحابی آپؑ سے مصروف گفتگو تھے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھیوں میں سے غالباً کثیر  
بن الصلت کے قریب سے مارے گئے۔ بلوایوں نے باہر سے قصاص کے نعرے  
لگائے شہوت کئے معلوم ہوتا ہے کہ نیا ربن عیاض بلوایوں کے شریک کا تھے اور ان  
سے یہ خبر کا نشان ہیں کوئی ایسی حرکت سرزد ہوتی ہوگی کہ کثیر بن الصلت  
کے ترکانہ ضرب لگے اور بلوایوں کا نیا ربن عیاض کا قصاص طلب کرنا اس بات  
کا مترتبہ نہ کر نیا ر بلوایوں کے ساتھی تھے اور حضرت عثمانؓ کے پاس بلوایوں کے  
فرستادہ کے طور پر آئے تھے (روایت)

مگر آپؑ نے فرمایا میں اس آدمی کو تمہارے حوالے کیے کر سکتا ہوں میں سے میری  
حفاظت کرتے ہوئے یہ حرکت سرزد ہوتی ہے جبکہ تم میرے قتل پر آمادہ ہو۔ (میری حدیث)  
(وفات راشدہ صدر دوم ۶۰ھ)

ایسا حالات زیادہ سنگین ہو گئے چنانچہ حضرت مروانؓ، حضرت سعید بن امیہ اور  
حضرت یحییٰ بن افسس انھیں اپنے اپنے لوگوں کو لے کر مقابلہ میں ڈرے گئے۔ غمسان کی  
جگہ شروع ہو گئی۔

شہید اور زخمی | سعید بن افسس عید اللہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے دفا بن راف  
(انصاری نے حضرت مروانؓ کو اپنی دالست میں قتل کروایا۔ مگر وہ

بچ نکلا۔ عید اللہ بن زبیر بھی شدید زخمی ہوئے۔ قلعہ خلافت کے محافظ بھی جیتے جیتے  
زیر زخمی جگ جگ ہو گئے۔ ذیو جمی میں زیاد بن نعیم فہری اور چند دیگر آدمی شہید ہو گئے۔  
بلوایوں نے ذیو جمی میں آگ لادی۔ جنگ اندر لڑائی لڑائی آپؑ کے ساتھی بھاگ بھاگ کر  
میدوں کی طرف بھاگنے لگے اور کھڑے کھڑے سیدنا عثمانؓ اور ان کے گھروالے رو گئے۔ حبیب  
بن ابی اندرہب نے آپؑ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اللہ اللہ! کس قدر حق  
سکون! امینہؓ کا معاملہ ہے وہ عظیم انسان۔ کہ عاروں طوت قتل وغارتگری کا بازار گرم  
سے سرد ہو۔ جل غنیم پر جاننے کے باوجود کہ ابوائی نے قتل کرنے کے بغیر ملنے والے نہیں  
تہا یہ سکون سے تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتا ہے۔

### ایکے خواب:۔ اسی شب آپؑ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کو بشارت دی کہ آج  
رات آپؑ ہمارے ساتھ افطار کریں گے (میری حدیث صدر دوم ۶۰ھ)

آپؑ جب اس آیت پر پہنچے اَلَّذِیْنَ ظَالَمُوْا لَنْفَعَهُمُ اللّٰهُ سِیِّئًا وَّ لَنْفَعَهُمُ اللّٰهُ سِیِّئًا  
تو مخاطب ہو کر فرمایا نبی علیہ السلام نے مجھ سے ایک اقرار لیا ہے اور میں اس پر قائم  
ہوں۔ اتنے میں سیدنا ابوہریرہؓ کسی طرح اندر پہنچ گئے اور کہا  
یا قہرمانی ادعوا کما فی النبیاء و تدعو ننی املے انصار۔ اسے لوگوں نے  
کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

(ابن سعد بن حنفیہ نقل رسول و غلقہ راضیہ ۶۰ھ)

آپؑ کے کمرے میں کون کون لوگ داخل ہوئے اور اپنی شہادت | بقول ابن سعد سب پہلے

داخل ہوئے بلکہ یحییٰ کے قتل اور دیکھ کر چلا گیا۔ پھر سیدنا علیؑ کا پرورد و بعض صحابہ بن ابیہرہ  
تیرہ آدمیوں کے ہمراہ آیا اور آپؑ کی رانہ بھی پکڑ لی اور اسے گھیرا جس سے ذیو جمی گرتے  
کی آواز سنائی گئی۔ آپؑ نے اسے فرمایا اسے پھینچو میری رانہ بھی چھوڑو اسے پھینچو میری رانہ بھی



جھوٹے (جہات ابن مسعود ص ۱۲۲)

محمد بن ابی بکرؓ کو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو میرے اس بڑے صاحب کی قدر کرتا۔ محمد بن ابی بکرؓ پر سنکر شرمندہ ہوا اور دماغی جھوڑ کر مچا گیا۔ (ابن سعد ص ۱۲۲)

مگر ابن سعد کی روایت ہے کہ اس نے دماغی جھوڑ کر سر میں برہمی ماری اس وقت آپ قرآن مجید کی بر آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ **فَسَيُغْنِيكُمْ اللَّهُ بِرِزْقِهِ السَّامِعِ السَّمِيعِ** اور غون مقدس سے یہ کلمات غون آکھ رہے تھے۔ گناہ بن یحییٰ بن عتاب نے برہمی کے وار کئے جو آپ کے حلق تک پہنچ گئے پھر گلوارے کر آپ پر چڑھ گیا اور شہید کر دیا۔ (تہذیب ابن سعد ص ۱۲۲) ایک روایت کے مطابق حمران الرازی نے آپ کو شہید کیا۔

نیز ابن سعدؓ روایت ہے کہ جب گناہ نے آپ کو زخمی کیا تو آپ نے فرمایا **بِسْمِ اللَّهِ** غون آپ کی دماغی پرتنگ دماغ تھا قرآن سامنے تھا آپ نے بائیں پہلو پر تکیہ لگا لیا اور زبان پر سبحان اللہ العظیم تھا نکلتا ہوا غون فسیخک جحیم اللہ دھوا السبع العظیم پر فدا کر گیا۔ آپ نے قرآن بند کر دیا۔ آپ کے ایک حبشی غلام نے گناہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

ابن سعدؓ کہتا ہے کہ صدیق اکبرؓ کا ناخلف بیٹا بھی واپس آگیا تھا۔ سودان بن حمران قیصر اور غافقی نے آپ پر حملہ کیا آپ کی زوجہ ناکہ نے دار روکنے کے لئے ہاتھ آگے کیا قرآن کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے ایک نے سودان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور دوسرے غلاموں نے قیصر کو قتل کر دیا غافقی نے لبت مار کر قرآن پر سے چھڑیک دیا۔ کلثومؓ بھی نے سیدہ ناکہ کے سر سے چادر چھین لی۔ عصر کا وقت تھا کہ یہ آفتاب رشتہ ہدایت مانع جو دوسرا چمک رہا تھا نہایت بے بسی اور بے کسی کی حالت میں انتہائی شقاوت و قساوت سے اکٹیں دلوں کی ہول اور بیاس کی شدت سے نرسال خالق متقی سے جا ملا۔ **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ**

(ابن سعدؓ ص ۱۲۲)

اس کے بعد باقی لوگ۔ میں یہ وقت ہو گئے۔

**ندت خلافت** عبد اللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے مروی ہے کہ حکیم مخرم کلمہ کو آپ کے ہاتھ پر جمعیت کی گئی اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری بروز جمعہ عصر کے بعد شہید کر دیئے گئے۔

عبد اللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن قتبہ راوی ہیں کہ شہادت کے وقت آپ کی جائیداد ان کے خزانہ دار کے پاس پیشی لاکھ درہم۔ ڈیڑھ لاکھ دینار۔ ایک ہزار اوتھ برولیس خیر اور دواوی القرطی میں دو لاکھ دینار کی قیمت کے صدقہ تھے۔ ابوامیوں نے سب کا سب مال لوٹ لیا۔

**تدفین** آپ کا جنازہ شہ شہینہ کو مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان اٹھایا گیا جنازہ کے ساتھ جمیر بن مطعم، حکیم بن خرام، ابو جہم، حذیفہؓ، سعدی اور شایبہ المکرم تھے جبیلہ نے نماز جنازہ پڑھائی ناکہؓ نے انفرادہ چارش نے ہمراہ معیت اور آپ کی دوسری بیوی ام المہاجرینؓ عیسیٰؓ بھی ساتھ تھیں عبد اللہ بن ابیہ کی مدایت کے مطابق آپ کے جنازے پر کولہ آدھی تھے۔

ربیع بن مالک اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ میں بھی جنازہ کے ساتھ تھا ہمیں باغیوں کا بڑا خوف تھا یہاں تک کہ ہم نے انہیں حبش کو کب (محبوروں کی پہلواری) میں سپرد فدا کر دیا۔ حضرات علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ آج عربیہ بات زبان زخماں و عوام ہے کہ آپ کو یہود کے قبرستان میں دفن کیا گیا یہ بھی سبب ثابت زدہ و منہول کی اختراع ہے حبش کو کب کے معنی ہیں حبشوں کی پہلواری وہ باغیچہ جنت البقیع کے ایک کنارے پر واقع تھا اور سیدنا دوانقہؓ کی ذاتی ملکیت تھا یہود و قریشیوں نے ۶۶-۳۰ سال پہلے مدینہ سے خارج البلد کر دیئے گئے تھے۔ مدینہ میں اگر کسی وقت ان کا قبرستان موجود بھی تھا تو وہ اس طرح میں ملایا میٹ ہو چکا تھا۔ حبش کو کب جنت البقیع کا ایک حصہ بن گیا۔ یہاں ایک امرقبیل غمزہ کے تمام ہرمن کو قاتلین عثمانؓ کے نام معلوم ہیں مگر کیا حضرت علیؓ کو ان کے نام معلوم ہو سکے۔ حالانکہ وہ سب کچھ ان کے سامنے ہوا۔

اگر حسین علی سر رہا تھے ملاقات ہوتے ہی ان گنتی کے لوگوں کو کھینچ کر دوا رکھ پہنچا دیتے تھے۔ آپ کی باقی زندگی بھی امن سے گزری اور وہ اس طرح ترقی کر کے جہانوں کی تعداد میں بڑھ کر ان کی شہادت کا موجب بن گئے اور آگے چل کر سیدنا حسنؑ کو زلیل کرنے کا سبب بھی بن گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آگے چل کر سیدنا حسینؑ کے قتل کا سبب بن گئے۔

آج امیر یزدگرد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے قاتلین حسینؑ سے قصاص کیوں نہ لیا۔ مگر آج تک اس طرف کسی نے قہر نہ کیا۔ سیدنا علیؑ نے قاتلین عثمانؓ سے قصاص کیوں نہ لیا۔ یزدگرد نے قاتلین حسینؑ کو دبا سے دھکے نہ کر نکال دیا تھا مگر سیدنا علیؑ نے انہیں بڑے بڑے ٹھہرے تفویض کئے۔

میشر الخیرہ سید ذوالنورینؑ کی اپنی شہادت کے متعلق بشارتیں عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ

شہید کئے گئے اسی روز صبح اپنے ہماروں سے وہ خواب بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا انہوں نے کہا میں نے گذشتہ شب رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اسے عثمانؓ! تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ الیسا ہی ہوا کہ آپؐ نے روزے کی حالت میں صبح کی اور اسی روز شہید کر دیئے گئے۔

کثیر بن العلاءؓ الکندی سے مروی ہے کہ عثمانؓ اس روز سوئے جس روز قتل کر دیئے گئے۔ اور وہ جمعہ کا دن تھا جب وہ بیدار ہوئے تو کہا کہ اگر لوگوں کے یہ کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عثمانؓ نے آرزو میں کہیں ریشمی خیالی پلاؤ پہنایا تو میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا۔ ہم نے کہا اللہ آپؐ کو نیکی دے آپؐ بیان کیجئے ہم اور لوگوں کے قول پر نہیں ہیں فرمایا میں نے عالم دنیا میں رسول اللہؐ کو دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے روز ہم لوگوں میں موجود ہو گے۔

ازہر عثمانؓ جو راوی کے خیال میں جنت اعزافینہ میں مروی ہے کہ عثمانؓ کسی قدر سو گئے۔ بیدار ہوئے تو کہا: تو نے مجھے قتل کرے گی۔ یہ کہنے کہ ہر مؤمنین ہرگز نہیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کو خواب میں دیکھا ہے ان

حضرتؐ نے فرمایا آج شب کو تم ہمارے پاس روزہ افطار کرنا حقیقت بن محمد بن مسلمؓ یہاں پہنچ کر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اگر اس ایک آدھ نے کچھ لکھا بھی ہے تو صرف اس قدر کہ یہ لوگ ابان کی زندگی سے کہنا کئے تھے یعنی شرمال کی عمر میں آپؐ خلیفہ بنے اور بارہ سال خلافت کرتے گزر گئے مگر یہ کوئی جواب نہیں یہ محض ایک مشکل جو قسم کی تاریخی حقائق میں فائدہ پڑی ہے۔

اصل حقائق یہ نہیں باوجودیکہ مختلف تاریخی روایات کی تائید حاصل ہے ان سے انحراف کر کے مرنے والے معجزات صحابہؓ کی آڑ میں پہلو بچا کر لٹل جانے کی کوشش کی ہے حقائق، حقائق ہیں اور اپنی جگہ اس میں گزشتہ صفحہ کے بیان السطور میں اس قسم کے اشارات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض مقامات پر ہمارے تاریخی نظائر اور قواعد سے ثابت کیا گیا ہے کہ فاروق اعظمؓ کی شہادت سے پہلے زبیر بن عوفؓ کی سازش نے جتنے اہل تقادہ حالات کے مطابق آگے بڑھتی رہی پہنچی سمجھوتی رہی اور جب صحابہ کرامؓ میں سے ہی چند ایک کی انہیں تائید حاصل ہو گئی تو وہ سازشی عملی کر سکتے تھے۔ بعض ترکہ طبع لوگوں پر میرے یہ الفاظ گراں گزریں گے کیا میں ان سے یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ کعب بن احبار نے کس بنا پر سیدنا فاروقؓ کو کہا تھا کہ تین دن تک آپؓ شہید ہو جائیں گے۔ مذکورہ نے کس بنا پر ایسے ہی کلمات آپؓ سے کہے تھے۔ سازشی محاورہ کے ایام میں کیوں۔ ہمارے حضرت علیؑ کو کائنات بنا کر ہے۔ سیدنا عثمانؓ کے سامنے بھری مجلس میں حضرت علیؑ کو کیوں کہا گیا کہ یہ سب سازش تمہاری ہے اور آپؓ حالت بیخوشی میں مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ قصہ خلافت کے محاورہ کے وقت آپؓ جو انہوں سے نہیں نہایت کلام جبکہ وہیں قصر خلافت میں باقی صحابہ کرامؓ میں سے اکثر کے نام ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؓ سیدنا عثمانؓ کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے۔ پھر سب بڑھ کر یہ کہ آپؓ نے انہی یا غیوں نے کہنے پر غضب خلافت قبول کیا اور انہی کے کہنے پر مدینہ پہون کر کوثر کو دارالامارت بنایا اور خلافت کا تمام فائدہ انہیں ہی اپنا میسر بناتے رکھا۔

ابنے سم ایسیہ کو دوسرے نقطہ نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ محاصرہ کا مدت ۴۹ روز بیان کی جاتی ہے۔ باقی البعدہ کو فخر اور مصر سے جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقامی گورنر کو معلوم ہوا تھا جس بس راستے سے وہ لوگ گزرے گا بڑی بازی چلاتے ہوئے گزرتے۔ گویا تمام ملک کو معلوم تھا کہ یہ لوگ سیدنا عثمانؓ کے خلاف مدینہ جا رہے ہیں۔ مگر نہ تو مقامی گورنر نے توجہ کی نہ عام لوگوں نے کوئی فوٹس لیا۔

عبداللہ بن سعد گورنر مدینہ میر مادیہ کو مطلع کیا۔ ابوہریرہؓ اشعری کو کوئی ہاتھوں کی روایت بھی کا عالم تھا۔ عبداللہ بن عامر کو بھی معلوم تھا۔ مگر کسی گورنر نے ہاتھوں کو نہ دیکھ کر کوشش نہ کی حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے پاس پوری مملکت فتح کرنے کی طاقت تھی۔ پھر سیدنا عثمانؓ خود بھی انہیں غلط سمجھ کر بلا تھے ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی لشکر لے کر مدینہ نہیں پہنچا اگر کسی نے چند افراد پرستش کوئی دستہ فوج بھیجا تو وہ اس وقت پہنچا جب خلیفہ مظلوم کو شہید ہوئے کئی دن گزر چکے تھے۔ اور پھر انہیں پورے حج کے لئے روانہ ہوتے تھے اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ بات ہے کہ سیدنا عثمانؓ عباسی جو امیر حج تھے انہوں نے حج کے موقع پر تمام عالم اسلام سے علماء کو سامنے دو خط پیش کیا جس میں آپؐ نے اپنا معاملہ اور صفائی پیش کی تھی۔ خبری نے یہ تمام خط نقل کیا ہے یہ خط تمام لوگوں نے سنا مگر ایک بھی خلیفہ کی مدد کے لئے نہ پہنچا۔

ان تمام امور کو آخر میں تحریر میں امور نہیں نے بیان کیا ہے مگر اس کی وجہ کسی نے پیش نہیں کی خلیفہ مظلوم کی مدد کیوں نہ کی گئی۔ یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جو بعض کے ذریعہ عالم اسلام میں سرایت کرتا ہوا ان مخالفین کے ہرے سے تقاب کئی فی میں مانع ہوتا کر رہا ہے۔

خلیفہ مظلوم کی مدد کیوں نہ کی گئی | عالم اسلام اس وقت وہ دھڑوں میں بے ہنگام تھا۔ عوام اور سادہ لوگ مسلمان بائیت کے پروردگار سے متاثر ہو کر خلیفہ مظلوم سے بڑھ کر ہر جگہ تھے دوسرے لوگ بڑے ہاتھوں میں طاقت تھی مگر بائیت کی قرعہ قرعہ بستی اور شہر شہر میں پانی کوئی وسیعہ کا دیوں کو نہیں کسی

محمولی سی دقتی شورش سمجھتے تھے۔ تمام اعمال اور ذمہ دار قسم کے لوگوں کا خیال تھا کہ یہ کئی بھر شورش پسند مدینہ میں پہنچتے ہی ختم کر دے جائیں گے۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ مدینہ البتہ میں بھی ان کے درپردہ حمایتی ابھی خاصی تھے اور وہیں موج دھبے جڑا بھی خاصی ہست کے عامل اور اچھی خاصی طاقت کے مالک ہیں۔

خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد اور خاصی کر سیدنا عثمانؓ کے ہاتھ پر ہاتھوں کی ہست کرتے کے بعد حقیقت حال سامنے آئی تو تمام اپنے اپنے مقام پر کھٹ اتھوڑنے لگے کہ ہماری معمولی سی کسبئی اور تساہل نے دنیا کے بے مثل فیاض، کریم، اور مجاہد انسان کو ہم سے جھین لیا ہے یہی وجہ تھی کہ اصل صحابہؓ میں سے سیدنا عثمانؓ کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہ کی اگر اس ضمن میں سیدنا طلحہؓ اور سیدنا زبیرؓ کی بیعت کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے تو وہ بیعت تلواروں کے سائے میں لی گئی اور جب انہیں موقع ملا وہ مدینے سے چل نکلے۔

میرزا اس طور پر یعنی لوگ مذہب ناگہم ہوں چڑھائیں گے اور ہر قسمی طور پر نفرت و ملوکیت کے مصنف کی قسم کے لوگ یا ان کی آنکھ سے دیکھنے والے اور ان کے منہ پر افسوس کے لوگ۔ مگر میں ان سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ خود عالی الذہن ہو کر ان واقعات کا سبب کا تجزیہ کریں۔ ان شاء اللہ انہیں صفات نظر آئے گا کہ حق اسی بات کے ساتھ ہے جو قرآن نے بیان کی ہے۔

حضرت سیدنا ذوالنورینؓ کو اپنے لیا سیدنا ذوالنورینؓ کو اپنے قاتلوں کا علم تھا | تاہم ان کے متعلق علم تھا چنانچہ آپؐ کا وہ آخری خط جو سیدنا ابن عباسؓ کے ہاتھ لکھیں حاجیوں کے نام بھیجا تاریخ کی تمام کتب میں موجود ہے۔

آپؐ نے لکھا: میں آپؐ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنہیں خلافت کی طبع ہے یا علیہ بازی سے کام لے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے نماز سے روک دیا ہے اور میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔

سازشیوں کے متعلق خلافت کی طعن کا قصور نہایت کم عقلی ہے۔ یہ سب پاپڑ توئی کرکے  
کی دفتار سے لے کر سریر آرائے خلافت ہونے تک صرف علمی پیلے رہے۔  
**سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ** انہوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانے کے عاملوں  
کو الگ کر کے اموی یعنی اپنے کبیڑے کے افراد کو عامل مقرر کیا۔ بین بانگ ہل ان عقل کے  
اندھوں اور بصیرت سے محروم لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا تم نے یہ جو  
کچھ لکھا ہے اس کا ثبوت تم کسی تاریخ کی کتاب سے ہم پہنچا سکتے ہو؟ اور آیا جو  
کچھ تم نے لکھا ہے اپنے ایمان اور وجدان کو حاضر ناظر رکھ کر لکھا ہے؟ یا تمہارے  
دین و ایمان، رخصت و سیبائیت کے ماتقوں میں اس حد تک گرد ہو چکے ہیں کہ  
تمہارے پاس انسانیت و شرافت کی قسم کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ میں یہاں  
ان عاملین کی فہرست پیش کر رہا ہوں جو سیدنا فاروق اعظمؓ کے مقرر کردہ تھے  
اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے  
اور پھر میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے سوا جو صدیق اکبرؓ کے زمانہ  
سے دشمنی کے گورز تھے ایک بھی اموی نہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
کئی امویوں کو اہم عہدوں پر فائز فرمایا تھا۔

- ۱۔ منافق بن عبدالحارث خزاعی جو غیر قریشی تھے اور مکہ کے گورز تھے۔
- ۲۔ سفیان بن عبد اللہ ثقفی تھے اور طائف کے گورز تھے۔
- ۳۔ لیث بن مذہب بنی نضل کے ثقیف تھے اور صنعاء کے گورز تھے۔
- ۴۔ عبد اللہ بن ابی ربیع خزاعی تھے اور جند کے گورز تھے۔
- ۵۔ میسرہ بن شعبہ ثقفی کوفہ کے گورز تھے۔
- ۶۔ ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے گورز تھے۔
- ۷۔ عمر بن عاص بنی سہم میں سے تھے جو مصر کے گورز تھے۔
- ۸۔ عمیر بن سعد انصاری قمیہ کے گورز تھے۔

۹۔ عبد الرحمن بن علقمہ کنانی فلسطین کے گورز تھے۔

۱۰۔ عثمان بن ابی عامر ثقفی بحرین اور اس کے مضافات کے گورز تھے۔  
حضرت عثمانؓ نے مغللوں کو روکا تھا۔

در اصل شیعیت کی وسیع کاریوں کا کاروبار اس طرح ذہنوں پر سوار ہو چکا ہے  
کہ آج اس کذب و بہتان کے بحر ذفا سے صداقت کے موتی چھنے کے لئے جن  
عنواصی کی ضرورت ہے وہ رخصت ہوئے ہمارے ذہنوں سے چھین لی ہے۔  
عثمانؓ! تجھ پر ریت کے ذروں، سمندروں کے قطروں، درختوں کے پتوں  
بارش کے قطروں آسمان کے ستاروں سے امتناعاً مضاعف درود و سلام!  
عثمانؓ! اسلام اور مسلمانوں پر تیرے جو احسانات ہیں ہم قیامت تک  
ان احسانات سے عہدہ بردار نہیں ہو سکتے۔  
عثمانؓ! تیری مظلومانہ شہادت پر ہماری آنکھیں قیامت تک آنسو بہاتی  
رہیں گی۔

#### شہادت کے بعد:-

- عبد اللہ بن حکیم سے مروی ہے کہ عثمانؓ کے بعد میں کبھی کسی غلیظہ کے قتل  
میں شامل نہیں ہوں گا۔ پلچھا گیا اسے ابو عبیدہؓ آپ حضرت عثمانؓ کے قتل  
میں شامل تھے۔ فرمایا کہ میں ان کے محبوب کا تذکرہ بھی معاوضت قتل سمجھتا  
ہوں۔
- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر سب لوگ قتل عثمانؓ پر متفق ہو جاتے تو ان  
پر قوم کو طح چھر برسائے جاتے۔
- ناہر الجرمی سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے غلیظہ بنی اسرائیل کو لوگوں نے حضرت  
عثمانؓ کے خون کا سطل لے لیا تو حضورؐ ان پر آسمان سے چھر برسائے جائیں  
گئے۔
- میمون بن مہزن سے مروی ہے کہ جب عثمانؓ قتل کئے گئے تو عبد اللہؓ نے



کہا اس طرح راستے ہاتھوں کا حلقہ بنا یا یعنی دونوں انگلیوں کے سروں کو ملا کر  
اسلام میں شگافت کئے جائیں گے۔ ایک شگافت ایسا ہوگا جسے پہاڑ بھی  
پڑ نہیں کر سکے گا۔

• ابو قلابہ سے مروی ہے کہ جب تمام میں عدی کو جو صنف کا امیر تھا اس سانچے  
خبر پہنچی تو بہت رو دیا اور پھر کہا۔ یہ اس وقت ہوا جب خلافت نبوت آمدنی  
تھیں لی گئی۔ اور چہرہ سلطنت ہو گئی کہ جس نے جس چیز کو پایا وہی اسے  
کھا گیا۔ یہ روایت دو طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔

• یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ جب عثمان قتل کئے گئے تو اصحاب السلاطین  
نے جو جہر دی تھے کہا اسے اللہ میرے ہی لئے مجھ پر واجب ہے کہ میں ایسا  
کردں۔ اور نہ بنسوں یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

• ابو صالح سے مروی ہے کہ عثمان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا جب اس کا ذکر  
کیا جاتا تو ابو ہریرہ رو اٹھتے۔ گویا میں اُن کو ہائے ہائے کہتے ہوئے سن  
رہا ہوں اور اُن کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔

• زبیر بن علی سے مروی ہے کہ زبیر بن ثابت یوم الدار میں عثمان پر روئے تھے

• اسحاق بن سوبید نے کہا مجھ سے اس شخص نے بیان کیا میں نے حسان  
بن ثابت کو یہ کہتے سنا۔

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

• وکان اصحاب البی عیشۃ

پوچھا گیا کہ اہل کتاب اپنی کتب میں عثمان کے متعلق کیا پاتے ہیں انہوں نے  
کہا ہم قیامت کے روز انہیں قاتل اور تارک نہ بتا پر امیر بارتہ ہیں۔

• خالد الریعی سے مروی ہے کہ اللہ کی مبارک کتاب میں ہے کہ ان جوئے

• عثمان اپنے دونوں ہاتھوں اللہ کی طرف اٹھا کر کہتے ہیں کہ اسے میرے

• پھر روزگار مجھے تیرے مومن بندوں نے شہید کیا۔ چنانچہ سیدنا حسن نے

• ایک روز کوفہ کی مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنا ایک خواب اس طرح بیان

• کیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش عظیم کا ایک پایہ پچھو کر

• کھڑے ہیں کہ صدیق اکبر لشریف لائے اور آنحضرت کے دکھس مبارک پر ہاتھ

• رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر فاروق اعظم تشریف لائے اور حضرت صدیق اکبر کے

• کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسے میں عثمان اس حالت میں پہنچ گئے

• کہ اپنا سر دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے گذر رہے تھے اے اللہ العالمین اپنے

• بندوں سے جو چہرہ انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے اسے میں دیکھتا ہوں کہ

• عرش تھرا گیا اور اس میں سے دو پرانے زمین کی طرف خون کے جاری ہو گئے

• لوگوں نے سب بد حسن کا یہ خطہ سنا کہ سبنا علی کی قدمت میں مرض کیا کہ آپ

• نے سن لیا کہ حسن کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں حسن وہی کچھ کہہ رہے

• ہیں جو انہوں نے دیکھا ہے۔

• جبرین حازم نے محمد بن سیرین کو کہتے سنا کہ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ

• تم لوگوں نے انہیں برحق کی طرح مانجا (یعنی ان کا تمام مال سے کرکھا لیا)

• پھر انہیں قتل کر دیا۔

• حسن سے مروی ہے کہ جب قاتلین عثمان گرفتار کئے گئے تو ابن ابوبکر یعنی

• محمد بھی گرفتار کیا گیا۔ اور گدھے کی کھال میں بھر کر جلادیا گیا۔

• عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب کوئی جی قتل ہوتا ہے تو اس کی امت

• سے ستر ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں اور جب کوئی خلیفہ قتل ہوتا ہے تو اس کے

•

•

•

•

•

•

•

•

•

•

پہلے پنتیس ہزار آدمی قتل ہوئے ہیں۔ مگر سینہ عثمان کے قتل پر کم و بیش ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے۔

## کتابیات

عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ	چالیس لاکھ مربع میل کی آباد و شاداب	ابو نعیم	حیات القلوب	بہار المؤمنین
کرام، لاکھوں تابعین اور کھڑوں تبع تابعین اور عربوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن	خطہ ارضی کا عظیم حکمران، ہزاروں صحابہؓ	ترذی	الاستیباد	تہذیب
بنی کا دو ہزار داماد، اسلام اور مسلمانوں کا محسن، عظیم ہشتم و حیا کا پیکار، اُمّت	منزلہ حبوک در جہیل	ابو یعلیٰ	فردیغ کافی	کتاب شیعہ
موجودہ میں سب سے بڑھ کر حکیم، کریم، متواضع، خدا ترس پورے اکیس روز زندہ	البقول	منزلہ حبوک در جہیل	طبقات ابن سعد	تحفہ العوام
کہنہ کے بھوک اور پیاس کے شعلہ اند سے نڈھال، تلاوت قرآن میں مشغول نہایت	لمیری	البقول	تاریخ قمیسی	تفسیر مجمع البیان
سے دردی، شقاوت، بے رحمی اور سفاکی سے خمیدہ کر دیا جاتا ہے۔	عمر بن خطاب لوطادی	لمیری	چی الساری	تذکرۃ المعصومین
آج ہمیں تاریخ کے کونے کھدے سے تلاش کرنے سے ایک ذوق کیر بھی ایسی	شیعان ہند عصف ہند سر	لمیری	منہاج السنہ	ترجمہ قرآن
بات نظر نہیں آتی کہ اس معاملہ کا احوال عزم من الرسل کی زبان سے آہ و فغان	حضائین مولانا شمس	شیعان ہند عصف ہند سر	بجادی	(موجودہ مقبول)
تو درکنار آفت تک کی آواز بھی نکلی ہو، اس کی شہادت کے بعد ایک زمانہ تک	قیصر التورج	حضائین مولانا شمس	حقیقۃ عثمان و کثر غلہ حسین	نامتواریخ
یعنی جب تک حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر تمام مسلمانوں نے بیعت نہ کر لی	تاریخ اودھ	قیصر التورج	علامہ العیون	قصیدۃ الصداقۃ العظمیٰ
تمام عالم اسلام ایک شکستہ اور بے علاج کشتی کی طرح ہچکولے کھاتا رہا۔	رجال کشی	تاریخ اودھ	شہید اعظم	عبرت نامہ اندلس
اور ان ہچکولوں میں کم و بیش ایک لاکھ فرزندانِ نوحیہ کو اپنی جانوں کا نذرانہ	اقیار الطوال	رجال کشی	منشی الامال	ابن قلدون
پیش کرنا پڑا۔	تنقیح المقال	اقیار الطوال	مکذبت المصائب	ابن اثیر
عثمانؓ سے چھ پر لاکھوں دود و اسلام!	اعلام الزری با علام الہدیٰ	تنقیح المقال	حضرت عثمان کا بیچ اور سیا کی کشتی میں	ابن کثیر کی المہدیہ والنہایہ
	شرح ابن ابی الحدید	اعلام الزری با علام الہدیٰ	(مؤلف حکیم پر تفسیر علی احمد شاہی)	وقاد الوفا للشیعہ وروی
	اصول کافی	شرح ابن ابی الحدید	بنات رسول	
	سیف مصام	اصول کافی	منہج السیاحہ	
	خرائج وجرائج	سیف مصام	فیض الاسلام	
	شرح خرائج قمی	خرائج وجرائج	قرب الاستاد	
	کتاب شہادت	شرح خرائج قمی	تغیر صافی	
	الفرق بین الحق	کتاب شہادت	مرآۃ العقول	

[illegible][illegible]

# مقام صحابه رضی

شیعہ مذہب کی کُترپ کی روشنی میں

مؤلف

☆ حکیم فیض عالم صدیقی

ناشر

مكتبة فضل القرآن  
محله مسترین  
جہلم

مدینہ پہنچ کر کوثر نشین ہو گئے۔ مگر وہ لوگ تو اس بات پر ادھار کھائے بیٹھے تھے کہ ہم کسی صورت میں مسلمانوں کو اس وجہ سے جینے نہیں دیں گے۔ مگر سیاست معاویہ کے سامنے ان کی نہ چل سکی اور وقت کے انتظار میں ہے جب سیدنا معاویہؓ بھی داخل محنت ہو گئے اور چون لاکھ مرہوئل کی اسلامی سلطنت کی ذمہ داری کا بوجھ امیر خدیجہ کے کندھوں پر پڑا تو اس گروہ کے جو لوگ سیاست معاویہ کے سامنے بے بس ہو کر کوڑوں کھاروں میں چھپے بیٹھے تھے پھر پڑیل کی طرف باہر آ گئے۔ انہوں نے کوڑوں کو اپنا مرکز بنا کر حضور اکرم کے نواسے سیدنا حسینؓ کو گھیرنے کے واہ شروع کر دیئے۔ سیدنا حسینؓ امیر خدیجہ کی خلافت کے ابتداء ایام میں مدینہ سے مکہ پہنچ گئے تھے۔ یاد رکھیں کوئی وفود اور خطوط کا ناتنا بندہ گیا۔ حتیٰ کہ آنجناب حج سے فارغ ہوتے ہی خادم کوڑ ہوئے۔ اس وقت کہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت موجود تھی۔ اور چون لاکھ مرہوئل پر چھاپا ہوئی اسلامی سٹیٹ میں سینکڑوں صحابہ کرامؓ زندہ تھے۔ جن میں سے اٹھائی سو کے نام اسنادِ احوال اور تاریخی کتب میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے تمام جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے آنجناب کو سفر کوفہ سے منع کیا جن میں آپ کے بہنوئی سیدہ زینبؓ کے شوہر سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ آنجناب کے چچا سیدنا عبداللہ بن عباسؓ چند منازل تک روکنے کے لئے ہمراہ رہے۔ مکہ کے گورنر سے امن نامہ لکھوا کر پیش کیا گیا کہ مگر کوئی دفعہ ان کی ایک نہ چلنے دی حتیٰ کہ روکنے والے تمام جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ مایوس ہو کر کوڑ لٹ گئے۔ اس سے پہلے آنجناب اپنے چچا زاد مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیج چکے تھے۔ مگر سے کوفہ تیس منزل کے فاصلہ پر ہے، ۱۷۰ ذوالحجہ ثعلبیہ کے مقام استرھویس منزل پر سیدنا مسلمؓ کے قتل کی خبر ملنے پر آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ جلد الیون جلد ۲۶۳ صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱



کر بلا کے مقام پر پہنچ گئے۔ حریف ہی آپ کے ہمراہ تھا وہاں عربین سعد حراشہ میں آپ کے  
 ماموں تھے سکھاری فوج کے ہمراہ پہنچ گئے۔ آئینا بنے جناب ابن سعد کے ساتھ تین خزانہ  
 پیش کیں۔ مجھے واپس جانے دو۔ مجھے سعد کی طرف نکال جانے دو۔ مجھے یزید کے پاس  
 جانے دو وہ میرے چچا بیٹا ہے میرے تعلق وہ خود فیصلہ کرے گا۔ بعض روایات میں یہ کلمات ہیں  
 کہ میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں۔

کوفیوں کو ان ہر سر صورتوں میں اپنی موت نظر آتی تھی۔ انہوں نے اس جناب اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اس جنگ کا نام میں جناب ابن سعد کا لشکر پہنچ گیا اور کوفیوں کو بھی واصل جہنم کر دیا۔

اب اس گروہ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آگیا۔ کہ حسین کا قاتل یہی ہے۔ اور اس بات کہ میں  
بہتر کار و ہولنا تر شروع کر دیا کہ اصل حقیقت کتناں میں دفن ہو چکا گئی۔ اور ساتھ ہی اس گروہ  
اوسطاً چار سال کے بعد کافطی کو گھیر کر غلاف متوقہ کے خروج کرانے شروع کر دیئے۔  
پنج دسمبر میں ان خروج کرنے والوں کی تعداد ۶۵ سے زائد ہے جن میں ایسے بدکردار  
تھے جنہوں نے خانہ کعبہ کے پرشے تک تار لیئے۔ کعبہ کا دفنی مزار لوٹ لیا۔ قاضی مکہ  
لڑکے سے بدضلی کی۔ مسجد نبوی میں قرآن نوشی اور بدکاری ایک کے ارتکاب کئے  
کہ خلاف عباسیہ کے زائد ہیں اس گروہ میں سے تین بجائی تعداد پر قابض ہو گئے جتنا یہ  
آل بود کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے مابعد میں علی الاعلان سب صحابہ کے  
لے کے کہتے گوائے۔ پھر میں ماتم اور تعزیر با زبان شروع کیں۔

اسی گروہ کے ایک فرد ابن علقمہ نے عباسی خلافت کے زمانہ میں وزارتِ عظمیٰ کا منصب حاصل کیا اور اپنے ہم مسلک نصیر الدین طوسی کے ذریعے ہلاکو خان سے بغاوت میں قتل عام کرایا۔ اسی گروہ کے چند منچلے کمال مصر میں حکمرانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور فیلعین مصر کے نام سے ایک عرصہ تک عالم اسلام کے لئے ہلاکت بے واران بنے رہے۔ اسی گروہ کے چند شخصیات اور وحشی قتل عام کر کے نواب بن گئے۔ انہی کی سازش سے نادر شاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور دہلی کا قتل عام ہوا سلطان شیبو کا انہی نے شہید کرا کے ہندوستان میں انگریزی

حکومت کا راستہ صاف کیا۔ صادق دکنی اور جعفر جنگلی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے ایران کے اسماعیل مغوی نے ساٹھ ہزار تخریب کار مملکت اسلامیہ میں بھجلائے۔ مگر خلیفہ اسلام کو بروقت علم ہو گیا۔ اور ایک ہی رات میں سب کو قتل کر دیا۔ اسی گروہ کی سازش سے تیمور نے اسی وقت بایزید بلدکرم پر حملہ کیا جب وہ نصف سے زیادہ یورپ فتح کر چکا تھا۔ اسی گروہ کی ایک شاخ کے فرقہ نے حجرہ اسود اکھیر اور اپنے دارالحکومت میں رہ گیا۔ اسی گروہ کی ایک شاخ ایک صدی سے زیادہ مدت عالم اسلام کے لئے طائے ہے ورنہ ہی رہی سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطان محمود غزنوی پر بار بار ان لوگوں نے چھپ کر حملے کئے۔

فاضل قریب میں لکھنؤ میں شیعہ مسیحی فسادات ہوئے تو ان لوگوں نے بھارت کی مسلم کش جماعت سبکدوشی کے ساتھ جوڑ کر کے سنیوں کے خلاف ایک محاذ بنایا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں چھپ جوتڑاں کے محاذ پر جب تک ایک قادیانی کانڈر آخر تک کے ہاتھ میں جنگ کی باگ ٹود رہی مسلمان کشمیر کی شاہ رگ لکھنؤ کی دیواروں تلے بیچ گئے۔ مگر آخر حسین کو ہٹا کر اسی گروہ کے ایک فرد سوسے خان اپنے گروہ کے دوسرے فرد یحییٰ خان کو محاذ کی کان سونپی تو جرح ہوا تو م کے سامنے ہے۔

پاکستان کے دو ٹکڑے کیسے ہوئے؟ یہ ٹکڑی چھٹی باتیں نہیں۔ اسی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ میں ایران کا اقتدار آیا تو ملک بھر سے تمام سنی بلوچوں، اعرابوں اور کردوں کو جن جن گرفتار کیا گیا۔ اور آخر میں یہ نعرہ لگایا گیا کہ جو کام محمد رسول اللہ نہیں کر سکے وہ جہدی کرے گا۔ اور دوسرا نعرہ لگایا جو انٹرنیشنل ہرڈز میں جن پر سنی مشائخ ہوا اور پاکستان کے اکثر اخبارات نے اسے دوبارہ شائع کیا جس میں کہا گیا کہ تمام عالم اسلام میں محس جاؤ۔ اور جس قدر تباہی و بربادی کر سکتے ہو اس میں کوئی کسر نہ چھوڑو۔ مقام صحابہؓ کی تالیف کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کی بعض کتب کے اقتباسات سے انہیں بتایا جائے کہ صحابہؓ رسولؐ کا مقام کیا ہے۔ مگر ان لوگوں کے سامنے حق بیانی پختہ میں جو ہم لگانے کے مترادف ہے۔ جہاں یہ لوگ اقلیت میں ہوتے وہاں مروت

رواداری اور محبت کا دروا لپتے ہیں اور جہاں اکثریت میں ہوتے وہاں مسلمانوں کے خلاف بھیڑیے بن جاتے ہیں۔ اور چند دنوں سے انہوں نے چند سی مولویوں کو خرید کر مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار پھیلانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ معلوم ہوا ان سی مولویوں کو اچھا خاصہ آذوقہ ان لوگوں کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور اب انہیں صحیح العقیدہ مسلمان خارجی نظر آئے ہیں۔

فیض عالم - ۳۔ رمضان ۱۴۰۲ھ جامع اہل حدیث

مقام صحابہ

صفحہ ۵۵ سیدنا معاویہؓ سے پہلے اغیار کی ایک دیسہ کاری ملاحظہ ہو کہ سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہؓ کا نام ۲۴۱ ہجری تک کی تالیفات میں سیدنا عبداللہؓ بن سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ کے مرض کی ٹھونگ سے مرنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ سب سے پہلے ۲۴۱ھ میں حضرت سیدہ بنت جحشؓ نے لکھا کہ سیدنا معاویہؓ نے اپنی تالیف السامعین میں یہ افسانہ لائے۔

امام نووی، مبین الدین ندوی، ابن کثیر، امام ابن تیمیہ، امام مرزبان نے اپنی کسی تالیف میں عبداللہ بن سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کی مرض کی ٹھونگ سے مرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بخلاف اس کے مشہور مستشرق شرقی برہنہؒ اپنی تالیف اسلام ان ایجوپیا میں لکھتے ہیں کہ ایتھوپیا میں جبارتی نام کا ایک نہایت معزز قبیلہ موجود ہے۔ جو اپنے آپ کو سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیۃ کی اولاد سے بیان کرتا ہے۔ (صفحہ ۱۵۱ مطبع آکسفورڈ ۱۹۵۲ء) عبدالقادر خان نے آندوڈا انسٹ کے ایک شمارہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مشہور شیعہ مورخ مسعودی متوفی ۳۴۶ ہجری اپنی تالیف مروج الذهب کے صفحہ ۳۴۱ میں لکھتا ہے عبداللہ الاصغرؓ اکان بن اسرئشتا و سبعین حاکم فخر و عینہ فکان ذلک سبب موتہ عبداللہ الاصغرؓ اکلہ میں جبکہ ان کی عمر ۷۷ سال تھی مرض نے ٹھونگ ماری اور وہ مر گیا۔

مسعودی آگے چل کر لکھتا ہے۔ وکان عبداللہ الاکبر یلقب بالمطرف لجماله و حسنہ

وکان کثیر الزرع و کثیر الطلاق (ایضاً) عبداللہ اکبر جو طرف کے نام سے مشہور تھے نہایت خوبصورت تھے۔ وہ بہت نکاح کرنے والے اور کثرت سے طلاق دینے والے تھے۔ مسعودی نے سیدنا ذوالنورینؓ کے عبداللہ نامی دونوں بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لوگ جو سیدنا عبداللہؓ کی وفات مرض کی ٹھونگ سے چھ سال کی عمر میں بیان کرتے ہیں جو چھ سال نہیں بلکہ ۷۷ سال ہے۔ اس مقام پر قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ۷۷ سال کی عمر تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ تفصیل کے لئے میری تالیف سادات بنی رقیۃؓ کا مطالعہ کیجئے۔ بالائی شمارہ منظر آباد۔ آزاد کشمیر اور ضلع بارہ مولا۔ مقبولہ کشمیر میں اس لاکھوں رقیۃ سادات موجود ہیں۔ یہ وہی صورت ہے جو صدیقہ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہؓ صلوات اللہ علیہا کی عمر بوقت نکاح چھ سال بیان کی گئی ہے، یعنی ۱۶ سال کے چھ سال بنا دیئے۔ حضرت ام المومنین کی عمر شریف بوقت نکاح کے متعلق اب پیسیدوں کتب میں بتکار ذکر ہو رہا ہے۔ آج سے چند سال پہلے جب راقم نے اپنی تالیف صدیقہ کائنات میں حضرت ام المومنینؓ کی عمر کا ذکر کیا تو ”بزم خدیجہ معروف معنوں میں“ علماء کلام، فقیہ شہر گریان و آستین اولاد ہو کر جھپٹ پڑے۔

تبرہ از قلم حضرت مولانا عبد الرشید صاحب حنیف  
مقام صحابہ ————— تالیف جناب علامہ حکیم فیض عالم صدیقی

سرمزمین پاک نہ ہر دین شیعیت یا روافض کی تردید میں مسکروں اصحاب علم و فضل نے اپنی اپنی مبسوط علم کے مطابق کام کیا۔ مگر ان تمام کتاب کا اگر منظر غرض مطالعہ کیا جائے تو انہیں وقتی تعاضل کے تحت گو قبول عام حاصل ہوا اگر مستقل ضروریات کے نقطہ نگاہ سے انہیں وہ مقام نہ ملے گا جن کی اصل ضرورت تھی یعنی بعض نے۔

۱۔ اپنی کتب سے اپنے مسلک کی تائید میں دلائل و افراط و تفریط کے بغیر منہیں اتار دینے پر حرج کرنا ہے۔

۲۔ بعض نے اختلافی امورات پر یہ ماحصل غامض فرمائی کہ اگر تباہی سے عدم واقفیت کی بنا پر قہر مقرر کئے نہ ہوں کہ وہ اصل نہ کر سکے۔

۲۔ بعض تباہی عام بفضل کے بل بوتے پر بڑی بڑی فتنم کامین تابع کیں مگر شیعیت کا تباہی کو ان کے عقائد سے تطبیق نہ دے کے نتیجہ قادی کے لئے ذہنی شکنجہ پرستور موجود رہی۔ بعض نے شیعہ عقائد سے پردہ اٹھایا مگر ان عقائد کا ذرا مبالغہ پر کما حقہ کثرتی رد ڈال سکے۔ اللہ تعالیٰ کر دہ کر دہ جت نصیب کرے علامہ سید محمود احمد عباسی المتوفی ۱۴ مارچ ۱۹۷۹ء کو جنہوں نے شیعیت کے سلسلہ میں اظہار تباہی کا جج کو کہ خلافت معارف و یرید پیش کر کے علمی ردیا کو چٹا کیا اور شخص ایک مدرسہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ جیسی حقیقتات تو یہی ہے جو عباسی صاحب نے بیان کی اور تاہم بھی اس پر شاہد ہیں مگر اس کے باوجود تاریخ کے یہ گوشے نظروں سے کیوں اجمل کئے گئے۔ خلافت معارف و یرید کے ابو حقیق مزید اور حقیقت خلافت و ملکیت کے بعد علامہ

تحقیق الانساب و تاسیخ و دہر و حقیقت قوم کعبہ و تذکرہ خلافت تحقیق زید تحقیق سادات  
تیسروں محمدی بر سر موت مروری۔ ذائق امام ربانی حقیقت خلافت و ولایت سید مودت و ذائق ہند بر سر مہدی (ع)  
نقد عقل ابی خلف اختیار بیج الطائفة رقی و رقیہ و خیرہ کلمہ الامم الذین کلمنا فی حقہ علیہ السلام و غیر ذلک  
۱۰ خلافت و ولایت کے حقائق کے بارے میں اظہار نگاہ کا کتاب، اگر عوامی جو حقیقت خلافت و ولایت کے  
تو خلافت و ولایت کے شیعوں کے ہاتھوں میں لکھ کر عقل و ہمتیاء احمدی کے مترادف تھا۔

**تعارف:** ہونا یکم فیض عالم صدیقی کو ملک بلوچہ بابر آباد کے محنت ہونے کے باعث ملی اور مشہور رہا۔

[illegible]

موصوف، لیکن یہی اندر متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس خود رجحان کی طرف پرانے بڑے بھائی دیراج کی طرح میں نے بھی اپنی ہے  
راہوں میں جس طرح ترقی حاصل کی ہے، میں نے ان کے ساتھ اور دنیاوی تعلیم حاصل کی ہے، لیکن ان کے تمام باپ کی مسودہ مکتوبہ کی راہوں

مجلس کے لئے پنجاب میں آئے اور دینی تعلیم سے تدارخ تحصیل ہو کر حب وطن حالت راجوری متوجہ ہو کر تشریف

اور حضرت اقبالؒ کے شعر پر جسے تو خزانِ رسیدہ طبعیت میں ہمارے کمالِ عمر کو آنا تحریرِ آزادیؒ کی شہر میں پامال ہے

اُن محدود ساقیوں میں تھے مینہوں نے مدگرہ شاہی کے ایوانوں کو لرزہ برانجام کیا تھا۔ جبکہ مس ذہن کوئی مردِ مومن ہی کلمہ حق بلند کر سکتا تھا کہ تم یہ وہ طائرِ گریہِ مدام و مقص ہے یہو سنہ الغرض سے

**دورِ ثانی**۔ اسی صاحب کی زندگی کا آخری ایام میں ہی ثانی عباسی خلافت حکیم فیضی عالم لدھی جو واقعی علم و عمل کے لحاظ سے صدیقی ہیں تعلیم تاریخ کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں تبلیغی انداز سے اپنی صداقت کی قلمباز رفتاری سے میدانِ صداقت میں اختلافِ امت کا المیہ حصہ اول پیش فرما کر اہل علم سے تہذیبِ صداقت حاصل کیا۔ اس کتاب میں فاضل معصنف نے جس فاضلانہ انداز میں تاریخی خواہد و نظائر کی روشنی میں اہل سنت کے اندرونی اختلافات کا نقشہ پیش کیا اس پر سوچنا اس کے کیا کیا جا سکتا ہے۔ عکس کا راز تو آید ہوا ہے کہ نہ ہی حصہ اول اصحاب علم و فضل کی مجالس میں جرائی کی نظروں سے دیکھا جا رہا تھا کہ اس کی حلائی حقیقت مذہبِ شیعہ کے عکس کے گوشے گوشے میں پہنچ گئی یہ حقیقت ہے کہ حقیقت مذہبِ شیعہ نے پوری دنیا سے حقیقت میں ایک انقلابی مقام سوا کیا تھا یہ شیعیت کا پس منظر اس کی ابتدا اور بنیاد بعد امتی کے ساتھ تیرا اور دیگر بدعات کے خیر و شر کے علاوہ شیعیت کے تحریری حربے اور شیعوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا تفصیل جائزہ لیا۔

اس تالیف کو بعض ارباب علم و فضل نے شیعیت کا انسائیکلو پیڈیا کہا بعض نے شیعیت پر اسے حرفِ آخر قرار دیا۔ اور لکھتے ہیں کہ تمام کتاب کا مواد شیعی تاریخوں، تفسیروں، حدیثوں اور دیگر شیعی کتب پر مشتمل ہے۔ شیعیت کو انسائیکلو پیڈیا بھی درست بدست دیگر کول گراں تھا کہ نہایت سوائے سلسلہ میں ایک شیعوں کو لکھنے والے پر مکتوب مفتوحہ طبع ہو کہ مکمل و عرض میں پہنچ گیا جس کے جواب میں شیعوں علماء کے سے جوابات موصول ہوئے۔ مع جواب کو طبع ہو کر صاحبانِ بصیرت اور اربابِ انصاف کے لئے سربل صیرت و انصاف کے مرکز اور صفت حسین صاحب کا رسالہ بہت رسول بہت بصر میں طبع ہوا رہا ہے یہ بھی خالص اشاعت کیا جاتا۔

مرزا صاحب نے اپنی روایاتی تصانیف اور تصانیف کے بڑے بڑے گائیڈاں بھی لکھے ہیں اور ان کی کارروائی سے گریز کیا ہے ان میں تلاش کرتے ہوئے کہتے ہیں عین ممکن ہے کہ ممکن ہو کر اس سے اس میں بال تاریخ کا انداز کے الگ الگ اہل سنت و جماعت دیکھ کر ہوں۔ علامہ سید محمد رضا صاحب نے بیان کیا ہے امام کا یہ ارشاد ہونے لگا کہ کفایت لیتنا حقہ العوام کے حوالہ سے جواب میں کہتے ہیں۔ ہاں یہ کہ نہیں بہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چاہیے تھا کیوں لکھا تو وہ بالکل درست کردہ حضور کی پروردگار میں ہیں ۱۱ سطور۔ سبحان اللہ کیا کہنے اس ستر لال کے

حیاتِ نقیوب مجلسی کے حوالہ سے جواب میں لکھتے ہیں علامہ مجلسی کو یہ عقیدہ ہے انہیں چاہیے کہ مراد اللہ تعالیٰ سے عابر مجلسی کا عقیدہ ہمارا آخری فیصلہ نہ لکھنا اپنی مقول کا نام کریں ۱۲ سطور۔ کچھ ترجمے فکر کے کوئی۔

نہج البلاغہ کے جواب میں لکھتے ہیں وہ اس کے بعد آپ نے کچھ فرمایا وہ آپ کا کلام نہیں ۱۱ سطور

لیجئے یہاں بھی البلاغہ سے ہی منکر ہو گئے۔ نور اللہ شمس ستر کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر غری نے دین و مٹائی کو دی تو علی نے بھی عمر کو دی مگر دینی نے عثمان کو دینا دیا نہ علی نے عمر کو دیا ۱۱ سطور ۱۹ سطور کیا عیبت علیؑ

خیر تو ہر مریض زرا صاحب کی علمی تہذیبوں میں اس کتاب میں اپنے قرآن مجید کی حقیقی آیات لکھی ہیں اب غلط لکھی ہیں ایک بار مریض صاحب نے اس قسم کا قرآن لکھنے کا دعویٰ کیا تھا یہ یہ اسی قرآن کی روایت ہوں۔

مرزا صاحب کا قرآن

و بیہر کمر تطہیر

قل تعالوا ندع

لعنت اللہ

آذر

زوجنا کما

ولا نکو المشرکین

لیخبرکم

اولئک

لجملہ نسا و صحرا

بل فعلہ کبیر صم هذا فسلوہم

اعطیناک

قل لا ادر ابع

واولئک صم الممتدین

از قال لنبہ یا نبی ما تعبدون

ما کان محنت

اب خود کارہ کل لکچے کہیں علامہ کے چوتھے تیسرے کے ۱۱ سطور کے کام میں یہ حدیث و آیات کا مقدمہ غلطیاں ہیں اس کی تحقیق معلوم؟ کتاب کے مصنفات پر حضرت سیدہ ادرجت ام المومنین سیدہ فاطمہ اور سیدنا علیؑ کے فضائل ہیں جو تقریباً اہل سنت والجماعت کی کتب سے کہنے گئے اور ان کے سرسازان کو نشانہ نہیں مگر متنازعہ مکتوبات ۲۸ صفحت پر لکھا گیا ہے میں کاغذ شروع مانتی میں پیش کرنا کہ ہے انصاف

و بیہر کمر تطہیر

قل تعالوا ندع

لعنت اللہ

آذر

زوجنا کما

ولا نکو المشرکین

لیخبرکم

اولئک

لجملہ نسا و صحرا

بل فعلہ کبیر صم هذا فسلوہم

اعطیناک

قل لا ادر ابع

واولئک صم الممتدین

از قال لنبہ یا نبی ما تعبدون

ما کان محنت

۱۱ سطور ۱۹ سطور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نذرانہ عقیدت

— ایک ذرہ ناچیز کا —

کاشانہ نبوت کے پروردہ

ایک ذرہ ناچیز کا کاشانہ نبوت کے پروردہ، مہبط وحی کے تربیت یافتہ، سیدۃ النساء کے شوہر، نبی کے چچا زاد اور داماد، ولید اور محمد بن عبدود کے قاتل، شجاعت کے سپر، علم کے مینار، علم و عرفان کے چراغ، معدن کرم، منبع نفع، اسلام کے فدائی، مسیحیوں کے مخلص، صادق تحب اور سچے مشیر، ایمان و یقین کی چٹان، صبر و استقلال کے البرز، عفت و عصمت کے مجسمہ، مظہر حلال کبر یا یعنی سیدنا علیؑ کے حضور میں! علیؑ! تو عظیم تھا، کائنات کا ذرہ ذرہ تیری عظمت، بزرگی، تقدس، پارسائی، علم، فضل اور اختیار و اخلاص پر شاہد ہے۔

علیؑ! تو عظیم تھا اور قیامت تک تیری عظمت پر سورج کی آتش کر نہیں، چاند کی تابانی ستاروں کی درخشانی زمین کی روئیدگی گواہی دیتی رہے گی۔

پیشم فلک نے دیکھا اور ہم نے سنا کہ وفات الہی تک محبوب اور فاقہ سے تیرے پیٹ پر چتر بندھے ہوئے ہیں مگر تیرے نعرہ کی صدائے بازگشت آج بھی ہمارے کانوں سے ٹکراتی رہی ہے۔ — — — — — جہاں میں نام شعیر پر ہے عاقبت حیدری تاریخ عالم گواہ ہے کہ صدیق اکبرؑ کی خلافت سے عثمانؓ کی شہادت تک پوری ولج صدی تو کروڑوں مسلمانوں کا مخلص ہی خواہ اور صادق مشیر رہا۔ اور ان کی آنکھوں کا ستارہ اصحابِ ثلاثہؓ نے تیرے قدموں میں مال و دولت کے انبار لگا دئے اور تو نہایت اطمینان اور فارغ البالی کی فضا میں کروڑوں فرزندانِ توحید کے دلوں کی دھڑکن بنا رہا۔ مگر افسوس صد افسوس! کس قدر ستم ظریفیت تھے وہ لمحات جب تُو نے قاتلین عثمانؓ

اور مائیدی مائید کر بلا رشید مذہب کی کتب سے رتب کر لیا گیا گو سکا بوجہ قرآن و معارف پر عمل بہتر قوم کے لئے ایک نئے نادرہ، اول اس کا برائیت و الجہات کے منہ کے پاس جن اشد ضروری ہے۔ زیرِ قلم کتاب مقام صحابہؓ کا مواد بھی فاضل مرتب رشید مذہب کی کتب سے قلم کیا ہے۔ کتاب کے تین باب ہیں۔ پہلے باب میں شیعہ مذہب کی اہمات اکتب، خلفاء و ثلاثہ کے خصوصاً اور جمیع صحابہ کرام کے عموماً فضائل کا استنباط کیا گیا ہے کہ ان کا رشید حضرت تعقیب، تنہا نظری اور پھر دوسری کتب فضا سے نکل کر اپنے بزرگوں کے ان اذکار پر عمل کر کے تو مناقشات کی فضا بیک لمحہ سوانح میں تبدیل ہو کر رہے دوسرے باب میں شیعہ مذہب کے ان گھناہم کے مصنفین کی کتب سے وہ روح فرسا اور جہان بیکسی لاری کوڑھ کا سوا اہمات تکرار کئے گئے ہیں جن کا تصور تک بھی ایک مسلم اللہ صانع انسان کو چھوڑ کر رکھ دینا ہے۔ نعل کفر نہ باشد کے مصداق اس باب کا مطالعہ کر کے اور صبر کا کام ہے مگر فاضل نے طبع نے چنالیے لفظوں کی طرف متوجہ کر کے ہونے سے تلبیہ ہے کہ جن لوگوں کی فطرت گھٹی سے ان کے مزاج و انداز بھی نہ بچے ہیں صحابہ کرام کی مثالیں ان کی دشنام طرازی کا کیا لگے۔ تیسری کتاب میں سیدنا علیؑ اور اصحابِ ثلاثہؓ کے تعلقات آپ کی فطرت ان کے شیعوں کے متعلق چند اشارات کئے گئے ہیں۔ فاضل نے طبع نے جس انداز سے شیعہ مذہب کی انتقاد و دیانت کا احاطہ کر کے یہ بتایا ہے کہ شیعہ مذہب میں کوئی شخص بھی کسی ایک بات پر متفق نہیں۔ یہاں بھی جہاں کا نام ہے (آہنی عصاب)۔ تعریف و تالیف کے میدان میں علامہؒ اپنی اعصاب اور ذوق کی طاقت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ موصوف کی قوت ایمانی اور علمی و اخلاقی میں استقلال اور عزم بخشنے اور قلم کو قوی کر کے اس کی جلیں کی بجائے نہایت کو قوم و ملت کے سامنے متابع و عز کی حیثیت سے نکلے۔

ادارہ نشر علوم اسلامی کن آباد جھنگ صدر کو علامہ موصوف کی تالیف قلم کر رہے ہیں۔ تالیف و تصانیف فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میں بہت جلد ہی علامہ موصوف کی تالیف قلم کر رہے ہیں۔ حضرت مدظلہ العالی نے جو اسلامی تصوف کی طاعت کی توفیق عطا فرمائی۔

عبد الرشید صدیق

سمن آباد جھنگ صدر

۶/۲۴

## منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی

اس وقت دنیا میں کم و بیش ستر کروڑ مسلمان بچتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ سے زیادہ پانچ کروڑ شیعہ ہوں گے ان میں سے کم و بیش ایک کروڑ اسماعیلی، باطنی اور فرطی ہوں گے۔ کم و بیش نصف کروڑ زیدی ہوں گے اور ساڑھے تین کروڑ اسماعیہ اثنا عشریہ ہوں گے۔ اور آگے چل کر یہ بھی مختلف شاخوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنے وضع کردہ اصولات، دینِ توحید، رسالت، امامت، عدالت اور قیامت کے متعلق بھی متفق الحیال نہیں۔ ہاں ایک بات میں ضرور متفق ہیں اور وہ یہ ہے سب صحابہؓ۔

آج تقیہ کی آڑ میں اکثر شیعہ جہلہ سینوں کو درغلانے کے لئے یہ کہہ کر اپنا بیچھا پھرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم تو صحابہ کرامؓ کو برا نہیں کہتے۔ مگر یہ سب جھوٹ اور کذب کا یادہ اور بڑھ کر کہتے ہیں۔ سب صحابہؓ کے سلسلہ میں راقم الحروف کا رسالہ دعواتِ شیعہ، الگ طبع ہو رہا ہے۔ ضمناً اس کتاب میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض شیعہ تو تبرکاتِ اصولاتِ دین میں شمار کرتے ہیں۔ مگر ان کے اس دعوے کے پیچھے کوئی نص نہیں، کوئی روایت نہیں۔ ان کے مزعومہ آئمہ میں سے کوئی ان کے اس عقیدہ کا مدعی نہیں گذرا۔ بلکہ جہاں تک سیدنا علیؓ کے خطباتِ شیعوں کی صحاح اربعہ ان کی تاریخیں اور رجسٹرندہ مذہبی کتب کا تعلق ہے سب میں خلافتِ صحابہؓ ثلاثہ کو خلافتِ حقہ کہا گیا ہے۔ حیرانی اس بات کی ہے کہ آج ان لوگوں کی مجالس و محافل میں جو سب و شتم، کذب و افتراء، بہتان اور دروغ بیانیوں سے کام لیا جاتا ہے ان کا ملین اور سرچشمہ کونسا ہے؟

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ ان تیز فانی قسم کے شیعوں کو جہاں بھی چند سال حکومت کرنے کا موقع ملا انہوں نے جی بھر کر مسلمانوں کو لوٹا۔ قتل عام کیا۔ ان کی بیہوشیاں

کے قریب میں اگر ان پر اعتماد کر لیا۔ کتنا مبارک وجود تھا سیدنا حسنؓ کا مجھولنے سے معاشرہ کی فلاح کے لئے ہاتھ بڑھایا اور معاویہؓ بیس سال تک نہایت سلطوت و جبروت سے سرسراٹے خلافت رہے اور اس بیعت کا سال آج تک تاریخوں میں عام الجماعتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور کہتے نامبارک اور نحوس وجود تھے اشتر غفنی اور غافغنی بن حرب وغیرہ کے جنہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر کے گویا آپؐ کے سر پر کاتوں کا تاج رکھ دیا ہزاروں فرزندانِ توحید خاکِ خون میں تڑپ گئے۔ اور پھر انہی بیعت کرنے والوں میں سے ہزاروں نے آپؐ کو در و درو کا فر تک کہنے سے گریز نہ کیا۔ اور ہزاروں نے آپؐ کو مقبلاً الوہیت پر لایٹھایا اور آپؐ چلی گئے ان دو پاؤں کے درمیان اگر بیٹے رہے۔ گویا آپؐ کا یہ چہار سالہ در خلافت آپؐ کی زندگی کا عظیم المیہ تھا۔ آپؐ اپنے ان دوست نما دشمنوں کو سمجھاتے رہے، پکارتے رہے، ٹھکارتے رہے، انہیں صراطِ تقیم کی طرف بلاتے رہے، تلوار چلاتے رہے، پتھر پڑے، گرسے، سینھلے اور پھر لٹکارا مگر انہوں نے کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا، روئے جیسے، چلائے، گزر گزائے مگر وہ شس سے من نہ ہوئے۔ بلکہ سب انہوں نے دیکھا کہ ہمارا مقصد یعنی دین کی تخریب کا منصوبہ مکمل ہو گیا ہے تو جس طرح انہوں نے فاروقِ اعظمؓ اور عثمانؓ غنیؓ کو شہید کیا تھا آپؐ کو بھی شہید کر دیا۔

خدا رحمت کند انؓ ضادِ حقانِ پاکِ طینت را

علیؓ تجھ پر اور تیرے پیشروؤں پر لاکھوں درود و سلام !

فیضِ عالم صدیقی

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

محالہ احکامات جامعہ المحدثہ محلہ مٹرلاں جہلم

علی اللہ کہنے والے بھی شیعہ۔ اور شہور محدث معنی من لایحضرہ الفقہ جیسے اسے  
کہنے والے بھی شیعہ و رضیکہ ایسے اختلافات سے شیعہ مذہب کی کتب بھری پڑی  
ہیں۔ میں نے یہ چند اقومات نہایت رقت بھر سے جذبات سے یہاں محض اس  
لئے قلمبند کئے ہیں کہ شیعہ اصحاب چند طمحات کے لئے تعصب اور عناد کی فقہا  
سے نکل کر انصاف کی فضا میں جائزہ لے کر دیکھیں کہ آیا جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں  
یا کر رہے ہیں درست ہے؟

میرے دوستو! اب آپ سیدنا ابوبکرؓ سے متعصب خلافت جعفریہ کر سیدنا  
علیؓ کے حوالے کر رہے ہیں وہ تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ اور وہی ہوا جو درناست  
سے علم الہی میں تھا۔ اور تقدیر کے قلم سے لکھا جا چکا تھا۔ اب آپ کیوں  
غواہ خواہ ہر بات کا تاریک پہلو سامنے لانے کے لئے عمرؓ اور شایع ایمان  
پر باد کر رہے ہیں۔

میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں، ایک  
وہ جو آج تک تجوس اور یہود کے گٹھ جوڑ کے پس منظر سے آگاہ ہیں اور  
ان کی تیار کردہ ٹیکنیک کی روشنی میں دین اسلام کی تخریب میں لگے ہوئے ہیں  
دوسرے وہ جو اس مذہب کو ضروریات زندگی کی فراہمی کا سبب جان  
کر اپنی کشتی حیات کو رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔ اور تیسرا گروہ ان عوام  
کا ہے جو محب اہل بیتؑ کے نعرہ سے مست ہو کر اپنی سادہ لوحی، کم علمی  
اور کم عقلی کی وجہ سے اس مذہب کے والد شیدا ہیں۔ مذہب کو سچ سمجھ  
کر اس پر چلنے والا گروہ اصل میں بھی تیسرا گروہ ہے۔ مگر اول الذکر کے  
ساتراں انداز ایسے ہیں کہ انہوں نے ان لوگوں سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت  
سلب کر رکھی ہیں۔

میرا رزقئے سخن خصوصی طور پر آخر الذکر دو گروہوں سے ہے اور یہی نہایت  
درد مندانہ طور پر ان کے جذبات سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ:-

چھینیں گے کوٹہ مسجد نبویؐ میں قبل عام کیا۔ نواہت تک سے گریز کیا۔ مسجدیں  
دیران کر کے امام باڑے تعمیر کرائے۔ ماتم اور تعزیر میں جبراً شیعوں کو شامل  
کیا علی الاطلاق سب صحابہؓ کو رواج دیا۔ اذان میں کلمات بڑھائے قرآن کو غلط  
قرار دیا۔ فلک اور قمر طاس جیسے صاف واقعات کو غلط رنگ دیکر عوام کو گمراہ کیا  
امہات المؤمنینؓ کی سطر و مقدس ذاتوں پر بہتان تراشیاں کیں نبیؐ کی اولاد کا  
انکار کیا۔ بعض مفلحوں نے اپنی الوہیت تک کا نعرہ بلند کیا۔ خاطر اور مسئلہ کی شادیوں  
کے سوانگ رچائے، اچھوت اور اچھوتوں کی اصطلاحیں وضع کر کے انہیں علی  
جلے پہنائے۔ جبراً لوگوں کو شیعہ بنایا۔ سنت رسولؐ کا منہکا ڈرایا۔ اللہ کو چھوڑ  
بر لئے والا قرار دیا۔ اپنے مزعومہ کمر کو رب کہا غرضیکہ ایسی کوئی بات باقی نہ چھوڑی  
جو بڑائی کی فہرست میں شامل ہو سکتی تھی۔ بارہوی امام کو بھی، بھری میں پیدا کیا  
کبھی ۱۲۰ھ میں اور آخر لا محدود مدت تک کے لئے کھلا چھوڑ کر یہ قید لگا دی کہ  
جب تک صحیح العقیدہ ۲۱۳ مومنین پیدا نہیں ہوں گے امام غائب ظہور نہیں فرمائیں  
گے۔ گویا جرم شیعوں کا اور سزا امام کو۔

مزید یہ کہ شیعہ مذہب میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر ان کے کوئی  
دو مغتربا محدث متفق ہو سکے ہوں۔ بلکہ اکثر ان کا مستند کتب کا یہ حال ہے کہ  
ایک ہی کتاب میں ایک واقعہ کی کئی مختلف شکلیں موجود ہیں۔

نبیؐ کی چار بیٹیوں کا اقرار کرنے والے بھی شیعہ اور سوائے ایک کے باقی کے  
وجود کے منکر بھی شیعہ۔ سیدہ ام کلثومؓ کے حضرت عمرؓ سے نکاح کے نامی بھی  
شیعہ اور اس نکاح پر اول فرج تعصب منا کی جیبتی کہنے والے بھی شیعہ۔ اسے  
جنتیہ کہنے والے بھی شیعہ اور ام کلثومؓ جنت علیؓ کو ام کلثومؓ جنت ابوبکرؓ کہنے والے  
بھی شیعہ مگر بلا میں پائی کی موج دگی کے فانی بھی شیعہ اور سیدنا حمینؓ کی پیاس  
کی فرضی داستانوں کے خالق بھی شیعہ، مگر بلا کو سرسبز و شاداب قطعہ ارضی کہنے  
والے بھی شیعہ اور اسے رنگینا کہنے والے بھی شیعہ۔ اذان میں اظہار علیؓ

## شیعہ مذہب کے ستر پہلو ہیں

میرے دوستو! ہم نے ایک دن ضرور مرنے سے ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ سمجھ بوجھ اور عقل دے رکھی ہے۔ اس سے کام لیجئے اور اس کتاب میں شیعہ مذہب کی کتب سے جو کچھ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اس پر عمل کر کے غارت گران دین و ایمان سے اپنا دامن بچائیے۔

دنیا مٹے شیعیت اپنے اندر ان گنت پہلو رکھتی ہے۔ مگر میں ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ آج اس بھری دنیا میں سیکڑوں مذاہب وقت صحابہ کرامؓ کے متعلق ان کی مستند کتب سے مدح صحابہؓ اور سب سے مدح صحابہؓ کی کتابیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مدح صحابہؓ میں ان کی تمام امہات الکتاب سے اگر حوالجات استنباط کیا جائے تو اس کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔ اس طرح اگر ان کی گھٹیا قسم کی کتب سے سب صحابہؓ اور ذم صحابہؓ کے استنباط کیا جائے تو اس کے لئے بھی طر

ایک عمر چاہیے تیری زلفت کے سر ہونے تک ایک طرف یہ لوگ صحابہؓ کرام کو کائنات ارضی کی مقدس، پاکیزہ، مطہر اور گرام کو کرام کو پاکیزہ ترین انسان کہیں میں آپ کے مزعومہ آئمہ، مفسرین، محدثین اور مجتہدین کا ایک کثیر گروہ کے خون میں تڑپایا اور آخر میں سیدنا علیؓ کو شہید کر کے حسینؓ کو بٹا کر بے کسی اور ان ستودہ صفات بزرگوں کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کے پاس امام، کسی مفسر کسی محدث اور کسی مجتہد کا کوئی مستند حوالہ نہیں تو تجربہ صاف ظاہر ہے کہ کلام الہی، سیدنا علیؓ کے ارشادات، دیگر آئمہ کے فرمودات، صحاح اربعہ کی اور دیگر امہات الکتاب کی روایات کے مقابلہ میں تاہین سب صحابہؓ اس دنیا کی کذا اور ذل ترین مخلوق میں محسوب نہیں کئے جائیں گے۔ فلیتأخض المتناخسون فیضر علیہ صلیقی

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بیشک میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں۔ فیما عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ السلام یقول فی لاکلمہ یا لاکلمہ ابو بصیر سے بھی روایت ہے کہ میں نے امام



الواحد لا۔ نہا سبعون وجہاً  
ان مشقت اخذت کذا وان شئت  
اخذت کذا۔  
(اساساً اصولی مضبوط دلائل شیعہ مجدد)

حضرت علیؓ کو فرماتے مٹنا کہ میں  
کلام کرتا ہوں تو اس میں ستر پہلو رکھتا  
چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کروں اور چاہوں  
اس پہلو کو لے لوں۔

اس سے نفرت کرتا ہے۔ غرضیکہ ان تضادات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ جس کا انتساب  
ہی ممکن نہیں۔ بطور مشقے نمود از خوار سے میں صرف اصحاب ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام  
کے متعلق ان کے چند متضاد نظریات پیش کرتا ہوں۔

### شیعہ مذہب میں کوئی چیز قابل اعتبار نہیں

قرآن نزد امام غائب۔ کتب حدیث ناقابل اعتبار مجتہدین کے اقوال مات لغت  
مات الفتویٰ، آپ سے اگر کوئی بات کرنا چاہے تو کس چیز کو سامنے رکھ کر کرے۔  
آپ کے نزدیک اہل سنت کی تمام کتب سرے سے ہی ناقابل اعتبار ہیں۔ اب اگر آپ  
کی کتب سے آپ کے مروجہ عقائد کے خلاف کوئی قول پیش کیا جائے تو وہ مستند نہیں  
اور قابل بحث نہیں تو آخر کسی بات کو صاف کرنے کے لئے کیا چیز آپ کے سامنے پیش  
کی جائے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ سے  
بڑا اند آپ کی تقریب تمام اہمات الکتاب اس بات پر ثابت ہیں۔ مگر آپ کہتے  
ہیں یہ قطعی غلط ہے۔ آپ کو اہل سنت کی کتب اور عبارت کے بین السطور میں  
کوئی معمولی سی بات نظر آجائے تو آپ اس پر طوفان مچا کر دیتے ہیں۔

سلف جنات الرسول کہ مکتوبہ بنو ہاشم کے جواب میں چار بیسے کے بعد شہرہ حضرت حمزہؓ کی مزار پر  
سے ایک خط لکھا ہوا موصول ہوا جس میں سیدنا علیؓ کے اصحاب کی طرف سے نکاح کے متعلق قلم و لہجہ  
کی ایک تالیف سے عبارت نقل کی گئی جو جب نبی علیہ السلام نے دیکھ کر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا کہ نکاح  
یہی بادۂ حق ہے جس نے مجھ سے ازدواج اس نے مجھ سے آزاد دیا تو علیؓ نے صدارت کرتے ہوئے کہا  
یا رسول اللہ میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا یہ افواہ کسی دشمن نے بیلائی ہے۔ ان الفاظ پر ماضیہ کافی  
کرتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کے مرنے کے بعد لوگوں نے دیکھ دیا کہ وہ دشمن کوں تھے۔ میں  
نے مرزا صاحب کو ان کی اس تحقیق انہی کا اسی روز جواب لکھ دیا تھا۔ تاہم جواب الجواب سے  
مردم ہل چکے ہوتے کسی پاس بیت و ملا نہ تھی۔ اس کا تذکرہ دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ لہذا قلم پیر۔

ایک صدیق اکبرؓ کو والدی جامہ بالصدق وصدق بے کا مصداق کہتا ہے، دوسرے  
کہتا ہے وہ جیت تھا۔ ایک فاروق اعظمؓ کو عادل اور خلیفہ حق کہتا ہے اور دوسرے  
ہے وہ طاغوت تھا۔ ایک آپ کو سیدنا علیؓ کا داماد تسلیم کرتا ہے اور دوسرا اول  
عقب مناکہ بھتی اڑاتا نظر آتا ہے۔ ایک سیدنا ذوالنورینؓ کو نبی کا داماد اور علیؓ  
کہتا ہے دوسرا کہتا ہے وہ لید کرنے والا تھا۔ ایک کہتا ہے نبی کی چار بیٹیاں تھیں  
کہتا ہے نہیں صرف ایک بیٹی تھی۔ ایک کہتا ہے کہ بلا ایک سرسبز و شاداب قلعہ  
تھا اور دس محرم صبح سیدنا حسینؓ نے فوراً لگایا اور غسل کیا دوسرا کہتا ہے کہ بلا  
چٹیل میدان تھا اور اس میدان میں آپ یمن روز و شب کے پیاسے شہید ہوئے  
ایک کہتا ہے علیؓ نجف میں مدفون ہیں۔ دوسرا دھرم پور میں بیان کرتا ہے تیسرا  
نامعلوم مقام بتاتا ہے اور چوتھا کہتا ہے آپ کی جگہ شیطان قتل ہوا تھا آ  
زندہ اٹھا لئے گئے تھے تو بتلاش کر نجف میں دفن کون صاحب ہیں؟ شیعوں  
کتب کہتی ہیں علیؓ اور حسینؓ کے قاتل شیعہ تھے ان کے ذاکر کہتے ہیں وہ سنی  
ان کی کتب میں لکھا ہے جس نے اپنے شیعوں سے تنگ آکر حق خلافت معا  
کے سپرد کر دیا مگر یہ کہتے ہیں انہوں نے قبیح سے ایسا کیا تھا۔ خلیفہ وہ خود تھے  
پھر لگے جل کر ایک شخص امامت کا تاج ایکس کے سر پر دھرتا ہے دوسرا دوسرے  
سر پر تیسرے کے سر پر اور امامت والے سر پر چھترے بٹھتے سنبھڑوا  
پہنچ جاتے ہیں ایک متعہ کو تمام گناہوں کی مغفرت کا موجب گردانتا ہے اور  
سلف۔ جس میں شیعہ مذہب کے کوہلائے متعلق تمام مہرے واقعات کی طرٹ نڈھکی  
تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی تالیف ”واقعہ کربلا“ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ نشر معلوم اسلامی میں آیا ہوگا۔

## آیت اختلاف

اگر کوئی سنی عالم شیعوں کی کسی دھمکی رگ مثلاً بنات الرسول، سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا عمرؓ کے ساتھ وغیرہ پر انگلی رکھے تو یہ لوگ مختلف قسم کی تاویلات کی گھائیاں پانتے پانتے آیت اختلاف کی طرف آجاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اتنی عقل بھی نہیں کہ یہ آیت سراسر ان کے اس دعوے کے خلاف جاتی ہے جو انہوں نے وصایت اور خلافت بلا فصل کے ضمن میں تراش رکھی ہے۔

ملہ۔ وصایت اور خلافت بلا فصل کے عقیدہ کا خالق عبداللہ بن سبا یہودی تھا اکثر شیعہ مذہب کی تمام مستند کتب اس کی شہادت ہیں۔ آج شیعہ کی دنیا سے یہ آواز بھی کہیں کہیں سے پیدا ہو رہی ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک فریضی شخصیت تھی یہ لوگ ایک کھلی بات کو جھوٹ ثابت کرنے کے لئے ایک جھوٹ تراشتے ہیں اور پھر اس جھوٹ اور کذب کو چھپانے کے لئے جھوٹوں پر جھوٹ باندھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ کوئی ایک بات بھی ان کے مذہب میں ایسی نہیں رہی کہ جنہوں نے جھٹل اور بیہوشیوں رنگ اور سیکڑوں صورتیں دی ہیں۔

اسے نیچے عبداللہ بن سبا کے متعلق حضرت جعفر صادقؑ کا ارشاد۔

ابان بن عثمان کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہؑ (حضرت جعفر صادقؑ) سے سنا فرماتے تھے اللہ کی لعنت ہو ان سبا پر اس نے امیر المؤمنین علیؑ علیہ السلام کے ہمارے گھر کو گھسیٹا۔ اللہ کی قسم امیر المؤمنین تو اللہ کے فرمانبردار بندے تھے اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جس نے ہم پر جھوٹ باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اگر اہل بیتؑ کے لئے کذاب سے محفوظ نہیں رہ سکتے جو ہمارے ذمہ جھوٹ لگاتا رہتا ہے۔ اور ہم پر انہوں نے ہمارے سچے بات کو بھی لوگوں کے ہاں ساقط الاقرار بنا دیا ہے۔ علامہ کشی فرماتے ہیں اہل علم کو ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام کا حضرت علیؑ سے محبت کرنے لگا وہ اپنے زمانہ یہودیت میں بھی حضرت یحییٰ بن زون کے بارے میں "وصی موسیٰ" ہو گیا غلو کی وجہ سے عقیدہ رکھتا تھا۔ قرآن نے اسلام کو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

عہد احادیث یہاں صرف اس قدر بتانا مطلوب ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ایسے کو نہ کھڑے تلاش کرنے کے خلاف میں متنبہ ہیں جہاں سے انہیں صحیح کلام کے متعلق کوئی معمولی سی بات بھی پیدا ہو تو کرتے حافظہ فقہاء بنات الرسولؐ کے جواب میں مولوی محمد بشیر انصاری مولوی اسماعیل مدرس آل محمدؑ کا جواب انگریزی کے جوابات مغربیہ مذہب کے مطابق ہو رہے ہیں۔

اللہ کی تفسیر سے حوالہ جات شیعوں کے نزدیک معتبر نہیں اس لئے یہاں صرف اہل تشیع کی تفسیر سے چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ملاحظہ اللہ کا شافی اپنی تفسیر خلاصۃ المباحیہ میں آیت اختلاف کی تفسیر کے تحت اس کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں۔

فقراء مہاجرین مدینہ میں ہجرت کے بعد انصار کے مکانات میں پناہ گزین ہوئے اور قریش مکہ عرب کے اکثر قبائل کے ہمراہ جو کہ اور شراب میں رہتے تھے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر متفق تھے۔ روزانہ دن رات دھکی آمیز مینا مات بھیجتے اور قتلہ انگیزی کی باتیں کرتیں مہاجرین بیشتر اذنانہ سنے رہتے اور خطر و خوف سے دقت گزار تھے ایک دن آپس میں کہنے لگے کہ آیا ایسا وقت آئے گا کہ ہم اپنے آپ کو مطمئن دیکھیں گے اور خوشحالی سے، یحییٰ گے اس پر آیت وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعُوا النَّبِيَّ مُحَمَّدًا مِّنْ دُونِ النَّبِيِّينَ أَن يَسْخَرُوا مِنْهُمْ فِي الْأَرْضِ إِنَّهُمْ كَانَ اللَّهُ يُوعِظُ الْكَافِرِينَ (مائدہ ص ۱۲۴)

یَسْخَرُوا مِنْهُمْ فِي الْأَرْضِ (ان کو عرب عجم کی سرزمین کفار میں خلیفہ بنائیں گے) را خلیفہ خواہ گرداند و در زمین کفار را ز عزت و عجم من قبلہم پیش از ایشان یعنی بنی اسرائیل کو زمین مصر و شام بدیشاں داد

یہودیہ کی گئی ہے (وہاں کشتہ ۱)

عبداللہ بن سبا کی تعلیم سے ایک جماعت نے حضرت علیؑ کو حاجت روا، مشکل کشا اور رب دالہ امانان کے ستر سر غفلت کو آپ نے زندہ حبس دیا و رجال کثیری بشیر رجال مصنف (ابو عمر ترمذی) مستشرقین کی تالیفات میں سے دیکھئے عبرت نامہ سلسلہ (اور ابو حنیفہ دینوری طبری، ابن اثیر، ابن خلدون، ابن کثیر تمام مؤرخین نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے)

عرب و عجم کے مشرکین کی زمین کا وارث بنائے گا۔ جیسے ان سے پہلے خلیفہ بنائے تھے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارضی شام میں جاہر لوگوں کی ہلاکت کے بعد ان کے شہر وں کا وارث اور باشندہ بنایا دیکھیں ہم دینہم الذی ارتضیٰ عنہم یعنی ان کو اسلام کے ظاہر کرنے کی قوت و طاقت دے گا۔ جو ان کے لئے دین پسند کیا ہے ولیبذلہم من بعدہم معنا یعنی ان کی اس کے بعد مدد فرمائے گا کہ وہ مکہ میں مشرکوں کے غلبہ کی وجہ سے خوفزدہ تھے اسلام کی قوت اور نشر و اشاعت کی وجہ سے وہ امن کی حالت میں ہو گئے (صفحہ ۴۰۲، ۴۰۳، مطبوعہ نجف جدید)

(۳) تفسیر صافی میں بھی اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ ان کو زمین میں خلافت دے گا۔ یعنی نبی کے بعد ان کو خلیفہ بنائے گا۔

(۴) تفسیر طبری مجمع البیان میں ہے والمعنی لیورثہم ارض الکفار من العرب و البعر ضیعہم سکا فہا وعلو کھا۔ یعنی ان کو عرب و عجم کے کافروں کی زمین کا وارث بنائے گا۔ اور ان کو دہاؤں کے باشندے اور بادشاہ بنائے گا۔  
الغرض شیعوں کی ان تفاسیر میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو لوگ منصب خلافت پر فائز ہوئے وہ اللہ کے وعدہ کے مطابق فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ عرب و عجم مصر و شام کے ممالک میں اسلام پھیلایا، ان ممالک میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت دی اور مکہ میں کفار کے خوف سے ڈر کر زندگیاں گزارنے والے ایران مصر اور شام میں سکونت پذیر ہوئے اسلام کا بول بالا ہوا کفر و شرک نیست و نابود ہو گیا۔

اور یہ سب کچھ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں ہوا۔ علیم الہی میں یہ لوگ کائنات ارضی پر اس کی حجت تھے اور اس کا نام بلند کرنے والے تھے۔

آج اگر شیعہ مذہب کی اہمات الکتاب کو ہی شیعہ اصحاب نظر رکھتے ہوئے خلافت بلا فصل کے موضوع عقیدہ سے دستبردار ہو جائیں تو صدیوں کی اس شیعہ سنی کھینچ تانی کا فائدہ ہو سکتا ہے۔

بعد از ہلاکت جبارہ تا تصرف کردند آن چنانکہ تصرف ملوک در ممالک خود کو برآمدگ زمانے حق تعالیٰ پر وعدہ مومنوں و فاعلہ جزائرم دیار کسرت و بلاد درم بایشان ارزانی فرمود (خلاصۃ المہج ۱ ص ۱۴۰)

آیت کے شان نزول اور تفسیر سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ مہاجرین و انصار تمام کامل الایمان تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں عسرت کی جگہ لیرت بلکہ خلافت فی الارض کی بشارت دیتے ہیں۔

۲۔ قیصر و کمرے کی سلطنتیں فاروق اعظم کے زمانہ میں ہی تباہ ہوئیں۔ اس لحاظ سے فاروق اعظم کی خلافت میں جانب اللہ تھی۔

۳۔ اگر آیت استخلاف کے تحت صرف سیدنا علیؓ کو خلیفہ رسول مانا جائے تو آپ کے زمانہ میں ایک مروج پنج زمین بھی فتح نہیں ہوئی بلکہ اسی ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان فرزند ان توحید شہید ہوئے سیدنا حسنؓ کی خلافت کے چند ماہ بھی اسی طرح گذر گئے۔

۴۔ اگر یازدہ ائمہ کو اس آیت کے مصداق خدنا و فی الارض سمجھا جائے تو گیارہ خلیفہ نوامری میں سے توہی زندگیاں امویوں اور عباسیوں کی ذلیفہ تروکی بر گذریں۔ وہ لوگ زائد قسم کے گوشہ نشین بزرگ تھے علمی یا سیاسی کسی شعبہ میں بھی وہ اپنے ہم عصر اصحاب علم و دانش سے بڑھ کر نہ تھے۔ پھر اس آیت کا مصداق ان کو گرانٹا ان کی ذاتوں سے سوائے تفسیر کے کیا کہا جاسکتا ہے۔

اب اپنے شیخ الطائیفہ محقق طوسی کی تفسیر البیان سے سنیئے۔

(۲) حضرت مقدادؓ سے زرا آیت ہے کہ۔

اس آیت میں ان لوگوں سے وعدہ ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مومن و صالح ہیں کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

## صدیق اکبر رضی

### بعد از انبیاء اول و افضل

پروانے کو چراغ ہے نبیل کو پیکل بس صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس  
نام عبد اللہ باپ کا نام عثمان کنیت ابو قحافہ سلسلہ نسب عبد اللہ بن قحافہ عثمان  
بن عاص بن عمر بن کعب بن سعد بن قیس بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن ثعلبی  
مرہ پر ہوا کہ یعنی ساتویں پشت پر سلسلہ نسب رسول اللہ کے نسب سے جاملتا ہے۔  
لقب عتیق، کنیت ابو بکر، خطاب صدیق۔

اُمت میں صدیق کے خطاب کا جامہ آپ کی ذات پر ایسا دربر ہو کہ جب بھی  
اسی عمری دنیا میں خواہ کسی کے سامنے یہ لفظ بولا جائے مگر اس کا ذہن آپ کی ذات گرامی  
کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔

اُمت مرحومہ میں سوائے "روافض" کے سب کے نزدیک اجماعی طور پر آپ ہی  
صدیق کائنات ہیں۔ مگر روافض میں سے جو لوگ آج سیدنا صدیق اکبر کی شان میں گستاخانہ  
الفاظ استعمال کر کے مہم جنم بنتے ہیں ان کے پاس بھی اس دشنام طرازی کا اپنے  
دوازدہ آئمہ کی طرف سے کوئی ثبوت نہیں بلکہ ان کی تمام معتبر کتب سیدنا صدیق اکبر  
کی فضیلت کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

(۱) طبری اپنی تفسیر مجمع البیان میں والسا بقول الاولون من المہاجرین والانصار کے  
تحت لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ اس کے بعد ابو بکر ایمان لائے۔  
(۲) الذی جاء بالصدق، الخ پیچ کی تفسیر میں شیعہ مذہب کی اہم ترین تفسیر مجمع البیان  
میں لکھا ہے کہ جاء بالصدق سے مراد حضرت علی اللہ علیہ السلام ہیں اور صدق باہم سے مراد  
ابو بکر صدیق ہیں (جلد ۱ ص ۴۹)

(۳) ان من اسلمہ کے تحت لکھا ہے کہ خدیجہ کے بعد ابو بکر اسلام لائے (مجمع البیان جلد ۱ ص ۴۹)  
(۴) جو لوگ یہ جو اس کہتے ہیں کہ ابو بکر نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے وہ۔  
نہج البلاغہ کی عبارت پڑھیں:-

"خلیفہ رسول جناب صدیق اسلام میں سب سے افضل اور اس کے رسول کے سب سے  
زیادہ مخلص تھے اور خیر خواہ تھے اور اس خلیفہ کے بعد خلیفہ فاروق اعظم اسی طرح  
تھے جیسا تو نے سمجھا۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ ان دونوں حضرات کا مرتبہ اسلام میں بڑا  
عظیم الشان ہے اور بے شک ان کی موت سے اسلام کو بڑا صدمہ اور زخم پہنچا  
اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور ان کے احسن اور بہترین اعمال کی ان کو  
جزا دے (شرح نہج البلاغہ شیعہ مجتہدین کے ترجمہ ج ۱ ص ۳۱۳)

(۵) شیعوں کی معتبر اور مستند کتاب احقاق الحق میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جناب  
ابو بکر میرے نانا ہیں کی کوئی آدمی اپنے اجداد کو گالی دینا پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے  
کوئی شان اور عزت نہ دے، اگر میں صدیق کی عزت و عظمت اور تعلیم و تکریم کو تسلیم  
نہ کروں (ص ۳)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ششم متوفی ۱۴۹ھ تک سیدنا صدیق اکبر کو ہی  
صدیق تسلیم کیا جاتا رہا۔ امام موصوف کے سامنے کسی آپ کے مذہب شیعہ نے کہا اس  
کیا ہوگا۔ جس امام صاحب کو یہ لفظ کہنے پڑے اور صدیق کے خطاب کے بہت بعد  
میں متنازعہ مسئلہ بنا کر پھیلنے کی ذات پر چسپاں کرنے کی کوشش کی گئی۔

(۶) اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ میں ابو بکر صدیق کی اولاد میں دو طرح سے شامل  
ہوں۔ آپ کے ان الفاظ کی تشریح متعدد کتب شیعہ میں اس طرح کی گئی ہے کہ  
امام جعفر کی ماں ام فرہہ قاسم بن محمد بن ابو بکر کی بیٹی تھیں اور ام فرہہ کی ماں اسماء  
عبدالرحمن بن ابو بکر کی بیٹی تھیں (صافی شرح اصول کافی ص ۲۱۲ کشف الغمہ ص ۲۱۵-۲۱۷)  
احتجاج طبری ص ۲۰۵ جلاء العیون ص ۲۵۵)

(۷) دسیجیہ الاتقی الذی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن زبیر نے کہا کہ یہ آیت حضرت



ابو بکر کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ابو بکر نے ہی بلال غامدی بن نعیرہ جیسے لوگوں کو کفار سے خرید کر آنا دیکھا (مجمع البیان جلد ۵ ص ۵۵)

(۸) اب بیچ السلام کی طرف آئیے۔ نبی علیہ السلام کا مرض حبسہ نہایت خفیف رہا خود لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ اور حبسہ بیماری میں شدت پیدا ہو گئی تو ابو بکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤں۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کی زندگی میں ابو بکر کو دردن تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے پھر حضور وفات پا گئے (در تحفہ ص ۲۵۵)

میں نے ایک دفعہ کسی بکچل رافضی کا قول پڑھا تھا جس نے نہایت ڈھٹائی سے یہ بکواس لکھا تھا کہ ابو بکر جبراً محراب میں کھڑا ہو کر نماز پڑھانے لگا تو نبی نے آکر اُسے تہادیا اور خود نماز پڑھاٹی۔ اس عقل کے اندھے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس وقت مسجد نبوی میں محراب کی صورت سرے سے تھی ہی نہیں اور پھر اگر میدانہ صدیق اکبر نبی علیہ السلام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھاتے تو صحابہ کرام کیا خاموش رہتے۔ آپ کا یہ نماز پڑھانا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ آپ ہی نبی علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک نہیں بلکہ پوری سترہ نمازیں پڑھاؤں۔ اگر اد کوئی زبول سکا تو فرمائیے آپ کے لافٹے الا علی لاسیف الا ذوالفقار کیوں خاموش رہے۔ اور ایک نماز میں صدیق اکبر نبی علیہ السلام کے پہلو میں کھڑے ہوئے۔ آپ نے نبی علیہ السلام کی اقتدا کی اور صحابہ کرام نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

اگر آج شیعہ مذہب کی تمام کتب اصحاب ثلاثہ رضوانی اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تہرم کی بد زبانی سے پڑھیں اور قیامت تک تمام شیعہ مل کر اس کام میں جُٹ جائیں مگر سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کے بعد ان کی یہ تمام بے ہودگیاں باطل محض اور بے ہودگیوں پر ٹپل کرنے والے صریحاً سیدنا علیؑ کے منکرین ہیں محسوب ہوں گے چنانچہ بیچ السلام فرمیں ہے:-

(۹) وصیتہ لہ علیہ السلام لمحمد بن علی علیہ السلام کہتھا اللہ بجا ضرین

منصفین من صفین ای نبی انی وان اکن عمرت عمر من کان قبلی  
 "اے میرے بیٹے اگرچہ میری عمر جو پہلے گزری ہے اتنی نہیں ہے۔"  
 (من قبلی سے مراد خلفائے ثلاثہ ہیں ساتھ قریبہ مقابل کے) فقد نظرت فی  
 اعمالہم پس تحقیق نظر کی تھی میں ان کے یعنی اصحاب ثلاثہ کے اعمال میں۔  
 (یعنی اصحاب ثلاثہ نے اپنے در خلافت میں جو کچھ کیا میں نے اُسے غور  
 سے دیکھا) فکر فی اخبارہم را اور فکر کیا تھا میں نے ان کی خبروں میں (یعنی  
 جو کچھ وہ فرماتے تھے میں ان میں غور و فکر کرتا تھا اور سمجھتا تھا) و سرت فی  
 آثارہم اور چلا میں ان کے قبروں پر (یعنی میں نے تمام کاموں میں ان کی پیروی  
 کی اور ہر قول و فعل میں ان کی متابعت کی) حتی اعدت کا حدیم یہاں تک کہ میں  
 اُن کی مانند خلیفہ ہوا (یعنی میں ان خلفاء کی طرح خلیفہ بنا) بیچ السلام علیہ  
 سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کے یہ الفاظ دوبارہ قابل غور ہیں سرت فی آثارہم  
 یعنی میں ہم طور ان کے نقش قدم پر چلا۔ گویا کہ سیدنا علیؑ صدیق اکبر سیدنا  
 فاروق اعظم اور سیدنا ذوالنورین کی مقدس و بابرکت ہستیوں کو ہم طور قابل  
 تقلید سمجھتے تھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے باعث عزت و افتخار  
 سمجھتے تھے۔

سیدنا جبرائیلؑ کو اللہ تعالیٰ حکم سے نبی نے اپنا ساتھی بنایا

(۱۰) تفسیر امام حسن عسکری میں ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ کو نذر لیلہ وحی حکم ہوا کہ جناب  
 امیرؑ کو اپنی جگہ سکادو۔ و اس کے ان قسم صحابہ ابابکرؓ اور صدیق اکبرؓ کو اپنا  
 صاحب دیار مددگار بناؤ۔ آنحضرتؐ بموجب فرمان الہی ابو بکرؓ کے مکان کی  
 طرف تشریف لے گئے اور ابو بکرؓ کو فرمایا:-

اھبطت ان تلکون معی یا ابابکرؓ تظلم کما  
 اطلت تعرف بانک انت الذی تحملنی علی  
 ادبہ فحمل علی لراع العذاب الخ  
 اے ابو بکرؓ! اسی ہے کہ اس سفر ہجرت میں تو میرے  
 ہمراہ ہو جو طرح پر کھڑا رہی مجھے قتل کے لئے نکلتا  
 کہیں اسی طرح مجھے بھی قتل کے لئے نکلتا ہے۔

میرے شیعوں دوستو! امام حسن عسکری کی اس روایت کے بعد اگر آپ صدیق اکبر کو ناسق فاجر، منافق یا کافر کہیں تو لازماً نبی علیہ السلام کے قول کی تکذیب ہے۔ کیا آپ کا وجدان، ایمان اور ایمان اب بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ آپ سراسر خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ اور اٹھارہ رسول کی مخالفت کے مرتکب ہو کر خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن رہے ہیں۔

### صدق اکبر کا ایثار

بشعہ مذہب کی معتبر کتاب سیر الایمہ میں مذکور ہے:-  
(۱) ابو بکر بن ابی قحافہ سے بود از زندگان ابو بکر بن ابی قحافہ قریش کے بزرگوں میں قریش بادلت و حشمت مابہادر راہ آنحضرتؐ ایک بوڑھے تھے جو دولت و حشمت کے مالک تھے ایشا کردہ وجہ برکت نہاد (جلد ۲ ص ۲۸) اور انہوں نے اپنا مال نبی علیہ السلام کی ذات پر قربان کر دیا اور آپ کے لئے جان بھیلی پر رکھے خدمت میں رہے۔

ان میں سے بنی، واقع، بنی، و اشکات اور اطہر من الشمس شواہد کی موجودگی میں ثنائی اثنین اذہانی الغار کی سو قیاد، مفتربانہ، کذابانہ بلکہ جاہلانہ انداز میں اس قسم کی تفسیر کرنا جو صریحاً امام حسن عسکری کی روایت کے آٹھ اور نبی علیہ السلام کے ارشادات کے خلاف ہو سہلے درجے کی بردیانتی ہی نہیں بلکہ بے میاثی کی آخری حد تک دھبہ چھپانے ہے۔

علمائے اہلسنت کی معتبر کتاب میں کئی نے رجرات نہیں کی کہ وہ کسی مقام پر خلفائے اربعہ پر تقابلاً انداز سے خام فرسائی کسے۔ انہوں نے بقرہ۔ مولانا غفر علی خان مرحوم۔ مہم مرتبہ میں یا ران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں کے مصداق جب بھی فضا کی بیان کرنے شروع کئے، ایسا انداز اختیار کیا جو عین تعلیم اسلامی کی روح کو اپنائے ہوئے تھا۔ مگر اسوس حدافسوس کہ شیعوں نے اصحاب ثلاثہ کی شان کی تحقیق میں شرم و حیا کا دامن چھوڑ دیا۔ مگر اہلسنت کے نزدیک چاروں کے پادشاہ ایک ہی نخل سرسبز کے پھول ہیں۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ قرآن مجید اس کام پر کار کیا ہے جس کا میں دعویٰ کرتا ہوں اور میری وفات کے سبب سے تجھ پر تم کے عذاب پہنچیں۔

مگر سبحان اللہ اقربان اسے صدیق تیری ذات پر تو نے اس وقت جو جواب دیا آج تک اس عالم رنگ و برہم کی جان نثار سے یہ نہ ہو سکا۔

یا رسول اللہ! انما عشت عسیر یا رسول اللہ! میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت کی خاطر سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہو جاؤں اور قیامت تک ان میں پھنسا ہوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں میرے جان و مال اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا حرام ان اطعم اللہ علی قلبک لا حرام ان اطعم اللہ علی قلبک تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا دد حد ما فیہ موافقا لہما لاجری عقی اور تیرے دل کی بات تیری زبان کے موافق پائی لسانک جملک متی بمنزلۃ السموم یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو میرے لئے صادق اہمیت البصر والرأس من المحجد و بمنزلۃ الراس و من البدن راسخ الاعتقاد جان نثار، وفادار اور کامل مومن پایا۔ بالیقین خدا تعالیٰ نے تجھ کو بمنزلہ میرے سمیع و لہر کے بنایا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے بہتر ہے۔

۱۔ امام حسن عسکری کے نام سے ردافض نے نبی علیہ السلام کی نبوت پر کتنے غیر محسوس انداز میں حملہ کیا ہے۔ مگر انہی خود یہ کہہ رہا ہے کہ لوگ تجھے کہیں کہ تو نے مجھے نبوت پر آمادہ کیا ہے ورنہ میں نبوت کا مدعی نہ ہوتا۔

کہ ہجرت سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی ہجرت کے واقعہ کے متعلق سیدنا صدیق اکبرؓ کے مقابل میں سیدنا علیؓ کا مقام بلند کرنے کیلئے بیان کیا ہے کہ آپؓ کو لوگوں کے سایہ میں بنی کے بستر پر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان عقل کے اندھوں کو کچھ دیکھنے سے۔ بات صرف اس قدر ہی ہوئی کہ کفار آئے علیؓ سے دریافت کیا اور چلتے بنے۔ یہ امر عربی روایات کے قطعاً خلاف تھا کہ وہ بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں گھسے۔ اُسے سوتے ہی قتل کریں۔ بے خبری میں اس پر حملہ آور ہوں چنانچہ معتز شیعہ کتب اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

”کفار آئے حضرت علیؓ کو دواں دیکھا تو بایں ہو کر واپس چلے گئے“ (تنویر البیان ص ۳۸۸)  
 ”کفار آئے انہوں نے دواں ایک شخص کو جا رہا تھا کہ سوتا پایا تو“ اسی اثناء میں ”تھوڑا سا چکر دھجکاٹے“  
 ”کچھ بھٹکے اگر سوتے ہیں کسی کو قتل کرنا عربی روایات کے خلاف نہ ہوتا تو سوتے ہوئے کو ہرگز نہ جگاٹتے“  
 ”سیدنا علیؓ کو کجاری ہجرت کی آواز سے جاگ جائے“ (آئینہ حیدری شیعہ ص ۳۳) جب آپؓ نے ہجرتوں کی آواز سنی کشت عن راسہ اپنے سر سے پٹا اتار دیا۔ کفار نے جب دیکھا کہ علیؓ ہیں۔ لا تغشوا علی محمد و آلہ“ یعنی علیؓ کو کچھ نہ کہو یہ محمدؐ کے فریب میں آگیا کہ کچھ چلتے بنے (آئینہ حیدری ص ۳۴)  
 ”تلاوتوں کی جھجکاہوں اور زینوں اور بھالوں کے سامنے علیؓ کو شکار کر کے ہر گھنٹوں کذب و افتراء سے بھر پور تقریریں بھجائیں دالے اللہ کو کیا جواب دیں گے۔“

اقول: حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دو پہر کے وقت صدیق اکبرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ تو صدیق اکبرؓ نے حضورؐ کی خلاف معمول تشریف آوری پر حیران ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ دو پہر کے وقت تشریف آوری کا مقصد؟ حضورؐ نے فرمایا گھر کے لوگوں کو الگ کر دو۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں آپؐ کے اہل بیت ہی ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے اور تم میرے ہمراہ چلو گے (مفہوم از صحیح بخاری) اور کچھ وقت آپؐ قیام فرما کر صدیق اکبرؓ کے گھر سے ہی آپؐ غار ثور کو روانہ ہو گئے۔ سیدنا علیؓ کو بستر پر سنانے کی روایات پہلے ہی موجود ہیں۔

صدیق اکبرؓ غار ثور میں

(۱۲۱) نبی علیہ السلام غار ثور میں حضرت ابو بکرؓ کے زانیہ پر رکھ کر سو گئے کسی مورخ سے مانچے ابو بکرؓ کے قتل کو دساکر وہ بار غار ثور میں کھنڈن پڑھ لایا۔ (ثبوت نبوت مصنف ڈاکٹر نور محمد ص ۱۳۷)  
 وہ لوگ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے چینی شیشی کر دیا تھا کہ کفار آواز میں کہائیں اور نبیؐ کو قتل کریں۔  
 ”کیٹھن پستان ہے۔“

ثانی اثین از ہما فی العاد کی تفسیر میں امام حسن مسکری فرماتے ہیں کہ ہجرت کا سفر مشکلات، ایذاؤں اور صعوبتوں کا سفر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں رفاقت سطر کے لئے نبی علیہ السلام کو فرمایا کہ ابو بکرؓ را یقین ترین شخص میں چپٹا کر انہیں ساتھ لے کر جائیے۔ تفسیر کے لفظ یہ ہیں۔

وامرأ فانہ ان انسک ساعدک و ذلک فی الجنة من دفعا لک ص ۲۸  
 اللہ تعالیٰ کی کر دہ ہدایتیں نازل ہوں تجھ پر اسے صدیقؓ ہونے پر کچھ کہا سچ کر دکھایا اور کر دہ ہدایتیں نازل ہوں اس نئی امتی پر جس کی صحبت نے تجھے گندہ بنا کر اس پوری کائنات میں اپنا دوست منتخب کر کے تیری جان نثاری کا ایسا صلہ دیا کہ زندگی میں تو اس کا رفیق، مرنے کے بعد اس کا ہم پہلو اور حشر میں اس کا ساتھی ہوگا۔

علیؓ اور شیعہ ہجرت

مگر باوجود ہزار ہزار کوشش کے کتبعت اپنی کتب سے اس قسم کا کوئی مواد نہ پا کر شیعوں کی کتب کی طرحت راغب ہوئے، تو دواں بڑھ کر نظر آیا اس نے ارباب علم و فضل پر ایک کیکچی سی طاری کر دی۔ ان مجاہدان علیؓ نے جہاں آپؐ کریمؐ اول ہم آخر ہم ملنا ہوا ان کے خطابات و القابات بخشنے دواں آپؐ کو سبقت کے ان مقامات پر پہنچا کر دم لیا۔ جس سے بعد غالباً پست ترین کوئی مقام نہیں۔

اُسی ہجرت کی شب کے بعد جب کفار مکہ نبی علیہ السلام کے مکان پر پہنچے اور علیؓ کو سونا پا کر پوچھا محمدؐ کہاں ہیں؟ تو علیؓ نے کہا ”میں محمدؐ کا نگہبان نہیں“ اس فقرے پر تنویر البیان و عمدۃ البیان میں جس طنزیہ انداز میں علیؓ کے متعلق اپنے بغض باطن کا اظہار کیا ہے وہ قابل توجہ ہے چنانچہ یہ بیان علیؓ لکھتے ہیں:-

”جناب امیر کی جان نثاری، دلاوری یا حوصلہ، شیعہ مذہب کے اس قول سے بخوبی روشن ہے“ (تنویر البیان ص ۳۷ بحوالہ الصدیق نعم الرفیق ص ۱) (عمدۃ البیان ص ۱۳۷)  
 سیدنا علیؓ کے اس جہراہیزاری پر حضرت علیؓ سے مزاحمت نہ کی اور کچھ لکھنے کی علیؓ کا

عقل کے ناخن لو۔ نبی علیہ السلام بے خانماں ہو کر گھر سے کفار کے ظلم سے جلا وطن نہیں ہوئے تھے بلکہ اللہ کے حکم سے آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔

### ہجرت کے تفصیلی واقعات

۱۵۔ اسی ہجرت کے واقعہ کو اپنے مشہور شیعہ مصنف حاکم حیدری کی زبان سے سنو!

۱۱۔ از نزدیک آن قوم پر مکر رفت بے بسوئے سرائے ابو بکر رفت  
”نبی علیہ السلام اس پر مکر قوم کے نزدیک سے گزرتے ہوئے ابو بکر کے گھر پہنچے“  
۱۲۔ بچے ہجرت اور نیز آمادہ بود کہ سابق رسولش خبر دادہ بود  
”صدیق اکبر بھی ہجرت کے لئے آمادہ تھے۔ چونکہ نبی علیہ السلام اس سے پہلے آپ کو خبر دے چکے تھے۔“

۱۳۔ بنی بر در خانہ اش چوں رسید بے گوشش ندائے سفر در کشید  
”نبی علیہ السلام صدیق اکبر کے گھر پہنچے۔ اور آپ کو سفر ہجرت سے مطلع کیا۔“  
۱۴۔ چوں بو بکر زان حال آگاہ شد بے زخانہ بردل رفت و ہمراہ شد  
”جب صدیق اکبر اس حال سے مطلع ہوئے تو گھر سے نکلے اور نبی علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔“

۱۵۔ بقا آمد رول تا سر روز و شب بے لیسر برد آں شاہ بفرمان رب

”نبی علیہ السلام تین شب روز اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیام پذیر رہے۔“

۱۶۔ شدے پور ابو بکر ہنگام شام بے ببردے در آں غار آب و طعام

”صدیق اکبر کا بیٹا شام کے وقت ان کے لئے کھانا اور پانی لاتا۔“

۱۷۔ خودے ہم از حال اصحاب شرب عیب حیندائے جہانرا خبر

”وہ کفار مکہ کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا۔“

۱۸۔ بنی گفت پس پور ابو بکر نہ را بے کر اے چوں بدر اہل صدق و دعا

”نبی علیہ السلام نے صدیق اکبر کے بیٹے کو فرمایا کہ اے وہ شخص جو آپ کی طرح صدق و دعا پسند کرتا ہے۔“

۱۳۔ ابو بکر تمام گھر بار چھوڑ کر تمام قحط مال کے کرشمے کی ہمراہی اختیار کرتے ہیں۔ اپنا اونٹ سواری کے لئے پیش کرتے ہیں۔ آپ کا بیٹا کھانا پہنچاتا ہے۔ آپ کو کھانا بکریوں کا گلہ غارت تک روزانہ لاتا ہے۔ اور ابو بکر نے بیٹے کے ہاتھ کفار کو پیغام پہنچاتے ہیں کہ لوگوں کے ذریعے اطلاع دیتے ہیں مگر صحیح کرتا نا چاہتے ہیں بریں عقل و دانش بایک گرسیت۔

صدیق اکبر ہی ثانی الثنین فی الدعوة الی اللہ تھے۔

صدیق اکبر ہی ثانی الثنین فی الجہال تھے۔

صدیق اکبر ہی ثانی کی زندگی میں مسلمانوں کے پیش ہو کر ثانی الثنین کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔ نبی کی وفات کے بعد آپ ہی خلافت کے منصب پر فائز ہو کر ثانی الثنین کے لقب سے ملقب ہوئے اور مرنے کے بعد نبی کے پیلوں میں دفن ہو کر بھی ثانی الثنین کے منصب عالی سے سرفراز ہوئے۔

حسین بن نفیل کا قول ہے جو آپ کے صاحبزادے رسول ہونے کا منکر ہے وہ کافر ہے (تفسیر کبیر ۴۲۵ جلد ۱ مطبوعہ مصر) جو شخص ابو بکر کے اصحاب ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے (فتح البیان تفسیر کثیف)۔ شرح اکبر یہاں شیعہ ایک اور لم تراشتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ابو بکر کے اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کی قیمت ادا کر دی تھی لا حافظہ، لا کاذب۔

دروغ گوئی نے ان لوگوں کو ایسا حواس باختہ کر رکھا ہے کہ ہر بات میں تضاد ہی تھا اور جھوٹ ہی جھوٹ۔

۱۴۔ چنانچہ سینے و تبر البیان میں شیعہ مصنف کیا لکھا ہے۔

جب آپ گھر سے نکلے تو آپ کے پاس کچھ تھا (۲۸۶)

ذرا ہجرت کے متعلق انداز بیان ملاحظہ ہو۔

”وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ظلم سے جلا وطن اور بے خانماں ہو کر گھر سے نکلا۔ عقل کثیت کر پیش مرداں بہانہ۔ اسے عجبان الہی بیت اور کلمہ گویان محمد



رو، دو مجازہ ہائے کنول راہ دار بن کر مارا، صاندہ بے شرب دیا،  
آپ دو مضبوط شتر چاہیں جو ہمیں بے شرب پہنچا دیں۔  
(۱۱) برقت از بخش پور پور بکر زود بن بدنیال کار بکر فرمودہ بود  
تصدیق اکبر کا بیجا جلدی اس کام کے لئے روانہ ہو گیا جس کام کا حکم نبی علیہ السلام نے دیا  
(۱۲) ہم از اہل دیں بدیکے حبیلہ دار بن برد کر دراز نبی آشکار  
تصدیق اکبر کے بیٹے نے ایک صحابی کو نبی علیہ السلام کے حکم سے مطلع کیا۔  
(۱۳) از حیلہ دار این سخن شنود بن دو مجازہ دادم مہیا نمود  
اس صحابی نے جب یہ حکم سنا تو فوراً دو تیز گام شتر پہنچا دئے  
بعض روافض نے یہاں ایک اور لم تراشی کی ہے کہ نبی علیہ السلام ابو بکر کو ساتھ نہیں  
لے گئے تھے بلکہ وہ از خود ساتھ ہو گئے تھے۔ اس کا جواب بھی یہ لوگ قاضی لہ اللہ خیر  
کی زبان سے سن لیں۔

کسی شکی کے اسی اعتراض پر قاضی صاحب لکھتے ہیں :-

جناب شیخ و جناب نوشتہ کہ این کلمات شیخ نے جواب میں لکھا کہ یہ الفاظ کہ ابو بکر  
نہ مذہب علمائے شیعہ است بلکہ عوام از خود ساتھ ہوئے تھے۔ یا رسول اللہ ان  
او باش بطریق استنیز اکوئید اگر رسول شیعہ سے افشائے راز کا اندیشہ کرتے تھے۔  
از ابو بکر سے ترسید پس بایستہ کہ ہر علمائے شیعہ کا مذہب نہیں بلکہ عوام ادبائش  
(ابو بکر، عمر، عثمان) با خود بردے پس بطور تمسخر کہتے ہیں۔ اگر رسول اللہ شیعہ  
چنانکہ چہ غیر شیعہ تھے میرفت نہائی ابو بکر میں ابو بکر سے ڈرتے تھے تو عمر و عثمان  
سے رفت دہم حال رفت محمد و بردن ابو بکر سے بھی ڈرتے تھے۔ پس چاہیے کہ تینوں  
پس زمان خدا نوردہ مجالس المؤمنین صلوات اللہ علیہم کو ہمراہ لے جاتے اور جس طرح پیغمبر و دوسروں  
صدا بردارین شیخ اجل عبد الجلیل قزوینی سے چھپ کر گئے تھے ابو بکر سے بھی چھپ کر  
جاسکتے تھے۔ بہر حال محمد کا جانا اور ابو بکر کو اپنے ہمراہ لے جانا بے حکم خدا  
نہ تھا۔

شیعہ کا طبقہ جب لاکھتا ہے کہ وفات کے وقت نبی علیہ السلام نے مسجد میں کھلنے والے  
تمام دروازے سوائے سیدنا علی کے دروازے بند کر دیئے۔ ایسا کہنے والے عقول  
کو اتنا بھی علم نہیں کہ نکاح کے بعد سیدنا علی کی ریش کے لئے وسط شہر میں ایک  
انھاری نے اپنا مکان پیش کیا تھا اور آپ وہاں چلے گئے تھے۔ یہی قریۃ الجلیبہ میں لکھا ہے  
دای عند ذلک اے اطلاق الباب یعنی دروازے بند کرتے کے وقت دونوں  
قال الناس اطلقوا ابنا رسولک باب نے کہا ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں  
خلیفہ فقال ابی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ یہ بات  
بلغنی الذی قلتم فی ابیکو دانی راری شکرا حضرت نے فرمایا جو کچھ ابو بکر کے لئے تم نے  
علی باب ابو بکر تو نواسی علی کہا ہے مجھے پہنچ گیا ہے تحقیق میں دیکھا ہوں ابو بکر  
(بابکد ظلمہ) کے دروازے پر نور کو اور تھار دروازے پر اندھیرے کو۔

۱۶۔ مصنف حیات القلوب لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ جناب ابو بکر کو  
ساتھ لے جائیے (جلد ۲) گویا سفر ہجرت میں صدیق اکبر کا ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے  
حکم سے تھا۔

۱۸۔ مصنف مجالس المؤمنین لکھتا ہے۔ بہر حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور  
ابو بکر کو اپنے ساتھ لے جانا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بغیر نہ تھا (مجالس المؤمنین ص ۲۵۵)  
۱۹۔ شیعوں کی مشہور کتاب حیدری میں ہے۔ نبی علیہ السلام جب ہجرت کی رات ابو بکر  
کے دروازے پر پہنچے اور ان کے کان میں سہری آواز دی۔ تو حضرت ابو بکر فوراً گھر سے  
نکلے۔ اور ہمراہ ہو گئے۔ جب بیابان کا کچھ حصہ طے ہوا تو نبی علیہ السلام کے پیامبر  
زخمی ہو گئے۔ تو حضرت ابو بکر نے نبی علیہ السلام کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا اور یہ  
بہت تعجب کی بات ہے کہ مرزا بازل مشہور شیعہ عالم کی تالیف عزرات جدیدی بھی  
ملاحظہ کیجئے۔ ہر گاہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سلطنت سے نکلے تو پیچہ دروازہ ابو بکر  
بن ابی قحافہ پر آئے کس واسطے کہ ابو بکر کو مطلع کر دیا تھا کہ ہمارا ساتھ چلنا پس آپ نے  
آواز دی اور گھر سے بلا کر اپنے ہمراہ لیا جب شہر سے باہر نکلے تو شرب کا راستہ پیش نظر تھا

پہلے ہی تیار کر رکھے تھے۔

(۷) غار کے قیام میں صدیق اکبرؓ کا بیٹا کھانا پانی لاتا رہا۔ اور نوکر بکریوں کا ریڑ لاتا رہا۔ تاکہ آپ کو دودھ بھی دیا جائے اور سیدنا صدیق اکبرؓ کے بیٹے کے پاؤں کے نشان بھی بھڑ بکریوں کے پاؤں سے مٹ جائیں۔

(۸) صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر روحانی قوت سے سرفراز فرمایا تھا کہ نبی علیہ السلام کو اپنے دشمن مبارک پر سوار کر کے غارتک پہنچایا۔

(۹) آپ نے نبی علیہ السلام کی محبت کی محبت میں گھر بار، اہل و عیال، مال و دولت سب قربان کر دیا۔

(۱۰) وہ ابوبکرؓ ہی تھے جب انہیں ان کے بیٹے نے اسلام لانے کے بعد کہا کہ۔

اے جان نفل! جنگ میں آپ کئی بار میرے تیر کی زد پر آئے مگر میں نے آپ پر تیر نہ چلایا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹے اگر تو مجھے بحالت کفر اس جنگ میں نکل آ جاتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ شیعوں کی عادت ہے کہ اگر انہیں کسی عبارت کے بین السطور سے اپنے موافق کوئی معمولی سی بات بھی مل جائے تو وہ اس بات پر صفراء، کبرے کی عمارتوں کو بنا کر ایک محل تیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس محوٹ کے محل کی دیواریں کچی ہیں۔ ان کی بنیاد بالو پر ہے۔ مگر بھر بھی اپنی مانتے چلے جائیں گے۔

غار ثور کا واقعہ سطور گذشتہ میں شرح و بسط سے بیان کیا جا چکا ہے لہٰذا تحریر اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے الفاظ پر شیعوں نے بڑی مغراری کر کے عجیب عجیب بکواس تراشے ہیں۔ یہی واقعہ امام جعفرؓ کی زبان سے سنیئے۔

۲۱۔ جب نبی علیہ السلام غار میں تھے تو آپؐ نے فرمایا میں ایک کشتی دیکھ رہا ہوں اور

اس میں جعفر اور اس کے ساتھی ہیں (واقعہ ہجرت حبشہ) صدیق اکبرؓ نے عرض کیا، کیا آپ انہیں دیکھ رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھائیے تو نبی علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر مسح کیا پس صدیقؓ نے بھی

حضرت رسولؐ نے نفیس مقدس کپڑوں سے نکال لیا۔ اور باہر پہنہ راہیے سفر ہوئے یہ حال دیکھ کر ابوبکرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شانے پر بٹھایا اور تھوڑی دُور چلے۔ ناگاہ صبح کے آثار نمودار ہوئے۔ مجبوراً سب راہ ایک جائے پناہ تکاش کی اور اس درخت میں ایک غار نظر آئی جسے عرب کے لوگ غار ثور کہتے تھے۔ آخر کار ابوہریرہؓ اس غار میں پناہ لی۔ پیچھے حضرت ابوبکرؓ غار میں داخل ہوئے۔ وہاں بہت سوراخ دیکھے تو اپنی تباہ چار پھاڑ کر سوراخ بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا تو مروانہ دار اپنا پاؤں اس میں استوار کیا پھر نبی علیہ السلام بھی غار میں تشریف فرما ہوئے۔ اور آسودہ ہو کر بیٹھے (۳۵)

### صدق اکبرؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا سیدنا علیؓ سے نکاح

۲۰۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی حضرت علیؓ کو سیدہ فاطمہؓ کے رشتہ کے متعلق نبی علیہ السلام سے عرض کرنے کی جرأت دلائی اور رضا مند کیا۔ در حضرت علیؓ میں نبی علیہ السلام کی خدیت میں یہ عرض کرنے کی جرأت ہی نہ تھی (مجلس الزہراء ص ۱۷۷) خان بہادر اولاد جید رفیق) مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

(۱) بعثت سے پہلے ہی حضرت ابوبکرؓ نبی علیہ السلام کے احباب میں سے تھے۔ بلکہ صبحِ سیدہ کر بعثت سے پہلے ہی نبی علیہ السلام کا صرف ایک دوست تھا اور وہ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ (۲) نبوت نازل ہونے کے بعد سب سے پہلے نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی نبوت سے مطلع فرمایا اور فوراً ایمان لے آئے۔

(۳) کئی زندگی کے تیرہ سال آپؐ اپنی تمام آسائشیں نبی علیہ السلام پر قربان کر دیں (۴) نبی علیہ السلام کی ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ اور سفر ہجرت میں آپؐ کی لقاقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیقؓ کو منتخب فرمایا۔

(۵) اس سفر میں جو تکالیف نبی علیہ السلام کو پہنچیں وہ صدیق اکبرؓ کو پہنچیں۔

(۶) سیدنا صدیق اکبرؓ کو پہلے ہی آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس سفر میں تم میرے ساتھی ہو گے، اور سفر کا تمام سامان صدیق اکبرؓ نے اپنے پاس سے تیار کیا تھا۔ مدبر ترین آدمی

جہز اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ لیا۔ (تفسیر قمی، مطبوعہ بیلن ص ۱۵۴)

غزوات حیدری شیعہوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہے کہ ابو بکرؓ کا بیٹا ہر روز کھانا اور پانی لاتا۔ نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا تو نہایت وفادار، صاف اور شفاف ہے (ص ۶۶)

۲۲۔ مجالس المؤمنین کا غالی اور منہ پھٹ مصنف نور اللہ شومسری بھی لکھتا ہے کہ رسول اللہؐ ہمیشہ اپنے اصحاب کی جماعت میں فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر صدیقؓ کی سبقت و فضیلت صوم و صلوات سے نہیں بلکہ ان کے دل کی عقیدت مندگی اور اخلاص کا ثمرہ ہے (ترجمہ مجالس المؤمنین ص ۸۸)

۲۳۔ شیعہوں کے مروجہ امام نہم محمد تقی متوفی ۲۲۰ھ کہتے ہیں میں جناب محمدؐ فضا کے لکھنا نہیں لیکن ابو بکرؓ نہایت فاضل ہیں اور جو احتجاج طبری ص ۱۳۷ امام جعفرؑ کا ایک قول سن لیجیے۔ امام موصوفؒ ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دونوں کے دونوں عادل اور منصف امام تھے۔ لفظ امام پر غور کیجئے اور اپنے منہ پر حقید مار بیٹے اور اپنی عقل کا ماتم کیجئے، حق ہی پر زندگی گزاری اور حق ہی پر دنیا سے تشریف لے گئے۔ قیامت والے دن دونوں پر رحمت ہو، ترجیحاً حقائق الحق ص ۱۱۱

۲۵۔ واقعہ افک کے ضمن میں سورہ نور کی آیت نمبر ۱۲ اولاد یا تمل اولوا الفضل منکم کہ ان کے متعلق شیعہوں کی مشہور تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ یہ آیت ابو بکرؓ اور علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی، مسطح آپ کا رشتہ دار تھا اور نہایت غریب تھا آپ اس کی غربت کی وجہ سے ہمیشہ اسے کچھ خطبہ دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپ نے خطبہ بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کشتائش وائے اور فضل وائے لوگ اپنے رشتہ داروں سے ہاتھ نہ کھینچیں۔ مگر با صدیقؓ اکبرؓ کو فضل وائے لوگوں میں شمار کیا گیا ہے (جلد ۱ ص ۱۲۲)

### سیدنا علیؑ نے صدیق اکبرؓ کی بیعت کی

۲۶۔ حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ علیؑ اپنے گھر میں تھے کسی نے آکر کہا کہ ابو بکرؓ

بیعت کے لئے مسجد میں بیٹھے ہیں۔ وہ فوراً محض قمیض پہنے بغیر چادر اور ازار کے اس خوف سے کہ ان کو بیعت کرنے میں دیر نہ ہو جائے گھر سے بھیجے اسے اور پھر ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اب کسی کو بھیج کر انہوں نے گھر سے کپڑے منگو کر پہنے اور پھر وہیں بیٹھ رہے (طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۵۵ طبع دکن)

۲۷۔ ابن جریر طبری متولد ۲۳۲ھ متوفی ۳۲۰ھ غالی شیعہ تھا، بارہ مختلف متونی ص ۱۵۵ نے واقعہ کو بلا برکتی حسن لکھی۔ اسی ابوحنیفہؒ کی روایات کو ارباب مذہب میں لوگ پاک درست کر کے طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور یہی تاریخ طبری ابن کثیر اور ابن الاثیر کا ماخذ ہے یہاں بعض متعصب قسم کے مؤرخین نے ایک دھوکا دینا چاہا ہے کہ ابن جریر طبری دو تھے، مودری تھا بھی اسی نافع کے ساتھ بصرہ میں۔ کئی حوالہ کن بات ہے کہ محمد ابن جریر دو ہیں۔ دونوں ایک دن پیدا ہوئے ہیں۔ دونوں ایک ہی نام سے تھے اور تاریخ لکھتے ہیں دونوں ایک ہی دن مرتے ہیں اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوتے ہیں شیعیت کی تحریف کے لئے کتنا دھوکا دیا جا رہا ہے۔ یہ عبارات یہ نکالنا، یہ غریب، یہ دھوکا بازی اس وقت تک ہی چلتی رہیں اور ایک طبری کے دہشتے رہے جب تک کسی گمراہ چاک نے اس نفاق و لوگوں کے جھگ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ طبری ایک ہی تھا اور وہ شیعہ تھا۔ اس کا بھانجا محمد بن العباس خوارزمی جبرائیل جو گوشت خرچہ ہوا ہے وہ اپنے ماموں کے متعلق فخریہ انداز میں کہتا ہے کہ میرا ماموں رافضی تھا وہ کہتا ہے طبری میرا ماموں تھا اور میں رکھوں درمیان رافضی ہوں دوسرے لوگ دوسرے کے رافضی ہیں۔ (راقت حموی) ابن جریر اور ان کے شیخ الشیوخ ابن حبان علامہ سلیمان متولد ۲۲۱ھ تمام طبری کو رافضی کہتے ہیں اور اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنی تاریخ میں جہاں بھی علیؑ اور مروجہ امام کے نام لکھتا ہے ساتھ میں سلام لکھتا ہے جو شیعہ شعار ہے اور باقی اصحاب کے نام کے ساتھ کچھ بھی نہیں لکھتا۔ وہ دشمنوں پاؤں کے مس کا قائل تھا۔ اس کی تاریخ کی آخری جلد طبع اول طبع حنین کے صفحہ ۲۲ پر امیر معاویہ کے نام کے متعلق لکھا ہے اور امیر معاویہؓ اور امیر معاویہؓ کے ناموں کے ساتھ بعض الفاظ ہیں اس قسم کی سبکیوں نمایاں پیش کی جاسکتی ہیں کہ طبری ایک ہی گزرا ہے اور وہ غالی شیعہ تھا۔ اور اس کی شیعیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ مرنے کے بعد اسے مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہوئے بلکہ اپنے مکان سکونہ میں دفن کیا گیا۔ کیا فرط یہی مقلدین مودریہ بیچ اس مسئلہ کے؟ (مضمون حقیقت ملامت و عکس تو ملو علامہ سید محمود احمد جاسی)

### حضرات شیخینہ کی خلافت نصیح

مذہب شیعہ کی ان تین معتبر تفسیر نے خلافت بلا فصل کا سرے سے خاتمہ کر کے سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کی خلافتوں کو مامور من اللہ قرار دے کر اس بحث کا سرے سے ہی خاتمہ کر دیا ہے۔ شیعہ اصحاب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ خلافت کی اس بحث کو ترک کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تحت ان چھ تین چھوٹے قسم کی کاروائیوں کو ترک کر کے سچے مومن بن جائیں۔ چونکہ وہ آج مکہ نبی علیہ السلام کے احکام کے منکر رہے اپنے آئمہ کے ارشادات سے منحرف رہے اپنے مجتہدین کے اجتہادات سے انکار رہے اس لئے آج تک اپنے اندر ۱۲ مومن خالص بھی پیدا نہ کر سکے اور اپنی ان نافرمانیوں کی وجہ سے اپنے امام غائب کو بھی باہر نکل کر دنیا کی آزاد سوا میں جینے سے روکے ہوئے ہیں۔

مجلس علماء البصیرہ میں بحوالہ احتجاج طبرسی مکتبہ کے کفر یا امامت کے کم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی گردن میں بیعت خلیفہ ہو جو زمانہ سے واقع ہوتی ہے۔ مگر ہمارے امام حاکم کہ علیؓ ان کے سچے تلامذہ ہیں گے۔ اقوال اس حدیث کے مطابق تمام آئمہ کو کسی نہ کسی قریب غیبی بیعت کرنی چاہیے اور ہر اچھے لوگ بھی یعنی سیدنا علیؓ نے اصحاب ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی سیدنا معاویہؓ کی وفات پر سلمان بن حذافہ نے کہا تھا معاویہؓ نے بیکار اصل شریعت بیعت خود را شکستہ (سیح الاحزان یعنی معاویہؓ نے جہنم رسید ہوا) نوذ با اللہ من ذالک اور حسینؓ نے بیعت توڑ دی۔ گو یا حسینؓ ایکس جنہی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مذکور ہوئے کہا گیا شیعوں کا نظریہ عصمت آئمہ علیؓ (زین العابدینؓ) نے ترمذی کی بیعت کی (کافی) شیعوں کے ساتوں امام موسیٰ کاظمؓ مہدیؓ عیسیٰؓ کو یا امیر المومنینؓ کے خطاب سے مخاطب کہتے ہیں (اصول کافی کتاب الحجۃ بالغی) علاوہ یقین صحیح صادق، امیر المومنین کا خطاب علیؓ سے پہلے کسی کا نہ تھا اور بعد میں استعمال کرے گا وہ کافر ہے (کافر امیر المومنین کہنے والا کون ہے؟) حتیٰ کہ امام مہدیؓ بھی اس لقب سے ملقب نہ ہوں گے (ایضاً کتاب الحجۃ) تفصیل نظریہ امامت کا تہذیب کے عنوان کے تحت اپنے مقام پر مآئیدہ صفحات میں آئے گی۔

۲۷۔ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کرنی اور لوگوں کو بھی بیعت سے شدد کا۔ تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں (کافی کتاب الردۃ ص ۱۳۵ بحوالہ جہد کرار نامی ص ۱۱۲)

۲۸۔ بے شک ابوبکرؓ صدیق چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے جو مجھے حاصل نہیں۔ ابولہ نے مجھ سے پہلے اسلام آشکار کیا۔ مجھ سے پہلے ہجرت کی۔ مجھ کے بارے میں جوئے نماز قائم کی جبکہ میں گھروں میں تھا وہ اپنا اسلام ظاہر کر رہے تھے اور میں چھپاتا تھا (تفسیر المکاشفۃ الجیدریہ ص ۲۵ بحوالہ فیض الاسلام علی مرتضیٰ ص ۱۹۵)

حضرت علیؓ کہتے ہیں میں اٹھا اور ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنی۔ ابوبکرؓ کی حکومت ٹھیک اور روشن سیدھی رہی اور میں ان کی مجاہدانہ اطاعت کرتا رہا (تفسیر البلاغ ص ۸۸)

۲۹۔ اسامہؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ نے (مایا مال اور پر بیعت، بیعت خلافت تھی) احتجاج طبرسی ص ۱۱۵

۳۰۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی (احتجاج طبرسی ص ۵۲ روشنی)

۳۱۔ ایک نہایت حیران کن بات اور عجیب سیجیے۔ اہلسنت کے مختلف فرقوں نے مختلف نظائر و شواہد سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال کیا ہے۔ مگر شیعوں نے ایک حدیث پیش کر کے صرف حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ثبوت ہی پیش نہیں کیا بلکہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی خلافت کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور ساتھ ہی ائمہ المومنینؓ کے بلند مقام کا اعتراف بھی کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہؓ ایک دفعہ غمگین بیٹھی تھیں نبی علیہ السلام نے ان کو غمگین بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ میں تم کو ایک خوشخبری دے سناؤں کہ میرے مرنے کے بعد میرے جانشین ابوبکرؓ ہوں گے۔ ان کے مرنے کے بعد تمہارے باپ عمرؓ ان کے جانشین ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت حفصہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے اللہ خبر دے گا (تفسیر تفسیر ص ۳۵۲ تفسیر کافی ص ۵۲۳ تفسیر مجمع البیان ص ۳۱)



### سیدنا ابو بکرؓ اور فدکؓ

۳۳۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ذات اقدس پر فدک کے غصب کا اتہام لگایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں شیعہ مذہب کی معتبر کتاب حجاج الخلیفہ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کا فدک کے متعلق شروع میں کیا خیال تھا۔ اور حقیقت واضح ہونے پر آپؓ نے اپنے خیال سے کس طرح رجوع کیا۔

ان ابابکر لما رآی فاطمہ ان قبضت عنہ و هجرت و لم تبق کلمه بعد ذالک فی امر فدک الخ۔ ترجمہ۔ تحقیق حضرت ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ فاطمہؓ نے میرے پاس سے رخصت ہونے کے بعد فدک کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا تو یہ بات صدیق اکبرؓ کو ناگوار گذری۔ اور جناب فاطمہؓ کے راضی کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ ناراضگی کا ذکر شیعہ مصنف کا صریحاً دروغ ہے سیدہ صدیق اکبرؓ کے ہاں سے بالکل خوش واپس کئی تھیں اور جناب فاطمہؓ کو کہا اسے بیٹی دلوں کا جو کچھ آپؓ نے دعویٰ کیا ہے سچ ہے لیکن میں رسول اللہؐ کو دیکھتا تھا کہ جب فدک میں سے آپؓ کا اور ملازموں کا خرچہ دے چکے تھے تو باقی ماندہ کو فقراء مساکین اور مسافروں کو دیدیتے تھے۔ یہ شکریہ کی بی فاطمہؓ نے فرمایا کہ جس طرح میرا آپؓ فدک کی تقسیم کرتا تھا آپؓ اسی طرح سے کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مجھ کو اللہ کی قسم ہے اسی طرح کروں گا۔ جس طرح آپؓ کا باپ کرتا تھا۔ بی بی صاحبہؓ نے کہا اے اللہ تو اس بات پر گواہ ہے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ سے راضی ہو گئیں۔ اور صدیق اکبرؓ فدک کی آمدنی اسی طرح تقسیم کرتے رہے۔

لے۔ فدک کی تفصیلی بحث کے لئے میری تالیف "حقیقت مذہب شیعہ" دیکھئے۔  
فدک کی تمام روایات کا ناخذ ابوسعیدؓ کی ہے جو فاطمہؓ سے راضی تھا۔ مگر ابوسعیدؓ کا نام صریحاً دینے کے لئے ابوسعیدؓ کی ناراضی میں علی بن ابی العاصؓ جو فتح مکہ میں نبی علیہ السلام کے حبیب تھے کو علی بن ابی طالبؓ جاری کیا۔

سیرۃ الخلیفہ میں ہے کہ بوقت وفات سیدہ، صدیق اکبرؓ آپؓ کی خدمت میں پہنچے اور بی بی صاحبہؓ آپؓ سے راضی ہو گئیں (جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)۔

ایسا دیواروں کی بنیادیں یا گور ہیں۔ مگر جھوٹ، کذب، افتراء، بہتان اور۔ غلط بیانیوں کے محلات اُسارتے چلے جائیں گے۔ اور حبیب اُنہیں آگاہ کیا جائے کہ یہاں تم جو کچھ کہہ رہے ہو تمہارے آئمہ، تمہارے مؤرخ، تمہارے مجتہد، تمہارے مفسر اس کے خلاف کہہ گئے ہیں تو بجائے قبول حق کے دشنام طرازی پر اُتر آتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہجرت کے سفر میں معیت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔ آپؓ کو کئی روز پہلے نبی علیہ السلام نے ارادہ ہجرت سے باخبر کر دیا تھا صدیق اکبرؓ کے بغیر تمام مکہ میں نبی علیہ السلام کے ارادہ ہجرت سے کوئی آدمی واقف نہ تھا۔ اور جس طرح صدیق اکبرؓ نے اس راہ کو نبھایا اور نبی کا ساتھ دیا وہ آپؓ کی کام تھا۔ مگر آج بازاری قسم کے شیعہ بکواس کرتے پھرتے ہیں کہ غار میں ابو بکرؓ نے لے جینا شروع کر دیا تھا کہ کفار کو معلوم ہو اور وہ نبی علیہ السلام کو بیکار کر دیں ان عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ابو بکرؓ اگر ایسا چاہتے تو ان کا ہر کام تین روز تک غار میں کھانا اور پانی پہنچاتا رہا۔ صدیق اکبرؓ کا غلام بیڑ بکریوں کا ریوڑ غار تک لاتا رہا۔ صدیق اکبرؓ کے پیش کردہ اونٹ پر نبی علیہ السلام نے یہ سفر فرمایا۔ ایک مسلمان تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ صدیق اکبرؓ کے قلب صافی پر اس قسم کے خیال کے کردار ہیں جسے کا غبار پڑا ہو۔ آج علیؓ کے نام سے دھوکا دیتے ہوئے شیعہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز علیؓ بن ابی طالبؓ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ اور آپؓ کے کندھوں پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام نے بیت گمراہ تھے۔ فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے حبیب علی بن زینبؓ نہت نبی علیہ السلام تھے۔ رہا مسند نبی علیہ السلام کے دوش پر اُٹھنے کا تو شیعہ کہتے ہیں کہ امام کے بغیر نبی کا بوجھ کوئی اُٹھا نہیں سکتا۔ مگر خود ہی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ سفر ہجرت کے وقت صدیق اکبرؓ طویل فاصلہ بلکہ دو تین

میل کا فاصلہ نبی علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔

”صدیق“ ابو بکر ہی ہیں

## سیدنا فاروق اعظم

اگر نظر انصاف اور نظر تعمیق دیکھا جائے تو اس حقیقت سے کوئی منصف مزاج انسان اور کوئی ایسا انسان جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہو انکار نہیں کر سکتا۔ کہ منکرین قصائل صحابہ کا دین، ایمان، بشرطیکہ ان میں موجود ہو، عزت و وقار سب سیدنا فاروق اعظم کا سرہون منت ہے۔ اگر سیدنا فاروق اعظم ایمان کو فتح نہ کرتے تو مجوس کچھ کوششی اسلام نصیب ہوتی۔ اور آج فاروقی لوگوں کو لیاں دینے والے یہ یازاریہم کے شہدے کسی معنی کی پلٹ کی آرزو میں کسی معنی کے در پر نا صبیہ فرسا گنظر آتے یا کسی دھماکے کے کتوں کی رکھوالی پر مامور ہوتے یا کسی مرزبان کی ڈبوں پر دست بستہ کھڑے نظر کرتے سیدنا فاروق اعظم ان لوگوں پر عظیم احسان ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو ان جبارہ کی غلامیوں سے آزادی دلو کر نعمت اسلام سے سرفراز کیا۔ مگر ان لوگوں کو عقل نہ آئی تو ہی معنی ہی دہقان وہی مرزبان جب اسلام لا کر اپنی ریاستوں کے بچاؤ کا انتظام کر کے گذرے زمانہ کا خواب دیکھنے لگے تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے آبائی غلاموں کو دھڑکھڑا کر اپنے گرد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ ہر مرزا نے اسی طریق کار کو اپلتے ہوئے ایک عام کسان کو ورنہ سیدنا فاروق اعظم کو شہید کر لیا تھا۔ وہ دہقان اور مرزبان تو پیچھے رہ کر دوری ہلاتے رہے اور یہ آبائی غلام ان کے ہاتھوں میں بحالت اسلام بھی کھلو تارین کو تخریب اسلام میں جٹ گئے۔ آج کے یہ منہ بھٹ لوگ انہیں باقیات السیات کے نقش پا میں جنہوں نے دین صرف اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ ٹخنے چونکہ ایمان کو مسخر کر کے پاری حکومت کو صفحہ ہستی سے نہایت و نابود کیا تھا لہذا جی بھرا سے گالیاں دی جائیں تو آج تک اتنی عقل نہیں آئی کہ صحابہ کرام تو آپس میں ایک دوسرے کے شفیق اور محبوب تھے آپس میں جیم تھے کریم تھے ایک دوسرے کے جانثار تھے ہمدرد تھے ایک دوسرے کے

۲۴۔ طبری لکھتا ہے کہ فرمایا حضرت امیر علیہ السلام نے کنا مع البنی علیہ السلام علی جلیل اذا تحرك الجبل فقال له قرفانه ليس عليك الابن صدیق و شہید راجعاً ہوا ہم یعنی نبی صدیق اور میں جبل چرا پکھڑے تھے اچانک پہاڑ ہلنے لگا۔ رسول خدا نے فرمایا آرام پکڑ اسے پہاڑ کیونکہ تجھ پر نبی۔ صدیق اور شہید کے سوا دوسرا کوئی نہیں ۳۵۔ منزل ابن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا علیؑ نے کہ ابو بکرؓ ایک مرد ہے جن کا نام اللہ نے اپنے نبیؐ کی زبان سے صدیق رکھوایا۔ وہ رسول اللہ کے غلیبہ ہیں رسول اللہ نے ان کو ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔ پس ہم ان کو اپنی دنیا کے لئے پسند کرتے ہیں (ابو بکرؓ)

۳۶۔ شیعہ حاکم کو کسی کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا دیا۔ حافظ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ شیعہ تھا۔ پھر مستدرک حاکم کا مقام کتب احادیث کے طبقہ اول یا دوم میں نہیں بلکہ طبقہ سوم میں ہے جس میں صحیح ابن حبان بھی شامل ہے۔ حاکم کے متعلق ابو بکر غلیب کا قول ہے کان عیمل الی التیم یعنی اس کا میلان شیعیت کی طرف تھا۔

صاحب میزان الاعتدال کا قول ہے ثم هو شیعی مشہور من غیو تعرض للشیخین وقد قال ابن طاہر سالت ابا اسماعیل عبد اللہ الانصاری عن الحال فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث (جلد ۲ ص ۲۷) پھر حاکم مشہور شیعہ ہے مگر شیخین کی بدگویی نہیں کرتا۔ اور ابن طاہر نے کہا میں نے ابو عبد اللہ انصاری سے حاکم کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ یہ حاکم حدیث میں امام ہے لیکن رافضی خبیث ہے۔

تدریب الزادی میں ہے مزید تفصیل کے لئے تدریب الزادی ص ۲۷ فتح المغیث بشرح

الحدیث الحدیث بستان الحدیث اور تفہیم السنن لکھو گئے۔

پسینہ پر خون بہانے کو تیار رہتے تھے تم ان کے ہمدرد کہاں سے ٹپک پڑے، مگر جو منہ میں آئے  
بکچے چلے جاؤ شیعیہ کی اس بھری دنیا میں کوئی شیعہ مجتہد یا عالم کسی اپنے امام کی زبان  
سے صحابہ کرام کے خلاف کسی ذمہ دارانہ طریقہ سے ایک لفظ بھی نہ سبوت کر دے تو میں اپنے  
عقائد سے رجوع کرنے کے لئے تیار ہوں اور یہاں صحابہ کرام کی شان میں مجھ سے اپنے آئمہ  
کی زبانی سیکھوں اوصاف کی کلمات سننے اور اپنے گزشتہ اعمال سے رجوع کر کے اللہ تعالیٰ  
کے حضور میں سچا تائب بنکر حاضر ہو۔ اور اگر بھی منظور نہیں تو اسلام کی اس جامہ درہری کو  
ترک کر کے جو کچھ ہے وہ صاف طور پر سامنے کئے، کیوں مٹی کی آڑ میں شکرا کھینا ہے۔  
دیکھو سیدنا علیؑ حضرت عمرؓ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

۱۔ پھر جب ابو بکرؓ کا وقت آخر ہوا تو انہوں نے عمرؓ کو بلایا اور خلافت سپرد کر دی۔ ہم نے  
ان کی بات مان لی۔ اطاعت کی، بیعت سے انکار نہ کیا۔ اور خیر خواہی کے دیر سے پر  
قائم رہے۔ عمرؓ کی سیرت بھی پسندیدہ تھی اور وہ عمر بھر اقبال مندر رہے۔

(نہج البلاغہ مترجم رئیس احمد جعفری آفتاب اس از خط ۸۸۵ تا ۸۸۵)

۲۔ سیدنا فاروقؓ نے فتح فارس کے متعلق سیدنا علیؑ سے مشورہ طلب کیا  
وند استشارۃ عمار بن الخطاب فی الشخصی ص تقاتی الفرس بنفسم ذہ القیوم  
تحقیق مشورہ طلب کیا جناب امیرؓ سے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنی ذات سے  
تشریف لے جانے کا بارادہ جنگ اہل فارس کے۔

ایسے اہم ترین معاملہ میں جو اس وقت سب معاملات سے بڑھ کر تھا سیدنا فاروقؓ ام  
کا سیدنا علیؑ سے مشورہ طلب کرنا صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے  
درمیان کسی قسم کی کوئی شکر رنجی نہ تھی۔

### استدعاء علیؑ الکفار

۳۔ اور تفسیر مجمع البیان و مجمع الصارقین میں شیعہ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے  
قبیلان بدر کے متعلق فرمایا کہ جو جس کا رشتہ دار ہے اس کو اسی کا رشتہ دار قتل کرے۔  
دیکھو ایسے کئے ایمان والوں کو استدعاء علیؑ الکفار کہتے ہیں کہ خدا کی محبت میں اپنے

رشتہ و قرابت وغیرہ کا بھی لحاظ نہ کیا۔

۴۔ سیدنا علیؑ نے سیدنا عمرؓ سے خلافت کے بارے میں فرمایا نحن علی امر من اللہ  
ہماری خلافت موعود من اللہ ہے۔ وہو۔ ہذا مد اللہ الذین آمنوا الخ اللہ تعالیٰ نے  
مومنوں سے اس بات کا وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں خلافت (سلطنت، عنایت  
فرمائے گا۔

۵۔ وللا اللہ لفلان فقد قوم الاود وادری العدل و اقام السنۃ و خلف البیتۃ  
ذهب الثواب قلیل العیب اصاب خیر ہا و سبق شر ہا ادری الی اللہ  
طاعۃ و اتقاہ بحقہ الخ

”انعام کرے اللہ فلاں پر راہن الی الحدید لکھتا ہے کہ میں نے رضی کا لکھا ہوا اصل نسخہ  
دیکھا جس میں فلاں کے نیچے عمرؓ لکھا ہوا تھا، اس نے مجھے کو سیدھا کیا اور دوای بیماری کی  
(یعنی جہالت کے مرض کو دور کیا) اور سنت کو قائم کیا اور بدعت کو پیچھے ڈالا۔  
پاک لائن گیا۔ کم عیب تھا۔ باقی اس نے خوبی سنت کی اور ذبیح گیا فساد اور خدا کی  
بندگی کا حق ادا کیا۔ اور پر سیر گاری کی جیسا کہ چاہیے (نہج البلاغہ)

۶۔ سیدنا علیؑ کے یہ الفاظ نہج البلاغہ سے پڑھئے جو سیدنا عمرؓ کے حق میں ان کی  
وفات کے وقت آپ نے فرمائے۔ ادری الی اللہ طاعتہ و اتقاہ بحقہ۔

اس نے عمرؓ اللہ کی پوری پوری اطاعت کی اور کہا حق اللہ کا تقویٰ اختیار کیا۔  
اور کج کے شیعہ اسی عمرؓ کو غیر مومن اور منافق کہہ رہے ہیں۔

۷۔ حوالہ نمبر کی شرح میں شارح تفسیر فیض الاسلام لکھتے ہیں:-

کہ اس سے مراد عمرؓ ہیں آگے چل کر لکھتے ہیں:-

مگر ایمان را براہ آورد و مردم شہر ہارا  
مگر ایمان کو بدایت بر لائے۔ تمام شہروں کے لوگ  
برین اسلام گردانید۔ احکام پیغمبر  
کو ملکہ اسلام میں داخل کیا پیغمبر کے احکام  
را اجرا نمود۔ و تباہ کاری را پس پشت  
کونا نڈ فرمایا اور تمام خرابیوں کو پس پشت  
دیا کہ ان کے زمانہ میں کوئی بھی فتنہ رونما نہیں ہوا  
انراخت۔

میں کفالت کرنے والا سمجھتے تھے۔ علیؑ نے اس وقت تمام عالم اسلام میں غمگینوں سے بڑا مسلمان سب سے بڑا متقی سب سے بڑا زاہد پایا اور اپنی لڑکی پر بڑا عذر و رحمت ان کے جیبا عقد میں دی۔ اس قرآن السعیدین کے واقعہ کو قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک ہر دور فریق کے تمام محدثین اور مؤرخین اس طرح علیؑ التواتر بیان کرتے چلے آ رہے ہیں جو حق البیقین نکتہ پہنچ چکی ہیں۔ مگر و افض کے لئے یہ نکاح سوہانِ روح بنا ہوا ہے۔ ہر طرف سے لا جواب ہو کر ایک کہتا ہے کہ یہ نکاح تقیہ کی وجہ سے ہوا۔ دوسرا حضرت علیؑ کے صبر و تحمل کی آڑ میں پناہ لیتا ہے۔ تیسرا خود ساختہ افعال کو اپنے آئینہ کی طرف منسوب کر کے اپنی تضحیک کا سامان پیدا کرتا ہے چوتھا مہم جوہرِ مہجول کے دروازوں پر جبرِ ساقی کو تانفر آتا ہے، اور جب ذرا کی تمام راہیں اپنے پر بند پاتا ہے تو بد زبانی پر آمرا آتا ہے اور یہ مہجول جاتا ہے کہ اس بد زبانی کی زد میں سب سے زیادہ سیدنا علیؑ آتے ہیں۔ یہ لوگ کس لگا لگا بیچنا خانے کے لئے دن رات نئے سے نئے مہجول تراش کر اپنے ایمان کی دھجیاں نقصان میں بکھیرتے چلے جا رہے ہیں مگر سچ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان نادان دوست نما دشمنوں کی ہمدردی فرمانِ رسالت کی عزت و حرمت کے لئے وبال ہو کر رہ گئی ہے۔

۱۔ فروع کافی شیعوں کی اصح الکتاب بعد کتاب الشد یعنی فروع کافی جس کے متعلق امام آخر الزمان کا ارشاد ہے ہذا کات الشیعنا یعنی یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ اس کے مصنف ہیں ان کے رئیس المحدثین شیخ الامام الحافظ فقہ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ لوکلنڈر پریس کھنڈ پر ایک خاص باب باندھا ہے

فی تہذیبہ ام کلثوم۔ جس میں پہلی حدیث علی بن ابراہیم سے، دوسری محمد بن ابی عمر سے صاف معطلوں میں بیان کی گئی ہے۔ آگے چل کر اسی باب میں ایک اور حدیث روایت کی گئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:-

اور مسلمانوں کے غلیفہ کا مرتبہ ایسا ہے  
جیسا موتیوں کے لئے دھاگا کہ وہ انہیں  
اکٹھا کرتے اور ملائے رکھتا ہے اگر  
دھاگا ٹوٹ جاتا ہے تو سب دانے کھم  
جاتے ہیں۔

سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا عمرؓ سے

سیدہ اُمّ کلثومؓ کے نکاح پر آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور کئی مقامات پر مناظرہ انداز میں گفتگو ہو چکی ہے۔ مگر آج تک کوئی شیعوہ عالم اس لکھ کو حبیلا نہیں سکا اور نہ قیامت تک حبیلا سکے گا۔ دلوکان بعضہم بعضہم میں بھی یہاں تفصیلی گفتگو کی ضرورت نہیں سمجھا۔ اگر شیعوہ مذہب کی کتاب کا استیعاب کیا جائے تو بذاتِ خود یہ ایک الگ کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اب بابِ علم و دانش کے سامنے چند الحاحات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ عمرؓ طاعونؓ تھا۔ عمرؓ شیطانؓ اُسے الاساءل الرجال کی کتاب تھی عمرؓ امیرؓ تھا تو سیدنا علیؓ پر یہ ذمہ عظیم عائد ہوتا تھا کہ وہ اس بڑے کھوسٹ شیطان کو خواہ مر جائے بہرگز نہ گزرا اپنی لڑکی نہ دیتے مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان کا "علیؓ" کونسا "علیؓ" ہے اور وہ عمرؓ کونسا عمرؓ ہے جس عمرؓ کو اس علیؓ نے اپنی لڑکی دی۔ اگر علیؓ سے مراد سیدنا علیؓ ابن ابی طالبؓ کی ذات ہے اور عمرؓ سے مراد سیدنا عمرؓ ابن الخطابؓ کی ذات ہے تو وہ علیؓ اور عمرؓ کو کیا یک جان دو قالب تھے۔ علیؓ عمرؓ کے خلعیں شمشیر سبز و سحر صادق دوست اور باؤنا بیاہرتھے۔ علیؓ عمرؓ کو اپنا مرنی بخشن، ہمدرد اور فلسفی کہتا



کرمی علیہ السلام نے سیدنا علیؑ کو ایک وصیت نامہ دیا جو اللہ نے بھیجا تھا اور اس پر بارہا ہوں  
میں جب علیؑ نے اپنے وصیت نامہ کی مہر توڑی تو اس میں لکھا پایا عبارت یوں شروع  
ہوتی ہے وکان فیما اشتراط علیہ البی الخ ترجمہ نبی علیہ السلام نے جبرائیلؑ کے حکم  
کے مطابق علیؑ کو کہا کہ اللہ تعالیٰ اسے علیؑ تجھے کہا ہے کہ وصیت نامہ میں جو کچھ ہے  
اس سے وفا کر اور وہ ایسے شخص سے دوستی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہے  
وہ ذیل پر وہ تو اشارت است بامادیہ علیؑ گفت ارے ارے یا رسول اللہ  
فیہ فیل قزوینی نے یہاں بڑی گھٹیاں عبور کی ہیں۔ اور آخر میں بامادیہ علیؑ کے  
لفظ لکھے پر مجبور ہو گیا۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے۔ علیؑ کی زبان سے۔  
اشارات است بغصب علیہ ام کلثوم فاطمہ رانا انکہ افتادم ہرے خود گفتہ ارے  
قبول کر دم در راضی شدم۔

جو راضی اپنی در رس ناریات کے بل بوتے پر یہ کہتے ہیں کہ ام کلثومؑ نہایت علیؑ  
کا نکاح عمر سے نہیں ہوا تھا بلکہ ام کلثومؑ نہایت ابو بکرؓ کا عمر سے نکاح ہوا تھا وہ آ  
عمر سے بڑھیں۔ اور ان دوست نما دشمنوں بزم خویش عقلمندے وقوف کو یہ  
بھی نظر نہ آیا کہ ہم علیؑ کو کون الفاظ سے بار کر رہے ہیں۔ گویا علیؑ سے یہ کہلو آ رہے  
کہ میں منہ کے بل گر پڑا اور میں نے کہا ہاں میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔

اقولے اللہ تعالیٰ نجات کے ذریعہ ایک سبب پر پیغام دیتا ہے۔ علیؑ اسے  
کھولتے ہیں اور اس میں لکھا پاتے ہیں کہ تیری پروردہ دری ہوگی اور اس سے مراد  
یہ لی جاتی ہے کہ ام کلثومؑ کو عمرؓ زبردستی چھین لیں گے۔ عجب خدا ہے جو جانتا ہے  
کہ عمرؓ ام کلثومؑ کو چھین لے گا۔ عجب نبیؐ ہے جو جانتا ہے کہ عمرؓ ام کلثومؑ کو چھین  
لے گا۔ عجب علیؑ نہیں جو جانتا ہے کہ عمرؓ نے ام کلثومؑ چھین لی ہے مگر پھر منہ کے  
بل گر کر کہتا ہے کہ ہاں میں راضی ہوں اور میں نے یہ قبول کر لیا ہے۔

اس منہ چھٹنے تو خدا نے قدیر کی بھی طاقت و جبروت کا خاکہ اڑایا ہے  
نبیؐ کو بھی دیکھا۔ اور علیؑ کو کہا کہ خواہ کسی قسم کے فسق و فجور ہوں حتیٰ کہ تمہاری بیٹی لکھنا

تمہارے اصحاب سے منفرد انتخاص سے سہیل بن زیاد سے اس نے حسین بن  
بشار الواسطی سے لکھا میں نے خط طوت ابو جعفر (محمد باقرؑ) کے سوال کرتے  
ہوئے نکاح کے بارے میں پس کہا اس نے مجھے جس شخص نے خط لکھا  
تمہارے اور پسند کیا تم نے اس کا دین اور اس کی امانت پس نکاح کو دو اس  
کے ساتھ اگر لیا نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ پیدا ہوگا۔

یہاں یہ سوال ضرور پیدا کیا جائے گا کہ اس تیسری حدیث میں سیدنا عمرؓ یا سیدہ  
ام کلثومؑ کا ذکر نہیں۔ مگر مجھے بتایا جاتے پھر اس حدیث کو اس باب میں ہانے کا  
کیا ضرورت تھی۔ اور لطف یہ کہ اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ فاطمی لڑکیوں کے نکاح  
میں فاطمیوں سے جائز نہیں جبکہ وہ لوگ دیانتدار ہوں۔ اور اس حدیث سے  
یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ پسندیدہ دین کے حامل اور دیانتدار تھے۔

اب آگے چلتے اور باب المتوفی عنہا زوجہ المدخول بھا این فتنہ و ما  
عجب علیہا ص ۲ پر حمید بن زیاد سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے انتقال فرمایا  
تو حضرت علیؑ ام کلثومؑ کے پاس آئے اور انہیں اپنے گھر لے گئے یہ حدیث اس بات  
کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے کہ بیوہ اپنے ایام عدت اپنے والدین کے گھر گزار  
سکتی ہے۔

محمد بن یحییٰ وغیرہ سے بھی اسی باب میں ایک اور حدیث بیان کی گئی ہے۔ یعنی  
علیؑ ام کلثومؑ کو اپنے گھر لے گئے۔

۲۔ الصافی: شیعوں کی دوسری اہم ترین کتاب ہے الصافی شرح اصول الکافی  
جس کے مصنف ہیں سراج محمد بن مہر بن الخلیل بن الفخاری قزوینی۔ اب دیکھئے کتاب الصافی  
شرح اصول کافی مطبوعہ زکشتور پریس کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۱۲۸ تا ۱۲۹  
صلیہ اس فیل قزوینی کے تقدیر متوجہ منہ کے متعلق شیعوں نے ایک حدیث بھی گھڑ رکھی ہے کہ  
نبی علیہ السلام نے کہ قزوین میں ایک شخص ظاہر ہوگا اور وہ ایک خیمہ کا ہنہام ہوگا اور لوگ اس کی طاعت  
کی طرف متوجہ کریں گے خواہ مشرکہ ہوں یا مسنن وہ مدبر دیکھا پہاڑوں کو خوف سے۔ ایک دوسری  
حدیث بھی فیل کے متعلق پہلی کی ٹہر ہے۔ یہ احادیث مقدمہ کتاب میں موجود ہیں۔

چین کی گئی تو اس سے مس نہ ہونا۔

۴۔ الاستبصار فی شیعہ کی علم حدیث میں تیسری کتاب استبصار ہے اس کے مصنف ہیں محدث الاعظم علامہ ابو جعفر طوسی۔ انہوں نے اس فن میں دو کتابیں لکھی ہیں اس وقت میرے سامنے الاستبصار فی اختلاف من الاخبار جلد ثانی مطبوعہ مطبع جعفریہ اس کے مصنف ہیں محمد بن یعقوب سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب عمر فوت ہو گئے تو علیؑ اُم کلثومؑ کو اپنے گھر لے گئے رعدت گزارنے کے لئے دوسری حدیث الحسین بن سعید سے بھی اسی مضمون کی ہے۔

۴۔ تہذیب اور روافض کے ہاں حدیث کی جو تھی کتاب تہذیب ہے اس کے مصنف بھی علامہ طوسی ہیں۔ محمد بن احمد سے روایت ہے کہ اُم کلثومؑ بنت علیؑ علیہ السلام اور اُم کلثومؑ کا بیٹا زید بن عمر بن الخطابؑ ایک ہی ساعت میں مدفون ہوئے اور یہ معلوم ہو سکا کہ پہلے کون مرا۔ پس ایک دوسرے کا وارث نہ ہوا۔

۵۔ شافی بن شافی دتیزیر الانبیاء والائمة شیعہ کے نزدیک ایک نہایت مجتہد کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام سید مرتضیٰ علم الہدی متولد ۷۵۵ھ ہے سید مرتضیٰ شیخ مفید کا شاگرد تھا شیخ مفید کا قول ہے کہ ایک دفعہ خواب میں مجھے سیدۃ النساءؑ زارت ہوئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ میرے ان دفینوں میں سید مرتضیٰ او زید رضی کو تعلیم دو۔ چنانچہ مصنف نے ہتھ اٹھا عشرہ اس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابیثرؑ نے اپنی بیٹی کا نکاح عمرؑ سے بطیب خاطر نہیں کیا بلکہ یہ عقد بار بار کی دہرا پیر ہوا۔ بلکہ نوبت تخلیعت و تہمدید اور نماز عمت تک پہنچی۔

اقولے: بہر حال جیسے بھی ہوا نکاح ہوا اور ضرور ہوا۔ اور اُم کلثومؑ بنت سیدنا علیؑ سے ہوا۔ اُم کلثومؑ بنت ابوبکرؓ یا کسی جفیہ سے نہیں ہوا۔

۵۔ نہج البلاغہ کی شرح جو عبد الدین ابی حامد عبد الحمید بن ہبیب اللہ المدائنی الشیبی بابن ابی العدید نے کی ہے۔ اس کی جز ثانی ۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت مصر پر جو عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت عمرؓ ایک روضہ میں آئے جہاں جلیل القدر مہاجرین بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے کہا مجھے مبارک دو مجھے مبارک دو۔ انہوں نے پوچھا یا امیر المؤمنین کس بات پر آپ نے فرمایا میں نے اُم کلثومؑ بنت علیؑ سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ قیامت کے دن تمام قسم کے تعلقات نبوی و دامادی ختم ہو جائیں گے۔ سوائے میرے بسبب نسب اور صہرہ کے۔

اس روایت سے ایک اور بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ نبی علیہ السلام کے خسر تھے۔ سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؑ آپ کے داماد تھے اور اُم کلثومؑ سے نکاح کے بعد سیدنا علیؑ کا تعلق نبی علیہ السلام سے دوہرا ہو گیا۔ اور یہ چاروں قیامت کے دن نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔ ۴۔ محب السالمون میں روافض کی دنیا کی اہم ترین شخصیت جسے یہ لوگ شہید ثمالث کہتے ہیں جس کی بددیہانی کی وجہ سے جب انگریزوں نے اس کی زبان گدی سے کھینچا دی تھی اور فوراً جہاں نے اس کے قتل کے بدلے میں دجنوں علماء کو جہاںگیر سے کہہ کر پھانسی دلائی تھی۔ اپنی مشہور تالیف مجالس المؤمنین میں متعدد مقامات پر اس نکاح کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ ایک مقام پر تو یہ کہہ کر تمام روافض کی وارسی مؤند ڈالی۔ اگر نبیؐ دختر عثمانؓ داد علیؑ دختر بہ عمرؓ فرستاد ایک نہ شد دوشد۔

ایک مقام پر مجلسی لکھتا ہے کہ علیؑ نے عمرؓ کو اس لئے لڑکی دی کہ اس کی درخت طبعی اور اکھڑ پن کی اصلاح مقصود تھی (نحوہ باللہ)

اقولے: مجلسی کے اس قول سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ سیدنا فاروقؓ کی سیدنا علیؑ کے دل میں بڑی وقعت تھی بڑی قدر اور بڑی اہمیت تھی۔ اور سیدنا علیؑ نے سیدنا عمرؓ کی اصلاح کے لئے اپنی بیٹی تک قربان کر دی۔ آگے چل کر مجلسی لکھتا ہے کہ محمد بن جعفر طیار نے حضرت عمرؓ کی فوتیگی

نہایت متقی کامل ایمان اور پختہ گار تھے۔ اور یہی بات اس مجوسی الاصل گروہ کے تربیت یافتہ افراد کو پسند نہیں۔ ان کا تو ایمان ہے کہ ان کے خدائے انہرمن کے پیاروں کو خطراتی سے نیت و نابود کرنے والی ہستی کو دن رات کو سا جائے۔

## سید ناز و النورین عثمان ابن عفان

شیعوں کی معتبر کتاب حدیث میں ہے کہ:-

”ثروت دامادی میں حضرت عثمان حضرت علی کے شریک ہیں۔ کیونکہ ان کو پیغمبر خدا نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں اور وہ دونوں سیدہ خدیجہ کے بطن سے تھیں۔“ (حدیث تحقیق مطبوعہ مطبعہ خمس جدیدہ مکھنہ ص ۸)  
 ام کلثوم در قیہ نبی کی بیٹیاں کے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں۔ سیدہ رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کا ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو چار سال کی عمر میں سرخ کی چونچ مارنے سے فوت ہو گیا (نخبۃ الاخبار مطبعہ عین الفیوض ص ۳)  
 حیات انقلاب فارسی میں ہے و تزویج کرد ام کلثوم دختر خرد را عثمان پیش از آنکہ بمحمد آید برود۔ ترجمہ: جب تک کہ اپنی بیٹی ام کلثوم عثمان کے نکاح میں دی اور قصتی سے پہلے وہ فوت ہو گئی۔ پھر رقیہ عثمان کے نکاح میں دی۔

## سیدنا عثمان جامع القرآن تھے

تاریخ القرآن میں ابو عبداللہ زنجانی علی بن موسیٰ القلیب با بن طاووس کی کتاب سعد السعود سے روایت کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں غلوہ کرو۔ اور قرآن مجید کے جملے کا ان پر الزام نہ لگاؤ۔

سُن لیجئے۔ ام کلثوم بنت علی ضرور عمر کے حوالہ عقد میں آئیں مگر وہ غلط ذریعہ بطن سے دھتیں بلکہ ایک لونڈی زادی تھیں۔ چونکہ عمر کے والد بھی لونڈی زادہ تھے۔ اس لئے جوڑ کی ام ولد کے بطن سے تھی اس کا عمر سے نکاح کر دینا پیوند سے پیوند کا مل جانا تھا۔

واہ مرزا صاحب لکھتے کو تو آپ یہ لکھ گئے کہ گویا جوڑ کی کسی امام کے مال کی ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا کسی خاص، خاص، جیت، طاقت، قاسق اور ناجبر کے نکاح میں دیدینا کوئی جرم نہیں۔ مگر ذرا یہ بتائیے کہ زین العابدین، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری اور امام قاضی کن آزاد و عورتوں کے بطن سے تھے۔ آپ کے علاوہ العیون والے رئیس المحدثین اور اصول کافی والے محدث اعظم توان ساتوں کو لونڈی زادے قرار دیتے ہیں را اصول کافی ص ۱۹۰  
 شیعہ مذہب کی صحاح اربعہ بلا اختلاف اس نکاح کی مقرر ہیں۔ ادران میں کوئی ایک حدیث بھی اس قسم کی موجود نہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ پھر رافض اپنی بدعتی سے اس نکاح کا انکار کر کے خواہ مخواہ جہنم کا اندھن میں رہے ہیں۔ یہ لوگ اس وجہ سے اس نکاح کے منکر ہیں اور بعض رافضی کے زقوم کو اپنی کذب بیانیوں سے سرسبز و شاداب کئے ہوئے ہیں کہ اگر اس نکاح کا اقرار کریں تو ان کا مزعومہ قصر رافضی ایک لمحہ میں پیوند خاک ہو کر رہ جاتا ہے۔  
 اس نکاح کا اقرار کرنے سے انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ صحابہ کرم کے آپس میں تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ اور اس صورت میں وہ مجوسیت اور یہودیت کا پیدا کردہ بغض ظاہر کرنے سے معذور ہو جاتے ہیں۔

اس نکاح سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو سیدنا عمر سے کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اس سے بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ صحابہ کرم کو گالیاں دینے سے رک جاتے یعنی تخریب دین سے متعلق کاروائیوں سے انہیں دست بردار ہونا پڑتا۔ اس نکاح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عمر حضرت علیؑ کے نزدیک

بنیادی مناد من المعاد اولیٰ للمعاد الا  
اول تبار میں ایک منادی آسمان سے ندا کرتا  
ان علیہا علیہ السلام و شیت ہوا الفایز  
چمکے آگاہ ہو جاؤ کہ علی علیہ السلام ادا ان کے  
قال وینادی مناد اخر النصارى لان عثمان  
گھر والے مراد کو پہنچیں گے اور پھر فرمایا شام کی قوت  
و شیتة هم الفاسدون (مکملہ)  
ایک منادی ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ عثمان اور  
اس کے گروہ والے مراد کو پہنچیں گے۔

### سیدنا معاویہؓ

مشہور شیعہ مؤرخ ابن طلقی کی ایک روایت سیدنا علیؓ کے حالات کے تحت  
آماں حق کے نمن میں سیدنا معاویہؓ کی تعریف میں آگے آئے گی (سیدنا معاویہؓ کے  
علم کے بارے میں سن لیجئے۔

۱۔ حضرت معاویہؓ نے کسی انصاری کو باقاعدہ دینا بھیجے۔ انصاری نے کم سمجھے  
اور اپنے بیٹے کو دے کر کہا انہیں لے جاؤ اور امیر معاویہؓ کے منہ پر دے مارو  
صاحبزادے معاویہؓ کے حضور میں پہنچے اور اپنے باپ کے ارشاد سے مطلع  
کرتے ہوئے کہا وہ چھوٹی کونج قسم کے جرگ ہیں انہوں نے ایسا فرمایا ہے معاویہؓ  
نے فرمایا تم ضرور اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کرو مگر اپنے چچا کا بھی خیال رکھنا  
اور دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیا اور آخر میں اسے دگنی رقم دیکر  
رخصت کیا (الغنی ص ۱۳) ابن طلقی اس واقعہ کے لکھنے کے بعد کہتا ہے کہ  
معاویہؓ کی ان خرمیوں نے ہی انہیں عالم اسلام کا خلیفہ منتخب کر دیا تھا۔

۲۔ الامتہ والیاستہ کا جمہول الاحوال رافضی مصنف لکھتا ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ  
نے معاویہؓ کی وفات کی خبر سن کر کہا اے اللہ! معاویہؓ پر اپنی رحمت کو سب سے  
واللہ وہ ان لوگوں کی مانند تو نہ تھے جو ان سے پہلے گزرے لیکن ان سے بعد  
ان کی مثل آنے والا کوئی نہیں ہے (جلد ۴ ص ۱۸۱ قسم ثانی طبع دہلی)

۳۔ مشہور شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتا ہے۔ امیر معاویہؓ مسجد میں کرسی رکھوا کر بیٹھتے

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو! حضرت عثمانؓ نے قرآن کے جو اوراق جلائے وہ  
تمام صحابہؓ کے مشورہ سے جلائے۔ آپ نے ہم سب کو جمع کیا اور فرمایا اس قرأت  
کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ لوگ قرأت میں متاثر  
کرتے ہیں اور یہ چیز کفر تک پہنچاتی ہے۔ تو ہم نے کہا آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے  
فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایک قرأت پر جمع کروں۔۔۔۔۔ تو ہم نے کہا آپ نے  
نبیہت اچھا فیصلہ کیا ہے (بحوالہ التواہم من التواہم مائتہ ۱۳ شائع کردہ ادارہ  
البحیثۃ لکھنؤ)

افسوس کہ شیعوں کو حضرت علیؓ کی اس روایت کے مقابلہ میں محمد بن جعفر رافضی  
المعروف شیطان الطاق کے قول میں زیادہ صحت نظر آئی ہے جو اپنی تالیف امامت  
میں لکھتا ہے کہ عثمانؓ نے اصلی قرآن جلا دیا تھا۔ حالانکہ امام زید نے جعفر صادق  
کی مجلس میں اس پر انکار کیا تھا۔

حضرت علیؓ کی اسی روایت کے مقابلہ میں حسین محمد بن محمد تقی نوری طبری کی کتاب  
مشہد میں مرقوم ہر بات زیادہ پسند آتی ہے کہ عثمانؓ نے اصلی قرآن جلا دیا تھا۔

شیخ ابن بابویہ قمی نے معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے:-  
عن الحسن بن علی قال قال الامام حسن روایت کرتے ہیں کہ غیر خدا صلی اللہ  
وسلوی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکر علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نے میرے سمیع کے  
متی عنزلتہ السمیع وان عمر منی عنزلتہ ہے اور عمرؓ نے میرے لہجہ کے اور عثمانؓ نے میرے دل کے  
البصر وان عثمان عنزلتہ الفؤاد بحوالہ

کیات جنیات

فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ میں ہے۔ محمد بن علی الحلبي کہتے ہیں کہ میں نے امام  
جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ فرمایا کہ نبی عباسؓ میں اختلاف پڑتا اور تمہارا اور میری  
کا خراج یقینی ہے۔ بلکہ نے عرض کیا تمہارا کس طرح ہوتی ہے۔ تو فرمایا:-

لہ: یہ کتاب نجف میں ۱۲۹۲ھ میں اور ابراہان میں ۱۲۹۲ھ میں چھپی تھی۔



## جنگِ اُحد

شیعہ مذہب عجیب بھانپتی کا سوا نکتہ ہے صحابہ کرام کے بغض میں اندھے ہو کر یہ ایسی داہی کیے پڑے جو ہر جگہ ہوتے ہیں جس کی زد سے نہ خدا پیسے نہ رسول پچنا پڑے غزوہ اُحد میں صحابہ کرام کو جو گورڈ ثابت کرتے انہوں نے نبی علیہ السلام کو بھی نہ چھوڑا۔

حین فر من قومہ د لحق بالغاد من خونہم۔ یعنی پھر جس وقت اپنی قوم سے بھاگا اور ان کے خوف سے غار میں لاق ہو (علیٰ اشراعی ص ۱۲۱) تو ذرا اندھ من ذاک البغوات تمام مذاہب کی تاریخیں اٹھا کر دیکھو جن میں اسلام دشمن لوگوں کی تاریخیں بھی ہیں مگر جنگِ اُحد میں کسی نے "غار" وغیرہ کی طرف اشارہ نہ کیا۔ مگر شیعوں نے غارتیاری اور نبی کو بھاگا کر غار میں پہنچا کر دم لیا۔ اور فیصلہ کن امران اصحاب کے متعلق جو ذرہ چھوڑ کر نیچے اتر گئے تھے یا جو

افرا تفری کے عالم میں منتشر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ولین عفا اللہ عنہم فرما کر ان کی ماضی اور مستقبل کی لغزشوں کو معاف کر دیا تھا۔ دلوں خنداؤں کا چھوڑ دینا ان کی نافرمانی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اُن میں سے چند اصحاب نے اس وقت ذرہ چھوڑا تھا جب مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں فتح حاصل ہو چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس لغزش کو معاف فرما دیا تھا۔ مگر کیا فرماتے ہیں نظریہ عصمت کے فالقین سیدنا علیؑ کے متعلق جب آپ نے غزوہ تبوک کے موقع پر نبی علیہ السلام کے ارشاد کے خلاف مدینہ چھوڑا جب بین سے مال غنیمت لاتے ہوئے راستہ میں ایک لوٹری سے خلوت کی حبسیدہ غافلہ کو نکاح کے وقت بگ و عہدہ کے خلاف پانی اور ایندھن لانے کی تکالیف پہنچا میں اور دختر ابو جہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ جب شبِ ہجرت کفار کے استفسار پر بقول تویر البیان اظہاری بیزاری کرتے ہوئے کہا میں محمد کا نگہبان نہیں۔

اور بلا استثنا ضعیف و کمزور و بیوقوف، بچے، عورتیں، لاوارث سب پیش کئے جاتے ہر شخص ان کے سامنے اپنی تکلیفیں پیش کرتا۔ آپ کے تدارک کا حکم فرماتے مظلوموں کی داد کی کرتے، پھر دربار میں کتے اور امرا و شرعاً کو باریاب کرتے اور فرماتے ہمیں اخراجات اس لئے کہا گیا ہے کہ تم کو اگر کسی طریق کے متعلق کچھ معلوم ہو تو مجھ تک پہنچاؤ (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ مصر)

۴۔ مشہور شیعہ مورخ امیر علی گھٹا ہے کہ مجموعی طور پر حضرت معاویہ کی حکومت اندرون ملک بڑی خوشحال تھی۔ اور خارجہ پالیسی کے لحاظ سے بڑی کامیاب تھی۔ (مبشری آف سیر ستر ص ۸۲)

۵۔ حسن نظامی جیسا غالی شیعہ اور مذہبِ رافضی لکھتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کو گالی نہیں دی۔ بہت نرم دل تھے۔ زور اور سختی کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے (محرر نامہ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹ طبع دہلی)

۶۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کیونکہ یہ ایک ہی بیعت ہے جس میں نظر ثانی نہیں ہو سکتی۔ نہ نئے سرے سے اختیار کا حق حاصل ہے جو اس سے نکل گیا وہ اسلام پر طعن کرتا ہے اور جو تردد کرتا ہے سہل انگار ہے۔

## اصحابِ بدر

• اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر کے حق میں فرمایا:

اعملوا ما شئتم فقد عفرتکم رخصۃ الہیہ شیعہ، کرو تم جو کچھ تم چاہو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

اس کی تفسیر میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

• لعن اللہ اطلع علی اهل البدر تغفرتهم فقال اعملوا علی ما شئتم فقد عفرتکم (تفسیر مجمع البیان ص ۱۲۱) اللہ تعالیٰ اہل بدر پر بخیر ہو! پس انہیں بخش دیا۔ اور فرمایا کرو جو تم چاہو۔ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

شیخ علی جویشیوں نے ہاں بہت بلند مقام رکھتے ہیں اپنی مشہور تالیف تذکرۃ الفقہاء کی چھٹی جلد میں لکھتے ہیں کہ اُحد کے دن حضرت ابو بکرؓ نے اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت نے منع فرمادیا کہ جلنے دے کوئی اذیہ کام کرے گا۔

### غزوہ تبوک

اس قسم کی تصریحات کا استیعاب ایک طویل وقت کا مقتضی ہے شیعوں کا وہ گروہ جو نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد سوائے تین چار اصحاب کے سب کے ارتداد کا قائل ہے۔ انہوں نے جنگ بدر، جنگ اُحد میں شامل اصحاب کے فضائل دیکھ لئے ہیں۔ ان کے بعد اب غزوہ تبوک کے متعلق بھی سن لیجئے۔ بدر الدجی اشیعوں کی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے اس کی دوسری جلد سے فارسی کا ترجمہ اردو میں پیش کیا جاتا ہے۔

”امام رضاؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے سب سے مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرما کر ان پر رحمت کی۔ مہاجرین و انصار کی صفات میں فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام کی تنگی اور عسرت میں پری کی، اور تبوک کے لشکر کو حبش عسرت کہتے ہیں اس لئے کہ وہ سخت تنگی میں تھے اور کس آدمیوں کے پاس صرف ایک ایک اونٹ تھا اور یہی حالت سامانِ خوراک کی تھی کہ ایک دن میں دو آدمی ایک خرما پر گزارہ کرتے تھے (۶۷) نتیجہ یہ نکلا کہ حبش عسرت میں شامل اصحاب مؤمنین کا طعن میں سے تھے اور طعن یہ کہ سیدنا علیؑ اس لشکر میں سرے سے موجود ہی نہ تھے بلکہ بطور محافط مدینہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔

### اسے دوست پر یکسیدان محافط قدسے نہ

غزوہ تبوک کے موقع پر نبی علیہ السلام نے اپنے عیال کی خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ اور نبی غفار کے ایک شخص سباح بن عرقم کو اپنا نائب مقرر کیا۔  
۱۔ شکوہ میں آنحضرتؐ کے جانشین کا نام ام مکتوم بتایا گیا ہے۔

چند لوگوں نے سیدنا علیؑ کے متعلق چہ بیگونیایاں شروع کیں کہ علیؑ ان کو نکما کھڑ کر آپؐ چھوڑ گئے ہیں سیدنا علیؑ کو یہ سب کچھ یاد اسے ضبط نہ رہا اور اس کو بند ہو کر نبی علیہ السلام کے حکم کے خلاف آپ کے اہل و عیال کو بے سہارا چھوڑ کر مقام جروت میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور عرض کیا کہ مجھے لوگ نکما کہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ چھوڑ کہتے ہیں میں نے تمہیں اپنے اہل و عیال کی نگرانی کے لئے چھوڑا ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے کہ تمہیں میرے پاس وہ مرتبہ ملے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے پاس تھا (طبری جلد اول حصہ سوم ص ۸۵) طبع دکن، مجلسی اپنی تالیف حیات القلوب میں لکھتا ہے کہ تبوک کے غزوہ کے وقت نبی علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔۔۔۔۔ بنا فتن نے طعن دئے تو آپؐ اس کچھ نہیں سمجھ نہیں آئی کہ ہر دو کتب روافض میں صاف لفظ ہیں کہ اس موسیٰ اور ہارونؑ کی مشابہت سے روافض سیدنا علیؑ کی خلافت بلا فضل کی لم تر شائستہ ہیں مگر نہیں سمجھ نہیں آئی کہ ہر دو کتب روافض میں صاف لفظ ہیں کہ تمہیں اہل و عیال کی حفاظت کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔ اور اپنا نائب تو آپؐ نے ایک غفاری نوجوان کو بنایا تھا۔ اس لحاظ سے نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد اس غفاری کو نبی کا جانشین ہونا چاہیے تھا۔

دوسری اہم ترین بات ہے کہ غزوہ اُحد میں درہ میں متعین صحابہ کرام کے چند آدمی فتح کے آثار دیکھ کر درہ چھوڑ کر میدان میں پہنچ گئے جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چشم زخم پہنچا اور اس واقعہ کو شیعہ اچھا اچھا کر بلکان ہو رہے ہیں۔ مگر علیؑ نے یہاں صریحاً نبی کے حکم کی نافرمانی کر کے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اگر اس عرصہ میں نبی علیہ السلام کے اہل و عیال کو کوئی چشم زخم پہنچا تو کیا ہوتا۔ پھر اس پہلو سے بھی اس پر غور کیجئے کہ تین صحابہ کرام محض تساہل کی وجہ سے شامل غزوہ نہ ہو سکے جن کے ساتھ مسلمانوں کو اتنا عرصہ قطع تعلق کرنے کا حکم ملا جتنا وقت اس سفر میں لگا تھا۔ مگر علیؑ ان تین صحابہ سے بڑھ کر بعض لوگوں کے نکما کہنے سے حوصلہ

ایک کس انسان مومنوں کے در زیر شجرہ کوئی ایک بھی درخت میں نہ جائے گا۔ جنہوں  
 بیعت الرضوان نام نہادہ اندہجبت نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔  
 آنحضرت تعالیٰ درخت ایشاں فرمودہ کیونکہ حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے  
 لقد رضی اللہ عن المؤمنین الخ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا۔  
 (رجل اصلا مطہرہ دارالاشاعت کراچی)

### غزوہ خنین

تقسیم غنائم کے موقع پر نبی علیہ السلام نے فرسملوں کو ان کی تابعیت تلب  
 کے لئے مال عطا فرمایا۔ تو انصار میں سے چند اصحاب نے اپنی کسی ایک مجلس میں  
 اس بات کا ذکر کیا کہ ہمیں مال غنیمت سے کم ملا ہے۔ بعد کے زمانہ میں روافض کے  
 ہاتھ میں بھی معمولی سی بات ایک بہت بڑے بہتان اور افتراء کی صورت میں  
 پروان چڑھتے چڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ لعونہ اللہ وہ سب مرتد ہو گئے تھے۔ مگر  
 مگر ان عقل کے اندھوں کو آج تک اپنی مستند تغیر صحیح البیان لبطیری کی یہ عبادت  
 دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔

اس موقع پر نبی علیہ السلام نے جو ارشاد فرمایا اس کی موجودگی میں روافض کی  
 خرافاتی ہے انصار کے عمل و ایمان میں تو کمی ہونے سے رہی

یہ لوگ اپنے ہی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: اَفَلَا تَشْعُرُونَ يَا مَعْشَرَ الْانصَارِ اَنْ يَذَّوْقَ  
 النَّاسُ الْخَمَّ اَسَے گردہ انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر  
 گھر جائیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو لے کر گھر جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے  
 ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی  
 میں تو میں یقیناً انصار کے ساتھ چلوں گا۔ اور اگر ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصار  
 کا ایک فرد ہوتا۔ اے اللہ! تو انصار پر انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے ہوتوں پر  
 رحم فرماتے رہنا (جلد ۳ ص ۱۷)

بارگاہ نبی کے ارشاد کے خلاف مدینہ چھوڑ کر نبی علیہ السلام کے پیچھے چل پڑے۔  
 حوصلہ دیکھئے ان اصحاب کا جنہوں نے اس موقع پر اپنا تن من دھن سب کچھ  
 قربان کر دیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے گھر کا تمام اثاثہ حتیٰ کہ سوئی دھاگر چھلنی اور توالتک  
 لاکر حضورؐ کی خدمت میں ڈھیر کر دیا۔ فاروقی اعظمؓ نے آدھا مال پیش کیا اور عثمانؓ دوا  
 نے ایک تہائی لشکر کے کھانے اور سواری کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔ سیدنا علیؓ  
 کو نبی علیہ السلام نے اس موقع پر جوشیل ماروں فرمایا تھا اس کا مطلب بھی یہ نہیں  
 تھا کہ تم میرے بعد غلیظہ ہو گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ باروں علیہ السلام کی  
 طرح تم بھی پیچھے رہ جانے والوں کو سنبھال نہیں سکو گے۔ اسی لئے اپنا نائب یعنی  
 غلیظہ ایک غفاری نوجوان کو بنایا تھا اور علیؓ کو گھر میں صرف اس لئے چھوڑا تھا کہ  
 اہل و عیال کی حفاظت کرنا۔ یعنی انہیں ضروریات کی اشیاء لاکر دینا۔ اور صرف گھر  
 کی حفاظت کرنا۔

اسی جنگ کی تیاری کے موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا من جعہ حبش العسک  
 فلبس النجدة ”میں نے اس تنگ دست لشکر کے سفر کا سامان مہیا کیا اس کے لئے  
 جنت ہے“ متعدد روایات میں ہے کہ اس لشکر کی تعداد تیس ہزار تھے قریب تھی۔ ان  
 ایام میں سیدنا عثمانؓ کا ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف جانے والا تھا۔ آپ نے وہ قافلہ  
 روک لیا اور تمام سامان نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس پر نبی علیہ السلام  
 نے فرمایا ماضی عثمان ماعمل بعد الیوم ”آج کے بعد عثمان سے جو کچھ سرزد ہوگا  
 وہ اُسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا“

### صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل تمام جنتی ہیں

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ كُنُوا فِي غَارِ ثَوْرٍ عَمَّا كَانُوا فِي  
 شَيْءٍ مِنَ الْمُتَوَلَّى ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا عَلِيمًا ۚ

آنحضرتؐ فرمودند بدو رخ نردد نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ان مومنوں میں سے

### صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ السلام کا جنازہ پڑھا

آج روافض کے داعیین اور ذاکرین اپنی مجالس وعظ اور محافل ذکر میں بڑے شد و مد سے منبروں پر اچھل اچھل کر ان الفاظ کا تکرار کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے تو نبی علیہ السلام کا جنازہ تک نہیں پڑھا۔ ان لوگوں سے کون پوچھے؟ کیا پوچھے؟ کیسے سمجھائے اور کیا کیا سمجھائے کہ آیا تمام کذب و افتراء، جھوٹ اور بہتان کا ٹھیکہ تم نے ہی لے رکھا ہے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اور کہتے چلے آ رہے ہو ان میں سے کوئی ایک بھی سچی بات کبھی تمہارے منہ سے نکلی ہے۔ تم لوگ بغض صحابہؓ میں اس قدر اندھے ہو چکے ہو۔ اور ان کی مقدس ذاتوں پر اس قسم کے بہتان تراش رہے ہو جن کی زد میں بالواسطہ تمہارے مروجہ آئمہ بھی آتے ہیں۔ لیکن عذر شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ یہ ہے آپ کی اصول کافی اس میں مرقوم ہے:-

عن ابی جعفر علیہ السلام قال امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ پر زشتوں، مہاجرین صلت علیہ المملکتہ والہما جہن اور انصار نے گروہ درگروہ نماز پڑھی۔  
والانصار فوجا فوجا (جلد ۳ ص ۱۱۴)

اب اس روایت سے متعلق کبرائے نکال کر آپ جو چاہیں کہتے پھریں۔ مگر حقیقت اپنی جگہ اٹھ رہی ہے۔

### جنگ صفین کے طریق

جنگ صفین کے شہداء کے متعلق سیدنا علیؑ کا قول فیصل قتلائی وقتل معاویہؓ فی الجنتہ بر روایت یزید بن اہم رواہ الطبرانی و مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۵ یعنی میرے لشکر کے مقتول اور معاویہؓ کے لشکر کے مقتول سب جنتی ہیں۔

نہج البلاغہ میں آپ کا ارشاد بایں الفاظ مرقوم ہے الامم اعدا الاما خلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ مبواہ (نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۲۵)

”ہمارا اور معاویہؓ کا سب معاملہ ایک ہی ہے۔ بجز اس کے کہ ہم عثمان کے خون کے متعلق اختلاف کیا۔ مگر ہم اس الزام سے بری ہیں۔“

### سیدنا معاویہؓ کی خلافت

جب امیر معاویہؓ سربراہانے خلافت ہوئے تو انہوں نے اس تمام عیار، بدکردار، مکار، اخراج اور نافرمان، برکش اور باغی عناصر کے کس بل ٹکال کر رکھ دئے۔ اور دنیا ہر اس نقتہ کا فائدہ ہو گیا اور ملک میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ مگر سب صحابہؓ کے سلسلہ میں انہیں جو چاٹ لگ چکی تھی وہ زیر زمین دگنی ہو گئی۔ پہلے تو یہ لوگ علی الاعلان کچھ نہ کچھ کہہ کر اپنے دلوں کا غبار نکال لیتے تھے۔ مگر اب ان کے اہم ترین ستون جب پیوند خاک ہو گئے تو یہ لوگ غصے سے دیوانے ہو گئے اور پاگل ہو کر اپنی چار دیواریوں کے اندر چھپ چھپ کر بیکو اس کرنے لگے۔ امویوں کے دور خلافت میں انہوں نے چند ایک علویوں کو گھیر کر غزوہ کرانے لگے۔ مگر اپنے بلوں سے نکلتے ہی ان کے سر کھیل دیئے جلتے رہے۔ ان کا یہی حشر عباسی خلافت کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ مگر خلیفہ معتمد باللہ عباسی کی خلافت کے زمانہ میں جب مشہور غالی شیعہ ابن علقمی کو وزارت کا عہدہ ملا تو اس نے ہلاکو کو بلا کر صرف بغداد کو ہی تباہ نہ کر دیا بلکہ تمام عالم اسلام کا مرکز اجاڑ کر رکھ دیا۔ اور جب دوبارہ خلافت عباسیہ کا ظہور ہوا تو بوسہ خاندان نے اپنی رہی سہی کسر پوری کر دی۔

### شیعہ مذہب میں تضادات کیوں

یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب تضادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ یعنی زیر زمین گروہ صحابہ کرامؓ کے حق میں جو بدزبانی اور بدگوئی کرتا رہا اس کا ذخیرہ الگ تیار ہوتا رہا۔ اور فاطمی اکابرین کے اس گروہ سے جو سچے مسلمان تھے ان سے جو شیعہ ملتے رہے وہ صحابہ کرامؓ کی تعریف کرتے رہے۔ نتیجتاً مذہب شیعہ تضادات کا مجموعہ بن گیا۔



انداز میں ضرور کرتے۔ آپ زیادہ پریشان اس وقت ہوئے جب جنگ صفین کے بعد عبداللہ بن سبا کے ساتھی اور آپ کی فوج کے کمانڈر انچیف مالک بن انس بن مالک بن عثمان نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر آپ نے متعدد بار اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ شک میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؑ پر ان کی اپنی خلافت کا زمانہ سخت مشکلات کا زمانہ تھا۔ مکہ، مدینہ اور شام کی طرف سے تقاضا تھا کہ تائین عثمان سے قصاص لیا جائے۔ آپ کی اپنی فوج میں جو لوگ تائین عثمان سے قصاص لینے کے حق میں تھے ان کی تعداد بھی کئی ہزار تھی۔ مگر آپ پوری طرح تائین عثمان کی گزرت ہیں آپ کے تھے۔ اگر کبھی دبی زبان سے بھی آپ کے منہ سے اس قسم کے الفاظ نکلنے کہ تائین عثمان میرے لشکر سے الگ ہو جائیں تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ تلواریں لہراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے اور علی الاعلان کہتے ہم سب عثمان کے قاتل ہیں۔ اور آپ کو یہ سب کچھ دیکھنا پڑتا۔ آپ کے بس میں یہی تھا کہ آپ انہیں زبانی منع کریں۔ چنانچہ آپ نے بار بار فرمایا کہ میرے پیش رو کوشتی کے مینار نہ ہدایت کے چراغ اور اسلام کے جاننا زیا ہی تھے۔ (تفصیل دوسرے مقام پر گذر چکی ہے) مگر آپ کی کوئی نہ سنا۔ حتیٰ کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

غرضیکہ سیدنا علیؑ کے گرد جمع ہونے والے گروہ کی حرکتیں اہل صفا کو نہایت ناگوار تھیں۔ سیدنا ابراہیمؑ انصاریؒ جنگ جمل تک آپ کے ساتھ رہے اور پھر الگ ہو گئے۔ جریرؒ بن عبداللہؒ جنگ جمل کے بعد آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ قیسؒ بن سعدؒ نے جنگ صفین تک ساتھ دیا۔ بعد میں مصر کے والی بھی بنے مگر جب دیکھا کہ علیؑ اپنے بد زبان ساتھیوں کی گوشمالی کی قدرت نہیں رکھتے تو نادانوں کو مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ بخوسی اور سبائی ذہن کی تیار کردہ

## سیدنا علیؑ کی خلافت سے پہلے

سیدنا علیؑ کی خلافت کا زمانہ ان کے شیعوں نے ان کے لئے کانٹوں کی سیج بنا رکھا۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد پچیس سال آپ نے ہر قسم کی فراغت، آسودگی، خوش حالی اور امن چین کی نعمتیں گزاری تھیں۔ اصحاب کثیرہ کے زمانہ میں تقریباً چالیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا۔ مگر سیدنا علیؑ نے کسی غزوہ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ خلفائے ثلاثہ آپ کی ماضی مدینہ میں ضروری سمجھتے ہوں اور اکثر امور اور بہات ملکی میں آپ کے مشوروں کی ضرورت پڑتی ہو۔ مگر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ نے خود کسی غزوہ میں شامل ہونے کا ارادہ ظاہر نہ کیا ہو اور اصحاب ثلاثہ میں سے کسی نے آپ کو حکماً بھیجا موزوں نہ سمجھا ہو۔ مختصر یہ کہ وجہ کوئی بھی ہو آپ کو گھر بیٹھے فدک کے حصے سے اور غنیمت سے اس قدر مال مل جاتا تھا کہ ایک بار فدک کا حصہ آنے پر آپ نے خود ہی یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا تھا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ غرض کہ میں تقسیم کر دیا جائے۔

## خليفة بننے کے بعد

مگر جب خلافت کا بار آپ کے کندھوں پر پڑا اور اپنے ساتھیوں کی نافرمانی سے واسطہ پڑا تو گذرے ہوئے زمانے کی یاد ستانے لگی۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطبات سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ اکثر گذرے ہوئے زمانے کی یاد کسی نہ کسی

وہ سب حضرات کبھی اور کہیں پیدا ہوئے ہوں کیا یہ تصور صریح کفر اور شرک محض نہیں ہے؟  
مفوضہ اور غالیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ جہانِ کبر  
کے سپرد کر رکھا ہے۔ یہی لوگوں کو پیدا کرتے ہیں، مارتے ہیں۔ روزی دیتے ہیں۔ عبادت  
ہیں اور مرنے کے بعد انھیں اللہ کے اور عذاب دیں گے۔

### اذان میں علی ولی اللہ کہنے کا پر لعل

شیعہ امامیہ کے مجتہد اعظم مقید نے اپنی مشہور تالیف جو شیعوں کی صحاح الربیع  
میں شامل ہے یعنی "من لایحضرہ الفقیہ" کے باب الاذان میں لکھا ہے کہ مفوضہ ہی  
ہیں جو اذان میں حضرت علیؑ کو ولی اللہ اور وحی رسول اللہ اور خلیفہ بلا فصل ہونے  
کا اعلان کرتے ہیں۔ مولف من لایحضرہ الفقیہ لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ جزو اذان نہیں  
جو انہیں جزو اذان سمجھ کر ان کو اذان دیتے وقت کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اقول:- آج تمام شیعہ مساجد میں یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں۔ بقول مصنف  
من لایحضرہ الفقیہ یہ الفاظ دہرانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ آخر مصنف نے ان  
الفاظ کے قائل کو ایسا کیوں کہا۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے کہ ان الفاظ سے  
بالواسطہ اصحاب ثلاثہ پر سب کا پہلو پیدا ہوتا ہے اور یہی سب باعث لعنت ہے  
میکر کے ساتھ شیعوں نے نعرہ رسالت اور نعرہ جبرری گھڑا۔ اور طاعت یہ کہ غیر شیعہ  
جہلا بھی اس شیعہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی قسم کے نعروں سے اپنی محاسن  
میں گہری پیدا کرتے ہیں۔

### شیعی بدعات کا بانی بوہی خاندان تھا

مجوسی النسل بوہی خاندان جب بغداد پر نفرت ہڑا تو اس نے جو کچھ کیا وہ  
علامہ غفری کی محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ میں الدولۃ العباسیہ کے صفحہ ۲۸ پر دیکھئے  
صلہ:- صانقۃ الظنون فی رد عملاء البیہون میں راقم نے اس موضوع پر کہ بقول رد انقضائے  
رب ہیں۔ تفصیلی بحث کی ہے۔ (دریہ مبع ہے)

جماعت اب علی الاعلان "شیعہ" بن گئی۔ مگر اس بات کے باوجود وہ اپنی  
کاروائیوں پر ابھی مطمئن نہ ہوئے۔ کچھ خوارج کا جامہ دہر کر کے الگ ہو گئے  
جو باقی رہے ان میں ذیلی شاخیں پیدا ہوتی رہیں۔ ان کے مقابلہ میں "کرہیم"  
تخص کے طور پر اہل سنت والجماعت کہلانے لگا۔ سیدنا علیؑ اور آپؑ کی اکثر  
اولاد کا یہی مذہب رہا۔ علی بن حسینؑ (زین العابدین) ان کے بیٹے محمد باقرؑ ان کے  
فرزند جعفر صادقؑ یا ان کی قسم کے علوی اپنے اپنے دور کی اہم شخصیت ہوئی  
ہیں اور وہ سب کے سب اپنے وقت کے خلفاء کی بیعت پر مستقیم رہے۔

### غالیوں اور مفوضوں کا مذہب

شیعیت کی مختلف شاخوں پر بحث کرنے سے پہلے مشہور زیدی شیعہ عالم  
محمد بن الحسن دلمی کی شہرہ آفاق تالیف قواعد آل محمد مطبوعہ السادة مصر ۱۹۵۵ء کی  
عبارت ملاحظہ کیجئے۔

بالغیوں کا مذہب پیش کرنے سے پہلے ہم غالیوں اور مفوضوں کی بعض باتیں  
بیان کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ بھی انہیں میں سے ہیں۔ دجریہ کہ غالی ہوں  
یا مفوض، اسامی باطنی ہوں یا اثنا عشری امامی ان سب کے مذہبی اصول بہت  
سے مسائل میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ امامیہ کا  
مذہب باطنی مذہب کی دہلیز ہے۔ انہی کے ذریعہ لوگ شیعیت میں داخل ہوتے  
ہیں اور سب کے سب تشیع کے دعویٰ ہو کر دین میں غلو کرتے ہیں اور مسلمانوں کے طریق  
سے منکمل جلتے ہیں۔ آگے چل کر بحث پر لکھتے ہیں کہ:-

"ایک وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اُمت سلمہ کو کافروں کی جماعت کہتے ہیں۔ اور ان کا  
نام انہوں نے اُمت سرنگوں رکھا ہے۔ یعنی راہ راست چھوڑ دینے والی اُمت،  
پھر یہ لوگ نبی علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام ائمہ، علمائے  
اور فضلاء اُمت کو شیاطین اور اَصنام کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک شیطانوں  
میں پہلے بہت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ اور پھر عثمانؓ اور انہیں کی طرح کے دوسرے

شخص تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ابو بکر محمد بن عبد الرحمن بن عوف بن سعد بن ابی وقاص  
ابو عبیدہ بن جراح، سالم مولائے ابن حذیفہ، مغیرہ بن شعبہ (مقبول قرآن امام ۳۹۵)  
سعد بن وقاص، غصنہ کے مامون تھے، جن کو آپ نے فرمایا تھا میرے مال بچا  
آپ پر قربان ہوں۔ معاذ اللہ نبی علیہ السلام نے گویا منافقت سے یہ لفظ کہہ تھے۔  
اور عباس بن علی علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اور چچا کے متعلق واضح طور پر بکلیہ موجود ہے  
العمر اقراب من ابن العمد عن نادر شرا لفت اور شرح کے لحاظ سے  
چچا زیادہ قریب ہے برائیت چچا کے بیٹے کے۔

۸۔ تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں ہے کہ الفحشا سے مراد جناب اول اور المنکس سے  
مراد حضرت ثانی اور البغی سے مراد مشرثالث ہیں (بحوالہ مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۹۔ سورہ بقرہ کی آیت ۹-۱۰-۱۱-۱۲ کی تفسیر کرتے ہوئے دشمن اسلام لکھتے ہیں کہ  
اس سے مراد ابن ابی یا اصحاب اول اور ثانی اور منافقین میں سے جو ان کے ہمسر ہیں  
جن کا نفاق ان کے کفر سے بڑھا ہوا ہے (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۱۰۔ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ مراد یار سے وہ دونوں یعنی  
ابو بکر و عمر (ان کا تیسرا ابو عبیدہ جراح اور چچا سالم مولائے علیہ السلام کے ساتھ  
عبدالرحمن و طلحہ تھے) (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۱۱۔ تفسیر قمی میں سورہ بقرہ کی آیات ۲۰، ۲۱، ۲۲ کے تحت لکھا ہے کہ امام جعفر نے فرمایا  
کہ یہ آیت اول ثانی (ابو بکر و عمر) کے حق میں نازل ہوئی ہے (مقبول قرآن امام ۱۵۵)  
آیت نمبر ۲۰ ومن الناس من يعبدك قوله في الحيوة الدنيا فيشهد الله  
على ما في قلبه وهو الهالك الخصام آیت نمبر ۲۰ واذا تولوا سعى في الارض ليبدنوا  
ويعبدك المحدث والنسل والله لا يحب الفساد

۱۲۔ تفسیر قمی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا  
جس کے دشمنان نہ ہوں۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنان ابوبکر  
و عمر ہیں (مقبول قرآن امام ۱۵۵)

۱۳۔ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں جناب محمد باقر سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں  
”قَالَ الشَّيْطَانُ“ آیا ہے اس سے مراد عمر نہ ہے (بحوالہ مقبول قرآن امام ۱۵۵)  
الغرض شیعت کی دنیا اس قسم کی مغویات سے بھری پڑی ہے۔ اور اس میں ان  
بے چاروں کا قصور بھی نہیں۔ یہ لوگ جب خدا کو بھول جاتے والا اور جھوٹے کہنے والا  
کہنے سے باز نہ آتے، شیخ کی تیس سالہ تبلیغ پر ہر کہہ کر پانی پھیر دیا کہ آپ کے مرنے کے  
بعد سب مرتد ہو گئے اور زندگی میں تبلیغ کے لئے کفاس کے ہاں شادی کیں اور ان کو  
لوٹ لیاں دیں۔ علیٰ کمر ان لوگوں نے بازاروں میں گھسیٹا، اور جب وہ غلیظہ بنے تو ان کا  
شناں توڑ دیا اور آخر شہید کر کے دم لیا۔ حسین کو ذیل درسا کیا، حسین کو بگاڑ کر قتل کیا۔  
لیے لوگوں سے کس کو بھلائی کا امید کر رہے ہیں کہ ان کے منہ سے کسی کے حق میں کوئی کلمہ خیر  
نکلے گا۔ شیخ محمد بن ابی بیسویں کتب اس قسم کی عبارت سے بھری پڑی ہیں۔

قد خذنا شيعة خلاصة المصائب ص ۱۴۰ کہ ہمارے شیعوں نے ہیں ذیل درسا کیا یہ کہنے  
والے اچھے اپنے آئمہ ہیں پھر دوسروں کے حق میں ان کی بدزبانی اور بے لگامی پر کیا ہوگا؟  
صاحب استبصار کہاں تک گل افشائی کرتا ہے کہ علی نے ایک بار بلا وضو نماز پڑھا دینی  
کا فی میں جناب امیر المؤمنین سے خطبہ اوسید میں مرقوم ہے کہ میری جہادیں اتنی  
زیادہ ہیں کہ اگر میں ان کو بیان کروں تو ان کی کوئی حد و پابان نہیں ہو سکتی خود سے سننے  
کے لئے مدت درکار ہے۔ مگر وہ بد بختوں نے مجھے چھوڑ کر خلافت کی قمیص کسی نہ کسی طرح  
پر نکالت ہیں لی۔ اور جس طرح ان کا کوئی حق نہ تھا۔ اس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے  
لگے اور از روئے ضلالت گدڑی پر جا ڈٹے اور از روئے جہالت کار خلافت کرنے  
لگے۔ (بحوالہ مقبول قرآن امام ۱۵۵)

اقوالے اور علمی چوبیس سال تک ان کے خطبات پر گزر کرتے رہے۔ ان کے حق  
سے بغیر نہ بند رہنے بھاگ کر مسجد میں پہنچے اور اہل کے ہاتھ پر جمعیت کی۔ اور ثانی جو نبی علیہ السلام  
سے: خود علی نہ کہتے ہیں کہ بیعت کے وقت انہوں نے یقین و محی الحسان و شق عطفانی  
رہے اللہ انہیں رحمت کرے۔ اور میرا شاہ توڑ دیا۔

اس کی خدمت میں بیٹی کا نذرانہ پیش کیا۔

۱۵۔ کوئی خیرات احمد دیکل بھارت کے شہر گیا میں ہوا ہے اُس نے "نور ایمان" کے نام سے ایک نئی بات کا پتہ دکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں امانت دیانت، بلکہ انسانیت کے نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ بڑے دھوکے کوڑی لایا ہے اس کتاب کا صفحہ ۲۲۲ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ "پانچ حرفی الفاظ میں وسط کا حوت دل ہوتا ہے۔"۔ اس طرح فرعون، ایمان، تار دل کے وسطی حرف کا، تم اور میں ہیں اور ان سے عمر بنتا ہے۔ آگے چل کر لکھتا ہے اس وجہ سے ہم لوگوں کا عمر سے دلی نفرت رکھنا ہرگز غلط خیال نہیں بلکہ عین فطرت ہے۔

اقولے:- ادرہم لوگوں کا عین ایمان ہے کہ اس بھری دنیا میں علی کو اپنی بیٹی کے لئے فرعون، ایمان، تار دل کے قلب سے بڑھ کر کوئی شوہر نہ ملا۔

۱۶۔ کافی میں امام محمد باقر سے منقول ہے کہ ایک موقع پر جناب عمر بن الخطاب نے امیر المؤمنین سے ملاقات کی اور کہا آپ ہی ہیں جو آیت باب کیا لعنتمون پڑھ کر پڑھ کر مجھ کو اور میرے یار ابوبکرؓ پر طعن کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہی نہیں بلکہ کیا میں تم کو ایسی آیت کی خبر دوں جو نبیؐ آیت کے حق میں نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو قریب ہے کہ زمین میں فساد پھیلاؤ اور بچے رحمن کو قطع کرو اور محال مقبول قرآن (مکمل)۔

کاشکہ میں اس مختصر کتابچے میں یہ بیان کر سکتا کہ قطع رحم کرنے والے لوگ کون تھے۔ اگر شیعہ دوست صرف اصول کافی میں ہی اپنے دوازدہ ائمہ کا حال پڑھ لیں تو جو وہ طبق رکشن ہو جائیں۔ اور جن بزرگوں کی طرف اس کا اشارہ ہے وہ تو رہتی دنیا تک ہدایت کے چراغ اور کائنات کی مدح کی طرح تابندہ و زندہ رہیں گے۔

زمین میں فساد امول لڑنے پھیلائے یا بل بیٹوں نے۔ اموی توان کی بار بار

بقا و قول کو نظر انداز کر کے ان کو اپنے الطاف و اکرام سے تواریتے رہے۔

۱۷۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے سید اکھول اہل الجنة یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ جنت میں بزرگوں کے سردار ہوں گے یہاں مقبول قرآن امامہ والے کو شیطانی الہام پہنکے کہ آپ نے اس طرح نہیں بلکہ سید اکھول اہل النار پایا ہوگا لہذا اقولے:- آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ تو ابوطالب اور ابولہب ہیں۔ آپ کو ہر بار کوئی نہ کوئی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی توصیف میں جبکہ تمہارے یازدہ ائمہ رطب انسان ہیں پھر تمہاری اس بے سر دیانت کی کیا قیمت:-؟ شیعیت کی دنیا اس قسم کی لغویات سے بھری ہوئی ہے۔ ان لوگوں کا ایمان ہے کہ اپنے روحانی اب و جد محسوس و مہود کی جس قدر کالت کر سکیں کم ہے۔ ان لوگوں کے اس قسم کے ہنہات کا متیاع ممکن نہیں۔ مگر حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ ہنہات تو بہت بعد میں گھڑے گئے۔ سیدنا علیؓ کے جوا قول و ارشادات ان کی اہمات الکتاب میں صحابہ کرام کی شان میں موجود ہیں اس طرف یہ لوگ کیوں توجہ نہیں کرتے۔

یوں تو یہ لوگ نبی علیہ السلام کی تین صدیوں کی مقدس ذاتوں کے منکر ہیں مگر حسب اپنی اہمات الکتاب میں سیکڑوں مقامات پر چار صدیوں کی اہمات کا بار ڈکڑا کھول کے سامنے آیا اور ذرا کا کوئی راستہ نہ سوچا تو اقرار میں بھی ایسا گستاخانہ انداز اختیار کیا جو انہوں کو ہی زیب دے سکتا ہے۔

پس اگر حضرت عثمانؓ دارہ باشندہ بڑاں کہ پس اگر نبی علیہ السلام نے عثمانؓ کو اپنی بیٹی دے دیا تو علیؓ ملنا ناں بدہ است۔ دلائل نے کند تو وہ اس لئے تھی کہ عثمانؓ بظاہر مسلمان تھا یہ امر برآں کہ دامن کا فرزندہ است۔ ذالیت قلب اس بات پر دلائل نہیں کہ عثمانؓ باطن میں ایساں و خیر خواستن از ایساں و خیر دارن یا ایساں کا فر تھا یا اگر نبی علیہ السلام نے ان کو روکیاں دے دیں تو دین اسلام داغہ کھڑا تھی و خیرت معلوم۔ یہ یا ان کے ہاں سے نکاح کئے یہ بدعت اسلام و دلت۔ دوسری اصحاب بے شمار ہیں کہ اگر عثمانؓ کا ترقی اور علو کا نہ معلوم یہ زمانہ کیسے تھا



برعاقب متقابل پرشیدہ نیست و اگر آنجا بطبار اور اس میں خیار مسلمین میں جو اکثر عقلمندوں پر رشیدہ  
نفاذی الشیطان نے خود را اسلام طار ایشان قبول نہیں اور اگر نبی علیہ السلام ان کے نفاق کو ظاہر فرماتے  
نئے کمر باں جناب البیروتیہ از مفسدے ماندند اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول فرماتے تو ان کے ساتھ فقر  
(حیات القلوب ص ۵۹۱) چند کور روگہ بجاتے۔

یہاں حیات القلوب کے اس بے بصیرت، مفسد کی تعقیب کا رتہ نہیں۔ مگر یہ کہ  
بغیر حیلہ نہیں کہ اس نے اگر فحش کے بیٹوں کا اعتراف کیا بھی تو فحش کی غرت پر سر سے سے ہل چلا کر  
۱۔ سے کف دست میلان بنا دیا مگر تھوڑے تم درست جس کے دشمن اس کا آسماں لیں ہوں  
تجویری ہزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

رفض کے مستند رہے لگام نے جو اس کے سامنے آیا اپنی دو ملتوں سے زخمی کر کے  
رکھ دیا۔ اصحاب ثلاثہ پر تو یہ برستے رہے مگر سیدنا عقیلؑ بولار علیؑ بھی ان سے دین کے  
چنانچہ احتجاج طبری میں سیدنا علیؑ کا قول مرقوم ہے۔ دھب من کنت اعتقد بمعہم مافی  
دین اللہ من اصل بیعی الخ یعنی میرے اہل بیت کے وہ لوگ جاتے رہے جن کی قوت  
پر خدا کے دین میں مجھے بھروسہ تھا اور اب صرف در ذیل و خوار قریب زمانہ جاہلیت کے دھگے  
ہیں۔ یعنی عقیلؑ اور عباسؑ۔

حیات القلوب میں ملاحظہ فرمائیے۔ ابو جعفر طوسی نے بسند معتبر نقل کی ہے  
کہ زلمایا امام صادق نے کہ عباس کی ماں فضیلہ زہیرہ بنت عبداللہ اور ابوطالب کی ماں لکیزہ تھیں۔  
عبدالطلب نے فضیلہ سے ہمبستی کی جس سے عباسؑ پیدا ہوا۔ زہیرہ نے عبدالطلب سے دعویٰ  
کیا کہ لکیزہ ہماری والدہ کی طرف سے ہیں وراثت میں ملی ہے اور اپنے بغیر اجازت سے  
اس سے مقاربت کی ہے مادریہ طور کا یعنی عباسؑ جو اس سے پیدا ہوا ہے ہمارا غلام ہے  
پس عبدالطلب نے سفارش کے طور پر زہیرہ کے پاس چند ذی عزت قریشی بھیجے کہ میرا چاہی ہو کہ  
اس مطالبہ سے دستبردار ہو جائے۔ آخر اس فیصلہ پر زہیرہ رضامند ہوئے کہ عباسؑ خزانے  
قریش کی مجلس میں نہیں بیٹھیں گے اور اس عہد نامہ پر قریش نے بطور گواہ کے مہر لگا دیا  
اور اب کسدہ تحریر ہمارے پاس ہے۔

شاید یہ بہتان اس لئے گھڑا گیا کہ سیدہ فاطمہ کی طرف سے وراثت کے متعلق جو دعویٰ  
پسند اتیار کرنا تھا اس میں جب کوئی سیدنا عباسؑ کا نام شامل کرے تو ہم یہ دعویٰ پیش کر دیں  
تہا مجلسی نے اسی وراثت کی برکفایت نہیں کی بلکہ مزید ناظر فاضل فرماتی ہے۔ کہ فرمایا  
حضرت امام زین العابدینؑ نے کہ من کان ہذاہ اعلمی فلعوفی الاخرۃ اعلمی وقرآن یعنی جو اس  
دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا ہوگا۔ سیدنا عبداللہؑ اور ان کے باپ عباسؑ  
کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

### دوازده آئیمہ کفر شیعہ مذہب کے نزدیک

۱۸۔ قیامت تک کی تمام بدیوں کا وبال ابو جعفرؑ اور عمرؑ کی گردن پر ہے۔۔۔ ہر قسم سے  
مراد ہے ابو جعفرؑ سے مراد ہے عمرؑ۔ ہر آئیمہ سے مراد ہیں عثمانؑ، معاویہؑ اور یزیدؑ  
مردان اور اولاد مردان لعنت اللہ علیہم الاعمین۔ احتجاج طبری میں جناب ابوالفضلؑ  
سے ایک حدیث منقول ہے فرمایا عنقریب عثمانؑ کے بعد معاویہؑ اور اس کا بیٹا سلطنت  
پائیں گے پھر سادات شخص اولاد حکم بن عباسؑ سے یکے بعد دیگرے حکومت پائیں گے  
اس طرح ضلالت کے بھی بارہ امام ہوں گے۔ اور یہی وہ تھے جن کو رسول اللہؐ نے  
اپنے منبر پر دیکھا کہ امت کو برگشتہ کر رہے ہیں۔ دس توان میں سے نو آئیمہ میں  
سے ہوں گے، اور دو ابو جعفرؑ اور عمرؑ جنہوں نے نو آئیمہ کی حکومت کے لئے بنیاد رکھی  
اور ان دونوں کی گردنوں پر اس امت میں جتنی برائیاں ہوں گی ان سب کا وبال ان  
کے سر ہوگا (رجالہ مقبول قرآن ماہ ۱۴۵ھ)

اقولے بد مصنف احتجاج طبری نے کفر کے بارہ اماموں کی لم تراش کر اس پر  
ایک حدیث بھی پیش کر دی۔ مگر مجھے از حد افسوس ہے کہ مصنف یہ حدیث  
پیش کرتے وقت ایک بہت بڑی غلطی مرتکب ہو کر اپنے دام میں خود ہی پھنس گیا۔  
کفر کے بارہ امام اس نے منبر نبویؐ پر کوسٹے ہونے دیکھے۔ مگر ان میں سے نو کا  
پایہ تخت مدینہ النبیؐ نہیں بلکہ دمشق تھا۔ اور منبر نبویؐ تو مسجد نبویؐ میں تھا۔  
میں شیعہ اصحاب کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ان کو جانا چاہتا ہوں کہ

۶۔ محمد اکبر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ نے ۲۵۴ھ میں مدینہ میں المہدیٰ باللہ کے خلاف خروج کیا۔ ناکام رہ کر کھیر کردار کو پہنچا۔  
۷۔ محمد بن حسن بن محمد ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن نے ۲۵۶ھ میں مدینہ میں المہدیٰ باللہ عباسی کے خلاف خروج کیا۔ جمہور ابن خرم میں ہے کہ نہایت درجہ فاسق تھا۔ دن میں مسجد نبوی میں میچہ کر علائہ خراب پیتا تھا۔ اور اہل مدینہ کی چھوٹیوں سے فسق و فجور کرتا۔ اہل مدینہ کو بھوک پیاس سے مار ڈالا اور ان کو قتل کیا۔ تمام مدت میں مسجد نبوی میں جماعت کی نماز اور جمعہ نہ ہو سکا (۳۲ سطر) آخر سرکاری لشکر کے ہاتھوں داصل جہنم ہوا۔

۸۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن اور اس کے بیٹے علی بن احمد نے ۲۶۷ھ میں مدینہ میں المہدیٰ علی اللہ عباسی کے زمانہ میں خروج کیا۔ حسن بن زید کی اولاد میں سے ان دو باپ بیٹوں نے غلیہ حاصل کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ فواج مدینہ میں سخت خونریزی لڑائیاں ہوئیں۔ انہوں نے جعفریوں کو بھی نہ بخشا اور اپنے ہم جدی لوگوں کا قتل عام کیا۔ آخر عباسی لشکر نے انہیں داصل جہنم کیا اور مدینہ کے لوگوں کو آرام ملا (جمہور ابن خرم ص ۲۷۱ البدایہ ج ۱ ص ۲۷۱)

۹۔ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم نے ۲۷۱ھ میں مدینہ میں المہدیٰ علی اللہ کے زمانہ میں بغاوت کی اس کا بھائی علی بھی شامل تھا۔ موسیٰ کاظم کے ان پڑوتوں نے مدینہ النبی کے ہزاروں لوگوں کو قتل کیا۔ مدینہ النبی کو برباد کیا۔ جعفر بن ابی طالب کی اولاد سے بھی تیرہ افراد کو قتل کر ڈالا اس کا لقب ہی تاریخ میں الملیط یعنی ڈاکو ہے۔ ابن جریر طبری نے بڑی تفصیل سے ان کی بد اعمالیوں کا ذکر کیا انہیں کے متعلق کسی علوی شاعر نے چند شعر لکھے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

”پاک مصطفیٰ کا دارالہجرت برباد ہو گیا۔ اس کی برادری پر مسلمان گریہ دیکھا

کرتے ہیں۔ دے آنکھ مقام ابراہیم پر رو اور لحد مصطفیٰ پر رو۔ اور پاک مزین بھی بکا کر تاسے اور وہ مسجد جس کی بنیاد پاکی پر رکھی گئی وہ عبادت گاہ

تھی۔ غالباً یہ شیعہ حضرت کو اپنی حدیث کا منہم سجد میں آگیا ہوگا۔

کھربارہ امام ان کے آئمہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ فاطمی، علوی اور طالسی جنہوں نے خلافت موقتہ کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کئے ان کی تفصیل ۶۵ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان کو ان میں سے پورے بارہ نے مدینہ النبی میں خروج کئے اور اسی بد اعمالیوں کے مظاہرے کئے کہ تاریخ عالم جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ بارہ کے بارہ ہی شرابی، زانی، دگیت، عیاش بدتماش لہر بدکردار تھے۔

### دوازدہ آئمہ کفر کون؟

۱۔ محمد الارقط بن عبد اللہ بن حسن بن الحسن بن علی نے ۲۷۵ھ میں ابو جعفر المنصور عباسی کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا فی سادہ وقتہ مقابل الطالبین ص ۱۱۱  
خلافت بکھلا تھا اور فاطمی آنکھوں والا تھا۔ اسے یاران طریقت نے انفس الزکیہ بنا کر بڑی کشتہ بد دی۔ عمدۃ الطالب کے مصنف نے ”هذا مہذبنا اهل البیت“ لکھ کر بارہویں امام کے شہود پر پانی پھیر دیا۔ بعض شیعہ آج تک کہتے ہیں کہ وہ جگہ میں قتل نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اور اس کی جگہ شیطان قتل ہوا (الفرق بین الفرق) اس شخص نے اپنی چند روزہ باقیانہ سرگرمیوں کے دوران جس کردار کا مظاہرہ کیا تاریخیں اس کے ذکر سے مبری ہیں۔ مصنف اصول کافی نے متعدد مقامات پر اس کا ذکر نہایت برسرے الفاظ میں کیا ہے۔

۲۔ حسین بن علی بن حسن بن حسن بن الحسن نے ۱۶۹ھ میں موسیٰ الہادی عباسی کے خلاف اسی مدینہ النبی میں خروج کیا اس کے ساتھ اس کا بھائی فاضل بھی تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ کا واقعی خزانہ تک لوٹ لیا۔ ان کے ساتھی ابو الزنت بن محمد الارقط کو شراب نوشی کے جرم میں عدامی گئی۔

۳۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن الحسن نے ۱۹۰ھ میں مدینہ میں مامون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا، بغاوت میں کامیاب نہ ہوا اور مارا گیا۔

۵۔ محمد بن صالح بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ نے ۲۳۳ھ میں مدینہ میں المتوکل علی اللہ کے خلاف خروج کیا۔ کان خرچ بسوقیہ و جمع انوار آخرت کر دیا گیا۔

دلوں سے غالی ہو گئی اور اس پاک سببی پر بکا کر جس کو مبارک کیا اللہ  
نے رسولوں کے خاتمہ کرنے والے کے ذریعہ سے ان لوگوں کو بڑا ہر مہینوں  
نے اس مدینہ کو مبارک کیا۔ اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کی اطلاع کی  
(طبری جلد ۱ ص ۳۳۷)

واقعہ حرہ کی فرضی داستانیں اور کعبہ کی بے حرمتی کے افسانے اس کے سامنے گرد ہیں  
۱۲۔ ایک علوی جس کا شجرہ معلوم نہ ہو سکا نے ۳۲۹ھ میں الراضی باللہ کے زمانہ میں  
مدینہ میں خروج کیا۔ حافظ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ لوگ حج کے لئے نکلے لیکن اس  
کے ظلم کی داستانیں سنکر راستے سے ہی لوٹ گئے۔ گویا کفر کے اس بارہوی  
انہما نے جو علوی ہونے کا مدعی تھا لوگوں کو حج کرنے سے ہی اپنے مظالم کی  
وجہ سے ڈر کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

یہ تو وہ بارہ ہیں جنہوں نے مدینہ النبیؐ میں خروج کیا۔ اور نبی علیہ السلام کے ارشاد  
کے مطابق آئیمہ کفر بارہ ہی ہوتے چاہئیں تھے۔ اور الحمد للہ کہ اس شقاوت اور بدعتی  
میں اس عسرت رسول نے کسی دوسرے کو حقدار نہ بننے دیا۔ ان کے علاوہ جن دوسرے  
ترہین علویوں نے خروج کئے ان میں سے اکثر کے کردار سے تو شیطان بھی پناہ  
مانگتا ہوا بھاگ نکلا ہوگا۔

مزعومہ دوازہ آئیمہ میں سے تو سیدنا علیؑ کو چار سال اور سیدنا حسنؑ صرف  
پچھ ماہ خلافت رانامت، کا موثر ملے۔ باقی ۹ امویوں اور عباسیوں کے وظائف پر  
گزر کرتے رہے البتہ مذکورہ بالا بارہ کو چند روز حکومت کرنے کا ضرور موقع ملا۔

### تیسرا کی ممانعت

حضرت امام محمد باقرؑ فرمایا جو لوگ ابو بکرؓ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تبرک کرتے  
ہیں۔ میں ان سے بری ہوں (حضرت امام جعفر صادقؑ ص ۲۲۶ مقدمہ)  
معاویہ کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا۔

میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تم کسی کو دشنام دو۔ لیکن اگر تم ان کے کردار کو بیان کرو  
ان کے حالات کا تذکرہ کرو تو بے شک یہ مناسب ہے اور نظامِ قدیم میں طبعی تر اور سادہ تر ہے  
اور بہتر یہ ہے کہ انہیں سب و شتم کرنے کے بجائے یہ کہو بار خدایا! ہمارے اور ان کے  
خون کو بہنے سے بچا۔ ہمارا اور ان کے درمیان اصلاح کر دے (منہج البلاغہ ص ۸۷)  
سیدہ فاطمہؑ نہ کن لوگوں پر لعنت کرتی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی  
دونوں بہنوں کی قبول پر رمضان میں جاتیں اور ان کے لئے اس طرح دعا کرتیں۔

اے اللہ! اپنے نبیؐ کی بیٹی رقیہؑ اور اُم کلثومؑ پر اپنی رحمتیں نازل فرما یہ تیرے  
نبیؐ کی بیٹیاں ہیں۔ اور جبرائیل تیرے برگزیدہ نبیؐ کو ان کے بارے میں گو کہ اور  
تکلیف پہنچائے اس پر تیری لعنت ہو اور تو اسے دروں جہانوں کی نعمتوں سے  
محروم رکھ (استبصار جلد ۲ ص ۲۵۵ زاد المعاد باقر مجلسی ص ۲۳)

### اہل شام کے متعلق سیدنا علیؑ کا ارشاد

لما سمع امیر المؤمنین جب امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے اپنے یاروں  
لعن اصل الشام من المصحابہ سے قیام میں برلین طعن کرنا سنا، تو خطبہ پڑھا اور  
خطبہ قال اصحابنا نقاتل اخواننا کیا کہ اہل شام ہمارے بھائی ہیں گمراہ ہیں لڑتے ہیں  
فخالاسلام عنو ما دخل فیہ من مگر وہ گمراہ کا فرہیں۔ بلکہ ان کو ہماری خلافت  
المزلیخ الخ (منہج البلاغہ) میں شیعہ ہوا ہے اس سبب وہ ہماری خلافت میں  
شعبہ کرتے ہیں۔

سیدنا علیؑ کے اس ارشاد سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں سیدنا علیؑ  
نے اہل شام پر لعن طعن کرنے سے اپنے ساتھیوں کو منع کیا۔ اہل شام کو اپنا بھائی قرار  
دیا۔ باوجود جنگ کرنے کے صرف اس قدر کہا کہ ان کو ہماری خلافت میں شعبہ ہوا ہے  
اب جو شیعہ اہل شام کو کافر کہتے ہیں انہیں یہ سبق کس نے پڑھایا ہے؟  
حضرت جعفر صادقؑ نے (بابا کہ حضرت ابو بکرؓ میرے نانا ہیں کیا کوئی اپنے  
آباد اجداد کو سب و شتم کرتا ہے) (احقاق الحق ج ۱ ص ۱۵۸)

آئیم کو بھی نہ بخشد ان کی ستودہ صفات خاتون کی طرف ان لوگوں نے ایسی ایسی انہونی باتیں منسوب کی ہیں کہ وہ اللہ کے نیک بندے اگر آج زندہ ہوتے تو سرپیٹ کر رہ جاتے چنانچہ حضرت جعفر بن محمد باقرؑ جیسے عالم اور گوشت لیٹون زاہد کی طرف منسوب کیا گیا کہ:-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام امام جعفر علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا قال سالیة عن الحیل یكون من کہ اس رسم سے جو خنزیر کے بالوں کی ہوا اس شعر المختصر سیتے بسم السماء کے ساتھ کنویں سے پانی نکال لہائے تو اس سے من البرحل میتوضا من ذالک وضو کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ امام نے فرمایا کچھ الماء قال لا باسے (فروع کافی ج ۱ ص ۲۰۳) حرم نہیں۔

اسی ضمن میں فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ بھی ملاحظہ ہو۔

قلت لہ شعر المختصر لعل جلا و شیتی بلہ من مبرالتی امام سے خنزیر کے بالوں اور ان بالوں کی حلا و شیتی بلہ من مبرالتی رسمی کے متعلق میں نے دریافت کیا جس کے شیراب منھا او میتوضا و منھا ساتھ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اس قال لا باس بلہ و زاذلیہ علی پانی کو چینا یا اس سے وضو کرنا کیا ہے فرمایا اپنے عقیم و علی بن الحسین من ذباط کوئی حرج نہیں اور مزید یہ فرمایا کہ ستر کے کمال قال الشعر والصوت کلاہ ذکی اور شرم سب پاک ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام امام جعفرؑ سے روایت ہے اپنے فرمایا اگر تیرے قال ان سأل من ذکرک شیئ من الت سے کوئی چیز مذی یا وری جاری ہو مذی او وری وانت فی الصلوة اور تو نماز میں ہے تو اس کو مت دھوا و در فلا تقطع الصلوة ولا نماز قطع کر۔ تیرا وضو نہیں ٹوٹا اگرچہ ایڑوں اتقنص لہ الوضو وان بلغم عقیدہ تک پہنچ جائے۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۲۰۳)

عن علی بن جعفر قال سالت علی بن جعفرؑ نے کہا کہ میں نے اہل احسن

● حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا میں دو طرح سے حضرت صدیق اکبرؑ کی اولاد ہیں (احقاق الحق ثانی ج ۱ ص ۱۸۱)

کشف الغر اور بیج البلاغہ میں سیدنا علیؑ کا ارشاد مرقوم ہے اخ اکبر لکم ان تکتونوا سمیاء بین۔ میں تمہارے لئے اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ تم سمیاء کرنے والوں میں سے ہو۔

● شیعہ کی معتبر کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں ایک حدیث ہے جسے بحار الانوار میں ملا مجلسی نے اور قاضی نور اللہ شومسری نے بھی بیان کیا ہے فرمایا امام جعفر صادقؑ نے غیبت بہت بڑا گناہ ہے۔ اور بہتان و افتراء اس سے بھی بڑھ کر ہے جب عام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے تو صحابہؓ غیر حق کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہے۔ پس ان کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ ان کے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیے اور ان کے ذمہوں سے نفرت رکھنا چاہیے کہ اس سے نفاق خفی مل میں پیدا ہوتا ہے (بحار الانوار ج ۱ ص ۱۸۱) الحدیث کہ المسبب والجماعت امام جعفر صادقؑ کے ارشاد کے مطابق صحابہؓ کے دشمنوں سے صرف اسی بنا پر نفرت کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے دین کا تمام بار صرف وہ باتوں پر ہے۔ واقعہ کر بلا کے فرضی واقعات پر دونا پٹنا۔ اور صحابہؓ کو ان پر سب دشمن کرنا۔ ان لوگوں کو برسات کے انہرے کی طرح ہر بات میں صحابہؓ کو ان کی برائی ہی سو جھتی ہے۔

گلہ جفا نے دفنا کر حرم کو اہل حرم سے ہے

شیعیت کے چالاک دشمنوں نے جب صحابہؓ کو اہل حرم پر بلا واسطہ برسنے والوں کی کھپ تیار کر لی تو اب رخ ان کی طرف گھمایا جن کو ائمہ معصومینؑ بنا کر پیش کیا تھا چونکہ مقصد تخریب دین تھا جب اہل بیتؑ کا نعرہ تو ایک آرمی اب انہیں اہل بیت پر بالواسطہ بھاری شروع کی جا رہی ہے۔

انہوں نے ان بے حیا لوگوں نے صحابہؓ ثلاثہؑ کو جنت و طاعت بٹاتے بٹاتے اپنے



علیہ السلام سے پوچھا کوئی مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لے تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا اس آدمی کے متعلق جو اپنی ساس یا سالی سے نہ کرے توکم فرمایا اس کی وجہ سے وہ عورت اس پر حرام نہیں بنتی۔

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے مشتبہ زنی کا متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے دیگر جماع کرتا ہے اس پر کوئی بات نہیں۔

جو شخص اپنی عورتوں سے نکاح کرے جن کی حرمت قرآن میں ہے مثلاً ماؤں سے اور بیٹیوں سے وغیرہ وغیرہ آخر تک یہ نکاح کرنے کی وجہ سے حلال ہیں۔

ان کا یہ نکاح یعنی ماں یا بیٹی سے نہ نہیں اور نہ وہ اولاد جو اس نکاح سے پیدا ہوئی ولہ الزنا ہے۔

جو شخص اس اولاد کو زندہ کی قیمت دے اس پر حد قائم ہوگی یعنی ایسا کہنے والے کو سزا ملے گی۔ اس لئے کہ وہ نکاح سے پیدا ہوئے۔

ان کے اکثر بھی عجیب قسم کے لوگ ہیں جعفر (الصادق) عورت کے ڈبر میں

ابا الحسن علیہ السلام عن الرجل یقبل قبل امرأته قال لا بأس۔

(فروع کافی جلد ۱ ص ۲۱۲)

قال سالت ابا جعفر عن رجل زنا باہ امرأته او اختہ فقال لا یحرمہ ذلك علیہ امرئہ (فروع کافی جلد ۱ ص ۲۱۲)

قال مسئلۃ من الدلث قال لا کم نفسہ لایشی علیہ۔

(فروع کافی جلد ۲ ص ۲۳)

الذی یتزوج ذوات المحارم التي ذكرہ اللہ عنہ وجل فی کتابہ تمہید فی القرآن من الامعات والنبات الخ آخر کل ذلک حلال من حجة التزویم۔

ولا یكون نکاحاً صحیحاً ولا اولاداً من هذا الوجه اولاد زنا۔

ومن قذف المولود من حیضاً الذین ولدوا من هذا الوجه جلد الحد لاندہ مولود۔

یتزوج من ردة (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۵)

ان کے اکثر بھی عجیب قسم کے لوگ ہیں جعفر (الصادق) عورت کے ڈبر میں

وہی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے پوتے علی رضا فعل خلافت وضع نظری بن خود کے عدم جواز کا فتویٰ صادر کرتے ہیں (استبصار ص ۱۱۱)

اقول ۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ احیاء الشریعہ مفتاح الجنان، الزہرا اور اسلام اور مصیبت مسلمان بادشاہوں کے تحت نیز مقبول احمد ترجم قرآن کے مصنفین صرف بد بطن، بے حیا، بے شرم اور لعنت کے پتلے ہی نہ تھے، بلکہ بے علم، جاہل، بد کردار، مفقود الالب وجہ بھی تھے۔ اقوام عالم اور مذاہب عالم کے خیالات میں تباہی اور اختلافات ہر در میں ہوئے۔ غالی سے غالی قسم کے مناظرانہ ذہن کے لوگوں نے اس فن میں سنیکڑوں کتب تصنیف کیں جن میں سے اکثر اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ مگر اس قسم کی بدزبانی کا آج تک کسی کو یارا نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے اس قدر اخلاقی مدد کو پا مال کر کے تہذیب و شرافت کی سربازار دھجیاں یوں پک کی ہوں۔ سیدنا صدیق اکبرؑ سیدنا فاروق اعظمؑ سیدنا عثمانؑ ذوالنورین اس وقت دنیا کے ساتھ کروڑوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن ہیں سیدنا علیؑ کو تو ان کی زندگی میں ان کے سامنے کافر کہنے والے ہزاروں پیدا ہو چکے تھے۔ مگر اصحاب ثلاثہ کے افعال، کردار، اعمال، ایثار، عدل، فیاضی اور رحم و کرم پر صدیوں بعد تک کسی نے انگلی تک نہ اٹھائی۔ آج کی حکومتیں۔ پولیس، جیل، صحت، انصاف اور مالیات جس نظام پر زندہ ہیں۔ وہ کون گڑھ ہے جسے اس بات سے انکار ہو کہ یہ سب فاروق اعظمؑ کے ذہن کے تیار کردہ خاکوں پر مرتب نہیں اہلسنت کا ایمان ہے کہ اگر نبیؐ کے بعد کسی پر نبوت کا نزول ہوتا تو وہ سیدنا فاروق اعظمؑ کی ذات ہوتی۔ اہلسنت کا ایمان ہے کہ فاروق اعظمؑ زندگی میں ایک بار جس رستے سے گزر گئے شیطان قیامت تک اس راستے سے گزرنے کی اپنے اندر مسکت پیدا نہیں کر سکتا۔ اہلسنت کا ایمان ہے کہ فاروق اعظمؑ نے مسندوں اور دریاؤں کو لٹکا رکھا تو انہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ اہلسنت کا ایمان ہے کہ فاروق اعظمؑ نے پہاڑوں اور گیٹھان کو مخاطب کیا تو آپ کے نعروں سے وہ ہٹ کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں صاف لفظوں میں کہتا ہے **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ** گویا جنما، ابوبکر اور عمرؓ کا غیر ایک ہی معنی سے تیار کیا گیا اور ان کو اسی مقام کی طرف لوٹا دیا گیا اور اسی مقام سے ان کو اٹھایا جائے گا۔

نبیؐ کے ساتھ "حجۃ اور طاعت" **الْحَجَّاتُ وَالْمَسْكُوتُ** کو دفن کر کے نبیؐ کو مرنے کے بعد بھی ان کے جنہی حصوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے رکھنا یہ واقعی تمہارا کام ہے۔ مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم لوگ ایک طرف تو سیدنا علیؑ کی قبر نجف میں بیان کرتے ہو، اور دہال بڑے دھوم دھمکتے سے جلتے ہو۔ اور دوسری طرف دیکھتے ہو کہ علیؑ نبیؐ کے ساتھ دفن کئے گئے ہیں اسی طرح

۱۔ عبد العیون اور عبد اللہ ص ۲۱۸ سطر ۲۲ تا ۲۳ سینا علیؑ کہاں دفن ہوئے ہیں؟ یہ کاشمیر عالم کو معلوم نہیں ابھی جب تک متعلق تقریباً ڈیڑھ صدی روایات ہیں یہ سننے والی تالیف صاعقۃ الطغون فی مدحہ والعبودین میں اس پر مکمل بحث کی ہے۔ درجہ ۱۲ البدایہ والنہایہ میں غلام بن کثیر نے بتا دیا ہے کہ نجف میں مغیرہ بن شعبہ دفن ہیں۔

۲۔ علیؑ کی قبر کھدائی میں جہاں میرا باپ دفن تھے وہی مقام قبر ہے (عبد العیون عبد اللہ ص ۲۱۸)

۳۔ میری قبر خاک سے بھر دیا اور مقام قبر چھپا دیا (ص ۲۱۸)

۴۔ اپنے حضرت حسنؑ کو فرمایا میرے لئے چار قبریں بنانا۔ ایک چھ کوفہ میں دوسری مقام احد میں تیسری نجف میں۔ چوتھی خادمہ جعدہ بن مہیرہ میں۔ (ص ۲۱۸)

۵۔ جب بیت خبابینہ دفن کے بعد حضرت حسنؑ نے قبریں دیکھا وہاں کچھ نہ پایا۔ ہاتھ کی آواز سننے لگا انہیں یہ خبر سے متعلق کیا ص ۲۱۸، ص ۵۰، صحابہ نجف کی شامی دیکھ کر اپنے فرمایا میری قبر خداوند اسی مقام پر بنانا ص ۲۱۸) ۶۔ مجھے پشت کو زمین پر آرام ہو رہا تھا (ابو نعیم کے پاس دفن کرنا ص ۲۱۸)

۷۔ مجھے قربر آرام ہو رہی دفن کرنا ص ۲۱۸

۸۔ کسی نامعلوم مقام پر کھدی کھدائی قبر باقی اندھال دفن کیا ص ۲۱۸

۹۔ قبر فوج میں دفن ہوئے ص ۲۱۸

۱۰۔ بیرون کوفہ دریاں غریب سید سیکوں کے دفن ہوئے ص ۲۱۸

اور صاحب تذکرۃ الکاتبین نے اپنی کتاب کے ص ۱۸ پر بحوالہ تاملہ الاف ص ۱۸۱ کہہ کر تمام قیاسی تاویلات کو شیطان علیؑ کی شکل میں متشبیہ کر قتل ہوا تھا (ابو نعیم نجف میں دفن ہیں یا مدینہ نبویؐ میں مشہور خود نصیب کر لیں۔ لفظ لفظ)

دیئے نیل کا واقعہ اور سابقہ کا واقعہ ان باتوں کے بین ثبوت ہیں۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ سیدنا علیؑ نے اس میری دنیا میں اپنی زوجہ انحضرتؑ کے لئے کس بچاؤ بچپن سالہ بڑے سے بڑھ کر شوہر نہ پایا۔ ہم آج اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے وقت گھر میں بیٹے پر حد جاری کر رہا ہے اور رات کے وقت اپنی پشت پر لگی اور مجبوریں لاد کر مسافر ہو کر کے شیموں میں پہنچا رہا ہے۔ وہ منتظر آج بھی اہلبیت کی آنکھوں کے سامنے ہے کوئی نفع نہر کے لڑکے کو بھیج عام میں کوڑے لگا رہا ہے اور رات کی غلوٹوں میں کسی مصیبت زدہ مسافر کی دروزہ میں مبتلا عورت کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے بولے میں بھیجیں مار مار کر اپنی محاسن مبارک کو راکھ آلود کئے ہوئے ہے۔ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ ایک طرف بیت المال کے خارش زندہ انٹ کے جسم پر مالش کر رہا ہے اور دوسری طرف قیصر کا سیر اس کے سامنے کھڑا تھر تھر کانپ رہا ہے جتنے ننگ نے ایک بار بھی یہ نظارہ دیکھا تھا کہ تھامسید اور بیروک کا فاجعہ، معلوم دنیا کا سب سے بڑا حکمران عازم دمشق ہے مگر غلام انٹ پر سوار ہے اور اس فاجعہ اعظم کے ہاتھ میں انٹ کی مہار ہے۔ تاریخ کے صفحات سے یہ حقائق کون مٹا سکتا ہے کہ چند توڑے شہد بھی مجلس شوریٰ کی اجازت کے بغیر وہ اپنے تصرف میں نہیں لاتا۔ یورپ کی تاریخیں گواہ ہیں کہ قیصر کی ملکہ کا تحفہ جو اس نے اس فاجعہ اعظم کی بیوی کو بھیجا اس نے یہ کہہ کر بیت المال میں جمع کر دیا کہ تحفہ تو قیصر کی ملکہ نے میری بیوی کو بھیجا ہے مگر تھامسید کا یہ ہے۔ پھر بڑے کے ہونہ لگے گرتے کو بہن کو وہ سلاطین جابرہ کے سامنے اچھے لباس میں ظاہر ہونا ملکی رفتار کے مشیر پر مشورہ دیتا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے اچھے لباس میں ظاہر ہونا ملکی رفتار کے لئے ضروری ہے تو بڑے رعب سے کہتا ہے۔ ہمارے لئے یہی عزت اور وقار کیا کم ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابوبکرؓ اور عمرؓ زندگی میں بھی نبیؐ کے یار تھے۔ مرنے کے بعد بھی نبیؐ کے پہلو میں آسودہ بخواب ہیں اور قیامت کے بعد بھی نبیؐ کے دائیں بائیں ہوں گے۔

ان شیعیان علیؑ نے اپنے خلیفہ بلافضل کو ان کے اپنے دور خلافت میں ایک دن بھی آرام کا گزارنے نہ دیا اور آخر شہید کر کے دم لیا مگر اس پر بھی انتقام نہ کر کے آپ کے لاشہ کو جبت و طاعت اور فحشاء و منکر کے پہلو میں پہنچا کر دم لیا اللہ تعالیٰ کو درڑ کا لعین ہوں ایسے سرسبز سے حواس باختہ منہ بھٹ اور بے حیا انسانوں پر جن کے منہ سے ساری زندگی میں ایک بات بھی کام کی نہ نکلی۔

آئیے میں آپ کو الاساماء الرجال کے مناظر دکھاؤں۔ آپ کے توان بے حیا لوگوں نے محض یاد پڑا بکواس بازی سے کام لیا۔ میں آپ کو آپ کی کتب سے یقینہ مصحف و سطر تانا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ کون تھے۔ اب جگر حاتم کے بیٹھو میری باری آئی حضرت لوط علیہ السلام کے اس فعل کا ارتکاب مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک فاطمی مشہور اسے نے کیا اور دُنکے کی جھوٹ کیا اور رُٹے دھڑتے سے کیا۔ یہ بزرگ فاطمہ آپ کے امام ششم حضرت جعفر کے بیٹے محمد کے بیٹے علی تھے۔ گویا امام ششم کے پوتے تھے۔ ان کے دوسرے ساتھی تھے امام چہارم زین العابدینؑ کے بیٹے حسن کے بیٹے حسین الافطس یعنی امام چہارم کے پوتے۔ انہوں کو میں ان کے تفصیلی حالات بیان قلمبند کرنے سے معذور ہوں کہ ان دونوں نے بل کر حرم کعبہ میں کیا کیا بد اعمالیاں کیں۔

**سیدنا علیؑ صحابہ کرامؓ کے حق میں کیا فرماتے ہیں**

**نبیج البلاغۃ اور شیخہ تعمیر کی روشنی میں**

۱۔ میں نے اصحاب رسولؐ کو دیکھا۔ لیکن تم میں سے کسی کو بھی ان سے مشابہ نہیں پایا وہ پریشان بال مچ کرتے تھے رات سجدہ اور قیام (عبادت) میں گزارتے تھے اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو وہ خاک پر رکھتے تھے اور یاد باز گشت (قیامت) کے خوف سے انگاروں کی طرح تر پڑتے اور نگراں نظر کرتے تھے۔ ان کی پیشانی پر طول سجدہ کے باعث بکریوں کے ناز کے گھسے کی طرح نشانی پڑ گئے تھے جب کبھی خداوند سبحان کا ذکر ہوتا تو خوفِ خدا اور خوفِ جزا اور امیدِ ثواب سے (رکڑ گتے)

اُن کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے۔ وہ لرزہ براندام ہو جاتے۔ جس طرح باد تند سے (بڑے بڑے تناور) درخت ہلنے اور ڈھولنے لگتے ہیں (ترجمہ نبیج البلاغۃ ص ۲۴) رہیں احمد جعفری

۲۔ سیدنا علیؑ فرماتے ہیں۔ با بیعی القوم الذین با بیعوا ابابکرؓ بنو وعمرؓ و عثمانؓ علیؑ ما با یعوہم علیہما الخ (نبیج البلاغۃ)

یعنی میرے ساتھ اس قوم نے بیعت کی جس قوم نے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی۔ اور اسی شرط پر بیعت کی ہے جس شرط پر ان سے بیعت کی تھی۔ اب کسی حاضر شخص کو اختیار نہیں کہ وہ علیحدہ رستہ اختیار کرے مگر ضرور غائب اس کی تردید کر سکتا ہے۔ تحقیق شوریٰ مہاجرین اور انصار کا کام ہے جس شخص پر انہوں نے اجماع کیا اس کا نام امام رکھ دیا تو یہ اللہ کی اور پوری امت کی رضا مندی کے لئے کافی ہے (نبیج البلاغۃ) اس ارشاد سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں

۱۔ اصحاب ثلاثہ کی خلافت پر حق ہے، سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر ہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے سیدنا فاطمہؑ اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کو معنی برحق قرار دیا۔

۲۔ سیدنا علیؑ کے ہاتھ پر اجماع خلافت نہ ہو سکا۔

۳۔ امام وہ ہے جسے قوم اپنے میں سے اپنا امیر منتخب کرے۔ گویا شیخہ مذہب کا مزعومہ نظریہ امامت بموجب ارشاد سیدنا علیؑ نہ مرے سے باطل ہے۔

۴۔ آپ شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کے لئے مانتے تھے۔

مگر افسوس کہ وہی لوگ آپ کی خلافت پر متفق نہ ہو سکے۔

۵۔ آپ گویا خلافت بلافضل اور امامت کے متعلق "نفس" کے اصل عقیدہ سے واقف تک نہ تھے۔

۱۲۔ ایک موقع پر آپ نے اپنے شیعوں سے تنگ ہو کر نہایت رقت انگیز الفاظ میں فرمایا۔ ابن القوم الذين دعوا الى الاسلام فقبلوه الخ (بیچ البلاغہ جزو اول ص ۲۳)

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا اور قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا۔ اور جب جہاد کی طرف انہیں رغبت دلائی گئی تو میافوں سے تلواریں سمونت کرا لیے غوثی سے میدان جہاد میں پہنچ گئے جیسے شیراز نام اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے آتی ہے۔ وہ گردہ گردہ ہو کر زمین میں پھیل گئے اور قتال کے لئے قطار در قطار ہو گئے۔ ان میں سے شہید بھی ہوئے اور غازی بن کر بھی لوٹے زندوں کی وجہ سے ان کو بشارت نہیں دی جاتی اور مردوں کی وجہ سے ان سے تعزیت نہیں کی جاتی (یعنی ان کے متعلقین بھی ایسے ہی بلند کردار تھے جو زندہ لوٹ آنے والوں پر اظہار خوشی نہیں کرتے تھے اور شہید ہونے والے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اور مسلسل روزے رکھنے سے ان کے شکم لاغر تھے۔ کثرت دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے رشب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد تھے۔ ان کے پھر دل پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی سوا اداسی تھی۔ یہ میرے وہ بھائی ہیں جو گندہ چکے ہیں۔ اب ہمارے ذمے واجب ہے کہ ان کے لئے پیاس محبت کا اظہار کریں۔ اور ان کی جدائی پر بیتافت کا ہیں۔

سیدنا علیؑ کس رقت قلب، درد انگیز انداز میں روح کی گہرائیوں سے صحابہ کرامؓ کی توصیف فرما رہے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی میں ایک بار بھی کسی ایک مقام پر کسی کے سامنے یہ نہیں فرمایا کہ نبیؐ کی وفات کے بعد وہ لوگ مرتد ہو گئے تھے ڈیڑھ دو سو سال گذرنے کے بعد چند پھول انساب، مہجول الاحوال و دشمنانِ دینی نے شیعیت کی آتشیں پسند معتر معلوم ہوا ہے کہ تلبیانہ پیکر میں

کہنا شروع کر دیا کہ نبیؐ کی وفات کے بعد سوائے تین چار کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ مگر ان جھوٹا کو سیدنا علیؑ کے ان خطبات سے یہ کیوں معلوم ہو سکا کہ آپ ان لوگوں کو انبیاء کے بعد دنیا میں افضل ترین انسان سمجھتے تھے۔

۱۳۔ آگے چلے اور جلیلہ بلاغہ کا اشارہ کراہی کیئے اور ان کتاب سے چھان علیؑ ہیں تو جس انداز میں آپ نے صحابہ کرامؓ کی تعریف فرمائی ہے اسی انداز میں صحابہ کرامؓ کی تعریف کرتے ہوئے جہنم کا بندھن پینے سے بچیں۔

لقد رایت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعماء علی منکر  
شیعہ سمعہ لقد كانوا بصيرون الخ (بیچ البلاغہ عربی) میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو دیکھا میں تم میں سے کسی کو بھی ان حبشیہ نہیں پاتا وہ صبح کو دھول میں آتے ہوتے تھے اور رات کو مسجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے۔ وہ کبھی اپنی بیٹیاں زمین پر رکھتے تھے۔ اور کبھی رخسارے۔ وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کا دل پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدے کرنے کی وجہ سے سینہ کے گھٹنوں کی طرح گئے ٹہرے ہوتے تھے۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برساتیں یہاں تک کہ (ان کے) گریبان تو مہو جلتے اور غدا ب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لڑتے اور کپکپاتے جیسے تیز آندھی میں (مقبوطہ اور ثمار) درخت کی حالت ہوتی ہے (اردو ترجمہ بیچ البلاغہ لاہور طبع)

میں ابتدا میں ان حقائق کی طرٹ اشارہ کر چکا ہوں کہ شیعہ مذہب میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر تمام شیعہ متفق ہو چکے ہوں۔ شیعہ مذہب میں ہر بات کے کئی پہلو ہیں اور اگر ان تمام پہلو پر غور کیا جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ایک تحریری پہلو دوسرا تعمیراتی۔ ان لوگوں نے تعمیراتی پہلو کے تمام لوازم کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جن سے محبت صلح، اتفاق، اتحاد، اخوت، بردباری اور انسانیت کے اقدار کی روح کو جلا ملتی۔ اور سراسر تحریری پہلو اختیار کر کے ان اقدار کو اپنا یا جو نفرت، حقارت، بغض و حسد، کینہ، شر، فساد، قحبت، بہتان اور افتراء کے جذبات کا حامل تھا۔ اگر کچھ یہ لوگ



پہنچا تمام اپنی جوڑی تاویلات کو نظر انداز کر کے صرف پہنچ البلاغہ پر ہی عمل کرنا شروع کر دیں اور بغض صحابہ کی مرض میں مبتلا ہو کر اس کے عوارض کو خواہ مخواہ دعوت دے کر اپنے ایمان کے تار و پود کو چیرنے پھیندنے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم آپس میں خبر نہ لیں ہو کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے نمونے بن جائیں۔

میں نے کئی سال شیعہ مذہب کی کتب کے مطالعہ میں صرف کئے۔ اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اور ان باطلہ کے نہایت ماہر اور جاہکدست ذہن اسلام دشمنی میں اپنے قلبی بغض و عناد کے جذبات کی تسکین دینے کیلئے اسلام کی تخریب میں جو زبان و قلم سے نکلا اس کے ڈھیروں کے ڈھیر ناچنے نہنوں کے سامنے ڈالتے چلے گئے۔ چونکہ ان کے سامنے مقصد واحد صرف اسلام دشمنی تھا۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو بھی ان سے ہو سکا انہوں نے کیا۔ اور عقل کے اندھے بعیت سے عاری لوگ نہ سمجھتے ہوئے کہ ہمارے سامنے محبت اہل بیت کا کھانڈ کی صورت میں بغض صحابہ کا نہر لاکھ جو گویاں پیش کی جا رہی ہیں ان کے نشہ کی پرستی میں جہنم کی طرف سے جاری ہے ۵۔ اور شیخ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف و توصیف میں سیدنا علیؑ کی کن الفاظ میں مطلب للسان ہیں۔ دجال لا تلہیہ ہذا تجاوتہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”یہ وہ لوگ ہیں جن کے نکرہ دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مناجات کی ہے۔ اور ان کی عقلوں میں ان سے کلام کیا ہے (بقول سیدنا علیؑ صحابہ کرامؓ کی گفتگو۔ ان کی نشست و برخاست۔ ان کے اعمال و کردار اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے تحت تھے) پس ان کے دل، انکھیں اور کان نور بیداری اور ہدایت سے منور ہو گئے اور وہ گذشتہ ایام میں اللہ کی اپنے اوپر کی ہوتی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں۔ ان کے مقام جلالت سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ گویا بیا باؤں اور جھگڑوں میں ہدایت کے نصیب شدہ نشانات ہیں۔ میانہ روی کرنے والوں کا طریقہ پسند کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے سیدنا علیؑ نے اس تصریح سے متاثر ہو کر یہ بات کہی کہ علیؑ کی شان میں افراط یا تفریط کرنے والے دونوں گمراہ ہیں) اور اسے بشارت دیتے ہیں

اور جو شخص دایم بائیں چلتا ہے اس کے راستہ کی خدمت کرتے ہیں اور ہلاکت سے ڈالتے ہیں اسی طرح وہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) ظلمات کے لئے چراغ تھے اور شبہات کو رفع کرنے والے دلائل تھے۔ وہ ذکر اللہ والے تھے۔ کہ دنیا کے بدلے اُسے لے لیا تھا۔ پس کوئی تجارت اور خرید و فروخت انہیں اس سے غافل نہ کر سکی وہ زندگی کے دن اسی میں کاٹتے تھے۔ اور غافلوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات سے ڈانٹ اور توبیخ سناتے تھے۔ انصاف کا حکم کرتے اور خود بھی قیامت و دوزخ اور جنت کے احوال کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ اور وہ اہل برزخ کی اس طلب اقامت کی چیزوں پر مطلع ہو گئے تھے۔ اور قیامت کا منظر ان کے سامنے تھا اور اس کا پردہ دنیا والوں کے سامنے کھول دیا۔ کہ یہ وہ اشیاء دیکھ رہے ہیں جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ میں نے ان کو واضح طور پر لوٹنے ہدایت اور ظلمت کے لئے منور چراغ پایا۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیرے رہتے تھے۔ سیکندہ رحمت کا ان پر نزول ہوتا اور آسمان کے دروازے ان کے لئے کھلے رہتے (جنت میں) نہایت عالیشان رہائش گاہیں تیار کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقام اور مرتبہ پر مطلع تھا۔ ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو قبول کر لیا اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی (پہنچ البلاغہ جردم ص ۲۳) یہ آج کے شیعاں علیؑ پر امام بارگاہ میں صحابہ کرامؓ کی مقدس، مطہر و پاکیزہ اور ہدایت یافتہ زندگیوں پر بسنے والے کس جنت الحقا میں میوہ کجنت گواہ کہ وہ میں مدنی کے دعاوی کے باطل خلاف اپنا ذہن دماغ مجوس و مہود کے ہتھکنڈوں کے گرد رکھ کر اپنی مقبیٰ خراب کر رہے ہیں۔

سیدنا علیؑ جن لوگوں کی تعریف میں یہ فرما رہے ہیں ان میں سے منتخب ترین اصحاب کے منتخب فرد کو اگر سیدنا علیؑ اپنی ذمہ داری کا کچھ کر دیتے ہیں اور سرسرا در دام دونوں اس معلق پر شادان و فرحال ہیں تو آج تیرہ چودہ صدیاں گذرنے کے بعد چند سرسبے، حواس باختہ، عقل و دانش سے عاری، دیانت و شرافت کے نام سے ناواقف، اول فرج غصب دا، جیسے مبتذل سو قیاد اور بازیاری لہجہ میں گفتگو کرتے مسلماتیں اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ کہہ کر عمرہ کی تدابیر و تہنیتیوں کو گھیر کر رہے ہیں یا علیؑ کو بزدل، بے غیرت اور بے حیثیت بنا رہے ہیں

تو ایسے لوگوں سے کسی انصاف کی توقع رکھنا محض عبث ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کو شہادہ و عادل مانتے ہوئے دل کی گہرائیوں کی بھرپور صداقت سے کہتا ہوں کہ اس تالیف کا مقصد محض اور محض شیعہ دوستوں کے سامنے ان کا بقول سابق پیش کرنا ہے۔ میرے پیش نہ یہ امر ہے کہ میں ایسی تالیف پیش کروں جو جواب ہو اور لوگ واہ واہ مہرجا کہہ اٹھیں، نہ مناظرانہ مقصد پیش نظر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نقلی اثرات جو صرف ہمدردی اور خلوص، محبت اور پیار کی بے پایاں لہروں کے دوش پر سوار ہو کر اٹھوں گے ان کے لئے کچھ سخت قسم کے الفاظ کی لڑائی کا سبب نہیں۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ اس کے پس منظر میں وہی خلوص و سادہ کاری ہے جو کسی نہایت عزیز دوست کی غلطی پر اسے ٹھکنے کے لئے الفاظ کو ذرا سخت کر دیتا ہے۔

میرے شیعہ دوست! سیدنا علیؑ کے ان ارشادات کو اپنے دماغوں میں نقشے ہوئے عزومات و مفروضات کو نکال کر انصاف کی نظر سے دیکھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اعدائے اعداء المستقیم کا در کرتے ہوئے خلوت میں گڑ گڑاؤ، عاجزی کر دو اور طلب برکت چاہو۔ یقیناً اور یقیناً شرح صدر ہوگی۔ در نہ ٹھہرے لکھے شیعہ دوست! جہلا کی جہالت کا بار بھی قیامت کے دن تمہارے کندھوں پر ہوگا۔

لیعلموا ان زادنہم کا ملکہ و ہذا القیامہ و من اوزار الذین لیفصلونہم  
بغیر علم الامام ما بینہ و ہذا القیامہ

ترجمہ: اگر تمہاری بوجہ پر اسے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ الگ کے جن کو پہچانتے ہیں بے تحقیق۔ بڑا ہے بوجھ جو وہ اٹھاتے ہیں۔

۶۔ وکان احب الالقاء الیہم ان کو (صحابہ کرامؓ) اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی  
تعاود اللہ و انہم ینقلبون علی سب ملاقاتوں سے برتر و محبوب تھی وہ اپنی آخرت  
مثل الجحیم من ذکر معادہ (صحیح النبیؐ) کا ذکر کر کے ایسے اضطراب سے ترستے تھے گویا  
آگ کے انگاروں پر تڑپ رہے ہیں۔

۷۔ انہو فی الذین النہی اللہ ۲ ص ۱۳۱

ترجمہ: کاش میرے وہ بھائی رائج زندہ ہوتے، جنہوں نے قرآن پڑھا اور اس پر کھانا کھا، عمل کیا احکام شرعیہ میں غور کیا اور ان کو بجالائے۔ سنت نبویؐ کو زندہ کیا اور بدعات کو مٹم کیا۔ جب جہاد کی طرف بلائے گئے تو اپنی جانوں کو ختم کیا زندہ ہونے کی صورت میں اپنے قائد پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پوری اتباع (تالعداری) کی۔

افسوس کہ ان جلیل القدر، بے مثال اور سیرت و کردار کے قابل تقلید مجسموں کو آج بازاری سطح کے لوگ جیت جیت کر مٹا رہے ہیں۔ ان مومنوں سے لگا کر اپنی رو سیاہی اور بد بختی میں اضافے کرتے ہیں۔

۸۔ حقاً بڑھ چلا محمد و بلغھم مغنا قھوا الخ (ریج البلاغہ ص ۱۸۷)

ترجمہ: نہ تو آنحضرتؐ ان (صحابہ کرامؓ) کو منزل مقصود تک پہنچا یا اور نجات کے مقام تک لا چھوڑا ان کی لاشیں سیدھی ہو گئی اور ان کی ایمانی شان اپنی جگہ ٹنگ گئی (یعنی وہ پورے طور پر ہدایت یافتہ، کامل الایمان اور مجسم خیر ہو گئے)۔ جنہاں میں بھی اس قائد کے گزریں تھیں، آپ کے ان خطبات میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی اس بات کا نہیں ملتا کہ نبی علیہ السلام کے بعد صحابہ کرامؓ نعوذ باللہ ترہ ہو گئے تھے بلکہ آپؐ کی زندگی کی خلائیں اس انداز میں پیش کرتے ہیں جیسے وہی لوگ بعد میں آنے والوں کے لئے چراغ ہدایت تھے۔

۹۔ ہم گروہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے ابا، بیٹوں، بھائیوں اور بچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے، اور اس سے پہلے ایمان و یقین، اور راہ راست پر گامزن میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ لکالیف شاعر پر صبر اور دشمن سے جنگ پر شوق بڑھتا جاتا تھا۔ (ریج البلاغہ جلد اول ص ۱۸۷)

۱۰۔ صحیفہ کا ملکہ سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) کی دعوات کا مجموعہ ہے۔ اس میں آپ کی یہ دعا رقم ہے۔

اللہم جعل علی صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والذین احسنوا الصحۃ الخ  
ترجمہ: اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی رحمت نازل فرما جنہوں نے بہت  
بہتر طرح حضورؐ کی صحبت کا جو مصیبتوں میں مبتلا کئے گئے اور آپ کی نصرت میں مشکلات

چھکارا حاصل نہ کر سکے۔ گویا اپنی حکمرانی کے دور میں بھی ان کی تعریفیں کئے جا رہے ہیں  
یا اللہ! میرے ان شیعہ بھائیوں کو عقل و بصیرت کی نعمت سے سرفراز فرما کر یہ لوگ  
پھر تیرے نجات کے دین میں داخل ہوں۔  
(ماہنامہ خلافت)

سلسلہ :- ابو طالب نے اپنی غربت کی وجہ سے اپنی اولاد خیر کو اپنے گھنے میں تقیم کر دیا تھا سیدنا علیؑ نبیؐ  
کی کنائس میں آئے نبیؐ علیہ السلام کی وفات تک آپ کی مالی حالت مستقیم رہی مگر جب آپ اپنی چار سالہ خلافت  
کے بعد شہید ہوئے تو بارہ لاکھ دھن و غنات جیسی مالا مال ہر ایم۔ میت۔ مصافحہ۔ برقعہ۔ شیش  
و اماقڑی سیدیم۔ باد بیدہ۔ عفر تبن دراشت کے طور پر ترکہ میں چھوڑے (حق یقین ص ۱۸۵) خروج کا  
جلد ثلث (ص ۱۸۵) اور یہ بات جبرائیلؑ نے نبیؐ کے شہادت کے وقت آپ کے غاروں اور غلاموں کی معقول تعداد  
تھی۔ ان کے علاوہ چار بیویاں۔ انیس ام ولد یعنی نو بیویاں جو میں ترکہ کے لڑکیاں تھیں۔ اور آپ اپنے  
خاندان میں دولت مند ترین شہر تھے اکتاب شہادت تیسرا مقدمہ (ص ۱۸۵) نیز وفات سے قبل بیسویں  
لڑکی کے خریدنے کے لئے آپ نے ساڑھے سات سو اٹھ سو دس تھیں کر رکھے تھے (مکتوبات حضرت علیؑ)  
بحوالہ اوقیا صدیق محمد سلطان نظامی

ان حقائق سے جتنی سلسلے آتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ نہایت غریب  
تھے۔ اپنے چار سالہ دور خلافت میں آپ اس قدر جائیداد پیدا نہیں کر سکتے تھے جو کہ بیت المال میں  
نامائز تصرف کا آپ کی وفات کی طرف گمان کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور پھر وہ چار سالہ دور سب کا سب  
لڑائیوں میں گذر گیا۔ لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ تمام جائیداد خلیفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین  
کے عطیات کی مرہون منت تھی۔

برداشت کیں۔ اور کما حقہ آپ کی حفاظت کی۔ آپ کی جماعت قوی تر بنانے میں دوسرے  
کی۔ آپ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت کی اور ایسے مقام پر دعوت کو قبول  
کیا کہ آپ نے اپنی رسالت کی واضح دلیل ان کو سنائی۔ کما حقہ کے اظہار کے لئے اپنی  
بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ اپنے آباؤ اور اولاد سے جنگ کی تاکہ آپ کی نبوت  
ثابت قدم ہو۔ نیز یہ لوگ آپ کی محبت میں مرثا تھے اور آپ کی دوستی میں  
ایسی جملت کے امیدوار تھے جن میں کوئی خشاہ نہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ  
رگوں کی مانند چمکتے تو قوم اور قبیلوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور تمام رشتہ داریاں ختم ہو  
گئیں جب نبیؐ علیہ السلام کی رشتہ داری کے سلسلے میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔  
اسے اندھیری رضا اور تیرے بغض میں انہوں نے جو چھوڑا اسے نہ بھلانا اور  
اپنی رضامندی سے انہیں راضی رکھنا۔ اور اس وجہ سے بھی ان سے راضی رہنا کہ  
انہوں نے مخلوق کو تیرے دین پر بھی کیا وہ تیری طرف اور تیرے دین کے لئے  
مخلوق کو دعوت دینے والے تھے۔ اسے اندھیری رضا کے لئے ان کو اپنی  
قوم کو چھوڑ دینے کی ترغیب دانی فرما اور کشائش رزق سے نکل کر تنگی کی طرف آجانے پر  
توان کو اجر عظیم عطا فرما۔ تک عشرۃ کا ملکہ

اصحاب ثلاثہ اور دیگر صحابہؓ کی خان میں سیدنا علیؑ کے ارشادات کا استیجاب  
ممکن نہیں ہوتا ازخبر وارے۔ آپ کے چند ارشادات نقل کئے ہیں سیدنا علیؑ کو  
جب اپنے دور خلافت میں اپنے نافرمان ساتھیوں سے واسطہ پڑا تو آپ اکثر گھر سے  
ہوئے ایام کو یاد کرتے اور اپنے محبین کی شاہیں پیش کرتے کہ سیدنا علیؑ جیسا انسان  
اصحاب ثلاثہ کی خدایات الطافات انعامات کو بھولی سکتا تھا۔ چنانچہ ان کی بخششوں کے بل پر  
دو درجن تک شایاں کیں کوڑوں کی جائیداد بنائی مرتے وقت ان کی عطا کردہ جویرہ درجن  
گاؤں کی جاگیریں چھوڑیں۔ مگر جب میرا فی ہے کہ اپنی خلافت کے دور میں بھی ان کی تعلیم  
میں باوجود ان کے کلمہ کے رطب انسان ہیں جن کی زندگی میں اور حکومتی کی ربع سالہ زندگی میں  
ان سے دڑتے رہے۔ مگر اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی ان کی اہمیت کے کاہن سے  
(ماہنامہ خلافت ۱۹۷۵ء)

## اقوالِ آئیمہ، تفاسیر اور احادیث

۱۔ چچے امام حضرت جعفر صادق کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں ایک سے سر سے سبقت کا اس طرح جذبہ پیدا کیا ہے جیسے گھوڑوں کے دن گھوڑوں میں مقابلہ ہوتا ہے پھر حسب سبقت اللہ تعالیٰ ان کو درجہ دیتے ہیں چنانچہ حسب سبقت ہر شخص کو درجہ ملتا ہے سابق کا درجہ کم نہیں ہوتا اور نہ ہی سبق یا مفضول سابق اور فاضل سے مرتبہ میں بڑھ سکتا ہے اسی طرح امت کے پیچھے اور پچھلے لوگوں میں درجہ میں فضیلت کا فرق ہے اگر سابق الی الامیان کو بعد میں ایمان لاتے دے پر فضیلت نہ ہو تو امت کے پچھلے لوگ پہلوں کے ہم رتبہ ہو جائیں۔ بلکہ تم ان سے بے اوقات بڑھ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سبقت ایمانی کی وجہ سے سابق کو مقدم رکھا۔ اور ایمان سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے پچھلوں کو درجہ میں پیچھے رکھا اس لئے کہ ہم بعد والے مومنوں میں ایسے لوگ ہائے جلتے ہیں جو ظاہری نماز روزہ حج زکوٰۃ جہاد اور نفاق وغیرہ میں پہلوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اب اگر سبقت ایمانی کا اعتبار نہ ہو تو کثرت عمل کی وجہ سے پچھلے پہلوں سے درجہ میں بڑھ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا کہ بعد والے مومن پہلوں کا درجہ حاصل کر لیں۔ یا جن کو اللہ نے مؤخر کر دیا وہ پہلوں سے بڑھ جائیں۔ اور جن کو مقدم کیا وہ پچھلوں سے کم رتبہ ہو جائیں۔ یہاں پہنچ کر سائل نے سوال کیا کہ سبقت الی الامیان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو امام نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

ما سبقوا الی مغفرۃ من ربکم الذین آمنوا اور میں نے اپنے رب کی مغفرت کی طرف لپکے جاؤ اور جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت جیسی ہے جو اللہ پر اور اُس رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

والسابقون الاولون اول ذلک المقبولون (الواقعة) (اعمال خیر اور ایمان میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے خوب آگے بڑھنے والے یہی لوگ اللہ کے مقرب ہیں۔

والسابقون الاولون من المهاجرین الخ (توبہ) ایمان اور اسلام کی طرٹ ازل ہوں سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے غلوں کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان میں سبقت کی بدولت مہاجرین کا اولین ذکر کیا۔ پھر انصار کا ذکر فرمایا۔ پھر ان کے فرمانبرداروں کا ذکر فرمایا اور سب کو اپنے اپنے مقام پر رکھا۔ بروایت ابو زبیر (اصول کافی باب السبق الی الامیان)

اپنی گھٹیا کتابوں سے کوئے کھد سے تلاش کر کے صحابہ کرام کو دشمن کا خطاب دے کر اپنے تمناع ایمان سے دست برداری کا سامان ہم پہنچانے والے اپنی اہمات اکتب کی ان تصریحات سے کس ڈھٹائی سے انکار کر رہے ہیں۔ اب شائد امام جعفر صادق کے اس ارشاد سے بھی کبرئے صغیرے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مگر اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ جن لوگوں کا ذکر قرآنی روشنی میں حضرت امام قرار رہے ہیں وہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف ایک نہیں تین، چار، بارہ ہزار یا چالیس ہزار نہیں تھے۔ آپ تو آج تک اس بات پر ہی متفق نہیں ہو سکے کہ کتنے مرتبہ ہو گئے تھے۔ اور آپ اسی اس انتظار میں ہیں کہ ہم کب تین سو تیرہ مومن تو امام غائب ظہور فرمائیں بلکہ جن لوگوں کا ذکر آپ کے چھٹے موعود امام فرما رہے ہیں وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے اور ان میں سے جو سب سابق الامیان تھا اس نے مرنے کے بعد جس نیا کی سمیت حاصل رہی۔ آپ کی بد اعمالیوں نے ابھی تک اپنے اندر ۳۳ صادق مومن بھی پیدا نہیں کئے اور آپ کی ان بد اعمالیوں کی وجہ سے ابھی تک امام غائب آپ کی بد اعمالیوں کے جرم میں، ناخود کسی غار میں سزا بھگت رہے ہیں۔ آپ کے تبرائی مشین گیس جو مکھی خائرمین شمول ہیں۔ آئیے بہت کیجئے اسے گیارہ اماموں میں سے کسی ایک امام کا قول صحیح سند کے ساتھ اس بات کے ثبوت میں پیش کیجئے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد سوائے تین چار کے سب مرتد ہو گئے تھے تو یقیناً اپنے ان تعویذات سے علی الاعلان رجوع کروں گا۔ ورنہ اپنے اندر اخلاقی جرأت پیدا کر کے ان ایمان سوز حرکات سے توبہ کیجئے اور ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیجئے جس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شیدائے علی



نے بارگاہ اپنے اس فعل کو اپنی ذات کے لئے موجب فخر قرار دیا۔

حضرت جعفر صادقؑ ا کے اس قول سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ تمام اُمت سے صحابہ کرامؓ کا مقام بلند ہے۔

۲۔ صحابہ کرامؓ میں سے مہاجرین کا مقام ارفع ہے پھر انصار کا۔

۳۔ مہاجرین میں سے بلند مقام صدیق اکبرؓ کا ہے۔

۴۔ خلفائے راشدین کا مقام علیؓ منہاج الخلافۃ واقع ہے۔

سیدنا علیؓ نے سیدنا معاویہؓ کے سامنے اپنی خلافت کی حقانیت پیش کرنے کے ثبوت میں خلفائے ثلاثہ کی حقانیت کی مثال اسی طرح پیش کی تھی۔ یعنی جن لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کو منتخب کیا تھا ان لوگوں نے ہی مجھے بھی منتخب کیا ہے۔ یہاں آپؐ نے کسی نفس وغیرہ کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا بلکہ میں واثقات طور پر کلمات کا اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا علیؓ نے تمام زندگی میں ایک بار بھی کسی کے سامنے اشارہ بھی اپنی خلافت کو منصوص من اللہ قرار نہیں دیا۔ مدعی مستحکم اور گواہ چرچہ کے مصداق ڈیرہ دوسری ہجری کے بعد سیدنا علیؓ کے یہ سہرا معلوم نہیں کہاں سے ٹپکت پڑے۔

۲۔ مشہور شیعہ مصنف جعفر بن ابی تارنا بلیغ صاحب الفضل میں امام باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ کا گذر ایک جماعت پر ہوا جو حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی عیبت میں کر رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم ان مہاجرین سے جو جو خدا کے راستہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کے لئے ان کا مال لوٹا گیا اور انہوں نے خدا اور رسولؐ کی مدد کی کہنے لگے نہیں۔ پھر اپنے پوچھا کیا تم ان لوگوں سے جو جہنم لے گئے مہاجرین کے لئے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور مہاجرین کے لئے رہائش وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا اور مہاجرین سے محبت رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ تو امام باقرؑ نے (مایا تم خود اس بات کے اذاری ہو کہ ان دونوں جماعتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں سے نہیں) یعنی صحابہ کرامؓ کی پیروی کرنے والے نہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ

جو لوگ ان کے بعد آئے اور یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے، اور ہمارے دلوں میں ان ایمان والوں (مہاجرین و انصار) کا کینہ نہ رکھ لے ہمارے پروردگار تو ہمارے بھائی بننے والا ہے۔

۳۔ شیعوں کے گیارہویں امام حسن عسکریؑ متوفی ۲۶۰ھ کی طرہ ایک تفسیر منسوب ہے جو صرف ایک پہلے بارے کی ہے شیعوں کے ہاں وہ تہایت مستند ہے۔ اس سے چند حواشی لکھے جاتے ہیں۔ اگر یہ تفسیر واقعی حسن عسکریؑ کی ہے تو اس میں تالیف ۲۶۰ھ سے پہلے ہی نام لکھا ہے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ۲۶۰ھ تک ردافض میں سب صحابہ کا وجود تھا۔ قال اللہ عز وجل یا موصی اما علمت انی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے موصی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت محمدؐ کے صحابہؓ کی فضیلت تمام مرسلین کے صحابہؓ پر ایسی ہے جیسے آل محمدؐ کی فضیلت تمام آل انبیاء علیہم السلام پر یہاں تک کہ تم ان کو جنت عدن اور فردوس میں حلقہ طور کے دربار میں جنت کی نعمتوں میں گھومتے پھرتے اور عیش و عشرت کرتے دیکھو گے۔ (ترجمہ تفسیر حسن عسکریؑ ص ۱۵)

۴۔ تمہیں (یعنی شیعوں کو) یہ حکم ہے کہ تم ان لوگوں (صحابہ کرامؓ) کے راستے پر چلو جن پر یوں انعام ہوا کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے ان کی آل اور صحابہ کرامؓ جو افضل ترین امت اور منتخب تھے سے محبت کی توفیق ہوئی جو مرد یا عورت حضرت محمدؐ ان کی آل اور آپ کے صحابہؓ سے محبت رکھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھے تو اس نے خدا کے عذاب سے بچاؤ کے لئے ایک مضبوط قلعہ بنالیا۔ اور محفوظ رکھنے والی ڈھال بنائی (ترجمہ ص ۱۲)

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت سے آپ کی اولاد نکالی جن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اللہ کے بندوں کے کئی لڑکے تھے جس کا بہتر نمونہ اور آل محمدؐ تھے۔ اور ان میں سے فاضل اور بہترین حضرت محمدؐ کے اصحابؓ اور آپ کی اُمت کے نیکوکار تھے (ترجمہ ص ۱۲)

۶۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدمؑ! اگر آل محمدؐ کے نیکوکاروں کا کوئی آدمی انبیاء کی آل کے ساتھ تو لا جائے تو تمام پر مجاری ہو۔ اے آدمؑ! اگر ایک کافر یا سب کفار آل محمدؐ یا

## اب شیعہ مذہب کی مشہور کتب احادیث چند حدیثیں بھی سن لیجئے

۸۔ "صافی" میں وعد اللہ الذی بیۡنہ امنو منہم و عملوا الصلوات کی تفسیر کے تحت بحوالہ امامی مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ آیت کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا جیب قیامت کا دن ہوگا تو ایک ٹوٹی جھینڈا اگاڑا جائے گا۔ اور ایک منادی آواز دے گا کہ مردمنوں کے سردار اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے کھڑے ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ تو حضرت علی بن ابی طالب کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سفید نور کا ایک جھینڈا دیدی جس کے تحت تمام سابقین اولین مہاجرین و انصار موجود ہوں گے۔ کوئی غیر ان میں شریک نہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ عزت کے نورانی منبر پر تشریف فرما ہوئے گئے۔ پھر تمام مہاجرین و انصار کا ایک ایک فرد ان کے پاس گئے گا تو آپ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا فرمائیں گے۔ جب آخری آدمی اپنا اجر ملے گا تو سب مہاجرین و انصار کو کہا جائے گا تم جنت میں اپنا ٹھکانا اور منزل پہنچاؤ چکے یہی ہے وہ جو تمہارا پروردگار فرما چکا ہے شک میرے پاس تمہارے لئے بخشش اور اجر عظیم یعنی جنت ہے (تفسیر صافی از محسن کاشانی ص ۱۸) اس روایت میں سیدنا علیؓ کو شافعہ عشر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں بحث اس بات سے نہیں کہ آپ شافعہ عشر ہیں یا نہیں۔ بلکہ صرف اس قدر مطلوب ہے کہ مہاجرین و انصار اور تمام صحابہ کرام جنتی ہیں اور بقول روافض یہ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ اب وہ لوگ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف بازاری قسم کے روافض کے اقوال کے مطابق صحابہ کرام پر تبرک کہتے ہیں وہ نیچا کے حکم سے انحراف کے جرم میں اپنی نجات اور بخشش سے دست برداری کا سامان بہم پہنچا کہ جہنم کا اندھن بننے کے صحابہ متنبہ کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام کے کسی فرد سے محبت رکھیں تو اللہ تعالیٰ اُسے یوں بدل دے گا کہ اُسے توبہ اور قبول ایمان کی توفیق دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام سے محبت رکھنے والے پر اپنی رحمت برساتے ہیں مگر اللہ کی روزاں سے کرتا آخر کفار مخلوق پر بھی تقسیم کی جائے تو سب کو کافی ہو اور انجام خیر تک پہنچا دے، جو قبولیت ایمان ہے اور جنت کے مستحق ہو جائیں۔ اور جو شخص آل و محمدؐ یا صحابہ کرام یا ان کے کسی فرد سے بغض رکھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اتنا سخت عذاب دیں گے کہ اگر اس کو اللہ کی تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب ہی کو ہلاک کر دے۔ (تفسیر منعمی ص ۱۹)

۷۔ حضرت عمرؓ کے متعلق روئے میں حضرت علیؓ کا یہ قول مرقوم ہے۔

تَوَدَّ اللَّهُ قَرْنًا كَمَا تَوَدَّ سَاحِلُ الْفَرَسِ وَالْقُرْآنُ

۸۔ سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کو مخاطب کہہ کے فرماتے ہیں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جو آپ نہ جانتے ہوں۔ نہ آپ کو کوئی ایسی بات پتا تاہوں جس کو آپ دیکھتے ہوں تحقیق جو میں جانتا ہوں آپ بھی جانتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے جیسا ہم نے دیکھا اور سنا ہے۔ آپ نے رسولؐ کی صحبت پائی جیسے ہم نے پائی اور البرکۃ اور عفر حق پر عمل کریں گے آپ سے زیادہ حقدار نہ تھے۔ آپ رسولؐ کو ایم سے نسبت ان کے قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ آپ نے داماد رسولؐ پائی جو انہوں نے نہیں پائی (نہج البلاغۃ حصہ اول ص ۳۲ مطبع مصر)

اقولے۔ سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کو داماد رسولؐ فرما رہے ہیں مگر آج کے گھنٹیا قسم کے مصنفین نبیؐ کی بیٹیوں کے ہی منکر ہیں۔

۹۔ دانے آلے محمد افضل آل النبیین و اصحاب محمد افضل صحابۃ المسلمین فان اللہ خیر الامم اجمعین (تفسیر منعمی ص ۲۳)

آل محمدؐ تمام انبیاء کی آل سے افضل ہے اور اصحاب محمدؐ تمام انبیاء کے اصحاب سے افضل ہیں اور امت محمدؐ تمام امت کی امت سے افضل ہے۔

۹۔ اسی تغیر صافی میں واسطاً بقولنے الاولیاء من المہاجرینہ والافعالہ کی تفسیر کے تحت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اہلین کے درجہ سبقت کی بنا پر ان کے ذکر سے آغاز کیا۔ پھر انصار کا ذکر فرمایا پھر انکی ہیں ان کے تابعین کا ذکر فرمایا۔ پس ہر جماعت کا ان کے مقامات کے مطابق ذکر فرمایا۔ ان کے اعمال کو پسند فرما کر ان کی عبادات کو قبول کیا اور ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دینی و دنیوی نعمتیں پا کر اس سے راضی ہو گئے (صفحہ ۱۸۵)

۱۰۔ ابو علی حسن بن احمد حاکم کہتے ہیں کہ محمد سے محمد بن یحییٰ موسوی نے ان سے محمد بن موسیٰ نصر رازی نے ان سے ان کے والد نے روایت کی ہے فرماتے ہیں:-

مسئلہ المرضاع علیہ السلام عن  
قولہ البنی صلی اللہ علیہ وسلم  
اصحابی کا لفظ یا بعد اقل  
اصحابی متقدم عن قولہ دعوائی  
اصحابی فقال صحیح  
عبد اللہ الاخبار صافی الاخبار (مجاہد بن جابر) ہیں۔

بحار الانوار - جامع الاسرار

۱۱۔ اس کی تائید میں ملا حیدر علی آملی نے معنوی لفظی تغیر سے ایک اور حدیث بیان کی ہے  
انما الشمس وعلی کا لفظ صحابی  
کا لفظ یا بعد اقل متقدم  
جامع الاستفسار بحوالہ آیات بتیث  
پیرہی کو گے ہدایت پاو گے۔

اہلبیت کو طعن دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ اہلبیت کی کما حقہ عزت نہیں سمجھتے اس  
صورت میں یہ لوگ قیامت کے دن اہل بیت کی شفاعت سے محروم ہوں گے۔  
اس مہبتان کے خالقوں کو یہ کیوں نظر نہیں آیا کہ اہلبیت ہی صحیح معنوں میں اہلبیت کی

تعلیم کرتے ہیں۔ آج تک کبھی سنی نے یہ کہو اس کرنے کی جرأت نہیں کی کہ وہ سیدنا  
علیؑ کی ذات اقدس میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور تک بھی کرے۔ سیدنا علیؑ  
اور سیدہ فاطمہؑ کی نجی زندگی کے حالات گھیس کر میدان میں لا ڈالے۔ اور آخر  
آپ کو اپنی مرضی کے مطابق دبا کر شہید کر دے۔ سیدنا حسنؑ کو زخمی کرے  
اور ذوال المؤمنین کے خطاب سے مخاطب کرے۔ سیدنا حسینؑ کو گھر سے نکال  
کر غریبہ طہنی میں شہید کرے۔ عقیلؑ، عباسؑ اور عبد اللہؑ کو مرد اور متافق کہنے سے  
گریز کرے۔ جعفرؑ کو کاذب بنائے۔ اہل بیت کی محبت کے یہ مدعی کس جنت الحقا  
میں بس رہے ہیں۔ اگر آج شیعوں مذہب کی کتب سے اس قسم کے تمام کوائف فراہم  
کئے جائیں جو علین اور فاطمین کی گرامی قدر شخصیتوں کے خلاف انہوں نے  
اپنی کتب میں لکھے ہیں تو میں دعوت سے کہتا ہوں کہ اس بھری دنیا میں فتنہ کشی  
کا کوئی ایسا لفظ باقی نہ نظر آئے گا جو ان عہد اہل بیت نے اپنے مروجہ اثر  
اور فاطمین کے لئے روا نہ رکھا ہو۔

**۲۔ اصحابی کا لفظ**۔ یہ حدیث رافضی ٹولہ پریم کا گولہ ہے اور جب یہ  
حدیث سنکر فرار کی تمام راہیں مسدود پاتے ہیں تو اپنی عادت کے مطابق فوراً  
کہہ گھٹتے ہیں کہ یہ حدیث کے کلمات ہی نہیں سمجھ سکتے ہیں ایک لطیفہ یا آریا ہے  
ایک دفعہ ایک شیعہ دوست جو اپنے آپ کو بہت بڑا علامہ، مبلغ اور واعظ سمجھتے ہیں  
اور اکثر مقامات پر وعظ کے لئے طلب کئے جاتے ہیں ان کے سامنے میں نے  
یہ حدیث پیش کی کہنے لگے کہ میںوں کی کتابوں کو تو ہم مانتے ہی نہیں۔ مذہب شیعی  
کی کسی کتاب سے دکھاؤ۔ میں نے احتجاج طریسی اور بحار الانوار نکال کر پیش کیں  
دیکھ کر پہلے تو بہت جھڑپ ہوئے، اب بھی کسر کھلا نا شروع کر دیا کبھی ڈاڑھی میں  
خللاں شروع کر دیا۔ کبھی زبکستی کی کھانسی میں مبتلا ہوئے۔ میں میز پر کھتا ہوں رکھ کر  
سامنے کھڑا ہوا۔ آخر مجبور ہوئے تو کہنے لگے میں ان کتابوں کو ماننا ہی نہیں۔  
میں نے کہا پھر آپ کو علامہ طریسی اور ملا باقر مجلسی کی تمام تالیفات سے دست بردار

## تیسرا باب

## سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خوش قرار نقش تو در عالم تصویر نمود

ہمارے نزدیک نبی علیہ السلام کے تمام صحابہ کرام ارشد و ہدایت کے ذخیرہ و تابندہ ستارے ہیں۔ ہمارے نزدیک جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی ایک کے ایمان یا اُس کے مقام یا درجہ کے متعلق تنقیضی بحث کرتا ہے وہ پکنا سق اور فاجر ہے۔ اس مقام پر ہم جو کچھ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں وہ صرف اصول شہادت کے طور پر ہے۔ سیدنا علیؑ کی شان یا مقام کے متعلق نہیں بلکہ صرف آپ کے اجتہادات کے متعلق ہے اور وہ بھی صرف شیعہ مذہب کی مستند کتب کی روشنی میں تاریخی طور پر لکھ رہے ہیں۔ اور ایسے شواہد و نظائر پیش کرنے سے بھی ہم اظہار و مغزوری کرتے ہوئے بہتر دار ہو جاتے جن سے مشاجرات صحابہ کا کوئی پہلو پیدا ہوتا مگر بات ہی کچھ ایسی ہے کہ بیان کئے بغیر چارہ نہیں۔ ہم اپنی رائے یا قبایس کو صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کی ذات پر تنقیضی نقطہ نگاہ سے چسپاں کرنے کو مترادف کبھی سمجھتے ہیں۔ یا یہ کہ اگر کوئی شخص بعض حقائق کے انشاء سے ہمارے متعلق ایسا سمجھتا ہے تو ہمارے پاس اُسے باز رکھنے یا روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہاں ہم یہ کہنے میں ذرہ بھر باک نہیں سمجھتے اور اس کے ہمارے پاس سینکڑوں شواہد موجود ہیں کہ ہم سوائے انبیاء و کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے کسی دوسرے کو معصوم من الخطأ نہیں سمجھتے۔ ہر آدمی سے اجتہادی غلطیاں ہوتی رہیں گی۔ (ماضی شاہر)

سیدنا علیؑ کے متعلق ہم نے اس ضمن میں جو کچھ لکھا ہے دل پر چرب کرنا یا تھوڑا کھارنا اور وہ بھی صرف شیعہ کتب سے لکھا ہے۔ یہ لوگ نبی علیہ السلام کے علاوہ تیرہ دیگر افراد کو بھی

معصوم سمجھتے ہیں۔ مگر کیا ان لوگوں نے کبھی اس بات کی طرف بھی توجہ کی کہ مصنف اصول کافی کے قول کے مطابق امام زین العابدینؑ ہتھیار نہ رکھنے کے باوجود برصیت کی توان کی محسوس کیا گیا۔ (حاشیہ ص ۱۲) سیدنا علیؑ نے نہ صرف سے مازم کرد ہوئے تو سیدنا حسنؑ نے آپ کو شہداء کا درجہ جوڑ کر دیا۔ ۵ سیدنا حسنؑ نے جب سیدنا عابدیہ کے ہاتھ پر برصیت کی تو سیدنا حسینؑ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ آپ نے بیان کیا کہ فرمایا کریسے جانی تھے جو کچھ کیا ہے اس سے بہتر تھا کہ میری ناک کاٹ باقی رہتا (تقریباً ص ۱۲) ۵ حضرت حسینؑ نے امیرِ یزیدؑ کے خلاف خروج صحیح کہا مگر اس پر وہی دیکھیں ان کے حقوق بھائیوں سے کہنے ان کے خروج کو کسی علی الحق دیکھا اور اس پر آپ نے حالات اپنے خلاف دیکھے تو آپ نے اس خروج سے رجوع فرمایا۔ مگر آپ کا شیعہ آپ کو شہید کر کے ہی دم دیا۔

۵ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) کو لڑی جوان موجود تھے۔ انہوں نے باپ کی شہادت کے بعد اسی یزیدؑ کے ہاتھ پر برصیت کر کے اس بات پر ہر تصدیق پیش کر دی کہ میرے باپ کا خروج صحیح تھا۔ چنانچہ دوسرے کا فی میں ہے کہ سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) امیرِ یزیدؑ کو مخالفہ کر کے قتل کر دیں۔ قد اقررت لک ما سالت انا عبدک مکو فان شئت فاصد فان شئت فبم ص ۱۲) مگر کچھ تو نہ مجھ سے مطالبہ کیا ہے جس نے میرے لئے تسلیم کر دیا میں تیرا بھروسہ غلام ہوں چاہے تو اپنے پاس رکھو۔ چاہے تو بچ نکالو۔ بیان اگر کیا جائے کہ آپ نے قیام سے ایسا کیا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص آپ پر نازل ہوئے تھے جو سیدنا حسینؑ پر نازل نہیں ہوئے تھے حسینؑ توجہ کر کے شہید ہو گئے مگر ان سے پہلے امام معنی سیدنا حسنؑ اور ان سے بعد کہ امام سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) دونوں قیدی میں تھے جو گئے۔ تا خود کے لئے بلکہ ان کے لئے توجہ جانز ہو گیا اور سیدنا علیؑ اور سیدنا حسنؑ کے لئے جانز نہ رہا۔

۵ امام باقرؑ بقول روانی یا تجویز منصوص امام ہیں یہ امام صاحبِ قیام کے پردہ میں مستور رہے مگر ان کے بیانی لہجہ جن پر جہاد کا ذریعہ فریق ہی نہیں تھا۔ جہاد کے شہید ہو گئے یعنی غیر امام پر جہاد فریق ہو گیا اور امام خامنشیؑ میٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ حالانکہ امام کے بغیر جہاد حرام ہے۔

اس طرح دیگر افراد کے نام بھی ملے ہیں جنہوں نے جہاد نہ کئے وہ کس ضمن میں شمار ہوں گے۔



اور دوسری طرف جن بزرگ مستیوں کے متعلق اس نظریہ کی اختراع ہوئی انہیں ایک ایسی مافوق الفطرت مخلوق بنا کر رکھ دیا ہے جس سے ان کی توصیف کم از کم بدلیں زیادہ ہوتی ہے۔ اور سچوں میں اس نظریہ کی تشہیر کے لئے جدید لوازمات فراہم کئے جلتے رہے۔ ان سے ان پاکیزہ سیرت مستیوں کے متعلق اس قسم کی دیوالیائی داستانیں پیدا ہوتی رہیں جن سے ان کے اوصاف کم اور قابل اعتراض مواد زیادہ فراہم ہوتا رہا۔

مگر جوئے تہہ دست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو  
میں کسی حد سے مقام پر بدلائل بیان کر چکا ہوں کہ شیعہ مذہب کے مصنفین آج تک کسی ایک بات پر بھی مجتمع نہیں ہو سکے ہیں جو بات حقین کہ شیعیان علیؑ کے کلام کی زبان میں اور میں اور علیؑ صورت میں اور جب وہ اپنے مزعمہ ائمہ کی تعریف کرتے ہیں تو ان میں وہی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر وہ تعریف بھی کرنا چاہیں تو اس سے یقیناً ان گوشہ نشین علم و عمل کے پیکروں کے حق میں کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہو جائیگی جس سے ان کی تفضیل، تفسیق، تدلیل یا کم از کم تحقیر کا پہلو ضرور پیدا ہوگا۔  
العیاذ باللہ۔

بات پھر وہیں جا کر ختم ہوتی ہے کہ حقیقت میں یہ لوگ دستار علیؑ نہیں نہ جتین اولاد علیؑ۔ یہ ایک ایسا گروہ ہے جس کا مقصد محض تخریب دین ہے ورنہ کیا وجہ ہے سیدنا علیؑ کے سیکڑوں سے متجاوز ارشادات، شیعہ تفاسیر کی بیسیوں عبارات، شیعہ احادیث کی درجنوں احادیث اور مزعمہ ائمہ کے ہزاروں اقوال کے باوجود گمانہوں نے صحابہ کرامؓ کی شان میں فرمائے۔ یہ لوگ اس کے علی الرغم صحابہ کرامؓ کو اپنے سب موصوفہ کا نشانہ بناتے ہیں۔

دور نہ جائیے سیدنا علیؑ کا کوئی ایک ارشاد ہی واضح طور پر پیش کیجئے کہ آپؑ فرمایا ہو کہ حضرات شیخینؓ غاصب خلافت تھے اور اصل میں خلافت کا حقدار میں تھا۔ فان لم یفعلوا ولن تفعلوا۔

—

امام کاظم مہدی عباسی کلایہ المؤمنین کہہ کر بکارتے رہے (اصلی کافی کتاب) مالا کو قبول امام جعفر امیر المؤمنین کا خطاب نہ جناب امیر سے پہلے کسی تھا اور نہ بعد میں کسی کو اختیار ہے کہ وہ امیر المؤمنین کہلائے۔ اگر ایسا کرے تو کافر ہے اور امام مہدی بھی اس لقب سے مخاطب نہ ہوں گے (اصلی کافی کتاب) مگر کافر کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارنا یا عجیب۔ مزعمہ ائمہ کے متعلق اس قسم کے سیکڑوں نظائرش پیش کئے جاسکتے۔

یہ ان لوگوں کو ترس دیتا ہے کہ وہ اپنے ائمہ کیوں سر بازار گھسیٹیں ذہن پاک نہیں سمجھتے مگر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزی اور الحاح سے دست بدعا ہیں کہ اولا العالمین ان مقدس، مظہر اور مذہبی بزرگوں کے متعلق، نقل کفر، کفر نہ باشد کے صدق جو کچھ ہماری زبان و قلم سے نکل رہا ہے ہم اس کے متعلق بار بار تیسرے حضور میں طالب عفو ہیں ہمارا ایمان ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ سیدنا علیؑ ثاب القون الاولون میں بھی بلند تر مقام رکھتے ہیں۔ بدری صحابی نہیں۔ نبی علیہ السلام کے چچا زاد اور داماد ہیں۔ حسینؑ کے والد اور سیدہ فاطمہؑ کے شوہر ہیں۔ عمرو بن عبدودہ اور ولید کے قاتل ہیں ہمارے نزدیک صحابہ کرامؓ میں سے سب آخری صحابیؓ کا مقام بھی تمام امت کے صالحین کے مجموعی اعمال سے بدرجہا بلند، ارفع اور اعلیٰ ہے۔ چہ جائیکہ سیدنا علیؑ کے متعلق ہم اپنے ذہن کے کسی گوشہ کے کردار میں حقتہ میں بھی مشاہیرات صحابہؓ کے ایک شمار تک گوارہ دیں۔

شیخینؓ مناقشات کی جزییات تو ہزاروں اختلافی امور سے متجاوز ہیں مگر بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کے پیچھے صرف ایک ہی نقطہ کارفرما ہے اور وہ ہے خلافت بلا فصل کا۔ آج اگر خلافت بلا فصل کا مسئلہ طے ہو جائے تو باقی متنازعہ ساری کے حل کی صورتیں خود بخود پیدا ہو جائیں گی۔ مگر عجی سازشوں نے ایک گروہ کے ذہنوں میں خلافت بلا فصل کا نظریہ محض اسلام دشمنی کی بنا پر اس طرح ٹھونس دیا ہے اور اسے مضبوط کرنے کے لئے اس کے بار و برگ کو اس طرح تراور کر کے کی گشتش کی ہے کہ ایک طرف وہ نظریہ ایک گروہ پر کا بوس بن کر سوار ہو چکا ہے۔

### علیؑ خود خلافتِ بلا فصل کئی نہیں تھے

وہی کلامہ لہ لہا اید الہ اور جناب امیر کے کلام سے ہے کہ جبکہ ارادہ کیا گیا بیعت کا بعد قتل عثمانؓ کے۔ کہاجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی دوسرے کو ڈھونڈ لو۔ اگر تم مجھ کو چھوڑ دو گے تو میں بھی مثل ایک کے تم میں سے ہوں گا اور شاید تم سے زیادہ حکم ماننے والا اور زیادہ اطاعت کرنے والا اس کا ہونگا جس کو تم اپنا اولی الامر بناؤ گے۔ اور میں تمہارے لئے وزیر بن کر بہتر ہوں۔ اس سے کہ تمہارا امیر نہیں رہیج البلاغہ

یعنی آپ واضح طور پر اعلان فرما رہے ہیں کہ مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں اگر آپ کے سامنے خلافت بلا فصل کا دعوہ ہوتا تو آپ کا یہ انکار کرنا بھی عصمتِ آپ کے منافی تھا۔ آپ نے خلافت قبول فرمائی بھی تو آپ کے ہاتھ پر اجماعِ خلافت نہ ہو سکا۔

ایکے مشہور کا اذالہ :- یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقام پر سیدنا علیؑ نے پہلے قبولِ خلافت سے انکار کیا اور پھر مجبوراً اس ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ اور دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ آپ حصولِ خلافت کے متمنی تھے آخر یہ تناقض کیوں؟ یہاں دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ آپ منصبِ خلافت کے حصول کے متمنی نہ تھے۔ اور تاریخوں میں اس قسم کے حروفِ غلطی شواہد ملتے ہیں کہ آپ حصولِ خلافت کے متمنی تھے وہ جرح و تعدیل اور نقد و تبصرہ کے معیار پر پوری نہیں اترتے۔ اور اگر آپ حقیقتاً حصولِ خلافت کی آرزو رکھتے تھے اور خلافتِ سلطنت کا وقت آیا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ اس کا وجہ ظاہر اور واضح ہے کہ اس موقع پر حالات نے یہ صورت اختیار کر لی تھی کہ اب بارِ خلافت کا نٹوں کے تاج کے مترادف تھا۔ میں علمی رو سے الاشہاد یہ حقیقت بیان کرنے میں ایک فرحت محسوس کرتا ہوں کہ اگر شہادتِ سیدنا عثمانؓ کے بعد

کسی اور کو خلیفہ منتخب کیا جاتا تو وہ اس حد تک بھی حالات کو سمجھ لادے سکتا۔ کہنے کو تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدنا علیؑ کی شہادت کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ نے حالات پر قابو پا لیا تھا۔ مگر یہ کہنے والے اس حقیقت کو کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ سیدنا علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں شورشِ پسندوں کی اکثریت ختم ہو چکی تھی جو باقی رہ گئے تھے ان کا دم خم بھی ختم ہو چکا تھا۔ صرف یہ کہہ کر گزرنے والا کہ سیدنا علیؑ امر خلافت سے عہدہ برآ کر نہ ہو سکے ایک بہت بڑی تاریخی بددیانتی ہے۔

### خلافت بلا فصل کی اصطلاح

خلافت بلا فصل کی اصطلاح تین صدی بھری کے بعد کی اختراع ہے۔ پہلی تین صدیوں میں اس کا وجود نہیں ملتا۔ مگر عبد اللہ بن سبا وغیرہ کی طرہ اس قسم کے اقوال منسوب کئے جاتے ہیں کہ اس عقیدہ کا بانی وہ تھا۔ اور یہ کسی حد تک درست بھی ہے کہ وہ خلافت بلا فصل کے عقیدہ کی تشہیر کے لئے کام کرتا رہا۔ اور اس کے پاس امت میں تشتت و افتراق پھیلانے کے لئے یہی ایک کارآمد حربہ تھا۔ مگر اس کی اس اختراع نے باقاعدہ طور پر تیسری صدی بھری کے آخری ربع میں ہی ایک عقیدہ کے طور پر رواج پایا۔

اس حقیقت سے کسی کو محال انکار نہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ یا سیدنا عمرؓ یا سیدنا عثمانؓ نے کبھی خلافت کی آرزو نہیں کی۔ مگر بقولِ رواضع گو سیدنا علیؑ کے دل میں حصولِ خلافت کا خیال تھا۔ بایں ہمہ وہ ہر بار خلافت سے محروم ہونے یا دعوہ اپنی فراغت، تدبیر، تقویٰ، رضا لیت اور دوا اندیشی کی وجہ سے خلفائے ثلاثہ کے صحیح معنوں میں مخلص بشیر اور جاں نثار دوست رہے۔ یہیں تاریخ و ہریت پر لکھی گئی اس پچیس سالہ خلافت کے دور میں کسی کتاب کے کوڑے کھدے سے ایک رائی بھر ایسی بات نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ نے ”اولی الامر منکم“ کی

سیدنا علیؑ نے جواب دیا البیان ہو کر آپؐ یا کل جواب دے دیں، اور کسی وقت جو اسکاں یہی جانشینی کا ہو سکتا ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔ اس بات سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ حصول خلافت کے متعلق تھے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خلافت بلا فصل کے قسم کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ورنہ اس گفتگو کا کیا مطلب؟

بہر حال سیدنا علیؑ کی اس آرزو اور خواہش کے قطع نظر اصحاب ثلاثہؑ کی خلافت کے متعلق درجہ اولیاءات موجود ہیں۔ صفحات گذشتہ میں شیعوں کی معتبر اور مستند کتب سے بیان کی جا چکی ہیں۔

خلافت بلا فصل کے عقیدہ کا مخترع عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اس نے سب سے پہلے وصایت کا عقیدہ گھڑا اور اس وصایت سے خلافت بلا فصل کا ہیولی تیار ہوا۔ آج تمہارا علیؑ عبداللہ بن سبا سے چھاپا چھڑانے کے لئے کتنی تلابا رہا۔

عبداللہ بن سبا سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سبا نبوت کا مدعی اور علیؑ رضی اللہ عنہ کی لاویٹ کی مدعی تھا۔ حضرت علیؑ نے اُسے ملا کر دریافت کیا تو اُس نے کہا واقعی آپؐ موجود ہیں پس میں نے قطع کیا کہ حقیقت تم سے شیطان تم سے کراہم تیری اہل تھے رو کر اس انکار کا تو قید کر دیا میں روزِ بدھ دیا گیا مگر وہ ناسٹ ہوا تو اسے جلادیا۔ انھیں سان لسان فی شرف اللہ بن سبا نے مشہور کیا۔ مشہور علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہدین اہل طابہ تھے۔ محمد بن علیؑ زہری نے جو یہودی ہیں انھیں جلادیا۔ مگر یہ تمام روایات غلط ہیں صحیح واقعہ دوسرے مقام پر۔

### سیدنا علیؑ پر اجماع خلافت نہ ہو سکا

مہاجرین و انصار میں سے ایک صحابی بھی حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے کے حق میں نہ تھا جس کا اہم ترین ثبوت یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین روز بقول بعض پانچ روز غافقی بن حرب مدینہ کا امیر رہا (ابن خلدون ص ۴۹)۔

یہ وہی غافقی ہے جس نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے سے مسجدِ نبویؐ میں جماعت کرانے سے روک دیا تھا اور خود مسجدِ نبویؐ کا امام بن بیٹھا تھا (طبری جلد ۵ ص ۱۸۱) اسی شیطان نے بلوامیوں کو قتل عثمانؓ پر جرات دلائی تھی۔ ان پر تلوار چلائی اور قرآن کریم کو پاؤں سے

اطاعت میں کسی قسم کی کمی رکھ کر کھڑے ہوئے۔ البتہ سیدنا عثمانؓ کا عظیم الشان شہادت کے نتائج سے بعض مؤرخین نے اس قسم کا استنباط کیا ہے۔ یعنی سیدنا فلق اعظمؑ کی شہادت سے پہلے عبدالرحمن بن ابوبکرؓ نے ایک مقام پر ہرمزان، ابولولویہ و زناقل عثمانؓ اور عقیقہ ایک عیسائی غلام کو ایک مقام پر کچھ مشورہ کرتے ہوئے دیکھا عبدالرحمنؓ کو دیکھ کر تینوں اس مقام سے گھبرا کر کھسکے لگے تو فِرَوز کی آستین سے ایک بھر نیچے گر پڑا۔

فادوق اعظمؑ کی شہادت کے بعد عبدالرحمنؓ نے وہ بھر بھجان کر ان تینوں کا ایک جگہ کھڑے ہو کر مشورہ کرنے کے متعلق بیان کیا تو عید اللہ بن عمرؓ یہ سننے ہی ہرمزان کے پاؤں پہنچے اور اسے قتل کر دیا۔ فِرَوز پہلے ہی خودکشی کر چکا تھا اور حقیقہ بھاگ گیا تھا۔

سیدنا عثمانؓ کے خلیفہ منتخب ہونے تک جو روایات میں عید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا سیدنا عثمانؓ کے سامنے سب سے پہلے جو مقدمہ پیش ہوا وہ بھی ہرمزان کے قتل کا تھا۔ مگر ہرمزان کے بیٹے تازان نے جو ایک سچا مسلمان تھا اور اپنے باپ کی سازشوں سے باخبر تھا عید اللہ کو مٹا کر دیا۔ مگر سیدنا علیؑ عید اللہ کو ہرمزان کے قتل کے قصاص میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ چند صحابہ کرامؓ کو کھنا پڑا کر اس کا باپ شہید ہوا۔ آج اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔ وقت گذرنا رہا سیدنا عثمانؓ اسی بجوسی سازش اور یہودی کی شر و دھوکا سے شہید کر دئے گئے۔ اور سیدنا علیؑ خلیفہ بنے۔ انہوں نے خلیفہ بننے ہی سیدنا عید اللہ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ یہاں تک کہ سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؑ جو عید اللہ کی سوتیلی والدہ تھیں انہیں اپنے باپ کی خدمت میں عرض کرنا پڑا کہ عید اللہ کو گرفتار نہ کیجئے اور عید اللہ یہ سننے ہی مدینہ سے بھاگ کر دمشق حضرت معاویہؓ گورنر شام کے پاس پہنچ گئے بقول بعض مؤرخین آپؑ کی حصول خلافت کی آرزو پر وہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے۔

کہ نبی علیہ السلام کی وفات سے دو تین دن پہلے سیدنا عباسؓ نے سیدنا علیؑ سے کہا کہ میں ہاشمیوں کی موت کی علامات کا واقف ہوں مجھے نظر آ رہا ہے کہ نبی اکرمؐ ہم میں سے رخصت ہونے والے ہیں۔ چلو چل کر آپؐ سے جانشینی کے متعلق فیصلہ کرالیں۔ مگر

یہ وہی بجوسی ہے جو خودکشی کے دن کو شیعہ عید با شجاع کے نام سے مناتے ہیں۔ تفصیل کیلئے حقیقت نہایت بڑے

شیعہ انہیں شیعوں کی اولاد سے نہیں؟

○ ایک روز صفین میں گھسان کی لڑائی ہوئی کہ شیعہ کچھ لگے گئے یہاں تک کہ عدی بن حاتم کو امیر المؤمنین کی فیکر ہوئی اور تلاش میں ہر طرف گھوڑا دوڑایا۔ جب ملاقات ہوئی تو عرض کی کہ اس وقت متفقہ حملہ کرنا مناسب ہے۔ لشکر کو حکم دیجئے۔ فرمایا ذرا نزدیک آؤ۔ جب وہ بہت نزدیک ہوئے تو آہستہ سے فرمایا کہ میرے ساتھیوں کی عموماً یہ حالت ہے کہ میری فرمانبرداری نہیں کرتے اور معاذ اللہ ایسے لوگوں میں ہے کہ سب ان کے فرمانبردار ہیں۔ اور کوئی ان کی نافرمانی نہیں کرتا (تاریخ ص ۲۷۱ بحوالہ متاخذ الاسلام حشہ ششم ص ۲۷ طبع دکن)

**آئینہ حق کی لم اور ان کی پہچان**  
بشنو اسے پیک سنگھ سحر باز رسال

اصول کافی کے صفحہ ۱۲۰ پر جناب علی رضا سے روایت ہے کہ بے شک امامت (عقلا) دین کی باگ ستھانوں کا نظام اور دنیا کی اصلاح اور مومنوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت درخت اسلام کی بڑھنے والی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ بے شک امام کے ساتھ منازک زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ فی اور صدقات کی کثرت ہوتی ہے اور حدود و احکام شرعی کا جاری کرنا، ملکی سرحدوں اور بلاد اسلام کی حفاظت ہے۔ امام خدا کی حلال کردہ کو حلال اور حرام کردہ کو حرام کرتا ہے۔ خدا کی حدود کو قائم کرتا ہے۔ خدا کے دین سے منکر کو دفع کرتا ہے اور خدا کی طرف مکت اور موفقت حسنة اور جنت بالغ کے ساتھ ملتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شیعوں کے یا زہد آئمہ میں سے صرف دو حکومت کرنے کا موقع ملا۔ امام دہم سیدنا حسن نے تو اس بھاری پتھر کو جو کہ چھوڑ دیا۔ صرف حضرت علی نے چار سال اور چند ماہ حکومت کی۔ مگر ان کے اس پورے دور خلافت امامت میں ہمیں نہ کہیں مسلمانوں میں نظام نظر آتا ہے۔ نہ دنیا کی اصلاح اور مومنوں کی عزت ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ نہ اس دور امامت میں ہمیں اسلام بڑھنے والی جڑ اور بلند شاخ

کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اس افراتفری کے دور میں سیدنا علیؑ کے بقیوضہ ممالک میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے فرائض کی تک حتم، اور ایگی کی صورت بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اور اگر خانہ جنگی کہ جس کا نام دیا جائے تو وہ البتہ عروج پر تھی مگر اور صدقات سے بھی وہ نہ خالی نظر آتا ہے۔ حدود و احکام شرعی کے اجراء کی یہ حالت تھی کہ ایک آدمی پوچھتا ہے کہ آج آپ کی حکومت ہے عمر کی بدعت تراویح کو ختم کیجئے۔ منع کو عمر نے حکم بند کر دیا تھا جاری کیجئے۔ فدک پر قبضہ کیجئے اس کے جواب میں احقاق الحق مصنف شوہری کا قول ملا حظہ کیجئے۔ ایک مرتبہ جناب امیر نے ان کو نماز تراویح سے منع کیا تو وہ باز نہ آئے اور آواز بلند کر کے کہنے لگے۔ ہائے عمر! ہائے عمر! یہاں تک کہ جناب امیر نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ خدا کی حدود و سیدنا علیؑ نے کہاں قائم کیں۔ اور آپ کی حکمت و موفقت سے مسلمان ہونے والا ہیں ایک آدمی کا نام بھی کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ سزا مند ضرور ہوئے۔

**ابن مطلق کی کتابت ہے۔** محمد بن علی بن طباطبائی المعروف ابن مطلق چھٹی صدی ہجری کے آخر کا ایک مشہور شیعہ مؤرخ تھا۔ یہ وہی ابن مطلق ہے جس نے اپنی مشہور رسوائے زمانہ تالیف الفخری میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدعت، شیعہ اور بدترین قاتل ابولولو کے نام کے ساتھ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے اپنی اس تالیف میں ریاست کے سلسلے اور خلافت اسلام کے فرماں روا کے اوصاف میں لکھا ہے کہ اس کا۔ عاقل۔ عامل۔ عالم علم فرمانروائی۔ خدا ترس۔ کینہ پرور۔ نیاٹ۔ رعب خدا سیاست کا ماہر۔ ایقانے عہد کا عامل۔ یا فخر اور داروگیر کرنے والا ہونا ضروری ہے (ص ۲۶) میں شیعوں کے اس بیان کردہ معیار خلافت کا قائل نہیں۔ اور اگر اس معیار کو قاعدہ کلیہ کے طور پر قبول کیا جائے تو ہمیں انہیں کے مقرر کردہ معیار خلافت کی روشنی میں یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہوں کہ کیا سیدنا علیؑ کے چار سال دور خلافت یا سیدنا حسنؑ کے شش ماہ دور خلافت میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی نظر آتی ہے؟



یہی ابن طلقی سیدنا علیؑ کے مقابل میں سیدنا معاویہؓ کے متعلق لکھتا ہے کہ:-  
معاویہؓ دینی اور دنیوی معاملات میں بہت ہی دانائے تھے۔ فرزاد و عامر تھے، حلیم اور باجبر تھے  
فرمانروا تھے، سیاست میں کمال حاصل تھا۔ اور دینی اور دنیوی معاملات کو سلجھانے کی اعلیٰ  
استعداد رکھتے تھے۔ دانائے تھے، فیصلہ دیتے تھے، بیع تھے۔ علم کے موقع پر حلیم اور سختی کے موقع  
پر سختی بھی کرتے تھے۔ لیکن علم بہت غالب تھا۔ سخی تھے۔  
خوب مال دیتے تھے۔ حکومت کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ اس سے نہایت دلچسپی تھی  
رعایا کے شرفیہ لوگوں کو انعامات سے نوازتے رہتے تھے۔ مثلاً عبداللہ بن عباسؓ  
عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن جعفرؓ عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمان بن ابی بکرؓ ابان بن  
عثمانؓ اور خاندان ابوطالب کے دوسرے لوگ دشمن کا سفر کر کے ان کے پاس جاتے تھے۔  
اور معاویہؓ غلط فہمی اور مہمان نوازی کے علاوہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ یہ  
لوگ ان سے سخت کلامی بھی کرتے تھے اور نہایت ناپسندیدہ انداز سے پیش آتے تھے  
یہ کبھی تو اسے ہنسی میں اُٹا دیتے اور کبھی مٹی ان مٹی کر دیتے اور جب ان حضرات کو  
رخصت کرتے تو بڑے اعلیٰ تحفے اور انعامات دیگر رخصت کرتے۔ معاویہؓ بدترین  
انسان تھے (الطبری ۱۳۰-۱۳۱)

امام حق کے متعلق ابن طلقی کا بیان کردہ قاعدہ کلیہ پڑھا اور سیدنا علیؑ اور دیگر  
خلفائے راشدین کا تعاقب بھی دیکھا اور آخر میں ابن طلقی کا حضرت معاویہؓ کے متعلق  
فیصلہ بھی دیکھا میں اس تعاقب میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اور نہ ہی ایک سچے مسلمان کا یہ  
وصف ہے کہ وہ مشاجرات صحابہؓ پر قلم اُرائی کرے مگر مجبوراً شیعوں کے زعماء کے حکم  
محض اس لئے تسلیم کرنا پڑے ہیں کہ شاید ان حقائق سے باخبر ہو کر کسی منصف مزاج  
شیعہ کو اللہ تعالیٰ اپنے خیالاتِ فاسدہ سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

ان تصریحات پر میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ یہ تبصرہ بھی اپنے  
باطنی شیعوں کے متعصب ترین امام آغا خان سوم کی زبان سے سنئے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں  
کہ۔ مسلمانوں کا سب سے روشن ترین دور نبوۃ مہد کا ہے۔ رسول خدا کے بعد ابوبکرؓ کا دور

اور فتنوں کے دبانے اور وحدتِ اسلام کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے میں صرف ہوا  
حیرت ہے کہ صدیقؓ نے اس مختصر سے عرصہ میں ان فتنوں کو دبانے میں کیسے کامیابی  
حاصل کی۔ یہ نبیؐ کا معجزہ تھا یا صدیقؓ کی بے مثال قیادت کا ثمرہ۔۔۔۔۔ اس کے  
بعد فاروقؓ اور پھر عثمانؓ نبیؐ کا زمانہ آیا۔ جو فنا تھانہ یلغار، اور رحمت و بھلائی  
کا زمانہ ہے۔ اور حضرت علیؑ کا دور خلافت محض دو فتنے ہے۔ یہاں تک کہ وہ  
اپنے چار سالہ دور میں ایک بار بھی حج کی قیادت نہ کر سکے۔ اس کے بعد معاویہؓ  
کا دور آیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے یہ آخری شخص ہے جن کے ہاتھوں میں اقتدار  
آیا۔ یہ زمانہ ۴۱ ہجری سے ۱۳۲ھ تک بھیدا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ اور معاویہؓ  
کی حکومت کے فرق کو دیکھ کر عبرت ہوتی ہے کہ جہنمی حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر  
بیعت ہوئی تمام خانہ جنگیاں ختم ہو گئیں۔ ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں  
اب دنیا کا ہر مسلمان ایک خدا، ایک رسول ایک قرآن ایک کعبہ اور ایک خلیفہ سے  
والبتہ ہے حضرت معاویہؓ کے زمانے میں سوڈان سے مکہ ان تک لوگ نہایت  
خوشحالی امن اور فراغت سے زندگی گزارتے رہے (بحوالہ تاریخ ابن خلدون  
نفیس الیومی ص ۴۷)

### سیدنا علیؑ حق امامت سے کھدہ برائے ہوئے

سیدنا علیؑ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ میں حق امامت سے کھدہ برائے ہو سکا۔  
اسی بے خلافت نے بقول روافض جو بدعات جاری کی تھیں ان میں سے علیؑ ایک کا  
بھی دفعہ کر سکے چنانچہ روضہ کافی میں ہے کہ:-

قد عملت أُولَئِهِ قَبْلِي أَعْمَالًا خَالِفًا نَحْوًا نَحْوًا رَسُولِ اللَّهِ مُتَعَدِّلًا بَيْنَ خَلْقِهِ  
فَاتَّقِيَنَّ لِعَصْدِ الْغِيَرِ لِمَنْ لَمْ يَحْلُظْ لِحَقِّهِ أَلَا سَ عَلَى تَوَكُّهٍ وَحَوْلَتِهَا إِلَى  
مَوَاضِعِهَا إِلَى مَا لَا تَنْتَفِي عِلْدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا  
تَفَرَّقَ عَنِّي جُنْدِي (الحی ان تال)، نور دوت قد لک الی ورفقہ فاطمہ علیہا السلام

وَأَقْطَعْتَ قَطَائِمَ اقْتَضَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهَ بِأَقْوَامِهِمْ  
تَمَضُّ لِهَمِهِمْ وَلَمْ تَنْفُذْ رَدَّتْ قَضَائِي مَنْ الْحُجُورِ تَقْضِي بِمَا وَنُزَعَتْ  
لَمَاءُ تَحْتَ رِجَالِهِ لِيُغَيِّرَ حَقُّهُ رَدَّتْ تَحْتَهُنَّ إِلَى إِزْدَاجِهِنَّ وَجَهْلَتِ النَّاسُ  
عَلَى حَاكِمِ الْقُرْآنِ وَمَحْوَطِ دُرِّ دِينَ الْعَطَايَا وَاعْلِيَّتِ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
يُعْطِي بِالسُّوْيَةِ وَحَرَمَتِ الْمَسْمُوعِي الْحَيْضِ إِذَا تَفَرَّقَتْ عَنِّي وَاللَّهُ لَعَنَ  
أَمْرَاتِ النَّاسِ إِنْ لَا يَجِيئْتُمْ عَوَا فِي شَهْرِهِمْ وَمَضَانِ الْإِفْرَاضِيَّةِ وَاعْلَمْتُمْ  
إِنْ اجْتَمَعَ عَظَمٌ فِي الْمَوَاقِلِ بِلَدَةٍ عَدَّةً فَتَنَادَى بَعْضُ أَهْلِ عَسْكَرِي مَعْنِ يَفَاعِلُ  
مَعِي يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ غَيْرَتِ مَسْنَةُ عَمْرٍاءِ مِثْلَانَا عَنْ الصَّلَاةِ فِي شَهْرِ مَضَانِ  
تَطَوُّعًا (ص ۲۹)

ترجمہ: مجھ سے پہلے جو خلفائے انہوں نے کچھ کام ایسے کئے ہیں جن میں رسول اللہ کی مخالفت کہہ سکتے ہیں ان کے خلاف کیا ہے ان کے مہم کو توڑنا ہے ان کی سنت کو بدلنا ہے اگر میں آمادہ کر دوں لوگوں کو ان امور کے ترک پر اور ان کو پھر ان کی اپنی حالت پر سے جائز یعنی جس حالت پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں تھے۔ تو یقیناً میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ اور اگر میں مذکور کو واپس کر دوں دارغان ناظر علیہا السلام کو اور دسے دوں وہ جاگزیں جو رسول اللہ نے کچھ لوگوں کو دی تھیں اور وہ ان کو نہیں دی گئیں اور نہ وہ احکام نافذ کئے گئے۔ اور علی کے جو قبیلے کئے گئے ہیں ان کو رد کر دوں اور کچھ عورتوں کو جو لوگوں کے پاس ناجائز طور پر ہیں ان کو نکال کر ان کے شوہروں کے حوالے کر دوں اور لوگوں کو حکم قرآنی پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کر دوں اور ذلالت کے لئے وجہوں کو مشادوں اور سب کو برابر برابر دیا کر دوں جس طرح رسول اللہ برابر برابر دیتے تھے اور موزوں پر جمع کرنے کو حرام کر دوں تو لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں۔ اللہ کی قسم میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ رمضان کے پہلے جب سوا فرض نماز کے اور کسی نماز میں جماعت نہ کیا کر دوں میں نے ان لوگوں کو آگاہ کر دیا کہ تراویح کی جماعت کرنا بدعت ہے۔ تو میرے ہی

لشکر کے بعض لوگوں نے جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں آپس میں شہد کیا کر اسے اہل اسلام دیکھو عمر کی سنت بدلی جاتی ہے یہ شخص ہم کو رمضان کے پہلے میں نفل نمازوں کے پڑھنے سے منع کرتا ہے۔

گذشتہ سطور میں امام حق کی تعریف میں جو حوالیات تلخیص کئے گئے ہیں کیا یہ سچا ہے؟ میں سے کسی ایک بات میں بھی بقول رد افض پورے اترے ہیں بلکہ ہم کسی امام کے متعلق ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ سیدنا علی جیسے صاحبِ ہمت و علم حامل کتاب و سنت کی ذلت کی طرف ایسے مایوسانہ بلکہ خاتم بدہن نزدلانہ کلمات منسوب کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ ایسی گستاخیاں انہیں محبانِ علی کو مبارک ہوں۔ جن کی مذہبی ورز شوں نے ایسے معیار گھرٹنے میں اپنی چابکدستی کے مظاہرے کئے ہیں۔ خدا اجرِ صمد علی النادر

## حربِ آخری:

سیدنا علی فرماتے ہیں:۔ عہدِ ہلاک ہوں گے میرے لئے دو گروہ ایک میرے ساتھ حد سے زیادہ دوستی رکھنے والا۔ کہ اس کو وہ دوستی ناحق کا طرف سے جائے۔ اور دوسرا میرے ساتھ دشمنی رکھنے والا کہ وہ دشمنی اس کو ناحق کی طرف سے جائے اور لوگوں میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو دونوں طریقوں کے درمیان پورا رنجِ البلاغت

مطلب صاف ہے:۔ سیدنا علی کی حد سے زیادہ محبت کے مدعی رد افض ہیں اور آپ سے بغض رکھنے والے خوارج ہیں۔ صرف اہل سنت والجماعت ہی صحیح معنوں میں آپ کی محبت کے حامل ہیں۔

اقول:۔ واللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ جُنُودًا لَّكَ غَضِبَ نَارِلُ ثَمَّاءُ ان سے دوستی نہ رکھو بقول حضرت کوئی کاظم

### سیدنا علیؑ کے متعلق دنیاوی شیعیت کے چند ادراکات

- ۱۔ جب علیؑ نے خیر کے دروازے کو کھنچ کر تمام قلم کاٹنے لگا۔ اور حضرت صفیہ کو بھی چھین آئے اور یہودی پناہ مانگنے لگے (حیات القلوب جلد دوم ص ۶۹ طبع نوکشم) (الوجہ شیطانی)
- ۲۔ حضرت عمرؓ کو زہن پر دے مارا (کتاب الاحیاء ص ۲۵ مطبوعہ ایران تحفہ شیعہ جلد دوم ص ۱۱)
- ۳۔ حضرت شیر نے کمان زمین پر بھینکی وہ اڑ رہا بن گئی اور عمرؓ کی طرف لپکی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمرؓ ملنے (الخروج والخروج مطبوعہ بیروت ص ۱۳۷)
- ۴۔ وہ ہے کا گز گونبد کے طور پر خاندان کے گلے میں ڈالنا (کتاب الخراج و الخراج ص ۱۱)
- ۵۔ علیؑ بنگھوڑے میں تھے کہ چار سو گز لمبا آزدما جس کے دانت چار چار بالشت تھے منہ میں گز کا تھا۔ ان پر حملہ آور ہوا آپ اس کے دونوں لب پکڑ کر جیر ڈالا۔ اور چار سو ایکڑ زمین نے اس کا گم سے باہر پھینکا (مناقب مرتضوی سید غلام مرتضیٰ امین ص ۵۸)
- ۶۔ عمرؓ کے بھتیجے ہوئے آدمیوں نے علیؑ کے گلے میں رسی ڈال کر گھیسٹا۔ قنفذ نے حضرت سیدہ کے بازو پر کڑا مارا جس کا نشان موت کے بعد بھی موجود تھا (تفسیر الزمخشری فی فضائل سلمان عwald کتاب الاحیاء تحفہ شیعہ جلد دوم ص ۵۹-۶۰)
- ۷۔ عبد الرحمن بن عوف کی سفیانت پر تمام کھانسی کرست ہو گئے علیؑ کو نماز کے لئے آگے کیا تو انہوں نے بڑھا۔ اسے کافرا میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تم بھی اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں کرتا ہوں اور جس کی تم عبادت کرتے ہو میں بھی اس کی کرتے والا ہوں۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۵ ص ۵۵)
- ۸۔ جب رسول خداؐ نے سیدہ فاطمہؑ کو علیؑ سے نامزد کیا تو سیدہ نے سکر فرمایا۔ یا رسول اللہ قریش کی عورتیں مجھ سے بیان کرتی ہیں کہ علیؑ کا پیٹ بڑھ رہا ہے یا حقیر ایسے ایسے ہیں بڑا استخوان گذرہ ہیں آگے سر کے بالی نہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں گردن تیل سے منکھلا رہتا ہے غریب اور مفلس ہے (علاء العیون جلد اول ص ۱۸۱ قرآن السعدین ص ۱۳۱ سبائی ص ۱۳۱)

یہ سب محض شیعہ بائبلوں کی نقلیں ہیں، سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے متعلق ہیں

ان کے شیعوں، اللہ کے مغضوب ہیں اور مغضوب گروہ سے درستی رکھنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

اور سیدنا علیؑ کے ارشاد کا پس منظر بھی ملاحظہ ہو چنانچہ مصنف رجال کشی لکھتا ہے کہ۔  
عبد اللہ بن سبا کان یہودیاً عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پس وہ مسلمان  
فاسلہ وکالی علیاً ہوا اور اس نے علیؑ کو اپنا دالی بنایا۔  
وکان لیقول دھو علی یہودیہ وہ کہا کرتا تھا وہ دھوب یہودیہ پر تھا اور شیخ  
فی یرشہم بن تون وھی موسیٰ فقال فی علی بن تون موسیٰ کے وہی تھے پس اس نے علیؑ  
بعد واثات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا شروع کیا نبی علیہ السلام کی ذات  
فی علی مثل خالد کے بعد علی علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کے الفاظ  
(ص ۱۸۲ سطر ۱۸-۱۹)

مگر اس نے دعائیت علیؑ پر کفایت نہ کی۔ اگر ایک مقام پر ایک مجمع یا گروہ کے سامنے سیدنا علیؑ کو دوسری رسول اللہؐ کا قود سرے مقام پر الہ اور رب کہا۔  
حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابن سبا پر لعنت کرے کیونکہ اس نے  
حضرت علیؑ کے متعلق روایت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ حضرت علیؑ ایک فداکار انسان تھے۔  
یاد رہے جو ہم پر جھوٹ کہتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے خصوصاً ایسے لوگ جو چارے  
لئے یہ گمان کرتے ہیں۔ ہم کے ہم حقدار نہیں ہیں۔ یاد رہے ایسے لوگوں سے ہمارا  
کوئی تعلق نہیں موصوف نے ان الفاظ کو دوبار فرمایا (رجال کشی ص ۱۸۱)  
عبد اللہ بن سبا کے متعلق سند امام اعظم میں مرقوم ہے۔

عبد اللہ بن سبا کان یہودیاً فاسلہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا اور سیدنا عثمانؓ  
ایما عثمان وھو الذی حمل الی مصر علی کے زمانہ میں اسلام لایا اس نے مصر کے لوگوں کو  
قتل عثمان و اظھرا لھیل الی علی کان سیدنا عثمان کے قتل پر مجبور اور سیدنا علیؑ سے  
خیث الباطن غرض الضاد بین المسالین محبت کا بیون ظاہر کیا وہ باطن میں خبیث تھا اور  
اس کا مقصد مسلمانوں کے درمیان فساد پیدا کرنا تھا۔  
(ص ۱۵۵)

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۲	اشداء علی الکفار	۳	تبصرہ
۴۴	سیدہ ام کلثومؓ کا کلاج سیدنا عمرؓ سے	۴	نذرانہ عقیدت
۵۳	سیدہ فاطمہؓ النورینؓ عثمانی بن عفان	۹	منظور ہے گزارش اعمال واقعی
۵۵	سیدنا معاویہؓ	۱۳	شیعہ مذہب کے ستر پہلو ہیں
۵۶	اصحابِ بید	۱۵	شیعہ مذہب میں کوئی چیز قابل اعتبار نہیں
۵۷	جنگِ احد	۱۶	آیت اختلاف
۵۸	غزوہ تبوک	۲۵	بھلا باب
۶۰	صلح حدیبیہ اور بیت رضوانیں شامل تمام مباحث ہیں	۲۰	صدیق اکبرؓ
۶۱	غزوہ حنین	۲۳	سیدنا صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھگنے
۶۲	صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ السلام کا جنازہ پڑھا	۲۵	صدیق اکبرؓ کا شمار
۶۳	سیدنا معاویہؓ کی خلافت	۲۶	علیؓ اور شیعہ ہجرت
۶۳	شیعہ مذہب میں تقاضات کیوں	۲۹	ہجرت کے تفصیلی واقعات
	دوسرا باب	۳۲	صدیق اکبرؓ اور سیدنا طاہرؓ کا بیڑ علیؓ سے نکاح
۶۴	سیدنا علیؓ کی خلافت سے پہلے	۳۴	سیدنا علیؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیعت کی
۶۵	خلیفہ بننے کے بعد	۳۵	طبری شیعہ تھا
۶۶	صحابیوں اور مخوفوں کا مذہب	۳۷	حضراتِ خنیں کی خلافت پر نص صریح
۶۷	اذان میں ملی ولی اللہ کہنے کا پڑھنا	۳۸	سیدنا ابوبکرؓ اور قدک
۶۷	شیعیہ دعا کا بائی بڑی خدا دان تھا	۴۰	صدیق اکبرؓ ہی ہیں
۶۸	تبرہ بازی	۴۱	حاکم شیعہ تھا
۶۹	جیریہ جرم نکلا سو پریشان نکلا	۴۲	سیدنا فاروق اعظمؓ

۹۔ علیؓ کہتے ہیں میں نے عقیل کئے بھول کر سخت غمزدار ہو گیا۔ عقیل نے ایک صاحب گیدوں مانگی مگر میں نے نہ دی (پنج السلفۃ مترجم الامیر محمد) حالانکہ خود بیٹوں گاؤں کے مالک تھے۔

۱۰۔ علیؓ تمام پیغمبروں سے افضل تھے (مجلد العیون ص ۱۲۱) یہاں تک کہ حضرت آدمؑ سے کہ حضرت عیسیٰؑ تک تمام پیغمبروں کی شکلیں آسان کرتے تھے دو کتب دی ۱۳۵-۱۳۶ یعنی پیدائش سے پہلے تک عشرۃ کاملہ  
عرب شیعہ آخر آمد و افانہ از افسانہ سے خیزد  
اس موضوع پر کوئی کہاں تک لکھے دنیا کے شیعیت سب دشمن کا ہی نہیں بلکہ مخالف و مخالف کا بھی ایک بلند ہے۔ دم میں جسے چاہیں خالق ارض و سما بنا دیں اور چاہیں قرعہ زمین میں گسے تحت الشریک سے بھی نیچے پہنچا دیں۔

میں آخر میں شیعہ بھائیوں کی خدمت میں نہایت غلوں اور رقت بھرے جذبات سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں گذشتہ صفحات میں سیدنا علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے متعلق آپ کی کتب کے ترغیبات سے چند خوش غلوں کے طشت میں سمجھا کر آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں چند لمحات کے لئے اپنے اذہان میں بٹھے ہوئے تقریبات کو نکال کر انصاف کی نظر سے اگر آپ ان مسطورہ کا ملاحظہ فرمائیں گے تو ان شاء اللہ فریاد بدایت آپ کی رہنا ہوگی۔

سلا م علی من اتبع الهدی

فیض المصلح



نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۸	دوازده آئمہ کفر (مفسرین کے نزدیک)	۴۵	۴۸	جبر کی ممانعت	۵۸
۲۹	دوازده آئمہ کفر کون	۴۶	۴۹	سیدہ فاطمہؓ کی ولادت پر لعنت کر دی گئی	۵۹
۳۰	جبر کی ممانعت	۵۸	۴۹	ابن شام کے متعلق سیدنا علیؓ کا ارشاد	۵۹
۳۱	سیدہ فاطمہؓ کی ولادت پر لعنت کر دی گئی	۵۹	۸۰	سیدنا علیؓ کا جرم کو ذیل حرم سے	۸۰
۳۲	ابن شام کے متعلق سیدنا علیؓ کا ارشاد	۵۹	۸۶	سیدنا علیؓ کا جرم کو ذیل حرم سے	۸۶
۳۳	سیدنا علیؓ کا جرم کو ذیل حرم سے	۸۰	۹۶	اقوالِ اکبر تفسیر اور احادیث	۹۶
۳۴	سیدنا علیؓ کا جرم کو ذیل حرم سے	۸۶	۱۰۱	شیعہ مذہب کی چند احادیث	۱۰۱
۳۵	اقوالِ اکبر تفسیر اور احادیث	۹۶	۵۵	حوتِ آخر	۵۵
۳۶	شیعہ مذہب کی چند احادیث	۱۰۱	۵۶	سیدنا علیؓ کے متعلق دنیا کے شیعہ	۵۶
۳۷	اصحابی کا انجم			کے چند اور لطافت	

کتابیات

کتب مذہب شیعہ	تفسیر المکاشیۃ الجدیدہ	شرح نوح البلاغۃ ابن بشیم	مقبول قرآن الماسیہ - مجمع الزوائد
القرار نعمانیہ	تواریخ بیان	شرح ابن ابی اصمہ	مجلس المؤمنین بمصابیہ
اساس الاصول	تاریخ القرآن مؤلف ابن کثیر	شرح شرائع قمی	مکتوبات حضرت علیؓ کو اہل بیتؓ
استبصار الزہرا	بجلاء العوام بن القوام	ثانی - طبری	نوح البلاغۃ
اجتہاد طبری	ترجمہ نوح البلاغۃ رئیس احمد	مطل الشرائع - عمدۃ البیان	کتب نوح البلاغۃ
آئینہ جدیدی	سجود نبوت	مجلد الاغفار - فروع کافی	مکاشات سیدنا علیؓ و اہل بیتؓ
الغفری مطلق	جلد العیون - عزت جیدی	قواعد آل محمد - قرآن السعیدین	امداد و التناہیہ - ابن اثیر
الانامیۃ والسیاست	جامع الاسرار - جیہ القلوب	گوگین ری - معانی الاغفار	ابن عسکرون
اصول کافی - مصنف الحنفی	حدیث جیدیہ - حدیث حنفیہ	مجمع البیان - مسند عالم	تاریخ اسلام اکبر شاہ قاسم
ایمان الشریعہ مؤلف الشیخ ابی حامد	فروع النہج - علامہ صاحب	منہج الصادقین - مجمع الزوائد	جبر و کفر - جبر و کفر
بنت رسول - سہار الاوار	خرائج و جہرائج	مروج الذہب - محرم نامہ	علیؓ کی سہاروں کی تفسیر
تفسیر حنفی، تفسیر قری	دعوت کافی - رحمان کشی	معانی الاغفار - ابن الاثیر	مکتوبات تفسیر کبیر
تفسیر مانی - تفسیر	سیرۃ النبیؐ - سیرۃ العلویہ	مقابل الطائفت	
سیرۃ النبیؐ	سیرۃ النبیؐ - سیرۃ العلویہ	مقابل الطائفت	

## فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۴	واقعہ حکیم	۵	انتساب
۵۹	سیدنا حسن کی خلافت	۷	سیرت نویسی کی مشکلات
۶۰	سیدنا حسن سیدنا معاویہ کے حق میں	۱۰	تمہید
۶۱	امو خلافت سے دستبردار ہوتے ہیں	۱۳	حضور صادق دمصدق کی اپنی اولاد سے محبت
۶۲	سیدنا حسن رضادور بیت سیدنا معاویہ کے ماتحت جمعیت کی	۱۶	سیدہ فاطمہ اور حضرات حسنین سے محبت کا پس منظر
۶۳	خلع خلافت کے بعد	۱۹	حضرات حسنین کے فضائل میں وضعی روایات کی کثرت کی وجوہات
۶۵	سیدنا حسن کا خلع خلافت اور ان کے لشکر	۲۰	کیا حضرات حسنین صحابی تھے
۶۸	عام الجاعت	۲۳	سیدنا حسن
۶۹	شہر النط	۲۵	سیدہ فاطمہ کی پیدائش اور نکاح
۷۱	سیدنا معاویہ اور حسنین	۳۰	سیدنا حسن کی ولادت
۷۳	سیدنا حسن کی امیروں سے	۳۳	سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے تعلقات
۷۷	رشتہ ماریاں	۴۱	سیدنا حسن کی زندگی کے مختلف ادوار
۸۲	وفات	۴۷	واقعات گذشتہ پر ایک اجمالی نظر
۸۷	تدفین	۴۹	سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسن
۹۰	فضائل و مناقب		
۹۱	آیت میاں پیر تحفہ نقی		
۹۲	چند سوالات		

سیدنا حسن ابن علیؑ  
حکیم فیض عالم صدیقی

ایک ہزار  
اول

سیدنا حسن ابن علیؑ

تاریخ حبیب احمد پور

جامع اہل حدیث محلہ مستریاں - الطم

### ملحقہ کے پتے

- ۱۔ حافظ عبد القدیر قاسمی ناظم اعلیٰ شبان الہدیہ میل ضلع گجرات
- ۲۔ حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت الہدیہ فوارہ چوک صدر پشاور
- ۳۔ مولانا عبد الوہاب صدیقی محلہ پراش پورہ لالہ موسیٰ
- ۴۔ مکتبہ عزیزیہ جامع قدس چوک دال گول لاهور
- ۵۔ مکتبہ عثمانیہ ۱۴ مسلم لیگ کی رکنہ کراچی

حکیم فیض عالم صدیقی

جامع مسجد الہدیہ - محلہ مستریاں - جہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال  
سأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم علی المنبر والحسن بن علی  
ابی جنیہ وهو یقتیل علی الناس  
صرۃ وعلیہ آخری ویقول  
ان بنی ہذا سید و  
لعل اللہ ان یرسلہ بہ بین  
فئتن عظیمین موت  
المسلمین -  
(مسند ابی بخاری)

دو بڑی جماعتوں کے درمیان -  
(بخاری)

## انتساب

میری عمر چار پانچ سال کے درمیان تھی۔ سردیوں کے دن تھے اور صبح نو دس بجے  
کا وقت تھا۔ اس وقت بیجا پھر میں موجود نہیں کہ کون کہا کرتا تھا کہ باہر سے کسی نے بڑے بنگ  
قسم کے لہجے میں آواز لگائی۔ نذر اللہ یا حسین، میں آواز سن کر باہر لپکا میرے غصے آواز آئی  
سائیں اللہ! نذر اور نیاز سب اللہ کے لئے ہے، کم تو تم کیا چاہتے ہو، گھوم کر دیکھا تو بابا حضور  
تھے اور سامنے ایک بڑا خوشوار قسم کا سید پوش منگ کھڑا تھا، بڑی بڑی ٹوپی میں سرخ آنکھیں  
ایک اچھا خاصہ وزنی ڈنڈا ہاتھ میں۔ بڑی پر عجب مگر مصنوعی قسم کی آواز میں بولا،  
سائیں بادشاہ ایک منکر حسین سے کوئی نذرانہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اس کے بعد جو  
کچھ ہوا میری نظریں اس کا تعاقب نہ کر سکیں۔ بالبتہ بابا حضور کی یہ آواز کانوں میں گونجی۔  
اسے مردودا میں منکر حسین ہوں اور تو حسین ہے اور سائیں بادشاہ! پاؤں تلے چنت میں  
پر پڑے اور بابا حضور اس کے سینہ پر سوار نظر آئے۔ سائیں بادشاہ! گھگھائیے، غالباً  
منگ کی آواز سن کر اندر سے اہل حضور ایک کہ باہر نکلیں اور بابا حضور نے سائیں بادشاہ  
کو نجات دلائی۔ اس وقت تو یہی نظر آیا کہ بابا حضور نے اپنے سے تین گنا عجیم و شجیم  
منگ کو پچھاڑ کر رکھ دیا مگر آگے چل کر بابا حضور کا وہ منکر ٹوڑا واقعہ میرے لئے مشکل بنا  
بن گیا۔ اسی واقعہ کی یاد میں

سیدنا حسن کے حضور میں اس نذرانہ عقیدت کا انتساب

ابا حضور کے نام کرتا ہوں۔ جو نومبر ۱۹۵۹ء میں ایسی حالت میں شہادتِ ہجرت سے  
سرفراز ہوئے جب ان کی ناز پروردہ اولاد بارہ سال سے پاکستان میں دھکے  
کھانے کے باوجود نامان شعبینہ تک کی محتاج تھی۔  
کا شے۔ بابا حضور راج زندہ ہوتے اور اپنی اولاد کو خوشحالی کی زندگی میں کیسے

فیض عالم

یکم فروری ۱۹۶۹ء

اختلافِ امت کا المیہ: اس میں مذہبِ اربعہ، متزک مذہب، ممکن میں حدیثِ اربعہ اور ائمہ،  
میراثہ، ذمہ وغیرہ پر تقابلی بحث کے علاوہ بعض دیگر میں اجماع کی دینی ضمانت کا جائزہ۔  
حقیقتِ مذہبِ شیعہ: دوسرا ایڈیشن شیعہ مذہب کی مکمل السامیٹیکل پریپاریشن۔  
واقعہ کر بلا: صوبہ سرحد اور پنجاب نے ضبط کر لی ہے۔  
بیانات الرسول: شیعہ زعمائے اس موضوع پر خط و کتابت اور اس پر ہمارے  
مقام صحابہ: شیعہ مذہب کی کتاب ہے۔ یہ کتاب امریکین کی یونیورسٹیوں کے کتب خانوں  
پر آگئی ہے۔

ایک تاریخ ساز قوم کی تمام زندگی ایسی مصروفیات کی نذر ہو جاتی ہے کہ اس کے افراد تاریخ نویسی کے لئے اپنی زندگی سے چند لمحات بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر تاریخ ساز قوم اپنا فن و اسن و غلبہ سب کچھ تاریخ سازی پر قربان کر دینے کا تہمت لگ سکتی ہو اسے اس بات کی غرض بھی نہیں ہوتی کہ تاریخ عالم میں اس کے کارناموں کو کچھ مقام ملے گا بھی یا نہیں۔ ایک تاریخ ساز قوم کے نہایت عیش و راحت کی اسے مستحاج و محتاج ہے۔ پڑا کر کے غلبہ ان و سرکش کی خرم سوئرس نہیں کی سرکوبی کی راہ میرا اس طرح ذوال دینے ہیں کہ اُسے بھونچے کی محنت نہیں ملتی کہ تسلیم میں پیدا ہوئے عالمی ناموں کے اذبان و قلوب میں ان کے متعلق کسی قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔

اگر خوش نصیبی سے ایسی تاریخ ساز قوم کو دیا نندار قسم کے تاریخ نویس مل جائیں تو سب جان القہر اور اگر تاریخ نویسی بددیانت قسم کے افراد کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو جتنی دنیا تک ان کی بددیانتی ملک و قوم کے لیے تک قسم کا مہمان موزرہ نہایت ہوتی رہ سکی۔ مسلم قوم کی پیشین گوئی حسب صحابہ کرام کا کیا زگرہ اور تابعین کے جلیل القدر و تاریخ سازوں میں مکتوف تھے تو مقتول افراد کے نو مسلم جیڑا و اپنی اسی طبیعت بعض باطن اور نقیض کے حربوں سے یسین ہو کر تاریخ کا حلیہ بنا گئے تھے کے میدان میں سرگرم تھے قرون اول کے پختیس مؤرخوں میں سے اکتیس غبی نزاد تھے ان سب نے بآل عمر کیفیت دست پرست نظم را کو کو بنایا اور میں قدر بددیانتوں سے کام لے سکتے تھے اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر وہ بددیانت تاریخ نویس اپنی پوری کوششوں اور جھوٹ تو انہوں کو جسے کار لانے کے باوجود صحابہ کرام کے آفتاب عالمات کی طرح درخشاں و تاباں کارناموں کو کو کشتی بکھیر آ لور کرنے میں کامیاب ہو گئے مگر اپنی خواہشوں کے مطابق مشاہدہ کیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین سیدنا عبدالملک بن ابی المومنین قرآن کے مشہور گورنر فاتح حجاج بن یوسف جیسے مدبرین و سیاست دانوں کا نام باوجود ہزاروں صر



پہلے کے تاریخ عالم سے مجوزہ کر سکے۔ اس قسم کے بددیانت مورخ انہیں بد اعمال اور بد کردار تو کہتے رہے مگر ان کی فتوحات کے کارناموں کو نہ چھپا سکے البتہ ان کے مجاہدانہ کارناموں پر ان کی مغرور و مغرورہ بدکرداریوں اور بد اعمالیوں کا غبار اڑنے میں کافی حد تک کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ سطح ارضی کی اس پاکیزہ اور مجاہد مخلوق کے سرزد نشانہ کارنامے ہوں نہ بے نسبتاً مناسب ہو کر رہ جائیں۔

ان بددیانت قسم کے عجیبی نژاد مورخوں کے پہلو پہلو چنے بونیشین قسم کے افراد نہایت نامساعد حالات میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو برتے کارلانے ہوئے اوزار ثبوت کی کڑوں کی ضمایا میں چٹکا می دینا سے بالکل الگ ٹھک بڑی دیدہ ریزی سے انبار و انبار خزفہ ریزوں کو رول رول کر صداقت و امانت اور تحقیق و دیانت کے موتی الگ کرنے میں مشغول ہے۔ انہی بونیشین قسم کے افراد کی ہمتوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے وہ کارنامے ہم تک پہنچانے کی سعادت حاصل کی جو ایک سچے مسلمان کے لئے سرمایہ سرمدی ہیں۔ ان کے ہی کارنامے آج ہمارے سامنے ”ذخیرہ احادیث“ کے نام سے موجود ہیں۔ کذب و افتراء کے اس طوفان بد فیزی میں حقائق کی چھان بین میں ان موان حق نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مگر کہیں کہیں غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہ مردان کار بھی تسامح و ذہول سے کما حقہ اپنا دامن نہ بچا سکے۔ اور بعض اس قسم کی روایات بخاری جیسی اصح الکتاب میں بھی گھس گھس آئیں جنہیں نعم و ذکا اور زبرد و عقل کی بصارت و بصیرت کے حاملین کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو تسلیم کرنے کی حیثیت میں نہیں پاتے۔

پھر آگے چل کر ایک اور مشکل پیدا ہو گئی کہ بعد میں آنے والے بزرگ خویش ابرار اور معروف محدثوں میں علماء نے بصیرت کے فقدان، عقل کی نارسائی، خرد کی تنگ دامانی کی وجہ سے اختیار کے فراہم کردہ اسی طب و پائیں کو ہی دینی سرمایہ سمجھ کر تاریخ کا حلیہ جگاڑنے کو ہی تاریخ نویسی یا میرٹ نویسی کے فرانس سے عہدہ برائی سمجھ کر ان

بونیشین جیٹین عظام کے علمی کارناموں سے چنداں اعتناء نہ کیا۔ اگر اس طرف توجہ کی بھی گئی تو انہیں معصوم عن الخطا سمجھتے ہوئے بہت کم کی روایات پر بھروسہ کرتے ہوئے درایت کو پس پشت ڈال کر کبھی پرکھی مارتے چلے گئے۔

ان حالات میں اگر کسی نے تطہیر تاریخ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تو ایسے عقل کے پیدل بزرگبرس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرنے پر آمادہ ہو گئے وہ لاکھ مسکے، چٹھے، چلائے، رسالت کی معصومیت کا واسطے دیے اہمات المؤمنین کی طہارت کی دو بانی دی، صحابہ کرامؓ کی عدالت و عظمت کے گن گائے اور علیؓ ریس الاشہاد بکار بکار کر کے کہیں کہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ بھی انہی کتب کے ذخیروں سے بھان پیش کر رہا ہے سامنے پیش کر رہا ہوں جن کے غم خوشہ چین ہو مگر ششوائی ندارد۔

اور ستم ظریفی یہ کہ ان پر سیاہیت کی ایک طرف کاروائیوں ONEWAY TRAFFIC اس قدر اثر ہے کہ انہیں بخاری کی ان روایات میں بھی خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جن کی امام بخاریؒ جیسے نابالغ عمر کا وفات نسبت کا تصور تک بھی جسم پر کبھی طاری کوڑ تپتا۔

دیانت کا لٹافا تو یہ تھا کہ ایسا کفے والے کی باتوں کو سمجھ گئی سے سنا جاتا۔ ان پر غور کیا جاتا اور پھر فیصلہ کیا جاتا کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط۔ اس کے پاس اس کے کہنے کوئی ثبوت موجود ہے یا نہیں۔ اگر اس کی باتیں قرآن، صحیح احادیث اور عقل و درایت کی کسوٹی پر پوری اترنے والی ہوتیں تو انہیں قبول کیا جاتا۔ ورنہ ٹھکرا دیا جاتا۔ مگر یہاں صورت ہی دوسری ہے۔ صدیوں سے ذہنوں میں ٹٹھے ہوئے عجیب اور سبائی مورتوں کا مفروضہ کلدور اور بزرگ و عظیم تحقیقی نظریات کو ہی حوت آخر سمجھ لیا گیا ہے۔

حقائق سے انحراف یا انکار صرف ان عجیب نژاد نو مسلم تاریخ جگاڑنے والے باطلوں کی تائید ہے۔ جدید اسلام سے لیکر آج تک صریحاً اسلام کے دشمن چلے آ رہے ہیں۔



## تہذیب

سیدنا حسنؑ کی ذات اقدس عالم اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم رحمت تھی۔ اگر سیدنا حسنؑ کو شیعہ حدیثیں اکیرہ کہا جائے تو مجاہد جنوری صادق و مصدوق کی وفات کے بعد جس طرح سیدنا صدیق اکبرؑ نے کفار مشرکین منافقین اور عریان نبوت کی علیادوں کے سامنے بند باندھ کر عالم اسلام کو نیکالادیا تھا اسی طرح سیدنا حسنؑ نے اس وقت عالم اسلام کو سنبھالا دیا۔ جب معرکہ جملہ جملہ صفین نے اسلام کے شیرازہ کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

سیدنا علیؑ کی فکر کے جاتا زمرہ معرکہ جملہ و صفین کے دوران ہی تبصرہ و کسریٰ کے سروں پر کوندنے والی تلواریں میانوں میں کر کے چکے تھے۔

سیدنا حسنؑ دیکھ چکے تھے کہ معرکہ جملہ و صفین میں صحابہ کرامؓ کی اکثریت سیدہ کا ثناء اور سیدنا امیر معاویہؓ کے کب میں ہے یا غارتشیں ہو چکی ہے اور جو ایک آدھ سیدنا علیؑ کے کب میں تھا بھی وہ بھی معرکہ نہروان کے بعد اپنے آپ کو یہ سمجھنے پر مجبور پارہ تھا کہ کل جو تلواریں علیؑ کا ساتھ سے رہی تھیں آج ان کا رخ علیؑ کی طرف کیوں ہو رہا ہے۔ واقعہ حکیم کے بعد ایسا سوچنے والے افراد یہ سوچنے پر اپنے آپ کو سختی و غم سے سمجھ رہے تھے کہ علیؑ اگر خلیفہ حق تھے تو انہوں نے حکیم کو تسلیم کیوں کیا؟ سیدنا ذوالنورینؑ کی طرح اپنے منہ پر قائم کیوں ہے اور جب حکیمؑ نے انہیں خلافت سے معزول کر دیا ہے تو ان لوگوں کے خلاف غدارانہ حملے کا کیا مطلب۔ جو لاکھ لاکھ اللہ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ خواریج کے وہ عقائد جن کی وجہ سے آگے چل کر ملت نے انہیں خارج از اسلام قرار دیا بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ اسی وقت اہل سنت یا شیعہ

یا خارجی کا تصور تک موجود نہ تھا۔ بہت بعد میں پیدا ہونے والی اصطلاحیں ہیں۔ اور شیعیت یا خارجیت میں اختلافات کی رنگ آمیزی بہت ہی بعد میں ہوئی۔

سیدنا حسنؑ کے سامنے یہ تمام مناظر موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت عالم اسلام کے سبیل القدر افراد کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں معتد ہو چکی ہیں۔ ان کے سامنے اپنے حقیقی چچا سیدنا عقیلؑ بن ابی طالب کا کردار موجود تھا کہ وہ حقیقی بھائی سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے دل برداشتہ ہو کر سیدنا معاویہؓ کے کب میں جا چکے تھے۔

سیدنا حسنؑ نو مشرع سے ہی اپنے گرامی قدر والد کی پالیسیوں کے منوانہ تھے۔ جب سیدنا علیؑ کو نائین عثمانؓ نے اپنے بچاؤ کے لئے ماریت کے بجائے کوہ دار الحلقہ بنانے کی سازش کے تحت دہریہ چھڑنے پر آمادہ کیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے اپنے حلیل القدر باپ کو اسی اقدام سے روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں گر گئے۔ اور مجبور ہو کر بعد میں ربذہ کے مقام پر اپنے باپ سے جا ملے۔ سیدنا حسنؑ کو خوب معلوم تھا کہ میرے باپ کے کب کے ان نادر واقعہ لوگ ہیں جن کی تلواروں سے بھی تک سیدنا ذوالنورینؑ کے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

یہی وجہ بات تھیں کہ اول سے آخر تک سیدنا حسنؑ اپنے آپ کو سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے ہم آہنگ نہ کر سکے۔ معرکہ جملہ میں سیدنا محمد بن طلحہؓ کی لاش کا سر گرد میں لے کر بیٹھے دیکھ کر حضرت علیؑ کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں۔

اسرار کی اور افراتفری کی سبب شیعیت میں لاکھ لاکھ اللہ کا نعرہ لگائیاں لوں نے نہروان کے مقام پر شکست کے بعد ایک خطرناک فیصلہ کیا۔ اور اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تین افراد کو منتخب کیا گیا کہ وہ ایک وقت علیؑ، معاویہؓ اور عمر بن العاصؓ کو قتل کر دیں۔ حملہ ہوا جس میں سیدنا محمدؑ کے مگر معاویہؓ و عمرؓ بچ گئے۔

زیر نظر کتاب میں اسی بطل جلیل اور عظیم کی زندگی کے صحیح حالات پیش

کرنے کی کوشش کی گئی تھی جس نے امتِ موجودہ کے جاں بید یا ہم کو حیاتِ نو بخشنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ہم اس کے عظیم کارنامہ سے بے خبر و سہمی مگر احسانِ فراخ و بخشِ ضروری ہیں۔ آج ہم میں ایسے لوگوں کی نو اکثریت موجود ہے جو اس عظیم ہستی کے متعلق علمی نواز و نو مسلم مورخوں کی خیالی آفریںوں پر مشتمل خرافاتی داستانوں اور افسانوں سے تروافض جیتا مگر اس کی زندگی کے حقیقی ضد و خال سے واقف نہیں۔

اور جبکہ حقیقت آپ کے سامنے آ رہی ہے تو حقیقت چونکہ آپ کے ذہن میں بٹھے ہوئے خرافاتی نظریات سے ذرا مختلف ہے اور آپ میں سچ کھنے، سچ سننے اور سچ دیکھنے کی صلاحیتیں تقریباً تقریباً نڈر یا بھیت ہو چکی ہیں اس لئے ایسی نظر میں ضرور یہ حقائق کھٹکیں گے۔

ہل لفتان بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو

ناحق ولکم الوبیل مہالضغون (الانبیاء: ۱۸)

## حضور صادق و مصدق کی انبی و اولاد سے نسبت

حضور صادق و مصدق کی تمام اولاد کو سچاپن میں ہی فردوسِ بریں کو سدا بار گئی۔ بیٹیوں میں سے سیدہ فتنہ الزہراء عین غرود کے موقع پر اس دنیا سے تشریف لے گئیں اسکے بعد سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم بھی کچھ بعد دیگرے چل بسیں۔ گویا تمام اولاد میں سے صرف سیدہ فاطمہؑ ان کے بعد دیگرے کے سامنے آخری وقت تک موجود رہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ آٹھ اولادوں کا یوں کیے بعد دیگرے ان کے بعد سے اوچھل مچانا کوئی معولی بات نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ کی تمام پیرائے محققین کا محور و مبداء فاطمہؑ کی ذات ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی طرح سے نواسے اور نو سبئیوں میں سے بھی سیدنا حسنؑ اور حسینؑ سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت کی چند اور وجوہات بھی تھیں۔

سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا جنہیں آنحضرتؐ نے بھی افضل بتائی کے لقب سے افتخار بخشا تھا۔ ان کے محنت جگر سیدنا علیؑ بن ابی العاصؑ کو فتح مکہ سے روزِ اپنا روایت بنانے اور کعبہ کی دیواروں سے تصویریں مٹانے کی عزت بخشی۔

یہ وہی علیؑ بن ابی العاصؑ تھے جنہوں نے غرودہ بر مرک میں سالارِ برکت سیدنا ابو عبیدہؓ کو

ابو عبیدہ رضعت بیکارے مجھے

بربریت ہو چکا میرے صبر و سکون کا نام

کہتے ہوئے کفار پر حملہ کیا اور عین عقداں شہ باب میں فردوسِ بریں کو سدا بار گئے۔

سیدہ زینب بنت رسول اللہؐ کی دوسری اولاد سیدہ ام کلثومؑ تھیں جن کے متعلق ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ نماز کے وقت انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری کتاب الادب باب الرحمة بروایت ابی قتادہ) نیز دیکھیے صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا حمل جاريةً اور صحیح مسلم باب جواز حمل البیضاء فی الصلوٰۃ اور بخبرہ کرتے وقت انا کر رکوع دیا کرتے تھے انہی سیدہ ائمہ کے متعلق ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک روز حضرت باہر سے تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں خروت کا ایک پالتھا اور آپ نے فرمایا کہ میں یہ بار اپنی سب زیادہ محبوب اولاد کو پہنچاؤں گا۔ سیدہ ائمہ کی آنکھیں اس وقت کچھ آکڑ ہو رہی تھیں۔ آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے وہ کچھ صاف کی اور بار انہیں پہنا دیا۔ سیدہ فاطمہ نے انتقال کے وقت سیدنا علی کو انہی ائمہ کے متعلق وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ان سے نکاح کر لینا۔

سیدہ رقیۃ الزہراء کے بطن سے سیدنا عبداللہ پیدا ہوئے جو طویل عمر پاکر فوت ہوئے اور ان کی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ مگر سبائیت نے یہ مؤثر حربہ کر انہیں بچپن میں ہی دنیا سے جدا کیا کہ بچپن میں ایک مرنے والے ان کی آنکھ میں ٹھونک ماری اور وہ اسی صدمہ سے جان بحق ہو گئے۔

حالانکہ سیدنا عبداللہ جوان ہوئے۔ شادی کی اور صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئے ان کی اولاد کے تفصیلی حالات سید عبدالقادر شاہ المعونی سید عبدالستار شاہ مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق تالیف آل رقیۃ الزہراء میں بڑی تفصیل سے قلمبند کئے ہیں وہ صاحب کھتے ہیں :

کر عثمان خفاں پہنراشتہ برتیا خطاب شہی یافتہ  
ابو النور شہنشاہ نامور کرماتی بروایت دادگر

۱۔ نام عبداللہ بن رقیۃ الزہراء کنیت ابو النور اور آپ کا لقب شرف الدین تھا (صفحہ ۱۵۲)

برآمد از دین العابدین سد گہر برآمد از دین بقیین  
یکے شہاد خراسان کرد دوم شہاد محمد بن شہان کرد

آج بھی مغفرا آباد اور بالائی ہزارہ کے خلعوں میں سیدنا عبداللہ کی اولاد کے پاس اپنے خاندانی شجرے موجود ہیں :

سیدنا ذوالنورین رضی

عبداللہ اصغر

امام زین العابدین

امام محمود بن عثمان کے حاکم ہوئے۔

سلطان ادحام

امام کاشف خراسان سے ہجرت کر کے مغفرا آباد

میں مقیم ہوئے۔

امام قاسم

موجودہ مغفرا آباد سے ہا مقاب

پچھیم رنگ میں مکران مجھے۔

تفصیلی حالات کے لئے آل رقیۃ الزہراء دیکھیے۔ مگر بد باطن مورخین کی

دسبند کاریوں نے تقویٰ سادات کا نام ہی تاریکوں سے مٹا دیا۔ اور

عبداللہ اصغر کے بیٹے زین العابدین کی بجائے حضرت حسین کے بیٹے

علی کو زین العابدین بنا دیا۔

## سیدہ فاطمہ اور حضرات نبیین سے آنحضرت کی محبت کا پس منظر !

گذشتہ مضمون میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت کی اولاد ذکرِ بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔ سیدہ فاطمہ کے علاوہ باقی تین بیٹیاں بھی یکے بعد دیگرے چل بسیں۔ اب ہم ان کے سلسلے سے سیدہ فاطمہؓ کے گھرانے کی بات کریں۔ اولادوں میں سے صرف ایک کا باقی رہنا گریہ ناک امر کی محبتوں کا سبب کر ایک کی ذات میں مرکوز ہو جانا تھا۔

دوسرے دو داماد یعنی سیدنا ابی العاص بن ربیع ربیع بن ربیع تھے۔ ان کی مالی حالت قابلِ شک تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اپنی اچھی خاصی جائیداد پیدا کر لی تھی۔ سیدہ زینبؓ سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ کی وفات پر انہوں نے ایک بڑا پروردگار کے سامنے دعا کی تھی جس کے نتیجے میں:

ذَكَرْتُ ذِيئِلَ لِمَا رَكِبْتُ اَصْحَا

لَقُلْتُ سَقِيًّا شَخْصًا لَكِنْ اَلْحَمَّا

مجھے زینبؓ یاد آئی تو میں نے کہا حرم کا ہر باشندہ شاداب ہے۔

بِسْتِ اَلْاَصْبِيْنَ جَلَّاهَا اللّٰهُ صَالِحِي

وَكُلُّ يَحْيٰى سَيَلْنِيْ بِاللّٰهِ عِلْمَا

زینبؓ تو زمین کی بیٹی صاحبہ ہے۔ اور ایک خوب راہی بیوی کی تعریف

کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں۔

سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہؓ نے اپنی ان کی محبت کا

مرکز و محور بن کر رہ گئے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ کے ان لواحقین کو بہت کم اپنے ناما کے حضور میں حاضر ہونے کا وقت ملتا تھا۔ سیدنا ذوالنورینؑ کے بیٹے سیدنا عبداللہؑ بھی ربیع بن ربیع تھے۔ اور پھر سیدنا ذوالنورینؑ کی محبت نے انہیں اپنے ناما کے حضور میں حاضر ہونے کا بہت کم وقت دیا۔

۳۔ ان کے نفا بلکہ میں سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت مستقیم تھی اور فلسی کے باوجود ان کے گھر میں حالات چندان خیر نہ تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر بخاری اور ابوداؤد تہذیب کتب کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔ تو ان حالات میں سیدہ فاطمہؓ اور حضرات نبیینؑ کا اکثر وقت کا شائد نہایت ہی گزرنا تھا۔ ان حالات کی موجودگی میں ان کا تذکرہ بار بار روایات میں آتا ہے۔ رتی اور لازمی امر ہے جس سے نتیجہ اخذ کر لیا گیا کہ آنحضرتؐ کو صرف ان سے ہی محبت تھی بلکہ بات کو بڑھاکر اس قسم کی کذب و افتراء پر مشتمل داستانیں تراشی گئیں کہ سوائے سیدہ فاطمہؓ کے نبی علیہ السلام کی کوئی اور بیٹی سرے سے موجود ہی نہ تھی۔

۴۔ مکرر بائے قبل جو عقیدے کے بعد جب ساداتِ نبویہؑ نے تحتِ خلافت کو زینت بخشی تو وہ عہدِ تنقہ و تہذیب میں منہمک ہو گئے۔ امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جنود اسلام بیہوش ہو گئے۔ انہیں کی سرکردگی میں مکہ کی طرف شمال مشرق میں تہذیب بن مسلم کی سالاری میں چین کی سرحدات تک اور مشرق میں محمد بن قاسم کی کمان میں طمان تک تھیں۔ اس دور میں بھی نواب برائے نام نو مسلم تاریخ نویسی میں منہمک تھے۔ یہ لوگ قاتلین عثمانؓ کے ان بقیہ البیعت افراد کی اولاد کے پروردہ تھے۔ جن کی وجہ سے بھی قبل جو عقیدے میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ الغرض ان لوگوں نے جب علیؑ کے متناقضہ نعروں کی گونج میں مغمومہ اہل بیت کی مدح و ثنا میں باقی تمام صحابہؓ کو گم کر دیا تو بھر کر رگیا۔ اس دور میں ہی سیدنا علیؑ اور حضرات نبیینؑ کی مدح و ثنا میں لاکھوں روایات وضع کی گئیں۔ مگر یہاں بھی ان لوگوں کی چابکدستی ملاحظہ ہو کہ سیدنا علیؑ



کی اولاد میں سے صرف سیدنا حسینؑ کے فضائل میں ہی داستانیں تیار کی گئیں اور کسی حد تک سیدنا حسنؑ کی شان میں مگر سیدنا علیؑ کی باقی اولاد کا نام بھی ان کی کتابوں میں نہیں ملتا تھا۔

اس دور میں ہی آنحضرت کی باقی صاحبزادیوں کے متعلق ان لوگوں نے  
اس حدیث کا مخالفانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ سیدنا علیؑ (زین العابدین)  
بن سیدنا حسینؑ بھی ان کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔  
روایت ہے کہ عروہؓ مسجد نبوی میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ اس میں  
سیدہ زینبؓ، علوۃ اللہ علیہا حضرت جی عبداللہؑ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کا یہ اڑنا بھی آپ درس میں بیان فرمایا کرتے تھے اھی افضل بناقی یعنی زینبؓ  
میری بیٹی نہایت فضیلتوں والی ہے۔ آگے عروہ کی زبان سے سینے : فیلسف  
ذلک علی بن الحسین بن علی فأنطلق الی عروۃ فقال ما حدیث بلغنی  
عنک انک تقدرۃ تنقص فیہ حق فاطمة فقال عروۃ اما بعد  
تذک لانا حدیثہ یہ الخ پس یہ خبر جب علیؑ (زین العابدین) کو پہنچی تو وہ  
گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار لے کر مسجد نبویؐ میں عروہ پر حملہ آور ہوئے تو عروہ نے  
کہا میں آئندہ اس حدیث کا درس شروعوں گا (مشکل الانباء جلد ۲ صفحہ ۴۴)  
بحوالہ آل رقیۃ الزہر صفحہ ۴۴

جمالِ قرنِ اول میں ہی صرتِ افتدافِ طوطی کے لئے ایک حدیثِ گم کی جا رہی ہے۔ اور خاص میں محمد نبوی میں حضور صادق و معبودِ حق کی دوسری صائرا دلوں کی تعریف کرنے والے پر حملہ کیا جاتا ہے تو دوسرے مقامات کا خود اندازہ کر لیجئے، یعنی سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؑ اور ان کی اولاد کی شان میں لوگوں سے خیر و فضائلِ میان کو اسے جاتے ہیں اور آنحضرتؐ کی دوسری اولاد کے فضائل بیان کرنے والوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔

اور آج کے وہ فہم لکنا جنہیں اپنی معروف معنوں میں علمیت کا بڑا علم ہے

محراب منبر سے گلے چبا لیا اور کرسیائیت سے بھی کمی گزرا گئے ہاتھ مارتے نظر آتے ہیں۔  
کتنی نظم ظرفیتی ہے کہ یہ شوگ کس قدر دلچسپی سے اپنے خطبات میں حضرات حسینؑ کو  
گلے چبا لیا اور کرسی سید الشہداء اہل الجنة کے خطابات سے نوازتے ہیں۔  
انہیں اس قدر بھی معلوم نہیں کہ جنت میں پیغمبرؐ ہوں گے اور سابقین الذکر ان ہی  
عوض پر بھی ہوں گے اور اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ بھی اور رب سے بیڑہ کرید کہ نبی  
علیہ السلام اور آپ کی ارواح مطہرۃ بھی۔ گو ان سب کی سرورای کا متغیر جو عقل کے  
پیدل خرد و دانش سے بے گانے و ذالعیمن کے سر باید نہر... نیچے ہیں۔

ع۔ بریں شکل دانش بیاہ گرست

۵۔ پرین نقش درانش بیاید گریست

حضراتِ نبیؐ کے فضائل میں وضعی روایات کی کثرت کی وجہ سے

ایرانی اور رومی غلاموں کی فتح کے دوران غلام مدینہ میں پہنچے تفریح ہوتے سیدنا فاروق اعظمؓ ہرگز مدینہ العلیی میں غلاموں کا قیام پسند نہ کرتے تھے مگر فتوحات کی کثرت کاموں کی زیادتی اور بے بہار مسرفیوں نے انہیں اس کام کی طرف توجہ کا موقع نہ دیا۔ کہ انہیں کہاں اور کیسے مدینہ سے نکالا جائے۔ ان کی تعداد اور ہستی ربی صحابہ کو کم نہیں سے صرف سیدنا علیؓ کو تھا جو یہی تھا اس لیے فاروق اعظمؓ نے ان غلاموں کے کپ مکا انتظام آپ کے پاس کر دیا۔ نتیجتاً غلام لوگ سیدنا علیؓ کے حصص اخلاق سے ان کے گرویدہ ہوتے چلے گئے۔ انہی میں سے ایک نے فاروق اعظمؓ کو شہید کر دیا۔ ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول کر دیا وہ سیدنا علیؓ کے چھوٹا اور بڑا نواسا ہوتے چلے گئے۔ اور ان کو یہ بیان کیا کہ اگر مدینہ میں سوائے سیدنا علیؓ اور ان کی اولاد کے ان غلاموں کی نفروں میں کوئی شخصیت قابل تعریف نہ رہی اور سیدنا علیؓ کی اولاد ہونے کے ناطے سیدنا علیؓ کی باقی اولاد کے مقابلہ میں حسن و حسینؑ کو بھی اور سبھی طور پر قدر آور ہوتے چلے گئے۔



چنانچہ وفات کیسیر کے الفاظ ہیں:-  
وضعتہا فی قبرہا علی واهل البیت بحر خلافت  
صاۃ الف جہا پٹ (صفحہ ۱۰۶)

یعنی روافس نے حضرت علیؑ اور اہل بیت کے فضائل سے متعلق نہیں  
لوگ کے گنگ روایتیں بتائیں۔  
موضوعاتی قیاداری ماڈل کی گئی اور اس کے مقابلہ میں حضرت معاذؓ حضرت عثمانؓ  
العاصؓ اور دیگر جو امیر مہمیں اور حضرت ولیدؓ اور حضرت مروان بن حکم  
کی بڑی اطمینان بخش اور سفارح کی نوعیت کی روایات بھی جھوٹی اور وضعی ہیں۔  
(موضوعات کیر صفحہ ۱۰۶) اور نوبت بایں جاسید کراچ برتر خویش برے  
قد آور قسم کے بیخ اہل بیت امام بیت العلم وعلی جادھا اور (نفسرانی  
وجہ علی عبادہ) اور حسید الشہاب اہل الجنة کی قسم کی وضعی روایات  
کو اپنے خطبات و مواظبات میں برے دھڑلے سے بیان کرتے ہوئے ذرہ بھر  
جیسا یا قسم نہیں کرتے۔

### کیا حضرت نبین صحابی تھے؟

آج مسلمان اندھا دھند اس بات کی رٹ لگاتے جا رہے ہیں کہ حضرت نبین  
صحابی تھے۔ یہاں عوام کا ذکر نہیں۔ اس غلط ادعا کی غلطی کا ترکیب طیفہ علماء کا کردہ  
ہے جو بزرگمذہب محدث محزون میں عالم ہونے کا دعویٰ ہے اور اس کا تمام علمی حیلہ  
اربعہ چند عربی کی کتب کے ترجمہ تک محدود ہے تحقیق سے اسے کوئی غرض نہیں اس  
کی اہم ترقی جیسے کہ انقلابی ذہن نے (تقلید فقہ حنفی کی ہویا نجاری و مسلم کی) اس  
کی سوجھ بوجھ کی صلاحیتیں مغفوت کر رکھی ہیں۔ چونکہ اس مقام پر  
سیدنا حسنؑ کی میرٹ تقلید کرنے سے پہلے اس قسم کے امور کی وضاحت نہایت  
ضروری ہے اس لئے ارباب علم و خود کے سامنے ان حقائق کا پیش کرنا نہایت ضروری

ہے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مصاحبت کے لئے کم از کم سن شعور و تیسرے لازمی ہے  
اسی لئے مولف طبقات یعنی ابن سعد نے ان تمام افراد کو تابعین میں شمار کیا ہے جن کی  
عمریں نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت نو سو سال کی تھیں۔

- ۱۔ حضرت عبدالمطلبؓ کا کوئی عمر پانچ سال تھی طبقات جلد ۲ (صفحہ ۲۷)
- ۲۔ عبدالمطلبؓ بن زیدؓ بن الخطابؓ کی عمر اس وقت پچھ سال تھی طبقات جلد ۲ (صفحہ ۲۷)
- ۳۔ سعید بن ابی العاصؓ نو سال کے تھے (طبقات جلد ۲ (صفحہ ۲۷)
- ۴۔ عبدالمطلبؓ بن الحارثؓ دس سال کے تھے طبقات جلد ۲ (صفحہ ۲۷)
- ۵۔ مسعود بن خنمہؓ کی عمر نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت پچھ اور آٹھ سال کے درمیان  
تھی (مکاشفہ جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

اس قسم کے مسیڈیل شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں کہ جن اصحاب کی عمریں نبی علیہ  
السلام کی وفات کے وقت ۹-۱۰ سال تک تھیں ان سب کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔  
ابن حجر کہتے ہیں کہ واطلق جہا اعتنا ان من سری ... بکون تابعاً اور  
ایک جماعت نے صحابیت کو اس درجہ عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ جس نے  
بھی رسول اللہؐ کو دیکھا وہ صحابی ہوا تو یہ عمر واطلاق دراصل محمول ہوگا اس بات پر کہ وہ  
دیکھنے والا سن تیسرے کو پہنچ چکا ہو۔  
اس وجہ سے  
کہ اگر وہ سن تیسرے کو پہنچا ہو تو روایت کی نسبت اس کی طرف درست نہ ہوگی بلکہ

لے اگر ابن حجر کا یہ کہہ درست تسلیم کیا گیا ہے تو پھر اس وضعی روایت پر ابن حجر کی تائید اور ذہنی  
ورزشوں کی کیا ضرورت تھی جو میرٹ قرطاس کے نام سے مندرج ہے۔ ان کے ذکر کو بھی کوئی نظری  
سے کام لیا جانا تو صحت نظر آتا کہ حدیث قرطاس وغیرہ کی دس ان سراسر وضعی ہے۔ نیز کو گامے  
بڑھاتے اور دیکھتے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت صحابہ کرام کے ولی عزت کیا ہوں گے۔  
عمر لوگ جھوٹے اندر موجود ہوں گے۔ سبیکہ دلوں جاں نثار پروانہ وار معجزہ جوی اور یا جگروں  
میں گوش برآواز ہوں گے۔ ایسے وقت میں نبی علیہ السلام کا غم و اندوہ و غم و اندوہ و غم و اندوہ

ہائی یہ بشر تصدیق کی جاسکتی ہے، اس نے رسول اللہ کو دیکھا تھا پس اس کو دیکھنے کی جست سے اسے صحابی کہا جائے گا۔ مگر روایت کے معاملہ میں اس کا درجہ و مقام تابعی کا ہوگا۔ (الاصحاب فی تہذیب الصحابہ جلد ۱ صفحہ ۵) سعید بن جبب کہتے ہیں کہ وہ لوگ زمرہ صحابہ میں شمار نہیں کئے جاسکتے جنہوں نے کم از کم ایک سال یا کچھ زائد نبی علیہ السلام کی صحبت کا ثبوت حاصل نہ کیا ہو۔ یا آنحضرتؐ کے ساتھ ایک یا زائد غرضے نہ کئے ہوں (فتح الباری ج ۱) یعنی بلوغ تو کجا لاچار بلکہ آٹھ دس ماہ کی صحبت و محالست بھی اصطلاحی صحابیت کے لئے مستثنیٰ ہیں۔

سیدنا انسؓ کے ذکر کے ضمن میں ابن حجر کہتے ہیں ومن اشراط صحبۃ الخ.... اور جنہوں نے صحبت غریبہ کو مشروط کیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو صحابیت کے دائرے سے خارج کر دیا ہے۔ جن کو نبی علیہ السلام کی صحبت زیارت نصیب ہوئی۔ یا جو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تو ہوئے مگر جلد ہی جدا ہو گئے جیسا کہ سیدنا انسؓ کے ہاتھ میں ذکر کیا گیا ہے کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس وقت آپ کے علاوہ کوئی اور صحابی بھی زندہ موجود ہے تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ حالانکہ اس وقت ایسے دیہاتی کثیر تعداد میں زندہ موجود تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی تھی (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲ مصری)

مگر سیدنا حسنؓ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے خردسال تھے کہ انہیں نبی علیہ السلام کا جلدی یاد نہ تھا۔ سیدنا حسنؓ رحمہ خود فرماتے

گو سوائے ایک یا دو سالہ عمر کے یعنی عبداللہؓ زبائیں کے بغیر کوئی نہیں تھا اس زیارت کا خاتمہ کوئی بڑا ذمہ قسم کا انسان تھا۔ جس نے ایک یا دو سالہ بچے کی طہارت ایک رات منسوب کر کے اُمت میں وہ عجیبہ نہ تو پڑی جو آج تک موضوع بحث نبی ہوئی ہے۔ مگر کسی اللہ کے بندے کو یہ پوچھنے کی برأت نہیں کہ اس شخص صغیر کے علاوہ کسی اور نے نبی علیہ السلام کے کلمات سے کچھ

ہیں کہ میں اپنے مامول سیدنا ہشام بن سالم سے نبی علیہ السلام کا جلدہ دریافت کرنے میں چاہتا تھا کہ وہ اس میں وہ باتیں بیان کریں جو مجھ سے تعلق رکھتی ہیں طبرانی فی الکبیر الاصاب والاشراف جلد ۱ ان حقائق و شواہد کی روشنی میں حضرات حسینؓ کو زمرہ صحابہ میں نہ صرف صحابیت کی ترجمانی ہے۔ یا اندھا و صمد للقلید کی خرابی۔ درہ حقیقت کہ حضرات حسینؓ کو زمرہ تابعین میں ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔

## سیدنا حسن رَحِمَهُ اللہُ عَلَیْہِ

نام \_\_\_\_\_ حسن

کینیت \_\_\_\_\_ ابو محمد

لقب \_\_\_\_\_ ریحانۃ النبی

سال ولادت \_\_\_\_\_ آخر ہجری یا شروع ہجری

حضرت حسینؑ کے سینین ولادت کے متعلق آج تک تحقیقی انداز میں کچھ نہیں لکھا گیا یا اس سلسلہ میں جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ تمام کا تمام غلط ہے چنانچہ تاریخ اسلام جلد اول مولفہ شامعین الدین ندوی صفحہ ۷۳۴ میں مرقوم ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر ۶ سال تھی جب اندوہ والوں کا یہ حال ہے تو دیگر اہل راجہ رسد چنانچہ اسی نام کی غلطی عام روایتوں کے مطابق عزت رسولؐ کی تالیف کے وقت میں بھی اس غلطی جاتی ہے اس میں کوئی شک نہ رہتا۔

چونکہ عرب میں انھیں ولادت کو محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ اور دنیا نے سہ ماہیت کو مطلوب تھا کہ حضرت حسینؑ کو ضرور صحابہ میں شامل کیا جائے۔ اس لیے پہلے پہل کسی ایک نے سیدنا حسنؑ کا سن ولادت ۲ یا ۳ ہجری لکھ دیا۔ اور اس کے بعد آنے والوں نے بغیر کسی تحقیق کے کبھی پرکھی مارنے کو ہی وجہ فیضیات سمجھا۔

عجیبی زاد مرثیین کی وسیع کاریاں ملاحظہ ہوں کہ صدیقہ کائناتؑ کی عمر وقت حقیقی ۱۴-۱۵ سال کو گھٹا کر ۶-۷ سال بنا دیا۔ اور سیدنا حسنؑ کی عمر جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت ۳-۴ سال تھی ۸-۹ سال بنا دی۔ اور ہمارے بزرگم خورشید معرفت معنوں میں علماء کرام آج تک اس ہی کی کیا پتے چلے آ رہے ہیں۔

لہذا اُم المؤمنین صدیقہ کائناتؑ کی عمر حقیقی کے رت کسی صورت میں ۱۵-۱۶ سال سے کم نہ تھی۔  
و باقیہ مضامین

حضرت حسینؑ کے سینین ولادت کے تعیین کے لئے ہمیں سب سے پہلے سیدہ فاطمہؑ کی عمر اور تاریخ نکاح کی طرف توجہ کرنا ہوگی۔ تاکہ ان حقائق کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

## سیدہ فاطمہؑ کب پیدا ہوئیں اور ان کا نکاح کب ہوا

سیدہ فاطمہؑ اور سیدہ النساء العالمین صدیقہ کائناتؑ حضرت عائشہؓ کی

والدہ حضرت خدیجہؓ کی تالیف صدیقہ کائناتؑ ہیں اس لیے یہ بھی بحث کر چکے ہیں۔ سیدہ فاطمہؑ کی تالیف سے پہلے ہم چند مذہبی رسائل میں بھی اس بات کا ذکر کر چکے تھے۔ اور کتاب کی تالیف کے بعد ہم نے اردو مسموۃ ملک کی احمدی ٹینٹینٹوں تک پہنچنے کی کوشش کی اور خود بھی جہاں تک پہنچ سکے ان مباحثہ اپنی ہمت کے مطابق احباب کو دعوت تبادلوں خیرات دی۔ الحمد للہ کہ ایک مقام سے بھی ہماری تحقیق کے خلاف کوئی آواز سنائی نہ دے بلکہ سب نے ہماری اس تحقیق کی داد دی مگر باوجود کتابت کے مراحل سے ہونے کے کتاب بوجہ طبع نہ ہو سکی۔ مگر اب اس کی آواز کانوں میں پہنچی کہ ادارہ الاعتصام لاہور نے سیدہ صدیقہؑ کی عمر کے متعلق ایک تحقیقی کتاب شائع کی ہے یہ سن سراز حد خوشی ہوئی کہ شاید اس میں کوئی نئی بات ہوگی اور صدیقہ کائناتؑ کی تالیف میں ہم سے آگے سے کوئی غلطی مرئید ہو گئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا سامان ہم پہنچا دیا۔ کتنا بچہ مذکور خدرا مگر اب اور کئی بار اول سے آخر تک پڑھا معلوم ہوا کہ ہم صدیقہ کائناتؑ ہیں حضرت اُم المؤمنینؑ کی عمر کے متعلق جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔ کتنا بچہ دیکھ کر اس بات سے افسوس ہوا۔ کہ مرثب اپنی افتاد طبع محدود علمیت اور تقلیدی ذہن (تقلیدی عقیدین ائمہ اربعہ کی قسم جو یا بخاری و سلم کی) کی وجہ سے چچا رہ بازی میں تو کتابیں مگر تحقیقی دنیا کی (بچے بھی واقف نہیں یہ کتاب جو مولوی محمد علی لاہوری مرثانی اور سید سلیمان ندوی کی خط و کتابت پر مشتمل ہے۔ اور سید صاحب کے ابتدائی تالیفی دور کے مقالات پر مشتمل ہے جب سید صاحب نبی علیہ السلام معراج روحانی کے قائل تھے اور طائفہ قرین اقتضائے اھن المؤمنین ہوں میں دوسرا مردہ عبد اللہ (باقی)







لاصل جائے اور صاحب کی رُو سے بھی یہ قول خلافت سے ولادت سیدہ راجت میں ہوئی۔ ہجرت کے وقت عمر سال تھی اور نکاح کے وقت دس سال ولادت امام سنی کے وقت چوتھ چوبی میں ہوئی۔ حضرت سیدہ کی عمر گیارہ برس کی تھی ازان السعید صفحہ ۲۰ مجھے اس مقام پر یہ معانی اور معنی تھی ویاکھیاں اس لئے کہ ہمارا پڑا کوسیدہ کائنات کی عمر نوٹ خستہ ۹ سال قرار دینے والے سیدہ فاطمہ پر بھی پختہ بازی سے بات رہ سکے۔ چنانچہ وفات عائشہ کا مولف لکھتا ہے کہ نامعلوم حضرت عائشہ خلافت میں ۹ سال کی عمر میں کیسے بالغ ہو گئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے وقت نہ تو سیدہ صدیقہ کائنات کی عمر چھ سال تھی اور نہ ہی سیدہ فاطمہ کی عمر دس سال تھی اور نہ ہی وہ ام ایجا تھیں۔ یہ سب اخراجات مجوس و یہود کی تیار کردہ سازشوں سے دینی مراعات کا ایک حصہ بن کر سامنے آئے ہیں۔

سیدہ فاطمہ سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ الزہراء سے چھوٹی تھیں اور سیدہ ام کلثوم سے بڑی تھیں۔ سیدہ رقیہ الزہراء غزوہ بدر کے موقع پر فوت ہوئیں۔ اور اس کے بعد جب سیدہ ام کلثوم کا نکاح سیدنا عثمان سے ہوا تقریباً انہی ایام میں سیدہ فاطمہ کا نکاح سیدنا علی سے ہوا۔

۱۔ ملا باقر مجلسی کہتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ کی شادی غزوہ احد کے بعد ہوئی۔ غزوہ احد ہجرت کے تیسرے سال شوال میں ہوا۔ اور حضرت سیدہ کا نکاح پختہ تہذیب اکیسویں ماہ محرم کو ہوا۔ (جلال العیون اردو جلد ۱ ص ۱۶۶) افسوس کہ حضرت سیدہ کا نکاح تو محرم میں ہوا اور ہمارے حال محرم میں تمام ہوں مولف۔

۲۔ اسکا حوالہ رسول اللہ علیہا ..... بعد وقعة احد رکمانی بحوالہ حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲) یعنی نبی علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ کا سیدنا علی سے غزوہ احد کے بعد نکاح کیا۔

۳۔ ابن قتیبہ و ثوری سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علی جو سیدنا فاروق اعظم کے نکاح میں آئیں کے متعلق لکھتے ہیں: واما ام کلثوم الکبریٰ وہی بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب ولدت له ولدا قد ذكرنا ههنا المماثل صفحہ ۹۲ یعنی ام کلثوم کبریٰ جو سیدنا علی کی بیٹی اور سیدہ فاطمہ کے بطن سے تھیں۔ حضرت عمرؓ کے نکاح پر تھیں۔ اور ان کے بطن سے اولاد بھی ہوئی۔ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

۴۔ ابن حزم کہتے ہیں۔ وفتوح ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ بنت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب فولدت له زیدہ لعن یعقوب و سرقیہ (رحمۃ اللہ علیہما) صفحہ ۳۷۸-۳۷۹) نبی علیہ السلام کی بیٹی فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم دختر سیدنا علی سے حضرت عمرؓ کا نکاح ہوا جس سے زیدہ اور رقیہ پیدا ہوئے۔ یہ عبارت طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۲، طبری اردو جلد ۱ صفحہ ۸۵ اور صفحہ ۲۳۸ پر مرقوم ہے۔

۵۔ مشہور شیعہ مجتہد محمد بن حسن طوسی لکھتا ہے۔ عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی و ابیہا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحد (تہذیب الاحکام آخری جلد ۳۲۰) حضرت جعفر (صادق) اپنے باپ محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی کی دختر سیدہ ام کلثوم اور ان کے لڑکے زید بن عمر بن الخطاب کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔

تصریحاً یہ غیر دوم اورہ سے معام ہوا کہ سیدہ فاطمہ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثوم تھی۔ اور اگر شادی سے نو ماہ بعد سیدہ ام کلثوم کی ولادت تسلیم کی جائے تو اس صورت میں سیدہ ام کلثوم کی تاریخ ولادت آخر رمضان

بلا شروع شوال ۴۴ھ تسلیم کرنا پڑے گی۔ اور اگر سیدنا حسن کی ولادت اس سے ایک سال بعد ہوئی نہ ہوئی جانتے تو وہ جبری شوال سے بعد ہی کہی جاسکتی ہے۔ مگر شوال ۵۵ھ جبری ہو جو جس نظر میں نہیں بلکہ یہ گنہگار کی موجودگی میں غلط ہے۔ ہاں اس بات کا تعین ضرور ہو گیا کہ حضرت سیدہ کا نکاح محرم ۴۴ھ میں ہوا۔ اور آپ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثوم تھی۔

### سیدنا حسن کی ولادت

عرب میں سنین پیدائش کو محض نظر رکھنے کا کوئی طریق نہ تھا۔ سیدنا حسن کی تاریخ پیدائش بھی ہمیں سیدہ کا سنات کی تاریخ پیدائش کی طرح خارجی شواہد سے متعین کرنا ہوگی۔

۴۔ مشہور شیعہ محقق ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ حضرت حسن سات دن کے ہوئے تو نبی اکرم نے حقیقہ میں دوا بلق کو سفیدہ فرج کئے اور سیدہ ام کلثوم تیس دایہ کو ایک دان اور ایک اشرفی عشا کی اور امام حسن کے سر کے بال نکوا کر برابر جانبدی کے تسلی کر دیئے۔ (حلاۃ العیون ج ۱ صفحہ ۴۰۷)۔

اب ہمیں اس مقام پر یہ دیکھنا ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت عبدالمطلب کی تئیں؟ یہ صحابیہ سیدنا جعفر طیار بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ یعنی سیدنا علی کی بیوی بھائی تھیں جو اپنے باپس القدر خاند کے عہد جنتہ کو ہجرت کر گئی تھیں۔ سیدنا جعفر نے ہی شہر جنتہ کے دربار میں قریش مکہ کی شکایت پر اسلامی تعلیمات پیش کی تھیں۔ سیدنا جعفر کئی سال جنتہ میں رہ کر فتح خیبر کے موقع پر واپس تشریف لائے تھے اور آپ کے واپس تشریف لانے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان دونوں بھائیوں میں سے کسی پر زیادہ خوش ہوؤں خیبر کی فتح پر یا جعفر کی واپسی پر یا سیدنا جعفر و جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حجاز مقدس سے باہر ایک غیر ملک میں تبلیغ اسلام کے کام لائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے آپ

کی واپسی کو خیبر کی فتح کے ہم بلہ قرار دیا۔ غرض خیبر جبری کے آخری مہینوں میں ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسن کی ولادت ۵۵ھ جبری کے آخر یا ۵۶ھ جبری کے شروع میں ہوئی۔

۵۔ یہی باقر مجلسی روایت ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ جب ابوہریرہ مدینہ آیا کہ حضرت رسول خدا سے امن طلب کرے تو جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا آپ شفاعت کیجئے مگر آپ نے قبول نہ کیا حضرت ابوہریرہ کا سیدنا علی کا اپنی شفاعت کے لئے کہنا عمل نظر ہے جبکہ سیدنا علی کی نسبت مدینہ میں ایسے صحابی کافی تعداد میں موجود تھے جن کا مقام سیدنا علی سے کہیں اہم تھا اور ان کے ساتھ حضرت ابوہریرہ کے حلیفی تعلقات بھی تھے۔ (مروءت) جناب سیدہ پردہ میں تھیں اور امام حسن ایک ماہ کے تھے اور گھٹنوں کے بل چلتے تھے (حلاۃ العیون جلد ۱ صفحہ ۴۰۷) یا رہے کہ حضرت ابوہریرہ بھی غزوہ خیبر کے بعد ہی مدینہ تشریف لائے تھے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسن کا سن ولادت آخر ۵۵ھ یا شروع ۵۶ھ ہے۔

۸۔ اب بخاری کی ایک روایت بھی سن لیجئے۔ سیدنا ابوہریرہ اشرفی کہتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ جنتہ پہنچا تو وہاں میں جعفر بن ابی طالب نے ہمارے پاس رہے پھر ہم سب اکٹھے مدائن ہوئے اور نبی اکرم کے حضور میں فتح خیبر کے وقت پہنچے اس وقت جنتہ میں جو ہمارے سابقہ ساتھی تھیں ام المومنین سیدہ خدیجہ کے یہاں مکان ہوئیں (بخاری جلد ۴ صفحہ ۴۰۷)۔

۹۔ سیدنا جعفر کی واپسی کی خبر نبی نبی علیہ السلام کے متعلق مشہور سیدہ جنتہ عملی کہتے ہیں کہ ہر روز فتح خیبر جعفر کی جنتہ سے واپسی کے موقع پر آنحضرت نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ میں جعفر کی جنتہ سے واپسی پر زیادہ خوش و مسرور ہوں! فتح خیبر پر (حیات القلوب ج ۲)

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ سیدنا جعفر کی واپسی کی روایات اور سیدنا حسن

کی ولادت سے متعلق روایات پر شبہ نہ ہو دو توفیق ہیں۔

۱۰۔ اب ہم مشکوٰۃ اور طبقات ابن سعد کی روایات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

حضرت ام الفضلؓ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ایک خواب عرض کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ رات کو آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا۔ پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا یہ خواب بہت اچھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے کہ غلطی کے یہاں لوگ کا ہو گا۔ اللہ نے چاہا تو وہ تیزی گود میں رہے گا۔

چنانچہ جب سیدنا حسینؓ پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ کی فرمائی ہوئی تعبیر کے مطابق وہ میری گود میں رہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۳)۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۶)

سیدہ ام الفضل، سیدنا عباسؓ کی زوجہ تھیں یعنی آنحضرتؐ کی چچی تھیں آپ اپنے شوہر سیدنا عباسؓ کے ساتھ ۸۰ فسخ مکہ کے مونی پر بیان لائی تھیں اور اس کے بعد مدینہ منورہ لائے لائیں۔ جہاں آپ نے یہ خواب دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا حسینؓ کی ولادت ۹ ہجری یا اس سے بعد ہوئی۔ چونکہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کی عمروں میں کم و بیش سال بھر کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی سیدنا حسنؓ کی ولادت غزوہ خیبر کے بعد ہی تسلیم کرنا چاہیے گی۔

۱۱۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ کے صفحہ ۴۹ پر یہ روایت درج ہے کہ حسنؓ کی ولادت ۶ ہجری غزوہ خیبر کے بعد ہوئی۔ ابن قتیبہ نے غزوہ خیبر کے بعد سیدنا حسنؓ کی ولادت کے متعلق صحیح لکھا مگر آپ کو اس بارہ میں قبول ہوا ہے کہ غزوہ خیبر ۶ ہجری میں ہوا تھا۔ غزوہ خیبر ۶ھ میں نہیں۔ بلکہ ۵ھ میں ہوا تھا۔

اب ان ندوی محققین کی تحقیق کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے جو نبی علیہ السلام

کی وفات کے وقت سیدنا حسنؓ کی عمر سال بیان کرتے ہیں۔ اور آپ کی ولادت ۲ھ بیان کرتے ہیں۔ طبرانی اور نسائی کی ان روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؓ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے کم سن تھے کہ ان کو نبی علیہ السلام کا حلیہ مبارک بھی یاد نہ تھا۔

چونکہ نبی علیہ السلام کی تاریخ وفات کو مجمع الاول ۱۱ ہجری ہے اس لئے تسلیم کرنا چاہیے گا کہ اس وقت مندرجہ صدر نصر حیات کے مطابق سیدنا حسنؓ کی عمر تین چار سال کے درمیان تھی۔

### عہد طفولیت

انسان کے ذہن سے بچپن کے واقعات کا اثر موت تک نابل نہیں ہوتا اور انسان طبعاً باپ کی نسبت اس کے معاملہ میں زیادہ حساس ہوتا ہے سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؓ کی عمر کم و بیش چار سال تھی۔ سیدنا علیؓ کے تعلقات سیدہ فاطمہؓ سے چنداں خوش گوارہ تھے۔ والدین کے ایسے ناخوشگوار تعلقات کا اثر ساری عمر آپ پر رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ذہنی طور پر آپ تمام زندگی سیدنا علیؓ کے عہدِ انہ میں رہے۔

### سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے تعلقات

مشہور شیعہ مولف جناب خاتم المحدثینؒ کہا جاتا ہے یعنی ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں :

۱۔ پسند مختبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے یہ انتظام کیا (یعنی رسول خداؐ اور سیدنا علیؓ کے درمیان وعدہ ہوا) کہ خدمتِ باہر کی مثلاً گڑھی اور پانی لانے کی جناب امیر کریں اور خدمتِ گھر کے اندر کی مثل چکی پیسنے، کھانا پکانے، بچا رو دینے کی جناب شامل کریں۔

(معارف العین، جلد ۱۲، ص ۱۴۳/۱۴۴)



گھر نکاح کے بعد جو کچھ ہوا اس کے اُلٹ ہوا۔ چنانچہ یہی مجلسی صاحب لکھتے ہیں :

۲۔ بلند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کی محبوب ترین مہر میں (محبوب کیوں نہ ہوں جسکے آنحضرت کی تمام اولاد میں اس وقت صرف یہی زندہ تھیں۔ مولت) اور اس قدر مشکینہ پانی کے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے نزا بڑا کا ظاہر ہوا۔ اور اس قدر چمکی مٹی کہ ہاتھ مخرج ہو گئے۔ اور اس قدر گھر میں بھاڑ دوی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت کار و بار سے جناب سیدہ کو تکلیف ہوئی۔ علماء العیون جلد ۱ صفحہ ۱۶۳

یہاں یہ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا کہ ملا صاحب جو خاتم المحدثین ہیں۔ سیدنا علیؑ کی زبان سے ہی اپنے گھر کا کس قدر ناقابل بیان نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ اسے جو طبع کہا جائے یا ع

ہوئے نم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ سوچنے کی بات صرف اس قدر ہے کہ سیدنا علیؑ کے افراد خانہ کی تعداد ہی کیا تھی کہ سیدہ فاطمہؑ سارا دن چکی پیستنی آگ جلاتی پانی ڈھوتی اور کھانا پکاتی رہتی تھیں۔ کیا سیدنا علیؑ اپنی زوجہ عترت کے لئے عمدہ کھانا وغیرہ حاصل نہیں کئے لے گھر لایا کرتے تھے۔ کیا آپ کا مکان آنا و بیع و عرفین تھا کہ جناب سیدہ سارا سارا دن بھڑا دیتی رہتی تھیں اور گھر میں کوئی حمام تھا کہ آپ پانی ڈھو ڈھو کر لیجان ہوئی جاتی تھیں۔ یا اللہ یہ اجزا کیا ہے ؟

اور کیا ملا صاحب سے کوئی شریف آدمی یہ پوچھ کر میں بنا سکتا ہے کہ جناب آپ کے شیر خدا یہ سا بقا نہ مجھ کو دیکھتے رہتے تھے اور بچی کی پیاری مٹی اپنی زوجہ محترمہ کا ہاتھ بٹاتے ہوئے شرم و عار محسوس کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی تمام خرافات ان عجیب غریب خلیق تخیل کا اثر ہیں جنہوں نے حب علیؑ کی آڑ میں عارف کو جھٹا نہ حسینؑ کو نہ کوئی صحابی ان کے لشکر فحش و فسیق سے بچ سکا اور نہ صادق و صدوقؑ کی ذات اقدس۔ کبریت کلمہ تخرج من افواهہم ان یقولوا لا کذب با

گو عقل سلیم اس قسم کی خرافات کو قبول نہیں کر سکتی مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ فاطمہؑ کی زندگی نہایت مآثر و مشکوار تھی۔

اس مقام پر عقیدت و احترام اور نگاہ تقدس کے ساتھ ساتھ حقیقت حال کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ایسے ماحول میں عہد طفولیت گزارنے والا بچہ جوان ہو کر اپنے باپ کے متعلق اپنے گوشہ قلب میں کس قسم کے جذبات رکھتا ہوگا۔ مگر ملا غریب اس میدان میں مفروضہ نہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ سب کچھ موجود ہے۔ چنانچہ باب ما ذکر من ورجع النبیؐ الخ میں علیؑ رضی اللہ عنہ کے چیل کر یاران طاعت نے زمین العابدین بنادیا، جن سینوں سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا آخری حصہ یوں ہے :

حضرت مسور بن محرز کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؑ پر سو کن لانے کے لئے ابو جہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا۔ پھر میں نے نبی علیہ السلام سے سنا آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور میں ان دنوں بالغ تھا آپ نے فرمایا۔ فاطمہؑ مجھ میں سے ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ پھر آپ نے اپنے داماد راہولہاؑ کا ذکر کیا جو نبی عبد اللہؑ میں سے تھے رجن کا نام لیتا بھی ان سطحی قسم کے مولویوں کے لئے بارگراں ہے مولت، نبی علیہ السلام نے ابوالعاصؑ کی نوعیت کی اور فرمایا انہوں نے جرات مجھ سے کی تو سچی کی اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا اور ریا د کھو) میں کسی حرام چیز کو حلال نہیں کر رہا (لہذا تھوڑے ماہ اہل اللہ کا تہجد اور تفسیر کرنے والے نبی علیہ السلام کے اس انشا پر شور کریں کہ بزم توحش اپنی معرفت علیت کے زعم میں کس قدر غلط بیانیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ہم نے



اپنی تالیف صدیقہ کا ثبات میں اس پر سب جمل بحث کی ہے دولت (لیکن بات یہ ہے اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس کے اگلے باب میں سیدہ فاطمہؓ کی شہادتوں سے لبریز زندگی کے متعلق خود علیؓ سے روایت ہے جس کی تائید سنن ابی داؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ بنی علیؓ السلام کے گھر والوں میں سب زیادہ عزیز تھیں وہ میرے نکاح میں تھیں مگر میں نہیں کران کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے یا ان کی مشکیں بھر کر سینے پر نشان پڑ گیا تھا۔ گھر کی بھاری دے دے کر کپڑے غبار آلود ہو گئے تھے جو لکھا جھوٹا جھوٹا کر کپڑے سیاہ ہو گئے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ اپنے آپا جان کے پاس جاؤ اور ان سے خادمہ نامک کو لاؤ مٹی آخرہ۔ اگر سیدہ فاطمہؓ اتنی مشقت اٹھاتی تھیں تو سیدہ زہراؓ علیؓ خود کیا کرتے تھے اور پھر اپنی خدمت گزار بیوی کی موجودگی میں دشمن اسلام کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اور اپنا اثر انداز نہ ہوا ہو گا۔

۳۔ یہی بات مجلسی آگے چل کر لکھتے ہیں :

سیدہ معتبرہ روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور فاطمہؓ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ کے چمکی پیس ری تھیں۔ اور ساتھ ہی فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں جب رسول خداؐ نے فاطمہؓ کو اس حال میں دیکھا آنسو چشم ہائے رواں سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا اسے دھو کر انھی ہاتھ کے دنا کی حلاوت چھو (جلال العین جلد ۱ ص ۱۶۸) یعنی علیؓ جو کچھ دکھائے ہے ہیں انہیں برداشت کرو۔ کتنا درد انگیز منظر ہے کہ حضرت سیدہ کے لئے سیدنا علیؓ کوئی معمولی سا کپڑا بھی نہ پہنایا ہو سکتا۔ اور نہ صورت ہے کہ دختر رسولؐ اونٹ کے چمکے کا جامہ دربر فرمائے ہوئے ہیں۔ اور اوپر یہ صورت ہے جو مجلسی صاحب آگے چل کر بیان فرما رہے ہیں۔

۴۔ کتاب علی الشرائع و البشارت المتعلقہ و خوارزمی میں سیدہ ہائے معتبرہ ابو ذر اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جعفر طیار مدینہ آئے یہاں رہے کہ

جعفر طیار غزوہ خیبر کے موقع پر حبشہ سے واپس آئے تھے اور انہیں پیام میں سیدہ ہائیں کی ولادت ہوئی تھی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے (ایک کثیر بطور خط اپنے بھائی علیؓ کے پاس بھیجی وہ کثیر جناب امیر کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں اور کہا کہ سر جناب امیر اس کثیر کے دامن پر ہے۔ جب یہ حالت دیکھی تو متغیر ہو گئیں اور پوچھا کہ اس کثیر کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا بھرا سو گندے دسترخوار میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا۔ اب جو کچھ تم کو منظور ہے بیان کرو۔ میں جلالوں۔ جناب سیدہ نے کہا۔ مجھے میرے پردہ بزرگا کے گھر جانے کی اجازت دو جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی پس جناب فاطمہؓ نے جاوڑ سر پہاڑی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ (جلال العین اردو جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

یہاں اس بات سے بھی بحث نہیں کر سیدنا علیؓ کے یہ نام نہاد شیعہ آپ کی مدح کر رہے ہیں یا ذمہ اور اس بات سے بھی بحث نہیں کر سیدنا علیؓ نے وہ لوندی سیدہ فاطمہؓ کو خدمت کے لئے دیئے کی بجائے اپنی ذات کے لئے وقت کر لی اور اس بات سے بھی بحث نہیں کہ اس قسم کی روایات صحیح ہیں یا غلط البتہ یہ تاثر نہ رواں نہ کیا جاسکتا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں خوشگوار نہ تھی۔ اور والدین کی باہم شہرتی کے تعلقات کا بچوں کی زندگی پر نہایت دور رس اثر پڑتا ہے۔ جناب مجلسی نے ان چند باتوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ زرا اور آگے ہاتھ مارنے کا اقدام فرما رہے ہیں۔

۵۔ سیدنا علیؓ نے ابو جہل کی لڑکی جویریہ کو شادی کا پیغام دیا۔ تو رسول خداؐ نے جناب فاطمہؓ کو محزون و ملول پایا۔ آپؐ نے غسل فرمایا لباس بدل کر مسجد میں کشتہ لٹ لائے اور غازی پر صحتی شروع کیا کہیں مشغول رکوع و سجود ہوئے اور بعد دو رکعت کے دعا مانگئے تھے خداوند! انی طرہ کے خزان ملال کو زائل کر کیونکہ جس وقت گھر سے باہر آئے تھے تو فاطمہؓ کو دیکھ کر آئے تھے۔ کہ آپؐ کو دین بدلتی اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہیں۔ پھر گھر میں کشتہ لٹ لگائے

دیکھا کہ فاطمہ کو تین نہیں آتی اور بے قرار ہے۔

فرمایا اے دخترِ گرامی اے فاطمہ! اٹھو۔ جب جناب فاطمہ اٹھیں تو جناب رسول خدا نے حسن کو اور فاطمہ نے حسین کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ میان ملک کہ قریب جناب امیر کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیر آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خدا نے اپنا پاؤں جناب امیر کے پاؤں پر رکھا۔ اور فرمایا اے ابوزرب! گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور طلحہؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خدا کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علیؓ کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری یادہ ن ہے۔ اور میں فاطمہ سے ہوں جس نے اُسے آزاد کیا۔ جس نے اُسے میری وفات کے بعد آزاد کیا۔ گویا ایسا ہے کہ اس نے میری حیات میں آزاد کیا۔ جناب امیر نے کہا۔ یا رسول اللہ! اسی طرح ہے۔ اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا۔ تم کو کیا باعث ہوا جو تم نے ایسا کام کیا۔ جناب امیر نے فرمایا۔ بحق اس خدا کے جس نے آپ کو برکتی بھیجا۔ قسم کھاتا ہوں جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا وہ فی الواقع صحیح نہیں اور میرے دل میں وہ امور نہیں گزرے جناب رسول خدا نے فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ (جلال العیون جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹)

اس واقعہ سے امور ذیل متنبہ ہوتے ہیں۔

- ۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہؓ کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ اور نماز پڑھ کر مشغول رکوع سجود ہوئے۔
- ۲۔ حضرت سیدہؓ پر اس واقعہ کو باقی واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ تو از حد گوارا اثر معلوم ہوتا ہے۔
- ۳۔ نبی علیہ السلام نے سیدنا حسنؓ کو اٹھایا اور جناب سیدہؓ نے سیدنا حسینؓ

کو اٹھایا اور سیدہ ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس کا واضح تر مطلب یہ ہے کہ سیدہ ام کلثومؓ جناب حسینؓ سے عمر میں بڑی تھیں۔ گویا آپ غزوہ خیبر سے پہلے یعنی ۵ یا ۶ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر کسی طرح چھ سال سا نہ سے کم نہ تھی متدین کبر کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۹ سال بنتی ہے۔ اور جس وقت سیدنا فاطمہؓ عظمیٰ سے آپ کا نکاح ہوا اس وقت آپ کی عمر کسی صورت میں پندرہ سال سے کم نہ تھی۔

۴۔ ملا صاحب کا یہ تکلف ہے کہ نبی علیہ السلام نے سیدنا علیؓ کے پاؤں پر پاؤں رکھا۔ ورنہ واقعہ کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کہ نبی علیہ السلام اپنی بیٹی کی تکلیف کی وجہ سے خزون و الم سے اس قدر متاثر تھے کہ آنحضرتؐ نے پاؤں کی ٹھوک سے سیدنا علیؓ کو بیدار فرمایا اور پھر ابوزربؓ کہہ کر مخاطب فرمایا یعنی مٹی میں لوٹ لوٹ ہونے والا۔ اس سے اگلا فقرہ کہ تم نے گھر والوں کو اپنی جگہ سے جدا کیا ہے "ابوزرب" کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

۵۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا طلحہؓ کو بلانے کا مقصد؟ جھگڑا میاں بیوی اور خسر و داماد کا۔ مگر بلایا جاتا ہے محمدؐ کو۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان ہی تین اصحاب کی سفارش پر نبی علیہ السلام نے حضرت سیدہؓ کا نکاح سیدنا علیؓ سے فرمایا تھا اور وہی معشاقانہ ضامن تھے اور انہوں نے ہی نکاح کے اخراجات بھی برداشت کئے تھے۔

اس قسم کے نفاہ و شواہد کا احاطہ اس مقام پر موضوع سے باہر ہے۔ ورنہ سیدہ فاطمہؓ کی تمام زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں نہایت مشقت اور رنج و الم سے بھر پور زندگی تھی۔ یہاں صرف اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ حضرت حسینؓ میں سے سیدنا حسنؓ جو عمر میں سال بھر بڑے تھے۔ ان کو اس قسم کے منظر زیادہ اچھے۔ اسی لئے تمام زندگی وہ اپنے آپ کو سیدنا علیؓ کے سیاسی عزائم سے ہم آہنگ

نہ کر سکے۔ اور سیدنا حسینؑ چونکہ طفولیت اور شیرخوارگی کے درمیانہ زمانہ میں تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بھائی حبیبناثر قبول نہ کیا۔ آگے چل کر دونوں بھائیوں کی افتاد طبع میں انہی ایام کا پر تو نظر آتا ہے۔ البتہ سیدہ ام کلثومؑ ان تمام واقعات سے خوب باخبر تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ سیدنا علیؑ جب بائوں کی کوششوں کی وجہ سے سربراہی خلافت ہوئے اور انہوں نے ہرمز مخومی کے فاضل عبید اللہ بن عمر کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو سیدہ موصوفہؑ نے ایک طرف اپنے سوتیلے بیٹے یعنی حضرت عبید اللہؑ کو مدینہ سے قرار ہو جانے کا مشورہ دیا اور دوسری طرف اپنے باپ کو بھیجا کہ آپ اتنے پرانے جھگڑے کو نہ چھیڑیں۔ مگر سیدنا علیؑ اپنے موقف پر ٹٹے رہے اور سیدنا عبید اللہؑ بن عمرؑ نے جھاک کر جان بچائی۔

## سیدنا حسنؑ کی زندگی کے مختلف ادوار

**پہلا دور** ولادت سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات تک حضور خاتم المعصومینؑ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر حبیبناک قبل انہیں بیان ہو چکا ہے ۳-۴ سال کے درمیان تھی۔ اور حضرت سیدہ بھی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد علیؑ علیہ السلام کو سدا رہا رہیں۔ اس دور کے متعلق متعدد روایات ہمارے سامنے ہیں کہ کبھی آپ حضور خاتم المعصومینؑ کے دوش اقدس پر سوار ہیں۔ کبھی کسی صحابی کے کندھوں پر سواری فرما رہے ہیں۔ کبھی عین خطبہ کے درمیان گرتے پڑتے مسجد نبویؐ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور حضور خاتم المعصومینؑ اٹھ کر اپنے پاس بٹھا لیتے ہیں۔

**دوسرا دور** حضرت سیدہ کی وفات کے بعد سیدنا علیؑ نے سیدہ امامہؑ نعمت سیدنا ابوالعاصؑ سے نکاح فرمایا۔ سیدہ امامہؑ سیدہ فاطمہؑ کی سگی بھانجی تھیں۔ اور سیدنا علیؑ نے سیدہ فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق سیدہ امامہؑ سے نکاح فرمایا تھا۔ قیاساً ہی نہیں بلکہ یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ سیدہ امامہؑ نے حضرات حسنینؑ کی تربیت میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی سیدہ امامہؑ سیدہ زینبؑ حبیبیؑ عظیمہاں کی بیٹی تھیں جو زمانہ کے اکثر فضیلت فرارز دیکھ چکی تھیں انہوں نے اپنی بیٹی کی تربیت میں کون سی کمی روا رکھی ہو گی۔ اسی عرصہ میں صدیق اکبرؑ انتقال فرما گئے اور سیدنا فاروقؑ اعظمؓ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ چندے بعد حضرات حسنینؑ کی بڑی بہن سیدہ ام کلثومؑ زینبؑ کا شہداء حریم خلافت بن گئیں۔ اب حضرات حسنینؑ کے لئے حریم خلافت کے دروازے کھلے تھے۔ ان تہمدی قسم کی سطور سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرات حسنینؑ



کے بچپن کی نسبت یہ عہد زیادہ خوشگوار یوں کا حامل تھا۔

**تیسرا دور** سیدنا فاروق اعظم عظیم جوس دیود کی ایک منظم سازش سے شہید ہو گئے تو سیدنا ذوالنورینؓ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔

سیدنا حسنؓ اب ۱۶-۱۷ سال کے وجہ فوجان تھے۔ سیدنا ذوالنورینؓ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اب گویا سیدنا حسنؓ کے مقام منصب میں ہر چند اضافہ ہو گیا۔ حسنؓ منشی انبی عائشہ کے بطن سے تھے گویا سیدنا ذوالنورینؓ سیدنا حسنؓ منشی کے گئے نانا تھے (الرفیۃ الزہراء)

سیدنا ذوالنورینؓ کے دور خلافت میں ہی ایران کا حکمران اسلامی فوجوں کے آگے آگے بھاگتا، بھینسا جان بچاتا ۲۵ سال کی عمر میں ایک پن چکی والے کے ہاتھ سے وہل کر ختم ہوا۔ ایران کے ان جنادی کارناموں میں سیدنا حسنؓ اکثر جہادوں میں شامل تھے۔

حسب روایات طبریؒ ابن اثیر اور فتوح البلدان اہل طبرستان نے عہد فاروقی میں صلح کر لی تھی۔ عجم کی بغاوت کے سلسلہ میں جو کہ عجمی سازش کے تحت سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی تھی۔ طبرستان لوں نے بھی صلح توڑ دی۔ ۳۴ ہجری میں سیدنا ذوالنورینؓ کے حکم کے مطابق سیدنا عبید بن العاصؓ طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس فوج میں سیدنا حسنؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ متعدد جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ سیدنا بن العاصؓ اور عبید بن عامرؓ عبداللہ بن عامرؓ سیح بن نبیاد اور عباس بن مسعود نے ایران کے تمام علاقوں عجمستان، خراسان، باحرہ، جہین، یمن، خوات، مغرائن، عربان، مینابور، حرس، ابھار، طھارستان، طالقان، کرمان، جھتان، کش، دوار وغیرہ کو فتح کیا۔ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے دور خلافت کی ان فتوحات میں اکثر جہادوں میں سیدنا حسنؓ موجود تھے۔

مشہور شہید مولف نجم الحسنؓ کو اردی کی تابعت چودہ سن سے شائع کردہ تالیف

ایک عجیبی انصاف دوسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۷۷ء میں مرقم ہے کہ حدیث ثانی میں فتح طبرستان کے موقع پر امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے شرکت کی۔ ۳۴ ہجری میں اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا تو اس کتاب سے یہ واقعہ نکال دیا۔ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ کی فتح طبرستان کا واقعہ تاریخ اسلام جلد سوم مولفہ ایس ڈاکٹر حسین جعفری پیر پٹر پٹر دفتر تالیف انگریزی دہلی مطبوعہ ۱۹۱۳ء مقبول پریس دہلی کے صفحہ ۱۳۰ میں بھی موجود ہے۔ یعنی حضرت سیدنا عقیلؓ صاحب سے ہی خلیفہ ثالث سیدنا ذوالنورینؓ کی فوج میں شامل ہو کر جہاد شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ ۳۹ ہجری میں سیدنا حسنؓ کی وفات کے بعد بھی سیدنا حسینؓ نے جاری رکھا حتیٰ کہ امیر بزرگ کی سالاری میں سیدنا حسینؓ غزوہ قیصرؓ میں ۳۹ء میں بھینسا ایک زمانہ سپاہی کے موجود تھے۔

ایران کی ان فتوحات سے پہلے حضرت حسینؓ عبداللہ بن مسعودؓ کی سالاری میں طرابلس شمالی افریقہ کے جہاد میں شامل رہ چکے تھے۔ یعنی جب عبداللہ بن مسعودؓ نے سکندریہ سے کل کردیمانی علاقوں سے ہوتے ہوئے طرابلس کی طرف پیش قدمی کی تو سیدنا ذوالنورینؓ نے مدینہ منورہ سے جو فوج مرتب کر کے بھیجی اس میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا حسنؓ بن علیؓ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ شامل تھے۔ یہ فوج مصر سے ہوتی ہوئی برقعہ کے مقام پر عبداللہ بن مسعودؓ کی فوج سے جا ملی۔ اور دونوں فوجوں نے مل کر طرابلس پر حملہ کیا۔ رومی بڑی جی داری سے لوٹے مگر آخر شکست کھا کر بھاگ گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی فتح کے بعد واپس مدینہ پہنچنے سے جلد بعد ایران کی طرف جانے والی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔

**چوتھا دور** سیدنا حسنؓ کی زندگی کا چوتھا دور سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور

میں آپ نے اپنے والد سیدنا علیؓ کا جس قدر ساتھ دیا وہ باہر مجبوری تھا۔



شمس التواریخ ایک تفصیلی کی تالیف ہے۔ بایں عہد وہ لکھتا ہے کہ حضرت حسنؑ اکثر اس سلسلہ میں اپنے والد بزرگوار سے معروضات کیا کرتے تھے (صفحہ ۵۷) کسی دوسرے مقام پر اس قسم کے شواہد پیش کئے جا چکے ہیں کہ سیدنا حسنؑ اپنے والد بزرگوار کے موقت کے بالکل عیناً تھے۔

جنگ جمل سے پہلے آپ نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا۔

”ابا جان! میں نے آپ کو اس سرفے پیشتر ہی منع کیا تھا مگر آپ نے

میرا معوضہ نہ دیا اور آپ کی رائے پر فلاں خاں (عبداللہ بن سبا اور ماک

اشتر وغیرہ) انھیں غالب آئے۔ سیدنا علیؑ نے فرمایا بیشک عاجز اور ایسا ہی ہوا۔

پھر حال سیدنا حسنؑ نے اپنے والد بزرگوار کو منع کرنے کے باوجود ان کے

حکم سے سرنامی نہ کی۔ جنگ صفین میں آپ مسلح ہو کر نکلے تو سیدنا علیؑ نے انہیں وکرایا۔

یہ دور سیدنا حسنؑ کی اپنی خلافت کا دور ہے جس کے حالات

پانچواں دور | کسی دوسرے مقام پر تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں۔

یہ دور سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت کا ہے جو آپ کی

وفات ۴۹ھ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کا اہم ترین

واقعہ قسطنطنیہ کا جہاد ہے جو ۴۹ھ میں امیر تریکی کی زیر قیادت ہوا۔ اس

جہاد میں سیدنا حسینؑ کے علاوہ سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا

ابن زبیرؓ اور سیدنا ابوالوثرؓ کے نام ملتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کا نام ان مجاہدین

میں نہیں آتا۔ امیر تریکی کی قیادت اور سپہ سالاری میں جہاد کیا گیا۔

اس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام حصّہ اس وجہ سے شامل ہوئے کہ اس

جہاد میں شامل ہونے والے حضور صادقؑ و صدیق کی زبان سے یہ شہرہ سخن

چکے تھے کہ وہ لشکر معقور ہے۔ سیدنا حسنؑ کا اس میں موجود ہونا یا جاننا اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ۴۹ھ میں وفات پا چکے تھے اور سیدنا حسینؑ اس

سال اکیلے ہی دمشق گئے۔ اس وقت غزوہ قسطنطنیہ کی تیاریاں چوری چھپ اور

آپ بھی امیر تریکی کی قیادت میں اس غزوہ میں شامل ہو کر ”مغفور لہم“ کے سند یافتہ گروہ کی سعادت کے حامل ہوئے۔

اب ہم ان واقعات کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے وقت سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت تنگ تھی۔ مگر بیس سال بعد

جب آپ شہید ہوئے تو آپ تمام نبوی اہل بیتؑ میں بہت بڑے مالدار اور جاگیردار تھے

چنانچہ آپ کی جائداد میں متعدد دیہات تھے۔ جن میں سے دلال، عفات، حسی،

نالام، ابراہیم، بسیت، صافیر، برقید، قبیع، وادی القرطی، بدرینہ، بادینہ اور غیر تین

تیرہ دیہات کے ناموں کا متعدد کتب میں ذکر موجود ہے۔

(حق المیقین صفحہ ۱۸۵ فروع کافی جلد ۴ صفحہ ۲۷)

وفات کے وقت خاموشی اور غلاموں کے علاوہ چار بیویاں ۱۹ ام ولد

جو میں لوٹ کے لوگیاں موجود تھیں اور اپنے خاندان میں سب سے زیادہ دولت مند

مشہور تھے (کتاب شہادت تیسرا مقدمہ صفحہ ۵)

جنگ جمل کے صحن بعد جبکہ ہزاروں گھروں میں ماتم تھا آپ نے مسعود

مثنیٰ کی دختر لیلیٰ سے نکاح فرما کر پورے بہتر روز ایک مکان میں قیام فرمایا جو

ناہرہ و شہر کی سیاحت کے زمانہ تک مشاہد علیؑ کے نام سے مشہور رہا۔ اس قدر ناہرہ

خسرو صفحہ ۱۴۰ اور پھر شہادت سے پہلے آپ ایک اور لونڈی خریدنے کا ارادہ

فرما چکے تھے جس کے لئے رقم جمع کر لی تھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قدر دولت کہاں سے آئی۔ اپنی نام نہاد خلافت کے

زمانہ میں تو آپ ایک مربع اسی زمین فتح نہ کر سکے جہاں سے مال غنیمت حاصل ہوتا۔

کسی دوسرے طریقے سے اس قدر مال جمع کرنے کا آپ کی ذراقت اقدس کے متعلق

فہمور کرنا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔

فلانے تلامذہ کے زمانہ میں سیدنا حسنؑ ہرستان کی فتح اور افریقہ کی فتح

میں شامل ہوئے۔ مگر سیدنا علیؑ مدینہ سے نکلے۔ لاجلہ ہی نتیجہ اخذ کرنا پڑے گا کہ

یہ سب کچھ خلفائے ثلاثہ کی کرم خشیوں، فیاضیوں اور احسانات سے حاصل ہوا تھا اور اگر سیدنا علیؑ کی ذات اقدس کے لئے خلفائے ثلاثہ کی داد و پیش کا یہ عالم تھا۔ تو حضرات حسنینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ و ان اللہ علیہم اجمعین کے جذباتِ خدایت و عطا کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

ان بطور کا آخری مفہوم و مقصد یہ ہے کہ حضرت حسنینؑ کی زندگیاں نہایت فارغ البالی اور خوشحالی کی زندگیاں تھیں۔

سیدنا حسنؑ کو سیدنا ذوالنورینؑ نے ضروریاتِ زندگی فراوانیوں سے مالا مال کر دیا تھا۔

صدیق اکبرؑ کی خلافت کے روزِ اول سے لے کر سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت تک سیدنا علیؑ نے کسی جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ سیدنا فاروقؑ اعظمؓ مکرر قادیہ کے موقع پر سیدنا علیؑ کی خدایت سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے مگر آپؑ نے انکار کر دیا تھا۔

الخصم یہ کہ سیدنا علیؑ اور حضرت حسنینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہ کا دورِ خلافت ہر قسم کی آسائشوں کا دور تھا۔

سیدنا علیؑ کی اس جائداد میں سیدنا حسنؑ کا وجود ایک مرکز کی کردار تھا۔ سیدنا فاروقؑ اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں تمام معلوم دنیا سے مالِ غنیمت اُچھڑنے کی صورت میں مرکزِ خلافت کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ اور سیدنا حسنؑ، سیدنا فاروقؑ اعظمؓ کے نہایت محبوب تھے۔ جسے سیدنا ام کلثومؑ کے نکاح کے بعد دو آفتہ کر دیا تھا۔ اور سیدنا ذوالنورینؑ کے آپ محبوب و داماد تھے۔ آپ کو طبرستان اور افریقہ کی فتوحات سے مالی غنیمت کا بھی کافی حصہ ملا ہوگا۔ آپ کو خلفائے ثلاثہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بقول مولف بجا را انوار سیدنا حسنؑ نے سیدنا عائشہؓ بنیت سیدنا ذوالنورینؑ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے نام ابو بکر اور عمر رکھے۔

(بجا را انوار جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

## استدلال

ضعفی روایات کی صورت میں آج جو کچھ مروجہ تاریخوں کے صفحات میں ہمارے سامنے ہے۔ ان میں مولیٰ اموی و ہاشمی مناقشات کے کچھ نہیں۔ حالانکہ ان تاریخی کتب میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے واضح طور پر یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ اس دور میں اموی و ہاشمی مناقشات کی قسم کی قطعاً کوئی چیز موجود نہ تھی۔ مگر بعد میں آنے والے مورخین نے تاریخ کے اس تاریک پہلو کو اجاگر کرنے میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں جو کتاب برادلوں کے ذریعے وضعی روایات کی صورت میں کتبِ تاریخ میں لکھا گیا تھا۔ اور تاریخ کے اس روشن پہلو کو کبیر نظر انداز کر دیا۔ جو حصاء بیتِ محمدؐ کی تفسیر تھا اور صحیح روایات پر مشتمل تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی قسم کے چند معمولی اختلافات کے علاوہ لوگ ایک جسم و جان تھے۔ یہاں تک کہ ان پر خود غلط قسم کے مورخین نے سس کو داماد کا جان لیوا، داماد کو سس کا دشمن، بہنوئی کو برا بھلائی کا قاتل گردانتے ہیں بھی شرم محسوس کی۔

## واقعات گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

فلسفہ تاریخ کا تقاضا ہے کہ کسی حکمران یا کسی تاریخی شخصیت کے حالاتِ قبلہ کرتے وقت اس شخصیت کی افتادِ طبع، اس کے کردار سے مرتب ہونے والے اثرات اور اس کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والے واقعات کا جائزہ لے کر ان واقعات کو احاطہ تحریر میں لایا جاوے جو وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

حضرات حسنینؑ کی عمروں میں بالکل معمولی یعنی سال بھر کا فرق تھا مگر ایک بھائی میں نعل، بڑبڑاری، پیش بینی، عاقبت اندیشی اور جزو دہی کے اوصاف بدرجہ

اگر موجود تھے مگر دوسرا بھائی کسی مقام پر بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح تدبیر نقیض کے کسی مقام تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا عامل اس کا بڑا بھائی تھا۔

یہی وجوہات تھے کہ بڑے بھائی نے میانوں سے کھلی ہوئی ہزاروں تلواریں پھر میانوں میں کرنے کے اسباب بنیے۔ ایک عالم کے لئے امن و چین کی نفسا ساز کار کرنے کے اسباب بنیے۔ مگر دوسرے بھائی نے سبیکڑوں بزرگوں دوستوں عزیزوں، رشتہ داروں کے سمجھانے کے باوجود وہ راستہ اختیار کیا۔ جو آگے چل کر کربلا کے المیہ کی شکل میں آج تک پوری ملت کے لئے صوف تشنت و افراق کا سبب بن رہا۔ بلکہ ہزاروں سے متجاوز مخلوق کے خون بہانے کا ذریعہ بنا چلا آ رہا ہے۔

اس کی سب سے اچھوتہ سیدنا حسن کا، سیدنا ذوالنورین سے متعلق ہو کر اپنے گھر لیا محول کا ترک کر دیا تھا۔ جہاں سیدنا فاطمہ کے انتقال کے بعد ہر ذہن ہر خیال اور ہر طبقہ کی حمایت کا شاعر سیدنا علیؑ کی بیعت میں چکی تھیں۔ اور سیدنا حسینؑ آؤ نہ تک اسی ماحول میں رہے اور اس ماحول کے اثر سے آخر تک آپ اپنا دامن چھڑا رکھے۔ یہ سراسر الیٰ حبیت کا ہی اثر تھا کہ سیدنا حسنؑ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں جو مشورہ عرض کیا اُسے ہر دور کے صاحبِ اہلئے عقیدتین اور مومنین نے من حیث المجموع نہایت صائب اور بروقت قرار دیا۔

تاریخ کے لاکھوں صفحات لکھے جا چکے ہیں اور یہ معلوم قیامت تک یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہوتا چلا جائے گا۔ مگر عجیبی اثرات کے تحت جو کچھ لکھا گیا جب تک اس کی چھان پڑھ کر کے صحیح واقعات کو کھرا کر پیش نہ کیا گیا۔ تشنت و افراق کی فضا ختم نہ ہوگی اور جب تک کہ کربلا اور واقعہ حرہ جیسے خاص سیاسی معرکے ہمارے مہراب و منبر سے وہی معرکے ہی بنا کر پیش کئے جاتے رہیں گے اور جملہ عقیدتین کی عربی چنگیں سب سے جھنجھکیں ہی قرار دی جانی رہیں گی اور سیدنا حسنؑ کے اس بے مثل کردار کو جو پورے عالم اسلام کے لئے صوفت اس وقت ہی باعثِ رحمت ثابت نہ ہوا بلکہ قیامت اسکے اثرات سے پورا عالم اسلام فیضیائے تاریک اور اس وقت تک کہ اس کی تاریخ میں وہ مقام ملے گا جس کو حقدار ہیں صوفت اس وجہ سے کہ حضرت حسنؑ کی سیاست میں تاریخی و عثمانی تعلیم کا برتو تھا۔

## سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت و سیدنا حسنؑ

سیدنا حسنؑ غنی و است تدبیر، فقیر اور عانت اخلاقی کے اوصاف جمیلہ کے پیکر مجسم تھے۔ آپ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں ہر اُسے وقت میں صائب مشورہ عرض کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب بھی کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا اس کا تاریک پلو فوراً سیدنا حسنؑ کے دل میں ظہور کیا۔ اور آپ نے فوراً اپنے جمیل القدر باپ کے حضور میں اپنی حیرت کی آواز پیش کرنے میں ذرہ بھر تکچھاپٹ کو راہ نہ دی۔

سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت کے متعلق ہیں نے ”مشکوٰۃ المصابیح کے فوائد غریبہ پر ایک نظر میں چند اشارات کیے تھے۔ یہاں ذرا وضاحت سے چند عقائد و مضامین پیش کر کے فیصلہ تاریخی پر چھوڑا جاتا ہے:

- ۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تدور حرمی الاسلام لغیر و ثلاثین اوسر و ثلاثین اوسبع و ثلاثین فان یجھلوا فیسئل من ہلک وان یقتل لیس دیہم لقتل لیس دیہم یسعی من ہما۔ قلت امدا بنی او مدامضی قال مدامضی (ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ)
- عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ دین اسلام کی پہلی پیشکش چھتیس یا ستییس سال تک پہنچی رہے گی۔ پس اگر ہلاک ہوں پس راستہ ان کا ہے کہ ہلاک ہوئے۔ اور اگر نام جوڑے ان کے کاروباران کے دین کا تو ستر برس تک رہے گا۔ میں نے عرض کیا ستر برس اس وقت سے ہیں کہ باقی ہے گا اس وقت سے کہ گذر فرمایا اس وقت سے ہو گا کہ گذر۔ اس حدیث کے ہیں جتنے ہیں۔ (صفحہ ۵۵ پر)



اور آج تاریخ کی درن گروانی کرتے وقت جب ایسے مقامات ہمارے سامنے آتے ہیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ سیدنا حسن کا مقام سیاست مکی میں کس قدر طویل تھا۔ اور آپ تقیل میں پیش آنے والے خطرات کو کیسی فراست و بصیرت سے بھانپ چکے کرتے تھے۔

### چنانچہ :

۱۔ سیدنا علیؑ جب مدینہ سے عازم کوفہ ہوئے تو مدینہ میں جو حدیث بھائی ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپ کو اس اقدام کے روکا۔ ان روکنے والوں میں سیدنا حسنؑ

(فقیہ حاشیہ) پہلا حصہ ۳۵-۳۶ یا ۳۷ سال سے متعلق نبی علیہ السلام نے مدینہ پہنچ کر بحیثیت ایک حکمران کے عہد سے معاہدہ فرمایا۔ پسلی جری سے سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت تک پورے ۳۵ سال ہوئے۔

دوسرا حصہ فان یھلکوا سے متعلق ہے جو سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت سے شروع ہو کر سیدنا معاویہؓ کے استقلال سے متعلق ہے یہ مدت پانچ سال ہے۔ تیسرا حصہ وان یقتل لھم سے شروع ہو کر شہنام بن عبدالمطلب تک پہنچتا ہے اس طرح قریش سے بارہ ائمہ بھی پورے ہو جاتے ہیں اور حدیث کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کے راوی خود سیدنا علیؑ ہیں۔

قل یرسل اللہ من فوض لک النبی علیہ السلام کی حدیث میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے بعد تم کے امیر ہوں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر میرے بعد تم لوگوں کو میرا بیٹا ہوگا تو تم اس کو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی غیبت کرنے والا پاؤ گے۔ اور اگر تم میرا بیٹا نہ ہوگا تو تم اسے قومی امانت پاد گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم علیؑ کو امیر کرو گے حالانکہ تحقیق میں گمان کرتا ہوں کہ تم اسے امیر نہیں بناؤ گے و لا یرسل اللہ من فاضلین تو تم اسے راہ راست دکھانے والا پاؤ گے۔ (منہ احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸۷)

پیش تھے چنانچہ آپؐ نے ارادہ فرمایا تھا کہ میں مدینہ میں چھوڑوں گا۔ ثانیاً اس طرح میرے والد کو رک جائیں۔ مگر سیدنا علیؑ نے اپنے بیٹے کے منشور کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور مدینہ سے نکل کر شے جوئے قوسیدنا حسنؑ ریزہ کے مقام پر جا کر بیٹے اور کما آج جان! آپؐ نے مدینہ کیوں چھوڑا۔ اور کیوں ہر وقت میری بات نہ مانی (ابن ماجہ)

(حاشیہ) اس روایت نے معاملہ ہی صاف کر دیا کہ سیدنا کرام سیدنا علیؑ کو غیبت نہیں کریں گے۔ یہی ہے کہ الخلافۃ بالمسندینۃ والملك بالشاور میں بھی جواز مذکور ہے۔

۳۔ ذکر ائمن وراثت (خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہی تمام میں ہم۔ مندرجہ صدر میں احادیث کی تشریح کے لئے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی غور کیجئے۔ انھذا الامور عندنا رحمة ونبوة تہدیکون رحمة وخلقہ قد ملکنا عضوہ (بحوالہ ابوالہدیٰ طہناج ج ۲ صفحہ ۲۰)

۴۔ ۳۵ سال کی روایت کی روشنی میں نبی علیہ السلام کے دس سال اور سیدنا حسینؑ کے شہادت ذوالنورین تک ۳۵ سال اور سیدنا معاویہؓ سے مشائخ تک

۵۔ سیدنا ابن مسعودؓ کی ۱۵ سال والی روایت کے تحت شہادۃ اللہ لکھتے ہیں :

اس حدیث کا مفہوم خارج میں اس طرح ظہور ہوا کہ ۳۵ سال حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور جہاد کا نظام بگڑ گیا پھر حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان کے زمانہ میں ہمارا کا انتظام ہوا اور پھر اسلام کی یہی دین حق کو دنیا کے باطل دینوں پر غالب کرنے کے لئے چلی شروع ہو گئی۔ اس تاریخ سے ستر برس کے بعد نبی امیہ کی سلطنت کو زوال آنا

شروع ہوا اور حضرت کے ستر سال کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ (انوار افکار ص ۱۸۷)

۶۔ اہم این یہ کہتے ہیں حضرت علیؑ کے زمانہ میں کفار سے کوئی جہاد نہیں ہوا بیشک یہ سب خلفاء پر تمام بہت متفق ہو گئے تھے اور اس طرح انہیں خلافت کا مفہوم حاصل ہو گیا تھا انہوں نے کفار سے جہاد کے لئے ارادہ کیا اور کلوں کو فتح کر کے زیر اقتدار رکھے اور علیؑ کی خلافت میں نہ کفار سے جہاد ہوا اور نہ ہی شہر فتح ہوئے اس دور میں مولا فقط اہل قبیلہ میں چلتی رہی۔ (رمہناج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)



۲۔ طبری کہتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب طلحہ و زبیر سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے کہا۔ ابا جان آپ میری بات تمہیں ملے تو آپ بے بس بنا کر قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر سیدنا علیؑ نے فرمایا تو ہمیشہ لوگوں کی طرح روتا رہتا ہے تو نے کیا کہا تھا کہ میں نے تمہیں مانا۔ حسرت صحت لے کر کہا:

(۱) حضرت عثمانؓ کی محصوری کے وقت میں نے کہا تھا آپ مدینہ چھوڑ دیں ورنہ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل آپ کے لئے بہتر نہیں ہوگا۔

۳۔ (حاشیہ) علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تالیف التوحید میں امت صبی بمنزلہ ہارون من صولہی کی تشبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ یہی میں تیرا مقام ہوں۔ لیکن بارہوں کی طرح تم خلافت کا بار نہیں اٹھا سکو گے کیوں کہ بارہوں چالیس دن بھی بارہ خلافت نہ اٹھا سکے (حاشیہ المنطق صفحہ ۹ و ۱۰) وارو احیاء السنہ

۸۔ حیات امام مالکؒ کے مولانا زبیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ امام مالکؒ کی نظر میں خلافت کیلئے دوڑنے لگے اور خلافت طلب کرنے لگے اور یہ بات ان کی کمی کا باعث تھی اس لئے وہ نہیں اس شخص کے مرتبہ پر نہیں رکھتے تھے جو خلافت طلب نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؑ اس طرح برسر اقتدار نہیں آئے تھے جس طرح دوسرے خلفاء برسر اقتدار آئے تھے۔

۹۔ حیات امام مالکؒ صفحہ ۱۰ کتاب منزل الانبیا  
۱۰۔ مؤدوری صاحب لکھتے ہیں: تاہم عثمانؓ یعنی حضرت علیؑ کے ہاں تقرب حاصل کرتے پہلے گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلافت شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے علیؑ کے ہاں بن حارث الاشترؒ (مصری) محمد بن ابوبکرؓ کو غزوہ کے عہد سے نکال دیا۔ حالانکہ قتل عثمانؓ میں ان دونوں کا جو حصہ تھا دوسب کو معلوم ہے۔ (خلافت و ملکیت صفحہ ۱۰) یہاں مؤدوری صاحب نے کماؤ بن بشر کا نام نہیں لکھا جس نے حضرت عثمانؓ کے جسم پر تلوار کے کئی وار کئے تھے۔ اور سیدنا علیؑ نے اسے مصر کے گورنر کا منبر مقرر کیا تھا۔

۱۱۔ شاہ ولی اللہؒ کا ایک ارشاد اور حسنؒ لکھتے ہیں:  
العقائد و سمیت برائے او و جواب العقائد و سمیت فی حکم التوحید و سمیت انہم من شہد۔ در

(۱) دوسرا مشورہ یہ ہے کہ ویاتھا کہ آپ اس وقت خلافت قبول نہ کیجئے جب تک تمام شہروں کے لوگ آپ کو منفعت طور پر تسلیم نہ کر لیں مگر آپ نہ مانے۔

(۲) پھر میں نے کہا طلحہ و زبیرؓ کی مخالفت کی صورت میں آپ گوشنشین ہو جائیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں مگر آپ نے میری یہ بات بھی نہ مانی۔

۳۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ لگائی

(حاشیہ) در خلافت دور انتظار اور حکم اونا نداشت و تمام مسلمین تحت حکم او سر فروغیا و در زمانہ سب با کمال منقطع (از کتاب الحقا علیہ صفحہ ۳۲)

۱۱۔ پھر فرماتے ہیں: در عنایت ازلی مقرر بود و بیچکا حضرت علیؑ و اولاد او نا و انان قیامت منصور نشوند۔ و بیچکا و خلافت ایشان علی و جہا بصورت دیگر د۔

۱۲۔ (حاشیہ) اور یہ تفسیر تھی کہ: و لا ر کما فاعلیین تم علی کو خلیفہ منتخب کرنے سے نہیں۔ (۱۵) (الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ طبری جلد ۱۵)

○ شرح ابن ابی حمزہؒ میں ہے کہ ایک دن سیدنا حسینؑ اپنے تایا جمع کے مقابلہ میں اپنے باپ کی بڑائی بیان کرنے لگے تو سیدنا جعفرؑ کے بیٹے عبد اللہؑ نے کہا کہ میرے والد تو جنت کے باغوں میں میرے ساتھ ہیں مگر تم باپ صریح الدما فی الفتشہ خانہ جنگیوں کے خون میں نہا گئے۔ پھر صادقؑ نے فروری تھی کوٹ مادت عثمانؓ پر خلافت خاتمہ فرمادے گی۔

○ یہی ابی حمزہؒ لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کے سلسلے ایک وفد سیدنا علیؑ اور اور سیدنا معاویہؓ آپس میں الجھ پڑے تو سیدنا عثمانؓ نے فرمایا: واللہ کہ تحصیل اہل بیت کے دلانی احسن من دلائل حکمائی تم حکومت دہیں مگر اور نہ تمہاری اولاد میں سے کسی اور کو۔ سیدنا معاویہؓ موجود تھے وہ سیدنا عثمانؓ کی اس بات پر حیران ہوئے اور سیدنا محمدؑ کو کہ کیا انہوں نے فرمایا عثمانؓ نے سچ کہا میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ لا یرا اصاب علیؑ کہ علیؑ کو خلافت نہیں ملے گی اب ان تصریحات کو دلا اہل بیت علیہم السلام سے ملا کر دیکھیے۔

کی تیاریاں شروع کیں۔ تو حضرت حسن نے عرض کیا، یا ابی ابی! دع ہذا فافات  
فیہ مسفلت دماء المسلمین۔ وقوع الاختلاف بینہما (البدیع جلد ۲۲)  
ابا جان! اس جنگ سے ترک جائیے، کیونکہ یہ جنگ سوائے اس کے کچھ نہیں (مسلمانوں  
میں خون ریزی ہوگی اور آپس میں اختلاف پیدا ہوگا۔ اور آگے چل کر رٹنے لے  
دیکھ لیا کہ سیدنا حسن کا سیاسی موقف سیدنا علی کے سیاسی موقف کے لیے کس قدر  
افزایا ابی الصواب بلکہ عینی برحق تھا۔

۱۳۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔ فاما وقعة حلی الی اکابر الصحابة لیکن حضرت علی کا واقعہ  
تو حضرت عثمان کی شہادت کے وقت لوگ مختلف شہروں میں متفرق تھے اور بیت کے  
وقت حاضر نہ تھے۔ اور جو حضرات موجود تھے ان میں سے بعض نے بیعت کر لی اور بعض  
وہ میں جنہوں نے تو بیعت کیا۔ تا کہ لوگ ہمارے کریں مثلاً سعد، عقیقہ، ابن عمر،  
اسامہ بن زید، عیفرہ بن شعبہ، عبداللہ بن سلام، قدامہ بن مظعون، ابوسید خدری  
کعب بن اجڑ، کعب بن مالک، نعمان بن بشیر، سالم بن ثابت، مسلمہ بن مخلد، قتادہ  
بن عبید وغیرہم اور ان جیسے دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم (مسری)  
ابن سعد نے اس غلطی میں کیا مقام رہ جانے کہ میں نے سیدنا علی کے  
اس زمانہ کا تاریخ میں کیا مقام رہ جانے کہ میں نے سیدنا علی کے  
بیعت کی جنہوں نے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی (شیخ علیہ)  
۱۴۔ مٹ ہو مستشرقین محقق وے غور لکھتا ہے:

ALI WAS A VALIANT PERSON BUT HAD NO

GREAT TALENT AS RULER (شیخ علیہ)

۱۵۔ ابن مزہم اپنی تالیف انظر العرس میں لکھتے ہیں کہ لوگوں نے مخالف یعنی خلیفہ  
سے اقتدار حاصل کیا ان میں سب اول سیدنا علی تھے (حقیقت، خلافت مکریت صفحہ ۲۲۶)

۱۶۔ شادوی اللہ لکھتے ہیں کہ مخالف نے سب سے پہلے طلب خلافت اور نہ بیعت اسلام۔

۱۷۔ بخاری میں سیدنا عثمان بن عفان سے حکم سے عروہ اور ان سے مشام روایت کرتے ہیں سیدنا عثمان کی  
خلافت کے زمانہ میں لوگوں کا کام خیال یہ تھا کہ حضرت عثمان کے سید پر خدائے خدا کے ہدایت

چنانچہ آگے چل کر ہی ان کی زندگی میں عقیقہ میں سیدنا علی نے سیدنا حسن کو مخاطب کر کے  
فرمایا یا ابی! مات قتل هذا الیم بعشرین عاماً۔ کا سیدنا ابی! آج سے بیس سال پہلے گیا  
موتنا یہ جس کی سیدنا حسن نے عرض کیا یا ابی! مات قتل هذا الیم بعشرین عاماً۔ (ابا جان! اسی لئے تو میں  
آج کو اس اقدار سے روکتا رہا۔ یہ سن کر سیدنا علی نے پیر فرمایا یا ابی! ابی جان! لام بلیغ هذا۔  
میرے بیٹے! میں نہیں جانتا تھا کہ عالم بیان تک پہنچ جائے گا۔) (ربیعاً جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)  
۱۸۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی کے دور خلافت میں سیدنا حسن ایک روز خط بیان کرنے  
کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس خط میں انہوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا: لوگو! میں نے  
کل رات ایک غیبی غریب کو دیکھا میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوئی ہے پروردگار  
کا ناسات اپنے عرش پر چن چن کر کوئی نشت لیت لائے ہیں اور عرش کا ایک پایہ کیا کوئی نشت لیت  
ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر نشت لیت لائے ہیں اور عرش کے شاہد کس پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھئے کہ سیدنا علی کے سر خلافت کا آج لکھنے والے کے متعلق کیا کہتے ہیں اور حضرت  
علی اپنے ان حاروں کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

۱۔ بیع الملافہ کے کہتے ہیں کہ کلاکات ہیں: ادلیس عیبا ان معاویہ الخ کیا یہ بات بغث  
جیڑی نہیں کہ معاویہ قوا عانت اور عھا کے بغیر چھا کاروں کو حکم دیتا ہے اور وہ اس کی پیروی کرتے ہیں  
اور میں تم کو حالاً کہ تم بغیر اسلام اور بغیر شرم معاہدات اور عھا کے ساتھ حرکت کیا ہوں تو تم میرے پاس  
سے متفرق ہو جائے ہو اور میرے ساتھ اختلاف کرتے ہو۔

۲۔ طبری کہتا ہے کہ صفین کے موقع پر ان عرائسوں کی ایک جماعت نامی کی تجویز کرنے کے لئے  
دھکی بھی دی کہ اگر ہماری بات نہ مانی گئی تو تمہارا بھی وہی حشر کر گئے گا تعالیا میں جن جواروں کا کیا تھار  
۳۔ کل الی حضرت علی کے متفرق تھے اور کوثر دیر نہ کہ اکثر لوگ اور کہہ کہ وہ سب ہی لوگ ان سے متفرق  
اور جہر خلق ان کے مخالفت ہی امیر کے ساتھ تھی۔ (شرح بیع الملافہ ابن ابی الحدید)

۴۔ سیدنا علی اپنے جواروں کے سخت لڑتے تھے چنانچہ ابوالفرح اشعری نے جو مسلک شیعہ تھا لکھا ہے کہ حضرت علی نے  
اپنے لشکروں کو مخاطب کر کے فرمایا یا ابناء الرجال الی! دا لحد لان لے ان عیوت شران و رے منزنا نہ  
خلف حاق! میری آرزو ہے کہ میں تمہیں نہ جانتا۔ اور یہی بتاؤ اور کہ میں نے تمہیں بھی لکھا بھی نہ جانتا۔  
انہی کی مخالفت، اور ان میں سے انہی کی خدمت تمہیں سے انہی کے الفاظ ہیں: تم لوگوں نے مجھے اپنی سچے سچے نہیں دیا اس قدر اذیت کی  
۵۔ بیع الملافہ کے کہ ایک خطیب کے الفاظ ہیں: تم لوگوں نے مجھے اپنی سچے سچے نہیں دیا اس قدر اذیت کی  
سر فرشتے کے کہ میں ابی طالب ہمارے تو ہے مگر علم حرب نہیں رکھتا۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ نے غزوہ بدر لڑنے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے شانہ بہرہ کر رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اچانک حضرت عثمانؓ اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کا منہ مومنان کے ہاتھوں میں رکھا ہوا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فرما رہے ہیں کہ میں نے اسے جبراً دیا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں نے اسے جبراً دیا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فرما رہے ہیں کہ میں نے اسے جبراً دیا ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں نے اسے جبراً دیا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فرما رہے ہیں کہ میں نے اسے جبراً دیا ہے۔

۴۔ باقر عباسیؒ نے کہا ہے کہ جب جناب امیر کے اصحاب نے ان کی نصرت و مددگاری کی تو آپ نے بلائے میرا ارشاد فرمایا: محمد اسوگندھے منظر ہے کہ خدا جھگڑے اٹھائے و جدا (العباد ص ۱۳۰)۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہ ہی علیؓ نے اسلام لے آیا کی خلافت کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ نہ ہی صحابہ کرام میں سے کوئی ایک کے کسی نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور نہ ہی آپ کو خلیفہ منتخب کرنے والے نے آپ کا ساتھ دیا۔ ان حالات میں اگر سیدنا علیؓ نے جی علیہ السلام کے اس ارشاد پر عمل فرماتے تو عطا باقر مجلسی نے اپنی مشہور کتاب فاقہ تالیف جلد ۱۱ میں بیان کیا ہے۔ یعنی سیدنا علیؓ نے شہادت کے وقت سیدنا محمدؐ کو فرمایا: میں تم کو اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح مجھے رسول اللہؐ نے وصیت کی ہے۔ اسے فرزند حبیب ہی فرماتے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافق نہ رہیں۔ اس وقت حاضرین و مہاجر گنجانوں پر سونا اور گویا کو غصہ و ترنگہ فرمادیا وہاں حضورؐ کے اسرار کا سنگ سیدنا علیؓ خود سسویات پر عمل فرماتے تو نہ ہی جنگ جمل کا موقع پیش آیا۔ نہ ہی صدیقین میں فتنہ عام۔ اور نہ ہی کریم کا المیہ امت میں تشتت و افتراق کا سبب بننا۔

## واقعہ تحکیم

سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کی مدت ۵۴ ہجری تا ۴۰ ہجری ہے۔ آپ کی نام نہاد خلافت کے دور دور ہوئے پہلا دور ابتداء خلافت سے عروان تک اور دوسرا دور عروان ۴۰ ہجری کے قبیلہ تحکیم سے شہادت تک۔ جنگ تبوک میں اہل عام نے پورے عالم اسلام کو جھگڑا کر رکھ دیا تھا۔ خود سیدنا علیؓ اور ان کے کپ کے دو لوگ جن کا شہادت عثمانؓ کے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اس وقت تک واقعات کو سمجھ ہی نہ پائے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اس وقت عام سے ان کی باطنی حسیں جلدی موری تھیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور یہ سوچتے پر مجبور ہو چکے تھے کہ جس قدر جلد ہو سکے اس خانہ جنگی کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ دوسری طرف سیدنا معاویہؓ اور ان کے کپ کے لوگ شروع سے ہی اس خانہ جنگی سے متفرق تھے اگرچہ فاطمین سیدنا ذوالنورینؓ سے قصاص کے مطالبہ کے موقع پر وہ قائم تھے مگر لڑائی میں اہل عام سے آخر تک ان کا انداز صرف مدافعت تھا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر

سیدنا معاویہؓ کو سیدنا علیؓ سے کوئی ذاتی مخالفت یا حصول خلافت کے لئے کوئی چیلنج ہو تو ان کے لئے بہترین موقع تھا کہ وہ جنگ جمل میں سیدنا معاویہؓ کا ساتھ کثرت کا ساتھ دیتے

جنگ جمل کے وقت سیدنا معاویہؓ کا خیال تھا کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے خون ناحق کے قصاص کے لئے جب تمام امت کی جلیل القدریاں مطالبہ کے کوٹھ پھڑی ہوئی ہیں تو کوئی صورت نہیں کہ وہ اپنے اس معنی برحق مطالبہ میں کامیاب نہ ہو سکیں مگر جب واقعات نے اُن کے صورت اختیار کر لیا تو قصاص کے مطالبہ کی صدائے بازگشت شام کی داریوں سے گونجنے لگی۔ سیدنا علیؓ کو یہ صورت حال



پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ اپنے مستقر خلافت کی طرف سے عازم شام ہوئے سیدنا معاویہؓ کے لئے خونِ فدائوں کے تھاموں کے ساتھ انیسویں اپنی سلامتی کی فکر بھی لاحق ہو گئی۔ اور پھر اس صورت میں کہ سیدنا علیؓ کو ان کی نام نہاد خلافت سے انہی کے مقرر کردہ نائبوں نے تمام عالم اسلام کے مشورہ سے خلافت سے معزول کر دیا تھا۔

لے جنگِ فین کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ بکثرت تمام امت کے مشورے فیصلہ ہوا کہ اس جنگ کے لئے دو حکم تجویز کیے جائیں۔ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے سیدنا عمرؓ بن العاص اور سیدنا علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ حکم مقرر ہوئے۔ ہر دو نے پورے چھ ماہ عرصہ خوش کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ سیدنا علیؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ اس موقع پر فریقین کی طرف سے چار چار سو منتخب افراد موجود تھے۔ اور ہفت روزہ غیر متوجہ بن کر سیدنا علیؓ کی طرف سے حکم مقرر ہوئے تھے۔ وہ آپ کے جھنجھاماد تھے۔ دوسری بات یہ کہ معاویہؓ نے سیدنا علیؓ کی خلافت کا اٹھا کر انہیں بحال رکھا جائے یا انہیں معزول کر کے نئے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔

سیدنا معاویہؓ کی پوزیشن ایک صوبہ کے عامل کی تھی۔ ان کا عزل یا اپنے صوبہ پر عامل رہنا خلیفہ وقت کے اختیار میں تھا۔ نہ کہ حکمین کے اختیار میں۔ اور پھر ہمیں کسی تاریخ میں اس قسم کا ایک ملکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ کہ آپ دعوی خلافت تھے۔ سیدنا علیؓ سے آپ کا اختلاف صرف اس بات پر تھا کہ تین عثمان سے قصاص لیا جائے۔ سیدنا معاویہؓ کا اس بات کے بعد سیدنا عثمانؓ کے فی الدیم آپ ہی تھے۔ سیدنا علیؓ کو عقیدے نے ایسی کے بعد خود معلوم ہو گیا تھا۔ خدا کی لاکھ ایدہ کہ وہ کبھی حکمران نہیں بن سکتے تھے۔ لہذا سیدنا حسنؓ سیدنا معاویہؓ کا خلافت کے متعلق واضح طور پر فرمایا تھا کہ معاویہؓ کی مارت سے کوہنہ نہ کرنا۔ قسم بخدا اگر تم نے انہیں بھی گنوا دیا تو کوہنہ نہ کرنا۔ کہ انہوں نے سیدنا علیؓ کی طرف سے کٹ کر گریں گے۔

(ازالۃ الغلط جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

## سیدنا حسنؓ کی خلافت

سیدنا علیؓ شہادت کے وقت سیاسی زبان میں ایک معزول خلیفہ تھے۔ اس صورت میں سیدنا حسنؓ کی شہادت یا خلافت کو بھی ایک قسم کا عبوری دور ہی کہا جائے گا۔ اول تو سیدنا علیؓ اس بات کے مجاز ہی نہ تھے کہ معزول ہونے کے بعد کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما سکیں اور پھر اس قسم کے شواہد بھی نشہ معنی ہیں جن میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے کہ سیدنا علیؓ نے آخری وقت سیدنا حسنؓ کی خلافت کے لئے وصیت فرمائی تھی۔

چنانچہ مشہور شیعہ محقق علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب اکیسویں ماہ مبارک سن کی ہوئی حضرت علیؓ نے اپنے فرزندوں اور اہل بیت کو جمع کر کے فرمایا۔ خدا میری جانب سے تم پر خلیفہ ہے۔ وہی خلیفہ ہے اور وہ ایک وکیل ہے۔

(اعلام العیون جلد اول صفحہ ۸۵، ۸۶ مطبوعہ ۱۲۸۱ھ)

چونکہ سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد نصف عالم اسلام ایک ضلالت کا شکار ہو گیا تھا۔ اور موقع پر اس مرقبہ و مقام کا کوئی دوسرا شخص بھی موجود نہ تھا اس لئے سیدنا حسنؓ زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور اس نام نہاد خلافت کا بوجھ اٹھانے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔

ایک طرف آپ کے جمع مبارک تک اپنے متعلق یہ بات پہنچ چکی تھی کہ میرا یہ دنیا مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کا سبب بنے گا۔ اور دوسری آپ تک نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی آواز بھی پہنچ چکی تھی کہ لا ینفک الیام والدیالی حتی یمیت معاویہ۔ یعنی ایک نہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ معاویہؓ بادشاہ بن جائیں گے پھر آپ کے مہلتے اپنے گرامی قدر والد کی اس وصیت کے الفاظ بھی تھے کہ دنیا اتم معاویہؓ کی حکومت سے نفرت نہ کرنا۔



## کیا سیدنا حسن بھی نامہا خلیفہ تھے؟

یہ وہ عنوان ہے جس کی طرف آج تک کسی مورخ نے توجہ نہ دی بلکہ اس عنوان کو بہ مورخ سرسری طور پر نظر انداز کرتے ہوئے آپ کی خلافت کو بھی ایک قسم کا عبور کی دہکتے ہوئے گذر گیا۔ مگر ایک لحاظ سے آپ کو مسلم خلیفہ کہنا بھی بے جا نہیں۔

۱۔ چونکہ آپ کی خلافت کے خلاف تمام عالم اسلام میں کسی ایک مقام سے بھی کوئی آواز نہ اٹھائی گئی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کو تمام خلافت پہنچانے ہی اس قسم کی آوازیں ہر چار اطراف سے سننا پڑی تھیں کہ یہ خلافت قاتلین سیدنا ذوالنورینؓ کی جھگڑے سے معرض وجود میں آئی ہے۔

۲۔ آپ نے حصول خلافت کے لئے خود کوئی کوشش نہ کی بلکہ موجود افراد نے جس میں صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ خلیفہ منتخب کیا۔

## سیدنا حسنؓ سیدنا معاویہؓ کے حق میں امور خلافت سے دستبردار ہو گئے

سیدنا حسنؓ اگر خلافت پر قائم رہنا چاہتے تو سیدنا معاویہؓ یقیناً ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیتے۔ مگر سیدنا حسنؓ کے پیش نظر نبی علیہ السلام کی وہ پیشانیوں موجود تھیں جو گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ آپ کے لئے سیدنا معاویہؓ کے حق میں امور خلافت سے دستبردار ہونا بھی آسان تھا۔ آپ خوب جانتے تھے کہ سبائی فتنہ پردازوں کے گھیرائے میں آپ کی امور خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کرنے کے راستہ میں کئی مشکلات ہیں۔ آپ نے پہلے اس امر کے لئے فضا ساز کار کرنا شروع کی۔ چنانچہ مجلسی کا کہنا ہے کہ جلد جلد لوگ امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اور امام حسنؓ نے ان سے شرط لی کہ جس سے یہ صلح کروں تم بھی صلح کرو اور جس

سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو۔ ان لوگوں نے قبول کیا اور زنجبیل العیون (صفحہ ۳۴۳) گویا امر خلافت کے انعقاد کے وقت ہی آپ اس بات کا ارادہ کئے ہوئے تھے کہ میں اس ذمہ داری سے سیدنا معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو جاؤں گا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تحقیق میں بعد حمد و لغت خدا امید رکھتا ہوں کہ اس خلق پر بہترین خیر خواہ ترین مردم ہوں اور کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں اور کسی طرف سے میرے دل میں ارادہ بدی نہیں اور مسلمانوں کی جمعیت کو برا گذرے گی سے بہتر جانتا ہوں۔ اور جو صلاح تم اپنے حق میں بہتر جانتے ہو۔ اس سے بہتر جانتا ہوں۔ پس لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے کو اپنے حق میں نہ کرو اور زنجبیل العیون جلد ۱ صفحہ ۳۴۵

ان تصریحات سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ امور خلافت سے دستبردار رہیں۔ لوگ شاید صرف مخالفت پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر حملہ آور بھی ہو جائیں۔ آپ کا یہ قیاس سو فی صدی درست نکلا۔

گرد و سبائیہ نے آپ پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ معاویہؓ سے فداً جنگ شروع کی جائے۔ حالانکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ معاویہؓ سے عکوفے کر سیدنا علیؓ برا نہیں ہو سکے۔ تو موجودہ حالات میں یہ پیش قدمی ہمارے بس کا روگ نہیں مگر انہیں فتح یا کامرانی سے غرض نہ تھی۔ ان کا اصل مقصد مدعا یہ تھا کہ

مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر ختم کر دیا جائے

تاکہ دین مجوس و یہود سے جو اس معرقت وجود

میں آچکا ہے حکومت اس کے ہاتھوں میں

آجائے۔



## سیدنا حسن نے رضاد و غبت سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے محرکات و غمات گذشتہ ہیں بیان ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر اہل ائمہ و اہل سیاست کے بعض موفقی نے نہایت پتے کی بات کہی ہے۔ سیدنا حسنؓ نے یہ مسودہ پیش فرمایا ان کی کان بیکر شعی الخیر سے والد مجھ سے فرماتے تھے کہ معاویہؓ ضرور خلافت پر فائز ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ اڑوں اور درختوں جیسی بڑی قوت سے بھی ان کے مقابل آتے تو وہ ضرور غالب رہتے۔ خدا کی حکمت کو نہ کوئی ٹوٹا سکتا ہے اور نہ اس کا ارادہ پٹایا جاسکتا ہے۔

(الامامت والسیاست جلد اول صفحہ ۱۴۴)

سیدنا علیؓ کو خوب معلوم ہو چکا تھا کہ میرے ارد گرد جو لوگ ہیں یہ سب منافق ہیں۔ ان کا دامن اسلام دشمنی و کفر و بدعتوں کے حال میں۔ اسی لئے بار بار آپ سیدنا حسنؓ کو وصیت فرماتے رہے کہ تمہیں ہر صورت میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوگی۔

**بیعت کس طرح ہوئی** | اسی لئے وفائی سستی اور نفاق پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ سکار ہو دو لیکن میں نہ آجیت نہ بیعت نام کرنا ہوں۔ لازم ہے کہ کل فساد و فتنہ میں جمع ہو جاؤ۔ اور بیعت نہ توڑو۔ عقوبت الہی سے ڈرو۔ پس دس روز تک اس مقام پر توقف فرمایا۔ مگر چار ہزار سے زیادہ لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے۔ امام حسنؓ امیر پر تشرف سے گئے اور فرمایا مجھے اس گروہ

للہ الامتہ و السیاستہ کو راہی عبداللہ بن مسلم قنبرۃ الدیموری متوفی ۷۴ھ کی تالیف بیان کیا جاتا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ دیموری کی تالیفات کی قدرت جو ابن ندیم نے کی ہے اس میں الامت و السیاست کا نام نہیں اور الامت و السیاست میں بعض واقعات چند مصرعی علماء سے روایت کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دیموری بھی مصرعے ہی نہیں۔

سے تعجب ہے جو نہ جیاد رکھتے ہیں نہ ایمان۔ تم پر ملے ہو۔ بخدا اس کو نہ معاویہؓ کی بات کا میرے قتل پر ضامن ہوا اس پر وہ وفائے کرے گا۔ اور میں تمہارے لئے چاہتا تھا کہ دین حق کو برپا کروں مگر تم نے میری مدد نہ کی۔ میں تمہارا عہد شکن کر سکتا ہوں۔

..... جب امام حسنؓ اپنے عہد سے یا کسی ہونے کو معاویہؓ کو جواب دیا۔  
..... کہ میں چند شرائط پر بھیجے صلح کرتا ہوں۔

(رجلاء العیون جلد اول صفحہ ۲۲۶)

ملا باقر صاحب تو یہاں حضرت حسنؓ کے ساتھ چار ہزار آدمی بیان کرتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ کی روایت صحیح صورت کو سامنے لاتی ہے۔  
..... سیدنا معاویہؓ نے نہ عبد اللہ بن عمرؓ سے دو آدمیوں یعنی عبدالرحمن بن عمروؓ اور عبداللہ بن کثیرؓ کو سیدنا حسنؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کے سامنے اپنے مطالبات بگھو۔ چنانچہ دونوں صاحب تشرفیت لائے۔ ملاقات کی گفتگو کی پرینام بھیجا اور مطالبات پیش کئے۔ حسنؓ بن علیؓ نے فرمایا۔ ہم نہ عبد اللہ بن عمرؓ سے اس مال خلافت سے معہرہ ہائے اور اس اُمت سے بے وجہ اپنا خون ضائع کیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ان دعاویہ کی طرف سے پیش کش ہے اور ایسا ایسا مطالبہ ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضمانت کون دے گا؟ ان دونوں نے کہا۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے جو بھی کہا وہ کئے گئے۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ اسی طرح انہوں نے صلح کر لی۔

ملا باقر خلیفہ مسی کہتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے امام حسنؓ کو اٹھا کر میرے نکلیا۔ اور جبار کر کے کہا۔ یہ میرا فرزند اس اُمت کا بزرگوار ہے اور شاید خدا میری اُمت اس اُمت کے دو گروہوں میں صلح کرادے۔ (رجلاء العیون صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵)

ملا باقر کے اس قول میں خط کشیدہ الفاظ ان جابل سنتوں کے منہ پر ایک زناٹے وار عجب ہے جو سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو خشقہ الہیہ کہتے ہیں۔  
غرض کہ سیدنا حسنؓ کی سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی جو بیعت بھی تھی اس سے آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سیدنا حسنؓ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار

ہو گئے۔ یہ بیعت ہر جہل کے کوائف مسکن کے مقام پر بیعت الاول ۱۱ھ میں لکھی گئی۔

### خلع خلافت کے بعد

اب ایک شبیدہ بنہند اور مورخ کی زبانی سنئے : جب حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کرنی تو لوگ ان کے پاس گئے اور بعض لوگوں نے ان حسن کو معاویہ سے بیعت کر لینے پر ملامت کی تو انہوں نے کہا تمہاری خرابی ہو تم کیا جانو میں نے کیا کام کیا۔ خدا کی قسم میں نے جو کام کیا ہے وہ میرے طرفداروں کے لئے تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے (احتجاج طبرسی)

اس کے بعد یہ غالی مسکت لکھتا ہے کہ ہمیں سے کوئی نہیں جس کی گردن میں اپنے زمانہ کے کچھ گمراہ کی بیعت نہ ہو۔ اس فقرہ کی تشریح و تفسیر کسی شبیدہ ہند کو ہی معلوم ہو گی کہ تمام معصوم آپ کی تمام زندگیاں گراہوں کی بیعت میں گزریں۔  
کوئی مبتلائے کہ ہم بت میں کیا

اب تاریخ اس موڑ پر پہنچ جاتی ہے کہ کس طرح ان نامیہ اور پخت استقیاء نے سیدنا حسن کو ذلیل و رسوا کیا۔ بلکہ نوبت باغیارسیدہ کہ اگر ان کا پس پلٹا تو وہ آپ کو بھی شہید کر دیتے۔ چنانچہ سید حسین بن احمد بن اسماعیل بن زبیری حسنی المعروف البرکھی جو خاص بخت کے لئے والے ہیں لکھتے ہیں کہ جب حسن کے لشکر یوں نے بعد خلع خلافت انہیں تنگ کیا تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے زخمی کیا، میرا خیمہ لوٹا۔ مجھے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا کہا۔ اور میرے باپ کو شہید کیا۔ اب مجھے ار کیا کہا جیتے ہو۔ تاریخ کو فشتا بحوالہ عقد الفرید جلد ۴ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۸۷

یعنی سیدنا حسن کو خجستہ تھے کہ ان لوگوں نے ہی میرے باپ کو شہید کیا ہے۔ اب آگے چل کر یہ مجھے کیا سلوک کریں گے۔

سیدنا حسن بن علیؑ کو کربلا کے بعد وہ شکست شیعان کا کوئی نہ تھا کہ ان کا تہذیب و تہذیب نے اپنے خاندان میں بزرگ سے لے کر کم عمریوں کو غلامی کر کے کہا تھا کہ اللہ ان کی توحید و توحید و توحید ہی میرے باپ کی کربلا والی کو ہے ان میں سے جو سے جہنم اور کربلا کو قتل کیا ہے۔ ان تہذیبی تہذیب میں جو تہذیب ہی تو تم نے مجھے کیا اور کیا تہذیبی تہذیب کی۔ (تاریخ کو فشتا جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

### سیدنا حسن کا خلع خلافت ان کے لشکر کی

معاویہ سے جہاد کا حکم دیا حضرت نے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا اس کے بعد عدی بن حاتم منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا۔

سبحان اللہ! تم لوگ کیا فرقہ نامیہ ہو تم کو فرقہ رسول خدا جہاد کا حکم فرماتے ہیں اور تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شیعہ آیتام لوگ غضب خدا کے نہیں ڈرتے۔ اور تنگ و غارت پر دوا نہیں کرتے۔ یہ سن کر ایک گروہ نے عدی بن حاتم کا ساتھ دیا امام حسن نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو صاحب خلیفہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ۔ اور مجھے معلوم ہے اپنے قول پر دوا نہیں کرو گے جس طرح اس سے دفاع کی وجہ سے بہتر تھا۔ اور میں تمہارے کہنے پر قبول کرنا خدا کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھا جو تم نے پیر کے ہمراہ سلوک کیا۔ یہ فرما کر منبر سے بیٹھے تشریف لائے اور موار ہو کر متوجہ لشکر گاہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا۔ اکثر نے اپنے قول پر دوا نہ کی۔ اور حاضر ہوئے پس وہاں امام حسن نے تشریف لے کر جہاد اور فرمایا مجھے فریب دیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر کو فریب دیا۔ اور انہیں معلوم میرے بعد تم کس امام سے قتال کرو گے (عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

آگے چل کر ملامت فرماتا ہے۔ امام حسن نے فرمایا پس لازم ہے کہ تم میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور میری راستے کو اپنے حق میں رو نہ کرو۔ اب یہ ہے خدا تمہارے اور میں شہیدے اور ہمیں تمہیں جس میں اس کی محبت و خوشنودی ہے ہدایت کرے۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا ایک نے دوسرے پر نذری اور اس کلام سے ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ خلافت جاوید ہو ویدی پس مسدد ہٹھ کھڑے ہوئے اور بلوہ کر دیا اور اسباب امام حسن کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور رد ووش مبارک سے آٹاری پس امام حسن نے اپنا گھوڑا اطلب کیا اور موار ہوئے۔ اہل بیعت آنحضرتؐ نے حضورؐ کے شیعوں کے







**عام الجماعت** یہ وہ مبارک سال ہے جس کو متاخرین نے اتحاد و اتفاق کا سال قرار دیا۔ عالم اسلام کا تشیت و افتراق ختم ہو گیا۔ پچھڑے ہوئے گلے ملے۔ جہاد کا تلیت شدہ فریضہ اوسیر نو ایک نظام کے تحت شروع ہوا۔ اور اس تمام سعادت و خوش بختی کا سبب صرف ایک واحد شخصیت کے صفے میں آیا ہے تاریخ نو اسیر رسول لغت بگڑناظر، فرزند علی سیدنا حسن کے نام سے جانتی اور

ابتدائے کثر حضرت امیہ روایت کیا گیا امام حضرت نے کثیر پھوڑ کو بات کرتا ہوں سے کہ مرکز قادیان ملک اسی سنت پر عمل کرتے والے تھے کہ صفات میں ہزاروں شخص آپ کو نظر آئیں گے۔ اور پاکستان بننے کے بعد ہمارے وہ بڑے بڑے روڈ گزرتے کی طرح سیاسی پارٹیاں ملنے چلے آئے ہیں سب خدا کی مدد عالی ذیت ہیں آج خدا کو حضرت میر خضر کے داؤں کی گئی نہیں جن لوگوں نے فاروق اعظم کو شہید کرنے دے ہوئی غلام خنز کو بایا شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا انہوں نے ختم کو سب کچھ جاننے کے باوجود کہ وہ طائیفوں کا جانی دشمن تھا محض اسی وجہ سے امیر کا خطاب بخدا کر اُس نے مسلمانوں کے شوق عام میں اپنی توانائیاں صرف کرنے میں پوری پوری کوشش سے کام لیا۔

ختمہ کامل زاد حکومت ۱۲ ربیع الاول ۶۶ھ سے ۱۵ رمضان ۶۷ھ یعنی صرف ۱۸ ماہ بھری ہے مگر اس فقرہ میں اُس نے حسب اہل بیت کا سوا کچھ بھروسہ کر کے عام کیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے حالانکہ شیعیت کے مروجہ آئمہ اسے ہمیشہ دھتکار تے رہے۔

پچھلے امام حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ ختمہ حضرت امام زین العابدین سے غلط مدائیں منسوب کرتا تھا کہ مال گئی بھرا ختمہ زائد ۳۴ھ

پانچویں امام محمد باقر کہتے ہیں کہ ختمہ زائد زین العابدین کی خدمت میں تھا کف بھیجے مگر انہوں نے یہ کہہ کر کہ میں دروغ گو کا بیڑ قبول نہیں کرتا سب کف واپس بھیج دیئے (ختمہ زائد ۳۲ھ)

ایک دفعہ ختمہ زائد امام زین العابدین کی خدمت میں ایک لاکھ دہم بھیجے مگر آپسے قبول کرنا نہ کر دیا اور اسی بھیجنے میں خطا ہوئی کہ دہم کے رقم کر دی ختمہ زائد کے قتل کے بعد امیر المؤمنین عبد الملک کو مطلع کیا انہوں نے کہا خرچ کر لینے رکنا ب غنیمت حسن بن سلیمان ہوا (ختمہ زائد ۳۲ھ) (باقی اگلے صفحہ پر)

پہنچتی ہے۔ اس بطل جلیل اور مل عظیم کے احسانات سے اُمت قیامت تک برآ نہیں ہو سکے گی۔ آپ کے اس عظیم کارنامہ اتحاد المسلمین کی پھر پوری کیفیت آگئی جو مصلحتاً نے تھلائے کے زمانہ میں موجود تھی۔

حضرت معاویہ اس کے بعد بیس سال تک مستر شرافت پر تھک رہے۔ اور اپنی نظیر فرستے سے شمال میں تدبیر سے اندرون ملک تمام فتنہ دازانہ سرگرمیوں کو کچل رکھ دیا۔ اور ہر دن ملک جہاد کا از سر نو انتظام کیا گیا۔ ہر طرف خوشی و انبساط اور غارتخ البالی کی لہریں دوڑ گئیں۔ امیر معاویہ اپنے اصول حکمرانی، علم و کرم، عد انصاف، وجود سخا سے رعایا کو محبوب بن گئے مسلمان نہیں رہتی دنیا سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ کی شکر گزار رہیں گی۔

تاریخی صفحات میں سیدنا امیر معاویہ کو اموی سلطنت کا بانی کہا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ سلطنت اموی کے بانی اس لحاظ سے سیدنا حسن تھے

### شرائط صلح

مختلف تاریخوں میں شرائط صلح کی دفعات و تفصیلات میں اختلاف ہے

بقیہ عیشہ گذشتہ صفحہ امام زین العابدین مختار بر لعنت بھیجا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اس نے پر اور خدا پر بہتان باندھا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ حضرت جعفر رضا کہتے ہیں کہ حضرت سید الثقلین حضرت امیر المؤمنین اور حضرت حسین اُسے جہنم میں دیکھیں ابتدا میں وہ جعفر صادق کی امامت کا قائل نہ تھا بلکہ جہنم بن صفوان کے عقیدے پر تھا جناب امیر کی شہادت پر دروں کا خیال تھا کہ حضرت زین ابی جلم کا سب سے ہے اس لئے کہ وہ میں ہر شخص کے بعد لوگ اس پر یقین بھیجا کرتے تھے۔

تخصیص تقریباً سید محمد ابراہیم مجتہد العصر  
بحوالہ مختار زائد ۳۴ھ / ۳۵ھ

دیویری کا بیان ترقین قیاس نظر آتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق صلح کی وقت حسب ذیل تھیں۔

- ۱۔ کسی عراقی کو محض پرانی عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔
  - ۲۔ بلا استثنا سب کو امان دی جائے۔
  - ۳۔ اہل عراق کی بدزبانوں کو انجیز کیا جائے۔
  - ۴۔ دارا بلچر کا پورا اخراج حضرت حسن کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔
  - ۵۔ حضرت حسن کو دو لاکھ سالانہ دیئے جائیں۔
  - ۶۔ وظائف پناہی ہاشم کو بھی امیر پر ترجیح دی جائے۔
- سیدنا امیر معاویہ نے اپنے قلم سے یہ قرار نامہ لکھ کر اکابرین شام کی شہادتیں لکھ کر انہیں کے عہدائے ابن عباس کے ذریعے حضرت حسن کے پاس بھیج دیئے۔ انہوں نے اپنی جگہ پر اس کی تائید کی تاہم اتفاقاً دینا یوں کا مجموعہ ہے یہاں بھی اتفاقاً دو روایتیں بیان کر رہے ہیں پہلی روایت کے مطابق ترقین شرطیں بیان کرتا ہے۔
- ۱۔ کوفہ کے بیت المال کا تمام روپیہ حضرت حسن کو دے دیا جائے۔
  - ۲۔ دارا بلچر کا اخراج آپ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔
  - ۳۔ حضرت علی پر سب پر ستم نہ کیا جائے۔
- طبری کی دوسری روایت ہے کہ امیر معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی ہر گز کے حضرت حسن کے پاس بھیج دیا تھا کہ آپ جو شرطیں لکھ کر میرے پاس بھیج دیں گے مجھے منظور میں چنانچہ حضرت حسن نے اپنی شرطیں دو گئی کر کے بھیج دیں مگر امیر معاویہ نے قبول نہ لیں۔
- طبری کی پہلی روایت کی تیسری شرط مصر کا کذب ہے۔ چونکہ سیدنا علی پر ستم کی لم سراسر جھلکی ہے۔ اور دوسری روایت مصر سے وضعی ہے۔
- متاخرین کی بعض کہانوں میں یہ شرط بھی ملتی ہے کہ امیر معاویہ کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوں گے مگر اس شرط کے خالق وہی وہ ہیں جنہوں نے آگے چل کر آپ کی وفات کے

متعلق قوم شوری کا افسانہ تراشا قریب۔ العبد موفیق کی کسی کتاب میں یہ شرط موجود نہیں۔ یعنی طبری نے باوجود اپنے تیشیح کے اسے بیان نہیں کیا۔ اور یعقوبی، مسعودی اور ابن اثیر نے بھی اس شرط کے متعلق کہیں اشارہ نہ کیا۔ یا ران طریقت نے بہت بعد میں یہ داستان تراشی ہے۔ اگر اس شرط کا کوئی وجود ہوتا تو امیر بیزید کے ولید جہدی کے چھ سات سالہ دور میں کہیں نہ کہیں سے یہ آواز ضرور پیدا ہوتی اور خود بھی طور پر سیدنا عبداللہ بن زبیر بن جحش کے ہاتھ بخاندان میں حصول خلافت کا خیال موجود تھا خود کسی موقع پر اس شرط کا اظہار کرتے۔ اور سب سے اہم یہ کہ سیدنا حسین اپنے خروج کے وقت ضرور اسے بیان کرتے۔

سیدنا حسن نے مجمع عام میں زبانی بھی اس متعلقہ کی تصدیق فرمائی۔ (بخاری و ابوداؤد ۲/۲۲۲) احتیاج و استدعا ہے مگر مجمع میں سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر حجت کرتے وقت آپ نے بھی اس شرط کا اظہار نہ فرمایا۔ یوں حضور صادق و صدوق خاتم المعصومین کے اس ارشاد یعنی الخلافت فیہ بالمدینہ و الاملاک بالاشاہ یعنی خلافت نبوت مدینہ میں ہوگی اور خلافت مملکت شام میں کہیں نہ ہوگی۔

**سیدنا معاویہ و حسین**  
 جب سیدنا معاویہ باقاعدہ قلیف منتخب ہو گئے تو ملک میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس سال کو عام الجہاد کا نام دیا۔ سیدنا معاویہ کا حضرت امیر حسین کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ رہا۔ مقررہ وظائف کے علاوہ وہ ان کو اپنی گران قدر عطیات سے نوازا کرتا رہا۔ دونوں بھائی باہم ہر سال سیدنا معاویہ کی خدمت میں دمشق حاضر ہوتے رہے اور امیر المؤمنین کے خواتین و بھائیوں کی حیثیت سے بھتیجیوں و بھائیوں کی قیام فرماتے رہے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: عیب خلافت معاویہ کی قائم ہو گئی تو حسین اپنے بھائی حسن کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں بھائیوں کی بہت زیادہ عزت کرتے۔ معاویہ کی عطیات سے شاد و کام کرتے۔ ایک دفعہ ایک ہی

دن میں انہیں میں لاکھ درہم عطا کئے اور ابدیہ عہدہ (شاہ کا ترجمہ) یہی علامہ ابن کثیر زید بن الحباب کی روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حسن بن علیؑ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسا گرانقدر عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے کسی کو نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ چالیس لاکھ درہم دیئے اور ایک بار جب دو نوں بھائی دمشق پہنچے تو ہر ایک کو بیس بیس لاکھ کے عطیہ سے شاد کام کیا اور ابدیہ عہدہ (شاہ کا ترجمہ)۔

شیخ البلاغہ کا شارح ابن الی الحدیہ لکھتا ہے۔ معاویہؓ دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کئے اور ان کا فرزند زیدؓ پہلا شخص ہے جس نے اس رقم کو دو گنا کیا۔ اور یہ عطیات علیؑ کے دو نوں بیٹوں (حسن و حسینؑ) کو ہر سال دس دس لاکھ عطا ہوتے اور اسی طرح بعد اللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ کو بھی دیئے جاتے (عبد اللہ ۱۶۱)۔

یہ عطیات سالانہ وظائف کے علاوہ دیئے جاتے جو یا تو خمس اور تہ میں سے ہوتے یا اس مال میں سے جو ملک کی ضروریات سے زائد ہوتا اور یا قلیلہ اپنے ذاتی مال سے دیتے۔

مگر باوجود مجلس لکھتا ہے کہ امام حسنؑ ایک بار معاویہ کے پاس دمشق گئے اتفاقاً اس روز بہت مال و متاع کسی موضع سے اس کے پاس لائے جب فہرست معاویہ کو دی۔ معاویہ نے امام حسنؑ کو دیدی (جلد ۱۱ ص ۱۷۳)۔

آگے چل کر مجلس لکھتا ہے کہ جب معاویہؓ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھا اشراف مدینہ کو بلا یا اور ہر شخص کو پانچ سو درہم سے سو ہزار درہم تک اس کی سیادت کے مطابق دیئے امام حسنؑ یا لیکن آخر میں پہنچے معاویہ نے کہا آپ دیر کے اس وجہ سے آئے کہ مجھے کچھ عرصہ میں اور خیریں بتائیں یہ کہ معاویہ نے خزانچی کو حکم دیا اب تک میں نے حسنؑ کو تسلیم کیا ہے اس سب کے برابر حسنؑ کو دیا جائے (العیاذ باللہ)۔

### سیدنا حسنؑ کی امویوں سے رشتہ دار ہوں

سیدنا علیؑ کے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ یعنی سیدنا حسنؑ کے ستر بھائی اور اٹھارہ بہنیں تھیں ان میں سے سیدہ رملہ بنت علیؑ سیدنا معاویہؓ ابن مروان کے نکاح میں تھیں (مجموعۃ انساب ابن حزم ص ۱۸۱)۔

سیدنا حسنؑ کی دوسری بہن امیر المؤمنین بعد الملک بن مروان کے نکاح میں تھیں (ابن ابی شیبہ ۱۶۱)۔ سیدنا حسنؑ کی تیسری بہن سیدہ خدیجہ امیر عامل بن کریمہ اموی کے فرزند بعد الحسنؑ کے نکاح میں تھیں۔ (مجموعۃ ص ۱۸۱)۔

آگے چلے سیدنا حسنؑ کی پوتیوں کے متعلق سنئے۔

۱۔ نفیسہ بنت زید بن حسنؑ امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک سے بیاہی گئی تھی۔ انہوں نے کوئٹہ کو اس نکاح کا اقرار کرنا قبول نہ ہو سکا انہوں نے تروخت کے بجائے خربت الی الولید یعنی ولید کی طرف بھاگ گئی کھ کر اپنے خربت باطن کا ثبوت دینے میں شرم محسوس نہ کی۔ لیکن اس کے باوجود ولید کے پاس جاتے رہے ایک بار ولید نے زید کو تیس ہزار شریفی عطا کیں (عمدۃ العباب ص ۱۸۱)۔

اونٹ رسے اونٹ تیری کوئی کل سیدھی۔ زید اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کا نکاح ولید سے کرتے ہیں خود داماد کے پاس جاتے ہیں اور داماد کے عطیات سے لبرکرواپس آتے ہیں مگر یہ لوگ خربت الی الولید لکھ کر اپنے خربت باطن کا ثبوت دیتے ہیں مگر ایسے لوگوں سے کیا گلہ جنہوں نے سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؑ کے سیدنا عمرؓ کے ساتھ نکاح پر یہ بھینسی کسی تہی اولے خرچ غصیب منا یعنی بھینسی خرچ گاہ ہے جو ہم سے چھپتی گئی۔ لاجعل ولا قوۃ

معر الدولہ دلیلی جس نے لجنہ ادب میں شیعیت کو فروغ دیا اور تعزیر و ماتم کی بنیاد رکھی اس نے جب سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا فاروقؓ اعظم سے کیا



تو ہے اختیار کیا تھا ماسمت هذا قطرا لبدایہ ۲۱ اور پھر شیعیت سے تائب ہو گیا۔ ورجع الی سنتہ و متابعتها (البدایہ ۲۲)

۲۱۔ زینب بنت حسن بن حسن کی شادی بھی ولید بن عبد الملک سے ہوئی تھی یہ زینب بنت عمر بن الخطاب بن عبد المطلب کی حقیقی بہن تھی جس نے حضرت سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تھا اور سیدنا حسین بن علی کا والد بھی ہے اور زید بن حارثہ سے تھے۔  
۲۲۔ ام قیس بنت حسن بن حسن، مردان بن ابیان بن عثمان کے نکاح میں تھی۔ مردان کے مرنے کے بعد علی بن ابی طالب کے نکاح میں آئی۔  
۲۳۔ سیدنا حسن کی ایک اور کاہنہ زینب بنت اسد بن حارثہ بن عبد المطلب سے تھی۔  
۲۴۔ سیدنا حسن کی ایک اور کاہنہ زینب بنت امیر المؤمنین امیر مردان بن الحکم کے نکاح میں تھی۔ رجوع الی سنتہ (۱۰)

۵۔ حمادہ بنت حسن بن حسن، اسماعیل بن عبد الملک بن حارث بن حکم کے نکاح میں تھی۔ (ایضاً ص ۱۱)

۶۔ خدیجہ بنت حسین بن حسن حمادہ سے پہلے اسماعیل کے نکاح میں تھی۔ (مقدمہ ص ۱۱)

**ازواج و اولاد** بطری کہتا ہے کہ ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور نے محمد بن عبد اللہ کے خروج کو ذکر کرنے کے بعد جمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ علی خلیفہ ہوئے تو وہ خون میں لست ہو گئے یعنی انہیں کے شیعوں نے ان پر یورش کر کے انہیں قتل کر دیا۔ ان کے بعد حسن خلیفہ ہوئے مگر وہ اس میدان کے مردی نہ تھے۔ انہیں روپیہ پیش کیا گیا تو وہ خلافت سے دستبردار ہو کر عورتوں سے تمتع کرنے میں مصروف ہو گئے۔

۱۔ یہ بیان ابن سیدنا حسن کی ان بہنوں اور بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف اموی خلیفوں کے نکاح میں تھیں۔ مزید تفصیل کے لئے راجع کتاب تائید حقیقت مذہب شیعہ دیکھئے جہاں دیگر علوی شیعہ ادویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہو گئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے ان الفاظ میں بوسختی مذہب ہے وہ لطیف طبائع کے لئے نہایت ناگوار ہے خلیفہ ابو جعفر منصور کے یہی کلمات مابین کے ان کلمات کی عکاسی کرتے ہیں کہ۔ سیدنا حسن نے تو سے نکاح کئے ابن سیرین نے ایک دفعہ بیان کیا کہ آپ نے ایک خاتون سے نکاح کیا تو سوکھنے والے کے ذریعے سے روپیہ بیچا اور ہر گنیز ایک ایک ہزار درہم سے کر گئی۔ (تاریخ خلیفہ ۲۲۷)

ملا باقر مجلسی نے علماء العیون میں خوب بے برکی ادا کی ہیں۔ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۱۵۰ عورتوں سے نکاح کئے خود ہی دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۳۰۰ عورتوں سے نکاح کئے اور یہ نکاح سیدنا علی کی زندگی میں ہوئے۔ بعد کے زمانہ کے مقلق معلوم نہیں۔ چنانچہ ایک بار سیدنا علی نے ہنر پر کھڑے ہو کر فرمایا صلی بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ وگرنہ کئے کہا کہ ہادی فرمایا کہ ایک رات ان کے ہاں رہا ہمارے لئے موجب شرف ہے اس لئے انہیں جلد ہمارے لئے اسطرح لکھا۔ ملا صاحب کا کہنا ہے حضرت حسن نے جب عورتوں کو طلاق دی تھی تو وہ سب منگے سر آپ کے جنازہ پر روتی پیتی حاضر ہوتی (شاید انہوں نے اسی انتشار میں نکاح ثانی نہ کئے تھے کہ حسن سے اور ہم اس کے جنازہ پر پیش مؤلف)۔

ابن ابی الحدید نے ستر نکاح بیان کئے ہیں پر وہ یہ حتیٰ نہ لکھتا ہے۔ ملا باقر مجلسی کہتا ہے۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے دوسو بیس عورتوں سے نکاح کیا اور بردائیت و دیگر عین سلو عورتوں سے یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فرزند مطلق ہے الخ (جلد دوم جلد اول صفحہ ۳)

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ آپ نے متعدد نکاح کئے مگر اس قسم کی تمام روایات محض افوازی حیثیت رکھتی ہیں اور عقل سلیم سے قطعاً تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سیدنا حسن ابی عبد اللہ عقیل و عظیم، مفکر و مدبر، عبادت و کفالت کا پیکر



اس قسم کی بیانیہ شیوں کا ارتکاب کرتا۔

اولاد میں آٹھ لڑکوں کے نام ملتے ہیں۔

حسن - زبید - عمر - قاسم - ابو بکر - عبد الرحمن - طلحہ - عبید اللہ۔

یہاں ایک بات توجہ طلب ہے۔ آج جو لوگ ابو بکر بن عمر عثمان اور طلحہ کے ناموں سے بدکتے ہیں بلکہ ان کو جنت طاعت و فحشا و منکر اور کیا کہتے ہیں اگر ان کے مزعومہ آئمہ کے نزدیک بھی وہ ایسے گنہگار تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؑ، سیدنا حسنؑ، سیدنا حسینؑ کے دلوں میں اصفا ثلاثہ عشرہ مشرکہ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کے متعلق بے پناہ محبت و مخلصی اور احترام و عقیدت کے جذبات تھے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کے قصور میں بھی کبھی اس قسم کا خیال تک نہ آیا ہوگا کہ آئندہ آنے والی نسلیں ہمارا نام لے کر خدا کے ان پاکیزہ بندوں کی شان اس طرح گستاخیاں کریں گی صرف واقعہ کر بلا پر غور کیجئے اس میں ۳۶ مصلحتیں موجود تھیں جن میں سے سات کے نام اصحاب ثلاثہ اور سیدنا طلحہ کے ناموں پر تھے۔

- ۱۔ ابو بکر بن علی - ریاض الشہداء میں ان کا ذکر ہے قاتل عبد اللہ بن عبید اللہ۔
- ۲۔ ابو بکر بن حسن - تقیام میں ان کا ذکر ہے۔
- ۳۔ عمر بن حسن - کر بلا میں زندہ پھانچ گئے ۲۰ سال کے نوجوان تھے (تصویر کر بلا میں ملے گی)۔
- ۴۔ عمر بن علی - قاتل کا نام یزید ابیطی بیان کیا جاتا ہے۔
- ۵۔ عمر بن حسین - عرصہ تک زندہ رہے۔
- ۶۔ عثمان بن علی - تقیام میں ان کا ذکر ہے۔ قاتل کا نام ثور بن یزید بیان کیا جاتا ہے۔
- ۷۔ طلحہ بن حسن - عمر پندرہ سال زندہ پھانچ گئے۔ گویا ۳۶ مصلحتوں میں سے دو ابو بکر حسین عمر، ایک عثمان اور ایک طلحہ نام لے گئے تھے۔

اور طلحہ یہ کہ ابو بکر بن علی کا قاتل عبد اللہ، عمر بن علی کا قاتل یزید ابیطی اور عثمان بن علی کا قاتل ثور بن یزید، انہوں اس وفد میں شامل تھے۔ جو سیدنا حسینؑ کو مکہ سے گھر کر کر بلا لایا تھا۔

**وفات** | سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے بعد ۹ سال زندہ رہے آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح سن وفات ۴۹ھ ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ کی وفات کی تعزیت کے ضمن میں سیدنا امیر یزیدؑ نے کہا تھا۔ نیز قسطنطین کے جہلوین سیدنا حسینؑ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ جہاد ۹۰ھ میں ہوا۔ اگر سیدنا حسنؑ اُس وقت زندہ ہوتے تو ضرور اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہوتے۔ آپ فوج افریقہ اور فوج ایران و ترکستان میں موجود تھے۔ حالانکہ ان فتوحات کے متعلق حضور خاتم المعصومینؑ کی زبان اقدس سے اس قسم کے کوئی کلمات موجود نہیں جیسا کہ جہاد قسطنطین کے متعلق ”مغفور لہم“ کا ارشاد موجود ہے۔

آج یہ افسانہ زبان زد خواص و عوام ہے کہ سیدنا حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ اور بعض شیعی روایتوں میں اس قسم کی حواس باختگیاں بھی موجود ہیں۔

وقال بن سعد سمعہ معاویہ ترسل الانثی کات یقدم الیہ الشام و داخاوا الحسین (ابتداء النائین ملاحیہ التذکرۃ النواص الذیہ)  
”یعنی یہ کوئی ذات شریف ابن سعد فرماتے ہیں حسنؑ کو معاویہ نے کئی بار زہر دیا۔ اور حضرت حسنؑ مع اپنے بھائی حسینؑ کے شام جاتے رہتے تھے۔“  
کیا بے محنتی یا محنتی ہے۔ ہر سال دونوں بھائی ہزاروں میل کا سفر طے کر کے گویا معاویہ کے پاس زہر لوش فرماتے کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور یہ جسکے اتنا شدید ہو گیا تھا کہ شام جانے سے نہ دیکھتے تھے۔ اور آخر وہ زہر تیز ہو گیا۔ مگر وہ تیز و زہر بھی شام سے مدینہ تک کے سفر میں انہیں ہلاک نہ کر سکا۔

جب مدینہ پہنچے تو اس نے اپنا اثر دکھایا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔  
مگر تاہم کرتے پڑتے مدینہ پہنچ گئے اور یہاں پہنچ کر  
جان بحق ہو گئے۔

خمسہ اقبالہ ایک اور شعبی نالیبت ہے اس میں قوم ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ امام  
حسن کو مسوع نہایت پلا یا گی۔ اور بعض بتاتے ہیں کہ کسی قسم کی بیماری سے آپ کی وفات  
ہوئی۔ چالیس روز تک آپ بیمار رہے مگر یہ روایت صحیح نہیں چنانچہ امام حسن خود اپنے  
مرض الموت میں فرماتے تھے ایت السم مرتین وحذ الشلا شبعی دوبار زہر دیا گیا  
اور میری بار بار (موت) بعض روایتوں میں امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ کو ان الفاظ  
میں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر انہوں نے جعدہ کے ذریعہ زہر دوا دیا تھا  
مالا نکھیر تمام داستان سے بے ہی واری ہے دوسروں کا تو ذکر ہی کیا۔ تاریخ اسلام  
حضرت اولیٰ عبد رسالت و شرافت راشدہ مؤلفہ شامیہ میں الدین ندوی نے اگرچہ سیدہ  
جعدہ کو بے گناہ قرار دیکر گویا ایک بڑی حقیقت کا انکشاف کیا ہے مگر زہر خورانی کے  
وہ بھی قائل ہیں ۳۲۵ م معلوم ہوتا ہے کہ زہر خورانی کی فطری روایتیں ان لوگوں کے  
ذہنوں پر کاہل و سوا ہو چکی ہیں حالانکہ اس قسم کی تمام روایات از قسم خرافات ہیں  
اب ہم اس مقام پر سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس زہر خورانی کی دشمنان  
کا خالق کون ہے؟

ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ الوعیفہ دیوری متوفی ۲۸۱ھ صاحب المجر متوفی ۲۳۵ھ  
ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ میں نے فقید کی آڑ میں ہزاروں دشمنی روایات سے اپنی  
ساریا کو مستحق کیا ہے میں سے کسی ایک نے اپنی کسی نالیبت میں زہر خورانی کا اشارہ  
نہیں کیا۔ ان سے پہلی نالیبت کا ذکر ہی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چوتھی صدی  
ہجری کے راج اولیٰ تک کوئی بھی زہر خورانی کی داستان سے واقف نہ تھا۔  
سب سے پہلے زہر خورانی کا اہام سعودی متوفی ۳۴۶ھ کو ہوا اور اس الہام کے بالی پر  
تلاش کرنے کے لئے اسے بڑے اہم پائوں مارنے پڑے اور جب ہر طرف سے مایوس ہوا

تو اسے کہنا پڑا۔ کہا بھلا سے کجیہ نے معاویہ کے ایما سے حضرت حسن کو زہر دیا تھا  
اس کا کیا جانا ہے۔ کہے کہ زہر خورانی کے پل کو وہ نہیں سمجھ کر زہر نوشی کے معنی اور زہر  
اس نے نفس سے اس زہر کو دیا تھا یہی ہانکا چلا گیا۔ اور اسے دونوں ہیہ ہروں  
قسم کے مؤلفین ان خرافات کو اپنی تالیفات میں لکھتے چلے گئے۔ نہایت یہاں تک پہنچی کہ  
خاندان دار المعنویین مذہب تک اس پر ایمان لے آئے۔  
زہر خورانی کے منظر کی تحقیق  
زہر خورانی کے منظر کے منظر کے بعد اس  
ابرہہ سرانی کی تحقیقی ضروریات اور ان کے  
پس منظر کی طرف توجہ ضروری ہے۔

سیدہ جعدہ بنت اشعث قبیلہ کنذہ سے تعلق رکھتی تھیں سیدنا اشعث  
قبیلہ کنذہ کے قائد تھے اور صحابی تھے اور سیدنا ابو بکر کے بہنوئی تھے جنگ صفین میں  
اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے سیدنا علیؑ کے کپ میں تھے اور مالکی کی تجویز  
کے موافق تھے۔ مالک الاشتر مجوسی جو سیدنا علیؑ کے لشکر کا کمانڈر اچھا تھا  
جنگ جباری لکھنے پر تیار ہوا تھا۔ اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو ہماری  
نیر نہیں مگر حضرت اشعثؑ کی کوششیں کامیاب ہو گئیں۔ سیدنا اشعثؑ کی وفات  
۴۰ھ میں ہوئی اور قبیلہ کی قیادت محمد بن اشعثؑ کو حاصل ہوئی۔ محمد سیدنا صدیق اکبرؑ  
کے سگے بھائی تھے (کتاب نسب قریشی ص ۲۴)

ابنی محمد بن اشعثؑ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلم بن عقیلؑ کو امان  
کا وعدہ دے کر گرفتار کر لیا تھا قبیلہ کنذہ عراق کا زہر دست قبیلہ تھا اور سیدنا  
اشعثؑ کے خاندان کو قدیم الایام سے حاکمانہ اقتدار حاصل تھا۔ ابنی محمد بن اشعثؑ  
کے فرزند محمد بن اشعثؑ نے خلیفہ عبدالملکؑ کے مشہور گورنر حجاج بن یوسفؑ کو کئی شکایتیں  
دیں آخر وزیر حاکم کے معرکہ میں شکست کھا کر کابل کی طرف نکل گئے۔

مشہور سستی دے غرے قبیلہ کنذہ کو شاہی خاندان کہتا ہے۔  
انہیں قبیلہ القدر باپ کی بیٹی اسے غنیم سپہ سالار کی بہن اس قدر بڑے

تہا ان کی فوری نظر کے متعلق اس قدر وقیانہ اتہام تراشی کو عقل یا ذہن نہیں کر سکتی کہ اس نے  
سیکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے خلیفہ کے چلنے میں آکر اپنے غاوت کو زہر دیا ہو۔ جو انتہائی  
تحقیق، نیک سیرت، پاک طینت، صلح کی سرچان، مرج اور سلیم القلب شخصیت کا  
حامل تھا پھر اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ نو سال بلاناغہ اپنے  
بیٹائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے رہے وہاں سیدنا معاویہؓ کا  
ہاتھ کس نے روک رکھا تھا کہ وہ پوروں کی طرح انہیں زہر دلاتے اور یہ بات بھی تو صحیح  
طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بغیر منہ محال وہ  
زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج  
بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاویہؓ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہؓ کے  
بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہوگا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ  
اس مفروضہ شرط کی زد امیر یزیدؓ کی ولیمہ دی پر پڑتی تھی اور جو شروع سے ہی  
سیدنا حسنؑ کی دستبرداری کے مخالف تھے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ آپ چالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۲ صفحہ ۳۳)  
امیر یزیدؓ نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ زبیا بعلیس کا عارضہ تھا  
آپ نے شہد کا شریعت پر اس سے تکلیف بردہ گئی اور آپ کی موت واقع ہو گئی  
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپ کی  
پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپ کمزور  
تھے اور کماتق، نشوونما نہ پا سکے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلداد  
تھے جس کی وجہ سے آپ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سہل کا عارضہ  
لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خزانہ کے گوشت پر علامہ تمنا عماردی اپنی تحقیقی تالیف القصبۃ الزہرا  
میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنی تو سبائوں  
نے چاہا کہ قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ

کر دیں۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا مگر ناکام رہے حضرت حسنؑ سے  
یہ بدنام و گروہ نہایت ناراض تھا سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔  
اب انہوں نے عجیب غلاموں میں چند ہشیار غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر  
سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جبکے سے زہر دے اور ایسا زہر  
بہم پہنچا یا جس سے فوری موت واقع نہ ہوگی مگر یہ ایک بیماری پیدا ہو کر موت واقع  
ہوئی تھی۔ زہر کا خیال تو سیدنا حسنؑ نے حسب روایات ظاہر فرمایا۔ ورنہ اور لوگوں کا اس  
طرح خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا یزیدؓ پر یہ تہمت مدد دینے کی خیانت نفس ہے  
اگر انہوں نے زہر دلوانا ہوتا تو سیدنا حسینؑ کو دوائے یا عید اللہ ابن زبیر کو دوائے  
جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اطلاع ملتی رہتی تھیں کہ وہ کسی وقت بھی خروج کریں گے  
کوئی بے دین، ملحد، نافرمان، کذاب موصوفین نے اپنی خیانت نفس سے ان غلط فہمی  
روایات پر بہتان باہنہ بنا ہے۔ حضرت معاویہؓ و یزیدؓ دیکھ رہے تھے کہ فتنے مختلف  
در ازادوں سے جھانک رہے ہیں صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے  
فتنے اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ اٹھ گئے تو فتنے ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے  
حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ صدمہ کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور  
امیر یزیدؓ کو ہی ہوا جن دنہ پر ازادوں کی راہ حضرت حسنؑ کی دیکھ جیتی ان کے سر کے بعد  
قتل پر ازادوں کی راہ کھل گئی اگر اس تہمت تراشی کے بغیر جابرہ کا رشتہ تھا تو عبد اللہؓ  
بن زبیرؓ کو الزام دیتے (مضمون القصبۃ الزہرا ص ۱۱)

امیر یزیدؓ نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے ہاں جن غفلتوں  
میں خیانت کی تھی بقول ابن کثیر وہ نہایت فصیح و مختصر تھے چنانچہ لکھتے ہیں:-

عن ابن عباسؓ فضیحة وجبيرة فشككها عليهما ابن عباسؓ (الدرر السنية ص ۱۱)

۴۹ ہجری میں حضرت ابن عباسؓ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں مقیم تھے۔ امیر معاویہؓ  
نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر شکوک حضرت ابن عباسؓ سے تواریت کی۔ پھر امیر یزیدؓ  
نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔



نہ امان کی تو نظر کے متعلق اس قدر وقایہ اتہام تراشی کو عقل یا دہن نہیں کر سکتا کہ اس نے  
سیکڑوں میل دور بھیجے ہوئے خلیفہ کے چکے میں اگر اپنے غلام کو زہر دیا ہو جو انتہائی  
تحقیق، نیک سیرت، پاک طینت، صلح کل، مرعیان مریخ اور سلیم القلب شخصیت کا  
حامل تھا چہ اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ نو سال بلاناغہ اپنے  
بیٹائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے رہے وہاں سیدنا معاویہؓ کا  
ہاتھ کسی نے روک رکھا تھا کہ وہ چوروں کی طرح انہیں زہر دلائے اور یہ بات بھی تو یہ  
طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بغرض محال وہ  
زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسینؑ کو دلائے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج  
بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاویہؓ صلح کی ایک شرط یہ بھی مقرر کی کہ سیدنا معاویہؓ کے  
بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہوگا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ  
اس مفروضہ شرط کی زد امیر مزید کی ولیمہ عہدی پر برقی تھی۔ اور جو شروع سے ہی  
سیدنا حسنؑ کی دستبرداری کے مخالف تھے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ آپؑ پالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۲ ص ۳۳۳)  
میری نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ذیابیطس کا عارضہ تھا  
آپؑ نے شہد کا شربت پیا اس سے تکلیف بڑھ گئی اور آپؑ کی موت واقع ہو گئی  
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپؑ کی  
پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپؑ کمزور  
تھے اور کمزور، نشوونما نہ پاسکے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلدادہ  
تھے جس کی وجہ سے آپؑ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سہل کا عارضہ  
لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خورانی کے گورنر شہر علامہ متناعمادی اپنی تحقیقی تاریخ القصد الزہرا  
میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سبائون  
نے چاہا کہ حسنؑ کو قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ

کر دیں۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا مگر کام رہے حضرت حسنؑ سے  
یہ یاد رکھو کہ نہایت ناراض تھا سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔

اب انہوں نے بھی غلاموں میں چند ہشیار غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر  
سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ چکے سے زہر دیدے اور ایسا زہر  
بہم پہنچایا جس سے قوی موت واقع نہ ہوئی تھی بلکہ مہلک بیماری پیدا ہو کر موت واقع  
ہوئی تھی۔ زہر کا خیال خود سیدنا حسنؑ نے حسب روایات تلخ فرمایا۔ دور تر اور لوگوں کا اس  
طرح خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا دیگر یہ کہتے تھے کہ جس کی خیانت نفس ہے  
اگر انہوں نے زہر دلا دیا ہوتا تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے، یا عبد اللہ بن زبیرؓ کو دلاتے  
جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اعلان ملتا رہتا تھا کہ وہ کسی وقت بھی خروج کریں گے  
کوئی بے دین، ملحد، نافرمان، کذاب مورخین نے اپنی خیانت نفس سے ان خلفائے  
رسول پر بہتان باندھا ہے۔ حضرت معاویہؓ یا زبیرؓ دیکھ رہے تھے کہ غنیمت مختلف  
دروازوں سے جہانک رہے ہیں۔ صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے  
غنیمت اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ اٹھ گئے تو غنیمت ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے  
حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ مدد کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور  
امیر مزید کو ہی ہوا جن دنہ پر دواؤں کی راہ حضرت حسنؑ کی دیکھ کر ان کے شر کے بعد  
قتل پر انہوں کی راہ کھل گئی۔ اگر اس جہمت تراشی کے بغیر چارہ کار تھا تو عبد اللہؓ  
بن زبیرؓ کو الزام دیتے (تفہیم القصد الزہرا ص ۱۱۱)

امیر مزید نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ہاں جن لفظوں  
میں عیادت کی تھی بقول ابن کثیر وہ نہایت فصیح و مختصر تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

عزلاً بعبارة فصیحة وجبیزة مشکوة علیہا ابن عباسؓ (العبارة مشکوة)

۹ ہجری میں حضرت ابن عباسؓ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں مقیم تھے۔ امیر معاویہؓ  
نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر سن کر حضرت ابن عباسؓ سے تعزیت کی۔ پھر امیر مزیدؓ  
نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔



رحمہ اللہ ایا محمد اسع لہ الرحمۃ واشعہا واغفر لہ العیوب  
واحسن عزاک وعودک من مصائب ما هو خیر لک ثوابا وخیروا بقی  
والہدایہ جلد ۲۰

حضرت ابن عباسؓ نے یہ کلمات سکر امیر زیدؓ کا شکر یہ ادا کیا۔ اور امیر زیدؓ  
کی نیات پر استعجاب کا اظہار کیا۔ سیدنا حسنؓ کی وفات پر امیر زیدؓ کے ان کلمات  
سے دلی رنج اور صدمے کا اظہار ہوتا ہے اگر سیدنا معاویہؓ یا امیر زیدؓ نے سیدنا  
حسنؓ کو زہر دلوایا تھا تو وہ کوئی مجبوری تھی جو سیدنا ابن عباسؓ کے سامنے امیر زیدؓ  
کے منہ سے ایسے کلمات کہلا رہی تھی۔

**سیدنا حسنؓ کی تدفین**  
گوئیں کہ کرتا تھا کہ جھوٹ بولو۔ بار بار بولو الفاظ  
بدل بدل کر بولو۔ اور آخر ایسا وقت آکر ہے گا کہ وہ  
جھوٹ ایک حقیقت کے تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ بطور سچ کے تسلیم نہ کی گیا تب  
بھی لوگوں کے دلوں میں شک منور پیدا ہو جائے گا۔

امہات المؤمنینؓ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف ہی تکفیک جو وہ سو سال سے دوہرائی  
جاری ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے خالص مدعیان اسلام کا ایک کثیر گروہ دشمنان  
اسلام کے اس لغو بے مورد اور خرافاتی پردہ پگندہ سے متاثر ہو کر اپنی تاریفات  
کو اسی خرافاتی دیوالیائی داستانوں سے ملوث کئے جا رہے ہیں اور بزم خویش اس  
بات کا مدعی ہے کہ ہم مورخ ہیں، محقق ہیں، شیخ الحدیث ہیں، شیخ القرآن ہیں  
عزیم کیا کچھ ہیں۔ اسی قسم کے خرافات سے تیار شدہ داستان سیدنا حسنؓ کی تدفین کے  
متعلق بھی دوہرائی جا رہی ہے۔ اور سب بڑھو کہ ظلم یہ کہ تندرۃ العصفین، امیر مکرہ حبیب  
مقام سے جو کچھ اس قسم کی خرافاتی داستانوں کی صورت میں پیش کیا گیا۔ وہ صحیح  
سبائیت کی ترجمانی بلکہ حق و کالت کے فرائض کی ادائیگی کی صورت میں ہم قاتلین کو  
پورے ان کی ملت کو سموم کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ کاش کہ ان اصحاب کی نفروں سے  
۱۔ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۸۸/۲۸۹ دیکھئے جس کا دیباچہ سیدنا سلمانؓ نے لکھا ہے۔

کنزالعمال جلد ۲۰ صفحہ ۲۰ کی یہ روایت گزری ہوئی۔  
”صدیق کا بیٹا شائستہ حسن صادق و صدوق خاتم المعصومین  
سے آنحضرتؐ کی زندگی میں حضورؐ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت  
مانگی۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا۔“

انی بذلک من موضع ما فیہ الاموقع قبری دقیر ابی بکر  
وعمر وعیسیٰ بن مریر۔  
”میرے پاس کسی اور کے دفن ہونے کی گنجائش ہی کہاں۔ یہاں تو  
صرف میرے مزار اور ابو بکرؓ، عمرؓ اور عیسیٰ بن مریمؑ کی قبروں کی جگہ کے سوا  
اور کسی کی قبر کی جگہ ہی نہیں۔“

اس روایت سے سیدنا حسنؓ کی تدفین کے متعلق وضعی روایات کے علاوہ یہ  
امر بھی پایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ حضرات سیدنا حسنؓ کی تدفین حجرہ سیدہ صدیقہؓ کا ثناء  
میں حکم الہی ہوئی۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا حسنؓ کی وفات سے  
تقریباً چالیس سال پہلے سیدہ فاطمہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ اس وقت سیدنا علیؓ  
سیدنا عباسؓ کے علاوہ ہزاروں صحابی زندہ موجود تھے مگر حضرت سیدہ کو روہم  
نبویؐ میں دفن کرنے کی کسی طرف سے آواز پیدا نہ ہوئی۔ حالانکہ جن وضعی روایات کے  
خالقین نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ سیدنا حسنؓ کو امویوں نے روہم رسولؐ میں دفن نہ  
ہونے دیا۔ سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے وقت ان امویوں کو کوئی اختیار و اقتدار  
حاصل نہ تھا۔

سب سے اہم ترین بات یہ کہ جس حجرہ کو حضرت صادق و صدوقؓ کے مزار اور  
حضرات شیخینؓ کی قبور کی وجہ سے رشک فردوس بریں اور ہم پڑہ عرش بریں ہونے  
کا شرف حاصل ہوا وہ سیدہ صدیقہؓ کا ثناء کا حجرہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنی ازدواج  
مطہرات کو الگ الگ حجرات مرحمت فرمائے تھے۔ اور گویا امہات المؤمنینؓ میں سے  
جو حجرہ مقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس زوجہ مطہرہ کو مرحمت ہوا تھا وہ انکی ملکیت



یہ ایک معلوم قدیست تھی کہ تمام صحابہ کرام جنت البقیع میں دفن ہوتے تھے۔ ہاں اگر آپ ایسی کوئی وصیت فرماتے تو وہ یہ ہوتی کہ مجھے اپنی والدہ سیدہ فاطمہؓ کی قبر کے پاس دفن کرنا مگر آپ نے اس قسم کی وصیت شاید اس لئے نہ کی سیدہ فاطمہؓ کی قبر کے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۷۱ کتاب المغازی باب جنگ خیبر میں سیدہ صدیقہؓ کا نام حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر علیؓ نے بوقت شب (ان کو) دفن کر دیا اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

مذکورہ سیدہ فاطمہؓ کی وفات ایسا ہے۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں۔ اسی رات کو جناب امیر نے جناب فاطمہؓ کو دفن کر دیا اور جناب امیر نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں اس لئے کہ کوئی نہ جانتے کہ قبر جناب فاطمہؓ کونسی ہے اور روایت دیگر عائشہؓ سے ہے کہ ان کے لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشید ہو جائے اور روایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے حوا کر دیا کہ علامت قبر معلوم نہ ہو اور اس لئے تھا کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں (ابو عبد اللہ علی بن جعفر) ملا باقر کی یہ کہ کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں اپنے اندر کتنی خبیثت سموئے ہوئے ہے حالانکہ سیدہ فاطمہؓ کی وجہ سے موجب روایت امام بخاری حضرت علیؓ کی بہت آبرو ملی سیدہ فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کرنے کے متعلق خلیفہ مفسور عباسی نے محمد لا رقط کے خط لکھے جناب میں ذکر کیا گیا ہے خط و کتابت تمام مورخین نے تسلیم کی ہے جو تمام کا تمام نسبی تعلیقوں اور نسبی تفاسیر کا پتہ ہے مفسور عباسی کے خط کے بعض فقرات میں کہیں کہیں معمولی سا اختلاف ہے چنانچہ مفسور عباسی لکھا ہے علیؓ نے خلافت کے لئے ہر پہلو اور ہر طرح کوشش کی اور نہ کوئی بھی اس کے لئے یا ہر نہ لایا پھر جب وہ عیار پرین توان کی بیاری کی اطلاع بھی نہ کی اور خفیہ طور پر رات کو دفن کر دیا۔

تاریخ الخلفاء کے حصہ سوم کے حاشیہ صفحہ ۱۲۷ پر جو تاریخ کامل ابن اثیر سے الفاظ ہیں پھر دہرہ فاطمہؓ کو لایا اور رات کے وقت ان کو دفن کر دیا (سیرت علیؓ مرتبہ محمد یوسف عفا)۔

## فضائل متاقب

**فضل کمال** انبی اکرمؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر چھ یا گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے ۳۰-۴۰ سال تھی۔ آپ صحابہ کرامؓ کی نظر میں نبی علیہ السلام کے محبوب و واسع تھے۔ جس طرف آپ کا گزرتا ہوگا صحابہ کرامؓ آپ کے راستے میں آنکھیں پھیلا دیتے ہوں گے۔ گھر پر سجدنا علیؓ جیسا مجمع العلم باب مسجد جوئی میں اکابر صحابہؓ کی تربیت، راستوں اور شاہراہوں میں محبت و خلوص کے مظاہرے۔ ان سب نے مل کر آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی کمر لیا۔ نفس ثبت کہتے تھے۔ سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کے گھر بیادشتاں نے بچپن میں ہی آپ کے ذہن میں اچھائی، برائی کے سوچنے سمجھنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔ خطابت میں آپ کو کوئی امتیازی کمال حاصل نہ تھا البتہ طبیعت کی مناسبت سے آپ کے خطبات میں مناسبت، سنجیدگی اور تند و مواعظت کے جوہر رہے بکثرت ہوتے تھے۔ شاعری سے بھی فوق تھا۔ چنانچہ کتاب العمدة میں ابن رشد نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

**فضائل خلاق** : آپ کی تمام زندگی نبی علیہ السلام کے حسن اخلاق کی مجسم تصویر کی صورت میں گذری۔

**استغناء** : آپ کے استغناء کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ نے خلافت جیسے عظیم القدر منصب کو جس کے لئے سیدنا علیؓ جیسے عظیم انسان نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہاتے سے دریغ نہ کی، بے یک جنبش یا ٹھکرا دیا۔

**حلم** : رسمہ و عمل اور علم و بردباری میں آپ کے پیش تار بخیر دنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ آپ کی زبان کبھی کبھی تلخ یا دلیرانہ کلمہ سے آلودہ نہ ہوتی۔ اگر کسی وقت کسی ناگوار امر سے غصہ ناکیز ہو جاتا تو صرف اس قدر زبان سے نکلتا "عفف انفسہ" یعنی اس کا ناگ خاک آلودہ ہوا (یعنی جلد ۲ ص ۲۶۶)



خلافت سے دستبردار رہے بعد سیدنا علیؑ کے تربیت یافتہ مادر پدر آزادہ فطرت  
برہنہ اور برگزیدہ شیعوں نے آپ کو روبرو مظلومین کا، غمگین مسکین کا، آپ  
کو دشمنی کیا۔ آپ کے بیٹے سے جانے نہ دیکھنے کی آپ کو کھینچ کر گھوڑے سے اتار  
لیا۔ آپ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہؓ کے پاس بھیجے کی ترکیبیں سوچیں مگر صلہ و وفا  
کے اس کو بیکار حسن اسلام کی زبان سے اگر کسی وقت کوئی لفظ نکلا تو صورت  
اس قدر کہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا، البتہ حکومت کے لئے ان کی خوشنویزی  
پسند نہیں کی۔

**عبادت:** اللہ تعالیٰ کی عبادت تمام عمر آپ کا محبوب مشغلہ رہا۔ ابن عساکر کی  
روایت ہے کہ غزنی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک آپ بٹھکے سر پرستے بیٹھ کر  
لگا کر بیٹھ جاتے۔ اور ششادان، زیارت کو بارگاہی کی اجازت پر جرت فرماتے چاشت کی  
نماز اور نماز عشاءات اور عبادت کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور ہر گھر سے  
ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے (مقدمہ ۲) سواری کی موجودگی میں سفر حج پید کرتے  
اکثر فرماتے مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری کے لئے سوار ہو کر  
جاؤں (تہذیب الاسرار جلد ۱ ص ۵۵)

**قیاضی و سریشمی:** اشیاء و فیاضی آل کاشم کا ایک عمومی وصف تھا۔ اور یہ وصف  
اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کو قادر و قادرین و دلچیت ہوا تھا۔  
اپنی دولت و دیادلی سے اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے۔ زندگانی میں کہیں کوئی سائل  
آپ کے دروازہ سے محروم نہ کیا۔ عمر میں تین بار اپنے مالی کا ادھار آدھا اللہ کی راہ  
میں تقسیم کیا (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۵۵) ابن عساکر کا کہنا ہے کہ ایک بار سیدنا علیؑ کا ایک  
دشمن زاد راہ اور واری کا محتاج ہو کر اہل مدینہ کے سامنے سائل بن کر پہنچا کسی نے  
کہا حسن کے پاس جاؤ سائل یہ بات جانتے کے باوجود کہ حسن اسی علیؑ کا بیٹا ہے  
جس کی مخالفت میں، میں جو کچھ کرتا رہوں وہ کوئی دشمنی چھپی بات نہیں۔ مگر وہ  
سیدنا حسنؑ کے کردار سے بخوبی واقف تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے دونوں چیزوں کا انتظام کر دیا۔ کسی نے پوچھا آپ نے اپنے والد کے دشمن  
سے یہ سلوک کیا؟ فرمایا کیا میں اپنی آبرورز، بچاؤں (مقدمہ ص ۱۲)  
یہاں تک حاجت مندوں کی حاجت برکری کے لئے ایک بار اعتسکات کے  
مقام سے اٹھ کر ایک حاجت مند کی حاجت برکری کے لئے باہر آگئے اور  
فرمایا میرے نزدیک کسی ضرورت مند کی ضرورت بڑی کرنا ایک چھینے کے  
اعتسکات سے بہتر ہے (ابن عساکر جلد ۱ ص ۵۵)

**اصلاح عقائد:** سیدنا ذوالنورینؑ کے فرائض نے جب سیدنا علیؑ کو  
گوشہ نشینی اختیار کر لی تو سیدنا علیؑ کی شخصیت کو اونچا کر کے دکھانے  
کے لئے قائلین سیدنا ذوالنورینؑ نے سیدنا علیؑ کے متعلق روایات  
بگھڑنا شروع کیں۔ سیدنا حسنؑ کے زمانہ تک ان وضعی روایات کا ایک  
انبار تیار ہو چکا تھا۔ اسی ذخیرہ خرافات کا ایک حصہ کہ علیؑ نے عام  
انسانوں کی طرح وفات نہیں پائی اور وہ قیام قیامت سے پہلے ظاہر  
ہو جائیں گے۔ کے متعلق جب سیدنا حسنؑ کو علم ہوا تو فرمایا یہ  
لوگ کذاب ہیں۔ اگر ہم کو اس بات کا علم ہوتا کہ علیؑ غفریب ظاہر  
ہوں گے تو ہم ان کی میراث تقسیم ہونے دیتے نہ ان کی بیوگان کا عقد ثانی  
ہونے دیتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۵۵)



## آیت میا بلہ کے متعلق

غلط فہمی، تسامح یا ذہول کی بنا پر غلط بیانیوں پر تحقیقی نظر

گذشتہ صفحات میں بلائیں و شواہد ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت حضرات حسنین کی عمریں بالترتیب تین چار اور دو تین سال کے درمیان تھیں۔

سورۃ آل عمران کا زمانہ نزول ۳ ہجری ہے۔ غزوہ اُحد ۳ ہجری میں ہوا اور اسی زمانہ میں یہود و نصاریٰ کی ریشہ و دایاں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پورے عروج پر نظر آتی ہیں سورۃ آل عمران میں غزوہ اُحد کے ذکر کے ساتھ ساتھ انہی فتنہ انگیز اہل کتاب سے بار بار مخاطب ہے۔ بلکہ حضور خاتم المعصومین کو فرمایا جاتا ہے کہ انہوں سے دلی تعلقات منقطع کر دیجئے۔

اسی زمانہ میں سے ایک عیسائی وفد عجمہ المسیح نامی ایک راہب یا پادری کی قیادت میں حضور خاتم المعصومین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد المسیح ایک عالم آدمی تھا۔ اور اس نے حضور خاتم المعصومین سے مناظرانہ رنگ میں گفتگو شروع کی مگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی شہادت کے خلاف ہے کہ کسی پیغمبر کا ذکر مستقبل میں بطور نظر نہ کرنا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اکیس پیغمبر کو ایسا طریق اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو فریق مقابل کو شہرہ جبران اور مہبوت کرنے والا ہو۔

سے قرآن اللہ تعالیٰ کی اس شہادت پر سفینہ ابراہیم کو لاواقد پیش کرتا ہے جب کافر نے یہ نقلی کی کوئی بھی ذرہ رسکنا ہوں اور اسکا ہوں تو حضرت ابراہیمؑ نے زندگی اور موت پر مناظرانہ رنگ میں فلسفہ پیش کیے۔ بلکہ ایک دوسرا رخ اختیار کرتے ہوئے فرمایا یارب شرق سے سورج نکلا ہے تو اُسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ تو کافر پر سکر مہبوت رہ گیا۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ سے یہی صورت سامنے آتی ہے جسے آیت میا بلہ کہا جاتا ہے۔ قَسَمَنَ حَاجَّكَ ۔ ۔ ۔ لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلٰی الْکَافِرِیْنَ

ترجمہ:- پھر اگر یہ لوگ عیسائی کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت حال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم خود بھی آئیں تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (اللہ تعالیٰ سے) دعا و التجا کریں اور بیٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

عیسائی وفد کو یہ ایکسٹنشن تھا کہ تم اپنے بیٹوں، اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلاؤ۔ پھر ہم بھی اپنے بیٹوں، اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلائیں اور جنہوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں لعنت کے لئے التجا کریں اس مقام پر چند صورتیں قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ کیا عیسائی وفد کے ہمراہ ان کے لڑکے اور ان کی عورتیں تھیں۔ کہ آیت مذکورہ میں بیٹوں اور عورتوں کو مقام میا بلہ پر حاضر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یا انہیں اپنے گھروں سے طلب کرنا مقصود تھا۔

۲۔ کیا وہ گھر سے نکلے ہوئے اپنے تمام زیر کفالت کنبہ کو لے کر چلے گئے۔ یہاں جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ آپ حدیث کی تمام کتابیں کھنگالی جائیں تو تاریخ و امیر کے تمام کونے کھدے سے تلاش کرتے لے آئے آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ عیسائیوں کے ساتھ لڑکے یا عورتیں موجود تھیں۔

پھر یہ کیا تک بازی ہے کہ عیسائی وفد شرائط میا بلہ پوری کرنے کی حیثیت میں ہی نہیں اور حضور خاتم المعصومینؑ فرما سیدنا علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ رجن کا وجود ہی ابھی منصفہ شہود پر نہیں آیا تھا۔ کو طلب فرمانے کا حکم فرما دیتے ہیں کیا ایسا کہنے والوں کو اپنی اس

حواں باخگی کا علم نہ ہو سکا حضور خاتم المعصومین کی ذات اقدس کے مستحق  
ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ گویا فریق مقدسہ ابھی تو اس بات کے لئے اظہار  
آباد کی ہی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ شرائط مباہلہ پوری کرنے کی حیثیت میں  
ہے مگر حضور صادق و معصوم کیلئے کاشف سے لیس ہو کر میدان مباہلہ  
میں پہنچ جاتے ہیں۔ تاہم جسے تیسرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں۔ یا العجب  
۳۔ حضرت حسینؑ کی نسبت حضور خاتم المعصومین کے دوسرے فرات  
فراسیاں یعنی سیدہ زینبؑ کی اولاد یعنی سیدنا علی بن سیدنا ابی العباس  
جو فتح مکہ کے روز آنحضرت کے ردیف تھے، اور سیدہ امامہؑ جنہیں  
آنحضرت نے محبوب ترین اولاد فرمایا تھا اور نماز کے  
وقت انہیں کندھوں پر بٹھا لیا کرتے تھے انہیں طلب نہیں فرماتے  
نیز سیدہ رقیۃ الزہراءؑ کے بیٹے سیدنا عبد اللہ جو سیدہ امامہؑ سے بھی  
بہتر ہیں بڑے تھے۔ مگر انہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب نہیں  
فرماتے۔ صرف حضرات حسینؑ کو طلب فرماتے ہیں اس روایت کے  
کذب پر واضح دلیل ہے۔ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مباہلہ کا واقعہ  
۸۔ ۹ ہجری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت سیدنا حسنؑ ابھی عالم شیر  
خوارگی میں تھے۔ اور سیدنا حسینؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ معلوم  
ہوتا ہے شرف مباہلہ کا تاج الہی کے سروں پر رکھنے کے لئے ان  
کے سبب ولادت کو مقدم کیسے دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں مگر  
اس روایت کا حواس باختر خالق پھر بھی پیٹری سے اتر گیا ہے  
یعنی سیدہ ام کلثومؑ جو سیدہ فاطمہؑ کی سب سے بڑی اولاد تھی  
اور سیدہ زینبؑ نے سیدہ فاطمہؑ کو بھی نظر انداز کر گیا شاید اس لئے  
کہ سیدہ ام کلثومؑ کو سیدہ فاروق اعظمؑ کی زوجیت کا شرف حاصل تھا  
اور سیدہ زینبؑ کا واقعہ مکہ کے بعد اپنے سوتیلے داماد حمیر بن زید کے پاس

و مشرق میں مقیم ہو گئی تھیں۔ بلکہ بعض کا خیال ہے کہ سیدہ ام کلثومؑ یعنی امیر  
یزیدؑ کی بیوی سیدہ زینبؑ کی سوتیلی بیٹی نہ تھیں بلکہ حقیقی بیٹی تھیں۔  
۴۔ آیت مباہلہ میں تمام صلیت جمع کے ہیں۔ ابتداء نا۔ نساء نا۔ انفا نا  
مگر اس منسوب الی الرسول قول سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ حضور  
خاتم المعصومین نے صرف علیؑ، فاطمہؑ اور حسینؑ کو بلائے کا حکم دیا تھا  
یا بلایا تھا۔  
۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابتداء نا مگر حضور خاتم المعصومین سیدنا علی بن  
سیدنا ابی العباس اور سیدنا عبد اللہ بن سیدنا ذوالنورین کو نظر انداز  
کر کے صرف حسینؑ کو بلائے ہیں۔  
کتنی ستم خیز بی بی ہے کہ کسی مجہول کذاب داستان گو کے کذب کو کس سادگی  
سے مسلمانوں کے مذہبی لہجے میں دوہرایا جا رہا ہے اور یہ خیال نہیں کیا  
جاتا کہ اس کذب کا لٹا نہ کس عظیم ذات کو بنایا جا رہا ہے۔  
اللہ تعالیٰ نساء نا فرماتا ہے مگر ہمارے "معروف معنوں" میں مولانا  
اس کذاب داستان گو کے طالع النعل بالنعل صرف سیدہ فاطمہؑ کا  
نام کہتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم غیر شعوری طور پر کس طرح حضور  
خاتم المعصومین کی ذات اقدس پر حملہ آور ہونے کے جرم کا ارتکاب  
کر رہے ہیں گویا نساء نا میں نہ تو امہات المؤمنین شامل ہیں اور  
نہ سیدہ زینبؑ اور سیدہ ام کلثومؑ اور اگر واقعہ مباہلہ کو ۲ ہجری کا واقعہ  
تسلیم نہ کیا جائے اور ۸۔ ۹ ہجری ہی تسلیم کیا جائے اور سیدہ زینبؑ  
کی وفات کو تسلیم کیا جائے تب بھی سیدہ ام کلثومؑ ابھی زندہ تھیں۔  
۵۔ یہ صورت واقعہ کا ایک رخ تھا۔ اصل صورت یہ ہے کہ اگر عیسائی وفد  
مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتا تو حضور خاتم المعصومین ایسے اہم موقع پر  
اپنی روحانی ذریت یعنی تمام صحابہ کرامؓ کو اور خصوصی طور پر ان اصحابؓ

کو جنیں وقتاً فوقتاً آپؐ منّا اهل البیت فرماتے رہے اور تمام امہات المؤمنین کو طلب فرمانے کا حکم صادر فرماتے۔ ان سب میں سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے علاوہ سیدہ زینبؑ، سیدہ ام کلثومؑ اور ان کی اولاد بھی ہوتی۔ مسگر عیسائی وفد کے سامنے جو نبی حضور خاتم المعصومینؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی بقول ابن ہشام عیسائیوں نے ایک رات کی مہلت طلب کی اور دوسرے دن انہوں نے حضور خاتم المعصومینؑ کی فرمودہ شرائط کے مطابق صلح کر لی۔ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مہلہ سب سے ہوا ہی نہیں جب آیت مہلہ کا نزول ہوتا ہے۔ عیسائی وفد کے ارکان سنتے ہیں اور ایک شب کی مہلت طلب کرتے ہیں اور دوسرے دن شرائط صلح پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ عیسائی وفد مہلہ کے لئے تیار ہی نہیں ہوا حضور خاتم المعصومینؑ کے متعلق یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے فلاں فلاں کو طلب فرمایا تھا بلکہ انہیں طلب فرما کر ایک چادر سے ڈھانپ لیا تھا اور اس واقعہ کو حدیث کسا کا نام بھی دیدیا جاتا ہے، کتنی ڈھٹائی، سب سے زوری اور کذب پر مشتمل داستان سرا کی ہے۔

درایت کی روشنی میں آیت مہلہ کے ضمن میں جو خیال آفرینیاں کی گئی ہیں وہ سراسر عجی نکال میں گھڑی گئی ہیں۔

آیت مہلہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ حدیث کسا، دیگرہ کی قسم کی روایات سراسر کذب پر مبنی ہیں۔

### چند سوالات

ان لوگوں سے جن کا عقیدہ ہے کہ سیدنا حسنؑ ان کے مزعمہ دوازدہ ائمہ میں سے دوسرے امام تھے اور سیدنا معاویہؓ فاضل تھے۔

- ۱۔ امام حق سے کیا مراد ہے، نیک یا اسیل اللہ کی روشنی میں امام حق کی تعریف کیلئے؟
- ۲۔ سیدنا حسنؑ اگر امام حق تھے تو انہوں نے حق امامت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر کے محل اپنے برادرِ جودان

ماحقہ پر حجت کیوں کی؟

- ۳۔ کیا ایک امام حق کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی غاصب کے ہاتھ پر بیعت کرے۔
- ۴۔ سیدنا حسنؑ معاویہؓ کے لئے جو درجہ سیدنا حسینؑ سا ہوا سال تک کیوں ایک غاصب حکمران سے مخالفت، عطیات حاصل کرتے رہے؟ کیا یہ تعاونِ علی لا شہد العباد انہیں؟
- ۵۔ سیدنا حسنؑ کی کتنی ہمیشہ زاد گان اور پوتیاں اس غاصب حکمران کے بیٹوں، بیٹیوں اور دیگر رشتہ داروں کے نکاح میں تھیں۔ اور دیگر ائمہ کی کتنی بہنیں اور بیٹیاں غاصب حکمران خاندان میں بیاہی گئیں؟
- ۶۔ اگر سیدنا حسنؑ یا دیگر مزعمہ ائمہ مجبوراً غاصب حکمران کے خاندان میں اپنی مرکیاں دے رہے تو قرآن حکم کے تحت انہوں نے اس ملک سے ہجرت کر کے اپنا ایمان کیوں نہ بچایا؟
- ۷۔ سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں حق امامت سے مستبردار ہو گئے تو سیدنا حسینؑ کے حق میں کھسکے کی؟
- ۸۔ کیا وجہ ہے کہ دوازدہ ائمہ کے عقیدہ کے قائلین ہر نماز کے بعد ہر امام کے مزار کی طواف انگلی کا اشارہ کر کے صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کے لئے نہ کوئی سلام مخصوص ہے اور نہ ہی ان کے مدفن کی طواف اشارہ کر کے کچھ پڑھا جاتا ہے۔
- ۹۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کو نہر دے کر مارا گیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپؐ نے عالم مالکان و ممالک کیوں ہوتے ہوئے نہر آلود شربت کیوں پیا۔ کیا آپؐ کا یہ فعل خودکشی کے ضمن میں نہیں آتا۔ اور اگر آپؐ نے خودکشی کی تو فقہ حنفیہ میں خودکشی کے متعلق کیا حکم ہے؟
- ۱۰۔ کیا سیدنا حسنؑ نے اپنی تمام زندگی میں سادات بنو امیہ کے متعلق کسی قسم کی نارا فطنتی کا اظہار کیا؟

تلاک عشرتِ کاملہ

درسی بات حق اندیشہ عظمیٰ علیہ السلام بڑھا دیا ہے اور نئی زبان میں لکھی ہے

# تحقیق شہاد حسین

شیخہ کتب سے

حکیم فیض عالم صدیقی

شائع کردہ

انجمن تحفظ ناموس صحابہؓ ناظم آباد کراچی



## ابتدائیہ

مُجوسی کی سازش سے سیدنا فاروقی اعظم شہید ہوئے اور مجوس و یہود کے گھمبھڑنے سے سیدنا ذوالنورینؓ کو خاکِ خون میں بڑا کر شہید کیا۔ اور آخر اپنے بچاؤ کے لئے سیدنا علیؓ کو گھیر کر اور نگہ نشینِ خلافت کیا۔ سیدنا حسنؓ باوجود جوانی کے اُن کے والد ماجد علیہ سے خوب واقف تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان حالات میں میرے والد اس منصب کے قبول کریں۔ بہر حال نتیجہ معلوم جمل اور صفین کے معرکوں کے بعد سیدنا علیؓ اپنے ایک شیعہ کے ہاتھوں حجام شہادتِ نوس فرما گئے۔

سیدنا علیؓ نے آخری وقت سیدنا حسنؓ کی خلافت کے متعلق کوئی "نص" یا حکم تو درکنار اشارہ تک نہیں فرمایا تھا۔ مگر اسلام دشمنِ خنجرِ عناصر نے جن کی پشت پر پوری قوم مجوس اور یہود تھی سیدنا حسنؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ مگر اپنے اُن سے اس شرط پر بیعت لی کہ جس میں صلح کر دیں گاتہیں بھی صلح کرنی پڑے گی جس سے میں لڑوں گا تمہیں بھی لڑنا پڑے گا۔ سیدنا علیؓ اپنے خلافت کے تمام دور میں اپنے شیعوں سے ملاں رہے۔ چنانچہ ایک بار اپنے فرمایا میں تم سے سخت تنگ ہوں جو سلوک تم مجھ سے کرتے ہو اُن کی نسبت مجھے موت محبوب ہے۔ (بخاری، ابوابِ خلافت، امام کریمؒ نے پورا حوالہ کر کے تمہیں سیدھی راہ دیکھنی نصیحت ہو) پہنچ ابلاغِ خلافت ۱۳۶ طبع لاہور، تم میرا حکم نہیں مانتے تمہارا بھروسہ (ص ۱۶۹) تم اس عورت کی طرح ہو جو ایک اکل پود ہو پھر اہوا بچہ کر دے ۱۹۹

جلال العیون ۳۳۳۔

آپ کو پہلی ہی ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا خوب علم تھا آپؐ ہر بے کوشش کی کریمہ لوگ راہِ راست پر گھمبھڑائیں۔ مگر ان کا تو مقصد ہی تخریبِ کلمہ ہی تھا۔ ایک نے اُن کی ران پر نیزہ مار کر زخمی کر دیا، دوسرے نے کندھے سے چادر کھینچ کر گھوڑے سے اتار لیا۔ تیسرے نے پیچھے سے جھلے مار کھینچ لی۔ اور ایک نے تو بد باطنی اور خباثت کی حد کر دی۔ خدمت میں پہنچ کر کہا: السلام علیک منزلِ المومنین اور خنارِ ثقیل گرفتار کر کے حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچانے پر تیار ہو گیا۔ آخر آپؐ نے قلعوی، پرہیزگاری، خشیتِ الہی اور فراست نے انکو یہ راہ سنبھائی کہ اس افراتفری، قتل و غارت، فتنوں اور فساد کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خلافت کی باگ ڈور سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر دی جائے۔ سیدنا حسنؓ کا یہ کارنامہ تاریخِ اسلام کا وہ زریں باب ہے جس کی لیکچر تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مگر آپؐ کا عظیم اور عمدہ پرلہ کار نامہ سیدنا حسینؓ کو پسند آیا اور اس معاملہ میں بھائی کی مخالفت کی چنانچہ مخبور ہو کر سیدنا حسنؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں بیڑیاں پہنا کر قید کر دوں گا۔ کیلنی برسرِ معتبر روایت کرتا ہے کہ حضرت حسنؓ کا معاویہؓ سے بیعت کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر تھا (جلال العیون ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت حسنؓ کو حضرت معاویہؓ نے پانچ کروڑ نقد اور بیس لاکھ سالارہ و فیلد مرحمت فرمایا۔ (تاریخ العیون ص ۲۵۵)

بہارِ ضد دیا بطریقِ چالیس روز ہمارا رہ کر راہ گزراے آخر پھرنے۔ آپؐ کی زہر خورانی کے واقعہ کا خالق مسعودی متوفی ۲۴۶ھ ہے۔ اس سے چار کئی تاریخ میں زہر خورانی کا ذکر نہیں۔ دوسری نے لکھا ہے کہ آپؐ دو ماہ بیمار رہے۔

جلال العیون وغیرہ۔ ج ۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد اول۔ ج ۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد دوم۔ ج ۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سوم۔ ج ۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد چہارم۔ ج ۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد پنجم۔ ج ۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد ششم۔ ج ۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد ہفتم۔ ج ۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد ہشتم۔ ج ۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد نواں۔ ج ۱۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد دہم۔ ج ۱۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد یازدہم۔ ج ۱۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۲۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۳۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۴۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۵۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۶۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۷۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۸۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۱ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۲ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۳ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۴ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۵ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۶ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۷ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۸ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۹۹ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔ ج ۱۰۰ جلال العیون ۳۳۳ جلد سولہم۔

ذیابیطس کا عارضہ تھا۔ شہد کا شریعت پیا اور فوت ہو گئے ۱۱۹۷ھ  
تحقق لاسن کہتا ہے کہ وہ حرم کی زندگی سے نحیف ہو کر فوت ہوئے۔ حضرت  
حسینؑ کے نہیں تابتاد سے ہی حکومت کن خیال تھا حضرت حسینؑ کی وفات کے  
وقت تک مجوسی اور یہودی گٹھ جوڑ ایک منظم تحریک کی صورت اختیار کر چکا تھا  
چنانچہ اس اسلام دشمن تحریک نے سیدنا حسینؑ کو ناکا اور ان خطوں کا  
شرع کر دی۔ مگر تمام عالم اسلام سیدنا امیر معاویہؓ کی بے مثال قیادت اور حکومت  
میں پر امن زندگی گزار رہا تھا۔ سیدنا علیؑ کی مخالفت کے دور میں ایک لاکھ کے  
قریب فرزندانی توحید شہید ہو چکے تھے اور آپؑ قبوئہ مالک میں کسی کی  
عزت اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ مگر تمام عالم اسلام مسکھ کا انس رہا تھا۔ ان  
حالات میں سیدنا حسینؑ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہے  
چنانچہ انہوں نے کو فیوں کے ایک خط کے جواب میں لکھا:-

جب تک معاویہ زندہ ہیں تم لوگ اپنی اپنے گھروں میں  
خاموش بیٹھے رہو۔ ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ ہاں اگر ان  
کی موت کا واقعہ پیش آگیا تو دیکھا جائے گا اُس وقت اپنی رائے  
سے تم کو مطلع کروں گا۔

موجہ میں متعدد واقعات قلمبند کئے ہیں کہ سیدنا حسینؑ حکومت کے کسی ضابطے  
کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ مثلاً مرزا سپہر کا شانی مؤلف  
ناسخ التواریخ لکھتا ہے کہ یمن کے عامل نے خراج کا مال  
بھیجا تو سیدنا حسینؑ نے راستہ ہی میں اس پر قبضہ کر کے  
اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

(جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۸۷)

سیدنا معاویہؓ ۲۲ رجب ۳۵ کو فوت ہو گئے اور امیر یزیدؓ عمر  
۳۸ سال بلا اختلاف اور ننگ نشین خلافت ہوئے۔ خلفہ بننے  
سے پہلے امیر یزیدؓ دس سال کا طویل زمانہ بطور ولیعہد گزار چکے  
تھے۔ اور تمام عالم اسلام ان کی بے پناہ خوبیوں سے خوب واقف  
ہو چکا تھا۔ سوائے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اور سیدنا حسینؑ بن علیؑ  
سب نے بشمول اُتبات المؤمنین اور سینکڑوں صحابہ کرامؓ بخوشی انکی  
بیعت کی۔ امیر یزیدؓ محدث مخفورؓ کے مصداق قسطنطنیہ کے جہاد  
میں کامیاب طور پر سپہ سالاری کے فرائض انجام دے چکے تھے  
شہر اور شہر ہجری میں، امیر حج کے فرائض ادا کر چکے تھے۔ لاکھوں  
مسلمان بشمول ہزاروں صحابہ کرامؓ نعمہ سیدنا حسینؑ ان کے پیچھے سینکڑوں  
نازیں پڑھ چکے تھے۔ امیر یزیدؓ سے سیدنا حسینؑ کو صرف امر خلافت میں  
اختلاف تھا۔ ورنہ سیدنا حسینؑ کی بھتیجی سیدہ امّ محمد بنت عبداللہ  
ابن جعفر طیارؓ امیر یزیدؓ کے حرم کی زینت تھیں (کتاب نسب قریش صفحہ ۸۷)  
(جہرۃ الانساب صفحہ ۱۲۲)  
المتخصر کہ امیر یزیدؓ کی خلافت کے وقت کوفہ کے شیعہ مہمومین  
نے حضرت حسینؑ کو خطوط لکھنے شروع کئے کہ فوراً کوفہ پہنچے۔ آپؑ  
اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا۔ اور خود روانہ ہونے  
کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ مگر یا وجود انتہائی گوشش کے  
مدینہ النبیؐ یا مکہ معظمہ کے ایک آدمی نے بھی اس امر میں ان کا ساتھ  
نہ دیا۔ بلکہ جس نے سنا اس نے روکا۔ وہ کیوں روکتے تھے اور کیوں  
منع کرتے تھے....؟ اس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ عالم اسلام کسی

رہے۔ اور سوائے ارادہ خروج سے باز رکھنے کے ایک فرد نے بھی خروج  
میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔  
حقیقت یہ ہے کہ مکہ سے روانگی تک خروج کے ارادہ کو کسی نے  
کوئی اہمیت نہ دی۔ ایک پراسن سلطنت کے اندر ایک آدمی کی اس قسم کی  
حرکات سنجیدہ لوگوں کے نزدیک ایک بچکانہ حرکت تھی جن لوگوں آپ کے  
روکاؤں کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر سے نکل کر شہداء سفر کی تکالیف ایک  
شہزادے کے بس کا لوگ نہیں ہوں گی۔ آپ مدینہ سے مکہ پہنچے اور  
ج سے دو دن پہلے مکہ سے عازم کوثر ہو گئے۔ یہاں پھر ایک اور سوال پیدا  
ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر تقریباً تمام عام اسلام کے منتخب ذہن و دماغ  
جمع ہوتے ہیں۔ اگر آپ پہنچے موقع کو صحیح سمجھتے تھے یا آپ کے پاس امیر زین  
کے فسق اور بخاری کا ایک بھی ثبوت موجود تھا تو حج کے موقع پر تمام عالم  
اسلام کے سامنے پیش کرتے۔ مگر آپ نے دیکھا تھے کہ امیر زین کی بظاہر  
یا بداعمالی کے متعلق ان کے پاس کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں، جسے وہ لوگوں  
کے سامنے پیش کر کے اپنے خروج کے لئے راستہ ہموار کر سکیں اس لئے  
وہ حج سے دو دن پہلے ہی کوثر کی بجائے، فریب اور دھوکے میں اگر  
مکہ سے روانہ ہو گئے۔  
ج سے تین دو دن پہلے مکہ سے روانہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی تھی  
آپ خوب جانتے تھے کہ حج کے موقع پر جسے اس خروج سے روکنے والے نراؤں  
اور موجود ہوں گے۔ اور ایسا ہو کہ میں کوثر پہنچنے سے محروم رہ جاؤں  
مکہ سے کوثر میں منزل دور ہے۔ اور اس زمانہ میں سرائے اور ہزاروں قیام  
نہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت حسینؑ ۸۸ عرم شام کو

ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کر لینا شرعی طور پر نقص بیعت کی اجازت  
نہیں دیتا۔ دوسری وجہ یہ کہ تمام عالم اسلام میں امیر زین کی زندگی کے  
۳۸ سال بسر ہو چکے تھے اور اس تمام عرصہ میں لوگوں نے امیر موصوف سے  
سوائے نیکی، بھلائی، خدمت دین، پرہیزگاری، تقویٰ اور جہاد کے  
اور کوئی بات نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ حضرت حسینؑ کے ارادہ خروج سے واقف  
ہو کر جن لوگوں نے آپ کو اس امر سے باز رہنے کا مشورہ دیا ان میں سے  
خصوصی طور پر آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کا نام گرائی  
سرفہرست ہے۔ حضرت عبداللہ آپ کے بہنوئی بھی تھے۔ سیدہ زینبؑ  
آپ کے جبار عقید میں تھیں۔ وہ جب اپنے بھائی کے ساتھ تیار ہوئے اور  
حضرت عبداللہ کے روکنے سے انکار کیا تو انہوں نے سیدہ زینبؑ کو  
طلاق دے دی۔ اور علی الزینبی اکلوتا بیٹا ان سے چھین لیا جن لوگوں  
نے عون اور محمد آپ کے دو بیٹے بیان کئے ہیں۔ ان کی جہالت پر سوائے  
افسوس کے کیا کیا جا سکتا ہے، یہ ہر دو آپ کے دلور تھے بیٹے نہیں تھے  
سیدنا عبداللہ بن عباسؑ، سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؑ، عبداللہ بن مطہرؑ  
حضرت عمر بن عبدالرحمنؑ، ابو القاسمؑ، جابر انصاریؑ، ابو سعید خدریؑ وغیرہ  
آپ کو ارادہ خروج سے روکا۔ اور آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ تو یہ سن کر  
رو پڑے۔ (روضۃ الاصغیاء ص ۲۵۲ طبع لاہور)۔  
مشہور غرض زوق جول قول شو ستری بہت برا شیخ تھا اس نے بھی روکا۔  
یہاں تاہل بخور امر ہے کہ آپ کا ارادہ خروج سے مدینہ کے تمام لوگ واقف  
ہو چکے تھے، مگر ایک طرف تو آپ کا ساتھ دینے کے لئے آپ کے چچا زاد بھائی تک  
تیار نہ ہوئے اور دوسری طرف عمال حکومت سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش





کر بلا میں پانی موجود تھا اور کوئی بھی مایوس کی کتابیں شہید نہیں ہوا

۵۔ خرم کو جب حضرت حسینؑ کے انصار پر پانی کی تنگی ہوئی تو جناب حسینؑ اپنے ہاتھ میں پیلے کے خیمہ کی پشت پر شریف لے گئے اور چند قدم کن کر قبلہ کی طرف چلے۔ جلاۃ العیون میں ہے کہ نو قدم شمار کر کے پشتہ سے قبلہ کی طرف چلے اور ریاض الشہادہ میں ہے کہ تین قدم چلے تھے اور مائتین میں ۱۹ قدم کا فاصلہ لکھا ہے۔ پھر نزع آپؑ اپنے ہاتھ سے کچھ زمین کھودی۔ فوراً ایک شہید بیٹھے پانی کا بننے لگا۔ اس پانی کو جناب ام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے پیا۔ اور پکھالیں بھر لیں۔ پھر وہ چمہ غائب ہو گیا (تصویر کربلا مصنف سید آل محمد ص ۳۱) جلاۃ العیون باب ۲ ص ۲۵۹ مگر ازجت ص ۳۱ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۳۵

۵۔ ۸ خرم کے واقعات میں لکھا ہے کہ: اہلبیت اور انصار پر ام حسینؑ کے پیاس کی شدت نہایت تھی تو ام حسینؑ کو بہت فکر ہوئی۔ ریاض الشہادہ، جلاۃ العیون اور مائتین میں لکھا ہے کہ آپؑ اپنے بھائی عباسؑ کو حکم دیا کہ دریائے فرات سے پانی لاؤ۔ عباسؑ بڑی شجاعت سے میں شکیں بھر کر لائے۔ اس لڑائی میں آپؑ کا کوئی شخص شہید ہوا اور نہ فحی (تصویر کربلا ص ۲۳۰-۲۳۱) عباسؑ کے بازو کٹانے کے قے محض جھوٹ ہیں۔

۵۔ ۱۰ خرم شب کو امام حسینؑ نے فرات سے پانی منگوایا اور اپنے اصحاب کو فرمایا کہ اسے پیو، یہ تمہارا آخری نوشہ ہے، اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ وہ تمہارے کفن ہوں گے اور خود ایک طرف

ہو کر نورا (بال صفا پوڑا لگانے لگے۔ (جلاۃ العیون ص ۲۴۲)

۵۔ دسویں محرم کو جناب زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ جب حکم آنجناب تیس سواریوں اور بیس پیادوں کو بھیجا تو وہ پانی کی چند شکیں بھر کر لائے چنانچہ آپؑ فرمایا وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ۔ (سیرت شہید اعظم ص ۲۱ نہی الامال ص ۲۰ جلد اول)

۵۔ جب حضرت لشکر درست کیجئے تو حضرت خیمہ حکم دیا کہ خیمہ نصب کیا جائے۔ خیمہ نصب کیا گیا تو حکم دیا کہ بڑے کاس میں مشک حل کیا جائے۔ چنانچہ حل کیا گیا تو آخیمہ کے اندر نورا (بال صفا پوڑا) لگانے لگے حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ انصاری چاہتے تھے کہ آپؑ کے بعد سے پہلے نورا دہ لگیں۔ اور برید کہتے تھے سب سے پہلے وہ لگائیں جب آپؑ نورا لگا چکے تو سب انصاری نے اندر جا کر نورا لگایا۔ (طبری جلد ۲ ص ۲۵۲ طبع کن)

۵۔ سید امیر علی شہر شیعہ مورخ لکھتا ہے کہ جب آپؑ میں اپنے بے رحم دشمنوں سے مقابلہ کی شکست دے کر لوٹنے کے لیے اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے آپؑ کو پانی کا پیالہ پیش کیا۔ (مہرئی آف ہی سائز طبع لندن باب ۲ ص ۲۵۲)

اگر ذرا وقت نظری سے شیعوں مذہب کی اہمات الکتاب مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آئے کہ کربلا میں پانی کی بندش کی داستان ایک بہت بڑا جھوٹا فریب اور جعل ہے اور نہایت بھونڈے انداز میں اور بددیانتی سے حقیقت کو چھپا کر محض عوام کو گمراہ کیا جا رہا ہے

۵۔ ملاً باقر مجلسی بھی اپنی شہرہ آفاق تالیف جلاۃ العیون میں لکھتا ہے کہ ۱۰ محرم آپؑ لڑتے بھڑتے فرات پر پہنچ گئے اور کھوڑا پانی میں ڈال دیا۔

۱۲

۵۔ امام زنجی تھے اس حالت میں مخالف فوج کو آواز دی، کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی نہیں ہے جو کہ فوج کو پانی بلا دے۔ ابن سعد کی فوج میں ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں ایک ٹیڑھی لکڑی تھی جسے پیچھے ڈال کر اس کو خدا کی قدرت دکھانے کے لئے اپنے پیچھے کی طرف لے گئے اور بصورت کنواں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکلا۔ یہ دکھا کر درویش کو فرمایا کہ ہم پانی کے محتاج نہیں (گویا پانی پی چکے ہیں) (توفیق) صرف ان ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں (عَلَا الْمَتَابَ) اس صورت میں اگر حرم کو اپنے پانی نکالا اور اگر بچوں کو پانی نہیں بلایا تو

جرم کس کا ہوا؟

**قاسم کی شادی**۔ دسویں غرم کے واقعات میں غیر متبرکاتوں میں آدھا دامادی قاسم بن محمد بھی ہے کہ امام حسینؑ نے انہی دختر کا عقد بید شہادت اٹھا دیا اور ان وقت حضرت علیؑ اور عیسیٰؑ (بہائون) کو آپ بھائی لکھا گیا ہے اور متعدد دیگر مقامات پر بھائی بھائی سیدہ زینبؑ کا لکھا گیا اور حضرت سہام کا نکاح فاطمہؑ پر ہوا۔ یہ واقعہ کتب جدیدہ و قدیمہ میں مثل بن تو لو کہے کا بالذات ارشاد شیخ مفید و کتاب المزار سیدہ زینبؑ علیہا السلام کی (یہاں مزید کتب کے نام ہیں) اس روایت منقطع الذنب کو نہیں لکھا۔

چنانچہ ایک معتبر کتاب کی عبارت آپ بھی سن لیجئے۔ دار فقیہ میں خرافات ست آنچہ مابین عوام الناس اشتہار گزرت کہ حضرت فاطمہ زینبؑ الحیدرہؑ رادر کر بلا حضرت قاسم بن الحسنؑ عقد بستند (طعن تصویر کر بلا قاسم) لاش کی پامالی۔ یہ روایت مجالس و محافل کی جان ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا سر کاٹ لیا گیا اور ان کی لاش پامال کر دی گئی۔ اب اس کے متعلق بھی کہئے۔

۱۳

جب کوئی فوج نے امام حسینؑ کی فوج کو پامال کرنے کا ارادہ کیا تو فوج نے وہاں ایک شیر دیکھا اس کو مخاطب کر کے کہا: اے ابوالحارث تجھ کو معلوم ہے کہ دشمنوں نے کیا ارادہ کیا ہے؟ کر کہی کو امام حسینؑ کی فوج کے ساتھ کیا کرے گا۔ اس وقت ہی فوج پامال کیوں کی گئی، ان کا ارادہ ہے کہ گھوڑے ان پر دوڑا دیں۔ تو شیر چلا اور اس نے اپنا ہاتھ حسینؑ کے جسم پر رکھا۔ تو سوار آئے جب انہوں نے شیر کو دیکھا تو ان سے عرض نہ ہونے لگا کہ یہ نقشہ ہے۔ اس کو نہ اٹھاؤ واپس چلو، تو سب واپس چلے گئے۔ (اصول کا فی ترجیح صفحہ ۶۹۵)۔

دروغ فتن راسلہ بایں۔ ان لوگوں کا شیر سے ڈر کر بھاگ جانے کا بیان اتنا عجیب و غریب ہے جو جس ان لوگوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ وہ لوگ تو بڑے شیروں کو ہلاک کرنے والے تھے اور پھر تو انہیں ایک شیر سے بھاگنے کا امام کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے جسم پر گھوڑے دوڑانے کی اجازت ابن سعد سے طلب کی (اجازت کے بغیر فوج کی پامالی سے کیا طرح) اس نے اختیار دے دیا اور لوگوں نے اس کی تیاری کر دی گویا کسی میلہ دیکھنے کی تیاری کر رہے ہیں، معاذ قدرت خدا سے ایک شیر ظاہر ہوا اور امام کے جسم پر آکر بوسہ دیا۔ اور آسمان کی طرف رخ کر کے کچھ کہا پھر جو لوگ گھوڑے دوڑانے کے ارادے سے آئے تھے ان پر حملہ کر دیا اور تیرہ دشمنوں کو مار دیا (راوی کو خدا نے شہید بھی کر دیا) تو وہ ایسے سرو پا نہ ہاکتا۔ اگر لشکر کا ہزوا حصہ بھی ایک ایک تیر چلاتا تو شیر کا جسم تیروں سے چھلنی ہو جاتا، بقیہ بھاگ گئے۔ اور جسم امام محفوظ رہا (طعن خلافتہ المصائب صفحہ ۲۴)۔

در نہ شیعیت کی دنیا ایسے خرافات سے بھری پڑی ہے۔  
 حضرت حسینؑ کی خانہ لیلیٰ خدیت، قوی غیرت، ذاتی شجاعت و بہمت  
 کی شان کے خلاف یہ بازاری لوگوں کا سا طرز عمل شیعوں کو ہی مبارک ہو  
 ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو۔  
**کیا سیدنا حسینؑ آخر وقت تک اپنے موقف پر قائم رہے؟**  
 (۱)۔ مسلم جب کو ذین ابی اسعد کے ہاں روپوش ہوئے تو فرمایا تو مجھے  
 امان تو نہیں دے سکتا مگر حسینؑ کو پیغام بھجو دے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔  
 (تخصیص از طبری جلد ۲ ص ۲۰۲ طبع دکن) جلاء العیون ص ۱۵۷ (۲۴)  
 گویا مسلم بن عقیل نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ حسینؑ کا یہ سفر جہاد کی شہادت  
 سے نہیں ہے بلکہ حصول خلافت کے لئے ہے۔  
 (۲)۔ حسینؑ ابن علیؑ کو مسلم کا خط ملا تو واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر مسلم کے  
 بھائی کہنے لگے، ہم واپس نہیں جائیں گے (تخصیص از طبری جلد ۲ ص ۱۸۱) جلاء العیون ص ۱۵۷  
 (۳)۔ مسلم کی شہادت کا حال مگر حسینؑ نے واپسی کا ارادہ کر لیا مگر برادران  
 مسلم نے کہا ہم جب تک مسلم کے قتل کا بدلہ نہیں لے گے واپس نہیں جائیں گے۔  
 (عمدة الطالب فی النساب علی ابن ابی طالبؑ طبع مکتبہ)  
 (۴)۔ امام حسینؑ منزل تعلیمہ میں تھے کہ خبر قتل مسلمؑ پہنچی۔ آپؑ پر ان عقیل کی  
 طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے آپؑ کو قتل کا بدلہ نہیں لینا،  
 واپس نہ ہوں گے (جلاء العیون ص ۱۶۳ جلد دوم)  
 مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کو نہ ہی مسلمؑ نے  
 جہاد سمجھا اور نہ ہی حسینؑ نے مسلمؑ بوقت شہادت میں کو پیغام بھیجے ہیں  
 کہ کو ذکا ارادہ ترک کر دیجئے حسینؑ واپسی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر برادران مسلمؑ

مصنف جلاء العیون لکھتا ہے کہ دوسرے روز نیش پامال کی گئی۔  
**حسینؑ کی ایک جھلک** آج حسینؑ کے نظارہ پر نظر کر کے  
 جو غل غیاثہ چایا جاتا ہے مجتہد شیعہ صریحاً اس کا الٹ بیان کرتی  
 ہیں۔ اہل سنت کی تاریخوں میں سیدنا حسینؑ کو صبر و رضا کا پستلا،  
 شجاعت و ہمت کا پیغم اور حوصلہ و مردانگی کا شہسوار بیان کیا  
 گیا ہے، مگر شیعہ کہتے ہیں کہ:-

(۱)۔ امام ہارے پیاس کے اپنی زبان چباتے تھے (خلاصۃ المصاب) (۱)  
 (۲)۔ بار بار پانی مانگتے اور زمین پر پاؤں رگڑتے (ایضاً) (۲)  
 (۳)۔ فرہ مار کر روئے (ایضاً) (۳)  
 (۴)۔ حال قاسمؑ پر آہ کھینچ کر اس شدت سے روئے کہ اہل بیتؑ اظہار  
 بیتاب ہو کر خمیر سے نکل پڑے (ص ۷۷) سب اہل بیتؑ جو تا کم کو عازم  
 جنت دیکھا تو شور و غوغا، واویلا و مصیبتا بلند کیا (ص ۷۷) حضرت  
 بہت شدت سے روئے اور سب اہل بیتؑ منہ پر طاپچاتے تھے  
 اور گریبان پاک چاک و اوپلا کا غل و شور مچاتے تھے (ص ۷۷) حضرت  
 نے ایک طرح ماری شدت سے روئے۔ اہل بیتؑ نے جو نیش  
 علمبردار کو دیکھا ماتم علمبردار میں بال کھولے گئے اور شور و واویلا،  
 و مصیبتا بلند ہوا اور امام ماتم عباسؑ میں کچھ شعر پڑھ کر روئے تھے (ص ۷۷)  
 آپؑ نیش مجروح اگر پرے ہو کر گر پڑے۔ (ص ۷۷)  
 حضرت زینبؑ مثل خورشید و خشاں خیمہ حسینؑ سے سرو پا برہنہ نکل کر  
 جانب قتل دوڑیں اور فریاد و واویلا کرتی تھیں (ص ۷۷)  
 یہ حوالہ جات صرف ایک کتاب خلاصۃ المصاب سے نقل کئے گئے ہیں

مالع ہوئے۔ ثعلبہ سے بعد کا سفر اپنے محض فرزند ان تھیل کی تالیف تلامذہ کے لئے کیا نہ ارادہ جہاد سے، یہاں تک کہ آپ کو بلکے مقام پر پہنچ گئے۔

(۵) ابن شدقہ بن تیس کو آپ سے بھیجا۔ اس نے شریف اور یاسیب پوچھا۔ آپ نے فرمایا مجھے کوئی نئے خطوط لکھ کر بلا یا ہے۔ اگر میرا انا تھاری طرح کے خلاف ہے تو میں پلٹ جاؤں۔ (تصویر کر بلا ص ۲۶)۔ اس کے بعد آپ کا قطار ارضی جس کا رقبہ چار مربع میل کے قریب تھا اور جو مارہ، غاضریہ، نینوا، قادسیہ، شفیہ اور عفرہ وغیرہ کے دیہات کے لوگوں کی ملکیت تھا۔ ساتھ ہزار درہم میں خرید لیا (تصویر کر بلا ص ۲۷)۔ اس روایت سے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ کر بلا کا قطار ارضی کسی آباد اور سرسبز و شاداب گروں کے درمیان ایک سرسبز میدان تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا تھا۔ مگر سزا ہوشیاری کو ذکاوت انھوں نے آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ کہ اگر آپ زندہ رہ گئے اور ہمارے ہزاروں خطوط امیر یزید کو پیش کئے تو ہم مارے جائیں گے۔ آپ نے آخری وقت تک کوشش کی کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ مجھے واپس جانے دیا جائے، مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے دیا جائے۔ مگر شیعیان کو فتنے ایکٹے مٹنی چنانچہ ملاحظہ ہوشیاری کے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ المتوفی ۲۳۴ھ جو بیچ البلاغہ کی تالیف میں شریک رہے، کیا کہتے ہیں۔

(۶) وقد روی انه، علیہ السلام قال لعرو بن سعد اختار وامنی اما السجوع الی المکان الذی اقبلت منه اوان اضع یدکی علی ید یزید۔ فہو ابن عقی یسری فی تریہ واما ابن یسیر والی الی آخر من ثغور المسلمین نا کون (جلال من اھلہ

وقالی مالہ وعلی ماعلیہ، (کتاب الشافعی شریف المرتضیٰ المتوفی ۲۳۴ھ حضرت حسین سے پختہ روایت ہے کہ آپ نے عمر بن سعد سے کہا میری تین باتوں (شرطوں) میں سے ایک پسند کر لو۔

(۱) یا تو اس جگہ لوٹ جانے دو، جہاں ہے میں آیا ہوں

(۲) یا یہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں، جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کر لے گا۔

(۳) یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو۔ تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع و آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی ملے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے بھی ہوگی۔

شریف الرضی کی اس روایت سے صحت یہی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہایت بے کسی اور بے بسی کے انداز میں شیعیان کو فتنے سے عاجز و طور پر یہ التجا کر رہے ہیں۔ یہ الفاظ ایک ایسے غالی شیعوں کے ہیں جس کی شخصیت شیعوں کے ہاں مسلمہ ہے۔

اسی شریف المرتضیٰ سے ڈیڑھ سو برس پہلے کا ایک غالی شیعہ مؤلف الامامۃ والسیاستہ لکھتا ہے: چنانچہ حضرت حسین نے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے کہا:۔

شریف المرتضیٰ ابو القاسم علی بن حسن بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابی بکر بن جعفر (اصدق) بن محمد باقر بن علی و زین العابدین (عین بن علی مرتب بیچ البلاغہ)۔ (بقیہ حاشیہ اگلا صفحہ)



۷۔ یا عہدہ اختراعتی ثلاث خصال اما نہ کہی ارجح کہا جیت  
ایک ہذا فاخر ہی سیدی التوفا تانہ جی اموت اویطی الی یزید  
فامنع یدی فی یدک فیصکرمہما یرید فارس علی بن زبید لک  
فہم ان یسالی یزید۔ (۷۲ صفحہ مطبوعہ مصر ۱۳۸۵ھ)  
اے عمرو بن تین شرطیں میری مان لو، یا مجھے جہاں سے آیا ہوں لوٹ  
جانے دو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو (کفار) ترک کی طرف بھیج دو کہ  
قتال ان سے کرتا رہوں۔ حتی کہ جاؤں، یا مجھے یزید کے پاس  
بھیج دو کہیں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں پھر وہ میرے  
مشعلی جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔ عمر بن سعد نے اس بار  
میں ابن زیاد سے رجوع کیا۔ اس نے بھی یزید کو یزید کے  
پاس بھیجے کا ارادہ کیا۔

اس روایت کا بھی مفہوم تقریباً وہی ہے جو شریف الرضی  
کی کتاب الشافی میں مرقوم ہے، بلکہ اس روایت سے ایک اہم حقیقت  
سامنے آتی ہے یعنی آپ ترکوں سے جہاد کرنے کا ارادہ ظاہر فرما  
رہے ہیں۔ اور جہاد امیر کی اجازت یا حکم کے بغیر جائز نہیں اس  
سے بھی مطلب اخذ ہوتا ہے۔ آپ یزید کی بیعت کا ارادہ کر لیا  
تھا اور اگر واپس جانے کا ارادہ تھا تو اس صورت میں بھی گواہ آپ  
نے امیر یزید کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ مگر آپ کی یہ تمام  
ساتھ (بقیہ حاشیہ صفحہ) الامتداد ایات کے مشعلی حقیقی فیصلہ جیکوں کاس رسوا  
زمانہ نہ تھا تو بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب نے کسی چوں کی دشمنی کی تا لیس  
ملاطحت ہو ان القوم ۷۲۰۰ تعلقہ علامہ خطیب مرقوم جو عباسیوں کے لئے دیکھے ۷۲۰

کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور حضرت عقیلؓ کی اولاد جلد بانٹا  
نابینشی اور کم فہمی اور شیطان کو فدی غداڑی نے بالکل ہی طرح جس  
طرح جنگ جمل یا صفین میں جبکہ ذیقین آمادہ صلح تھے۔ سبائوں نے  
اللہ بول کر دونوں ذیقین کو غلط فہمی مبتلا کر کے جنگ کرادی تھی کہلا  
کو بھی خانوادہ رسالت کے خون سے لالہ زار بنادیا۔  
الغرض شیعہ مذہب کی تمام متبرک کتب میں مذکور ہے کہ سیدنا  
نے کہلا میں تین شرطیں پیش کی تھیں (۱) واپس جانے دو۔ (۲) سرحدات  
کی طرف جہاد کے لئے یا کہیں قیام کے لئے جانے دو (۳) یزید کے پاس  
جانے دو کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔  
دور حاضر کا مشہور شیوخ جرحہ لیر علی بھی اپنی مشہور تالیف  
ہشوی آف دی سائینس طبع لندن باب ۷۷ پر اسی حقیقت کا مؤید  
تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۳۲ پر تفصیلاً ہی بیان موجود۔ شیعہ مذہب کی  
تقریباً تقریباً تمام معتبر کتب میں مندرج یہ فقرہ ہر جہاد قصد رجوع کرد،  
مکن نہ شد۔ ان فقرہ کلاس ڈاکٹرین یا واعظین کے مٹانے سے یہ دین  
مٹ نہیں سکتا۔  
اب اگر حضرت حسینؓ نے امیر یزید کی مفوضہ برائیوں، بد اعمالیوں  
اور فسق و فجور سے متاثر ہو کر اعلان جہاد کیا تھا تو آخر وقت میں اس جہاد  
سے منحرف کیوں ہو گئے۔ اور یہ کیوں کہا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو یا  
واپس جانے دو یا میں کی سرحدات کی طرف نکل جانے دو اپنے موقف  
سے رجوع صرف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اعلان کلمۃ الحق کے  
نظر کے تحت عام کو ذہن نہیں ہوئے تھے بلکہ حصول خلافت کے لئے آپ یہ سوا اختیار کیا تھا۔

(۱۳)۔ یزید نے حکم دیا کہ اہل بیت کو خاص مکان میں اٹا جائے۔ اور ان کی ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچائی جائے۔ جب تک زین العابدین دسترخوان پر نہ آتے کھانا نہ کھاتا اور آرام نہ کرتا (طراز منہج ص ۳۹۳)۔  
(۱۴)۔ ملا سہنی اسفرائینی اور صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ یزید نے مجمع عام میں تقریر کی جس میں فرداؤں سبیلین حسینؑ پر لعنت کی (مجلس ترجمہ قتل ائمہ اربعہ ص ۹۸)  
(۱۵)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور داماد حضرات حسینؑ کے بہنوئی یعنی زینب کے خاوند یعنی عبداللہ جنہوں نے حضرت حسینؑ کے کوفہ کو روانگی کے وقت زینب کو روکنا چاہا اور وہ نہ گھس اور انہوں نے طلاق دے دی اور اپنا بیٹا ان سے لے لیا۔ یزید کو نڈک اسی والی سے خطاب کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ معاویہ کا مدرسہ یزید میں ایک شعر ہے :-

اذا مرق الاخوان ودھم

بید اخوان المصفا یزید

(شعروں کی مشہور کتاب الاطلاح ص ۱۴۳)

(۱۶)۔ شمر جب حضرت حسینؑ کا سر لے کر دربار یزید میں پہنچا اور کہا :-

اصلا رکابی فضتہ وذہبا ۰ قتل خیر الخلق اما و ابا

یعنی میرے فضت کو سونے چاندی سے بھر دے۔ میں نے اسے قتل کیا ہے جو تمام جہاں میں ماں باپ کی طرف سے بہتر تھا۔

اس کا جواب یزید کی طرف سے سنئے :-

”خدا ترے رکاب کو آگ سے بھرے۔ ترے لئے خرابی ہو۔ جب تو

(۲)۔ یہ واقعہ شمر اس نے دانتوں تلے انگلی دبا کر (منہج الاثران ص ۳۳۲) (۳)۔ رد اٹھا۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۳-۲۹۴)

(۴)۔ اس کی عورت روتی ہوئی بے پردہ محل سے باہر دربار یزید میں پہنچ گئی۔ (خلاصۃ المصاب ص ۳۱۵)

(۵)۔ یزید نے اپنی عورت کو کہا اے ہندو زن نہ رسول خداؐ اور نہ کب قریش پر نوحہ و زاری کر۔ (جلال العمیون)

(۶)۔ یزید نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی روتا تھا (۳۹۳) (۷)۔ اس کی ہمشیرگان روتی تھیں۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۴)

(۸)۔ اس کی دختران روتی تھیں۔ (۲۹۴)

(۹)۔ اہل بیت نے ماتم کی اجازت مانگی۔ یزید نے ایک مکان خالی کر دیا اور سات شبانہ روز ماتم رہا۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۴)

(۱۰)۔ تباہ حال قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزید رو پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسوؤں کو پونچھتا جاتا تھا۔

اس نے سب کو اپنی زوجہ ہند بنت عامر کے پاس بھیج دیا جب اہل بیت حسینؑ محل میں پہنچے تو گریہ زاری بلند ہوئی جس کی آواز بھی سب سنائی دیتی تھی۔ (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۴)

(۱۱)۔ اما حسینؑ کا سر سونے کے طشت میں رکھا۔ اور کہا اے حسینؑ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تمہارے ہنسنے کی جگہ کیسی اچھی ہے (ایضاً ص ۲۹۴)

(۱۲)۔ حضرت علیؑ (زین العابدین) کی عزت اور اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی اور صبح و شام امام زین العابدینؑ کو اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا۔ (جلال العمیون)

جانتا تھا کہ حسین بہترین خلق ہیں تو تو نے اسے قتل کیوں کیا۔ نکلیں جا میرے  
سائے سے تیرے لئے میرے پاس کوئی جائزہ نہیں۔ (القصص)  
(۱۷)۔ اس موقع پر ناسخ التواریخ کے کلمات بھی سن لیجئے۔ میری طرف سے  
ہرگز تجھے انعام نہ ملے گا۔ (۲۶۹)  
(۱۸)۔ دشمن سے امام زین العابدینؑ کو روانگی کے وقت کہا۔ خدا ابن مرجان  
کا بڑا کرے۔ واللہ اگر میں موجود ہوتا تو حسینؑ جو مانگے، دیتا۔ اور ان  
سے اس بلا کو دفع کرتا اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت کا موجب تھا۔  
(۱۹)۔ ابن زیاد ملعون نے حسینؑ کے معاملے میں جلدی کی پس ان کے قتل پر گزرا فی تھا  
(۲۰)۔ حسینؑ کو اس نے قتل کیا خدا اس کو غارت کرے (طراز المیزان ص ۱۷۷)  
(۲۱)۔ خدا لعنت کرے ابن مرجان کو میں نے اسے آپ کے والد کے قتل کا حکم نہیں  
دیا تھا۔  
(۲۲)۔ خلاصۃ المصاب، احتجاج طبرسی، جلاء العیون، ناسخ التواریخ  
سے اس قسم کے بیسیوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں کہ یزید حسینؑ  
کے قتل سے بالکل بری ہیں۔  
(۲۳)۔ رخصت کے وقت سیدہ ام کلثوم کو ایک پھیلی دیتے ہوئے کہا:  
خذی هذه المال ما اصابک منہ۔  
امیرِ نریڈ! سانچہ کر بلا کو آرٹینا کر و انض نے تاریخ کو مسخ کرنے  
کی سعی میں جو اکاڈیب کے پلندے تیار کئے ان میں سرفہرست یزیدؑ اپنے  
ہم قافیہ لفظ لیلید کے ساتھ و انض کے علاوہ اہل سنت کے جہلا کے تلو  
واذبان پر بھی اس طرح مسلط ہے کہ جب تک اپنی قبائس و مخالفت جی کر  
خلوت کی جی صحبتوں میں کسی بدنام و رسوا شخص کا ذکر کر رہے ہوں!

۲۵  
جب تک گھسیٹ کر یزید کو درمیان میں نہ لائیں ان کو گویا کھایا پیا  
ہضم ہی نہیں ہوتا۔  
چند خطبات کے لئے ہم اسے ایک متن از عوام سچ کر اس موضوع  
کی موافقت یا مخالفت سے دست بردار ہو کر نتیجہ اللہ کے دیکھیں تو کسی حد تک  
گوارہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر جب سینکڑوں واضح، بین، فاشکاف اور ظاہر و  
باهر حقائق اس امر کی موید ہوں کہ امیرِ نریڈ کے سر جو علامہ خباثت و بیعت  
باندھا جا رہا ہے جو حجتہ بداعمالی اسے پہنایا جا رہا ہے یہ سب محض باطلی  
اور پلندہ کذب و افتراء ہے تو ایک منصف مزاج آدمی کے لئے غلطی  
اختیار کر لینا شرفاً اور اخلافاً بھی ایک ناقابل معافی جرم بن جاتا ہے۔ اس حقیقت  
کو سمجھنے کے لئے ذیل کے امور رات پر توجہ کیجئے۔

روزانہ اوسط سفر ۲۵ میل  
سیدنا حسینؑ مدینہ سے ۲۷ رجب کو چلے اور  
مکہ میں ہر شعبان کو پہنچے۔ روزانہ اوسط  
= ۲۰ میل۔ اگر مکہ سے کر بلا ۱۰۰۰ میل کوڑی  
تیس دن میں پہنچے تو اوسط سفر ۳۳  
میل روزانہ بنتی ہے۔ اگر بقول بعض  
روافض یحکم حرم کو پہنچے تو اوسط سفر  
۵۴ میل روزانہ بنتی ہے۔ اور قطعاً  
ناممکنات سے ہے۔ صحیح یہی ہے کہ ۸  
یا ۹ حرم کو کر بلا پہنچے۔  
اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ۸ رذی الحج کو آپ مکہ سے



روانہ ہوئے۔ والہی مکہ نے آپ کی روانگی کی اطلاع امیر نیریدہ کو آپ کی روانگی کے بعد دی۔ گویا مکہ سے جو قاصد دمشق کو روانہ ہوا وہ ۹ ذی قعدہ کو روانہ ہوا۔ مکہ سے دمشق کا فاصلہ ۱۰۴۰ + ۲۴۰ = ۱۲۸۰ میل ہے، اور دمشق سے کوفہ کا فاصلہ ۴۴۰ میل ہے۔ یعنی مکہ سے یہ سفر اوسطاً ۵۷۰ میل روزانہ بنتا ہے۔ مکہ سے ایک قاصد ۵۷۰ میل روزانہ سفر کر کے ابن زیاد کو امیر نیریدہ کا حکم پہنچا یا کہ حسین کو قتل کر دو۔ ایسی یاد رہا کہ آپ جس سے برہہ کر کسی ایسی ہوائی کا وجود محض باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہاں مجھے نیریدہ کی وکالت مطلوب ہے، نہ صفائی میں اربابِ اہمیت کے سامنے ایک حقیقت پیش کی ہے۔ ہر صاحبِ ادراک منصف مزاج ذہن فوراً یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا کہ مکہ سے کوفہ کا فاصلہ ایک ہزار میل ہے۔ مکہ سے دمشق کا فاصلہ ۱۲۸۰ میل ہے۔ گویا مکہ سے دمشق پہنچنے والا قاصد بھی دمشق بھی پہنچنے نہ پایا تھا کہ حسین شہید ہو گئے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ اس زمانہ میں سفر کی منزلیں مخصوص ہوتی تھیں۔ مخصوص منزلوں پر ہی پانی، خوراک یا چارے کا انتظام ہوتا تھا۔ منزل سے ادھر یا ادھر قیام موت کو دھو رہنے کے مترادف تھا۔ ان کوائف کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے۔ کہ جس روز نیریدہ کا حکم لے کر قاصد کوفہ پہنچا۔ اگر اس کا روزانہ سفر ۴ میل کی اوسط کارہا تو اس سے ۵۹ دن میں سفر کیا اور حسین اس کے پہنچنے سے ۲۹ دن پہلے شہید ہو چکے تھے۔

میں دنیا بھر کے جغرافیہ دانوں اور ریاضی دانوں کے سامنے یہ سوال پیش کر کے انصاف کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ کسی قاعدے

یا فاروسے سے یہ ثابت کر دیں کہ شہادت حسین سے پہلے نیریدہ کا حکم کوفہ میں پہنچ چکا تھا۔ کوفہ یا کربلا میں جو کچھ ہوا شیخان کوفہ کا اپنا کیا ہوا ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مدینہ سے روانگی کی اطلاع پر نیریدہ نے احتیاط کوفہ کی گوری ابن زیاد کے سپرد کر دی تھی کہ ہو سکتا ہے شیخان کو حسین کو درغلا کلا میں اور بخاوت کر دیں۔ اور نیریدہ کا یہ خیال مسلم کے کوفہ پہنچنے پر صحیح ثابت ہوا۔ "الامانہ والسیاستہ" کا نالی مؤلف اس کا اعتراف کر چکا ہے کہ ابن زیاد بھی حسین کے قتل پر رضامند نہ تھا اور حسین کے قاتل کو اس کا بھرے دربار میں قتل کر دینا اس بات کا یقین ثبوت ہے۔ رہا مسئلہ نیریدہ کا تو اگر اہل حرم کو حسین کی شہادت کی صحیح تاریخ مانی جائے تو ۲۵ میل روزانہ سفر کی اوسط اکیس حرم سے پہلے نیریدہ کو آپ کی شہادت کا علم ہی نہیں ہوا۔

رہا نیریدہ کا دوسرا مؤثر کردار تو اس سلسلہ میں صرف مذہب شیعہ کی چند معتبر کتب سے سن لیجئے:-

تسطنطیہ کے قتل کی دیوار کے نیچے سیدنا ابوالیوث انصاری کو ذبح کیا جاتا ہے۔ انصاری کو معلوم ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس قبر کو یہاں سے اکھاڑ پھینکیں گے یہ سنکر نیریدہ جو کچھ کہتا ہے وہ ناسخ التواریخ کے مصنف ثانی کی زبان سے سنئے:-

اے تسطنطیہ! لو! ہمارے نبی کے اس بزرگ اور بڑے صحابی کے مدفن کو تم دیکھ رہے ہو خدا کی قسم اگر تم نے اس کی بے حرمتی کی تو یاد کرو مملکت اسلامیہ میں جتنے گمراہ ہیں سب کو نیست و نابود کر دوں گا اور ملک عرب میں پھر کبھی ناقوس بجے نہیں پائے گا۔ " (جلد ۲ ص ۴۷)

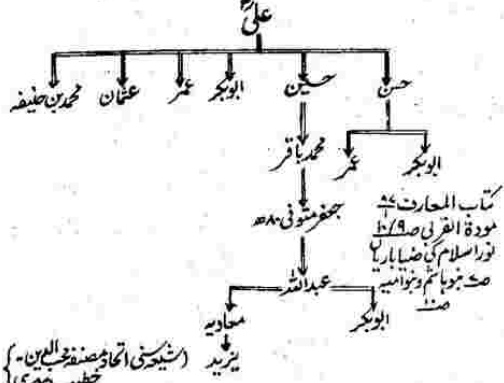
محمد بن حنفیہ کہتے ہیں:-



۲۸  
میں ان کے پاس گیا ہوں اور ان کے پاس مقیم رہا ہوں۔  
ان کو نماز کی پابندی کرنے والا، نیک کاموں میں سرگرم  
مسائل اور فقہ پر گفتگو کرنے والا اور سنت نبوی کی پیروی  
کرنے والا پایا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)  
محمد بن حنیفہ نے یہ لفظ اس وقت کہے جب آپ کے سامنے یزید کی خدمت  
برائیاں بیان کی جانے لگیں۔ اور یہ واقعہ کربلا کے بہت بعد کا ہے۔  
اب ذرا محمد بن حنیفہ کے متعلق بھی مصنف عمدة الطالب فی  
انساب آل ابی طالب کی زبان سے سن لیجئے۔

مصنف مذکور لکھتا ہے کہ آپ علم و زہد، شجاعت و عبادت  
میں زمانہ کی ایک بلند شخصیت تھے، اور وہ علی بن ابی طالب کی اولاد  
ہیں حسین اور حسن کے بعد سب سے افضل تھے۔ (ج ۳ ص ۳۷)  
محمد بن حنیفہ خود کہتے ہیں میں حسن اور حسینؑ سے افضل ہیں لیکن میں  
علم میں ان دونوں سے بڑھ کر ہوں۔ (الاعلام زرکلی ج ۲ ص ۱۵۲)  
چند روز ہوئے ایک علامہ بقل بطور صاحب تشریف فرما ہوئے۔  
دوران گفتگو فرماتے تھے کہ یزید پہلے تو نیک تھا۔ مگر خلیفہ بن کر بدکار ہو گیا  
راقم نے عرض کیا جناب ۳۶ رجب والی مدینہ نے حسینؑ کو معاویہ کی  
وفات کی خبر سنائی آپسے وہاں انا، اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اظہارِ ماتم  
کیا اور صبح دربار عام میں حاضر ہو کر امیر یزید کی بیعت کا وعدہ کیا۔ ۲۷ رجب  
کو صبح عازم مکہ ہو گئے۔ انہیں چند گھنٹوں میں ہی یزید کے اعمال بد کا علم  
ہو گیا تھا۔ ۳۸ سال کی عمر تک جس آدمی کے کردار پر کسی نے انگلی نہ کی

۲۹  
اٹھائی تھی وہ صرف ایک رات کے چند گھنٹوں میں فاسق فاجر ہو گیا۔ یہ عجیب  
فیصلہ کن ہے۔ لیجئے آپ کے سامنے ایک فیصلہ کن بات پیش کرتا  
ہوں۔ یہ شجرہ تصویر کر بلا اور شیخ عثمانی اتحاد کی روشنی میں مرتب کیا گیا  
ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علی کے اٹھارہ بیٹے تھے



یعنی کہ علوی گھرانہ کے افراد معاویہ اور یزید کو بہترین افراد امت  
میں شمار کرتے تھے اور اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر رکھتے تھے۔ بلکہ  
واقعہ کربلا کے بعد درجنوں علوی شہزادیاں اموی شہزادوں سے بیاہ گئیں۔  
سیدنا علیؑ کی تین بیٹیاں اموی سادات کے نکاح میں آئیں۔  
(۱)۔ رملہ جو ام سہید کے لہجے سے تھیں۔ معاویہ بن حکم کے نکاح میں تھیں  
(جہنۃ الانس مقام بنی امیہ ج ۱ ص ۱۰۱) ہاشم اور بنو ہاشم کے تعلقات صلیب  
(۲)۔ خدیجہ بنت علیؑ محمد الماک بن مروان کے نکاح میں (البدایہ ج ۹ ص ۱۰۱)

تاریخ الامت ج ۲ ص ۲۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۲۰

(۳) - سیدہ بنت علی بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عامر اموی کے نکاح میں

جمہور الانساب ص ۲۰ بنو ہاشم و بنو امیہ ص ۲۰

سیدنا حسن کی چھ بیویاں اموی سادات کے نکاح میں

(۴) - سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسن ولید بن عبد المالك بن مروان کے

نکاح میں۔ اس نکاح کے بارے میں صاحب عمدۃ الطالب نے ترویج

کی بجائے تخریج الی الولید لکھ کر اپنا منہ کالا کیا ہے۔ یہ زید بھی کربلا

میں موجود ہونے کے باوجود انہی بیٹی کا نکاح ولید اموی سے کرتے ہیں۔

(۵) - خدیجہ بنت حسن بن علی بن عبد المالك بن حکم سے بیاہی گئی جن سے کثیر

اولاد پیدا ہوئی۔ (جمہور الانساب ص ۲۰) مقام بنی امیہ ج ۱ ص ۲۰

(۶) - زینب بنت حسن بن عثمان بن عفان بھی عبد المالك سے بیاہی گئیں۔

(جمہور الانساب ص ۲۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۲۰) حسن

بن عثمان بھی کربلا میں موجود تھے اور زخمی ہوئے تھے۔

(۷) - ام قاسم بنت حسن بن عثمان بن عفان خلیفہ ثالث

سے بیاہی گئیں اور ان کے انتقال کے بعد بنو العابدین کے نکاح

میں آئیں۔ (کتاب الحجر ص ۲۰ جمہور الانساب ص ۲۰)

(۸) - سیدہ بنت حسن بن معاویہ بن مروان کے نکاح میں تھیں۔

(جمہور الانساب ص ۲۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۲۰)

(۹) - حمادہ بنت حسن بن اسماعیل بن عبد المالك بن الحارث بن الحکم

کے نکاح میں تھیں (جمہور الانساب ص ۲۰) مقام بنو امیہ ج ۱ ص ۲۰

اور امیہ کے تعلقات ص ۲۰۔

(۱۰) - سیدہ ام محمد بنت عبد اللہ بن جعفر طیار۔ زید کے نکاح میں تھیں۔

(۱۱) - سیدہ سکینہ بنت یزید بن کلاب بن مویض بن مصعب بن زبیر کے منقول

ہونے کے بعد الاصبغ بن عبد الرحمن بن مروان کے نکاح میں آئیں۔ یہ الاصبغ بن

عبد الرحمن کے جانی تھے ان کی دوسری زوجہ زید کی بیٹی ام زید تھی (جمہور الانساب ص ۲۰)

(کتاب التوفیق ص ۲۰) کتاب نسب قریش ص ۲۰ بنو ہاشم ایضاً ص ۲۰

(۱۲) - سیدہ سکینہ کا دوسرا نکاح زید بن عمر بن عثمان خلیفہ ثالث کے ساتھ ہوا۔ (کتاب

نسب قریش ص ۲۰) کتاب المعارف ص ۲۰ طبعات جلد ۱۰ - البیہقی

(۱۳) - سیدہ یحییٰ بنت یزید بن کلاب بن عباس بن ولید بن عبد المالك سے ہوا۔ (کتاب

نسب قریش ص ۲۰ بنو ہاشم ایضاً ص ۲۰)

(۱۴) - فاطمہ بنت حسن بن علی کا دوسرا نکاح حسن بن عثمان بن عفان

خلیفہ ثالث سے ہوا (جمہور الانساب ص ۲۰) مناقب الطالین کتاب نسب قریش ص ۲۰

صرف علوی شہزادوں کی ہی نہیں ہونے بلکہ سیوس اموی شہزاد یا علوی شہزاد

کے گھر میں تھیں۔ یہاں ان کا استقبال ممکن ہے نہ ضروری۔ دکھانا صرف یہ مقتدر

ہے کہ واقعہ کربلا کو ان تمام علویوں اور امویوں کے محض ایک حادثہ سمجھا اور قصاصی

ایک دفتر بہت بڑا ہو غصہ رافضی جیسے لوگوں اس جرحہ آگاہی کر کے غلط سلطہ دیا

گھر کر کثرت میں تو قدر پیدا کرنے کے لئے یہ صورت پیدا کی جس سے ہم صدیوں دوچار ہیں۔

ورنہ صرف سید سکینہ کے نکاح سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود ہیں اور

بعد میں الاصبغ برادر بن عبد الرحمن کے نکاح میں آئی ہیں جن کے نکاح میں زید کی بیٹی

کربلا میں بچنے والے ۱۱ نماز عصر کے وقت عمر سعد سے خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اس کے

پاس عقرب بن جحان کو کچلا گیا۔ یہ عقرب باج روجہ امام حسن کے ملازم تھے ان سے

دریافت کیا تم کون ہو؟ سن کر باج کا غلام ہوں۔ پس ان کو رہا کر دیا۔

- (۳۶) - پھر مرتق بن قمار مدی کو لائے۔ ان کو عمر سعد ازراہ کی طرف نکال دیا (تصویر کر بلا)۔  
 (۳۷) - جن مثنیٰ بن مالک حسن بن علی بن ابی طالب کے ہونے پر مدینہ بھیج دیا جناب ابن نے قبل ازمرکہ کر بلا ان کا نکاح نا طمر سے کر دیا تھا۔ (اب دوبارہ بھی نا طمر کر بلا میں قائم رہا جی ہاں۔  
 یا للجب (تصویر کر بلا ص ۸۳) بحوالہ عمدۃ الطالب، مقام ناسخ التوارخ، کشف الخفاء، ارشاد ریاض الشہادہ)۔ (۳۸) صفحہ ۱۱۱ بن عبد اللہ مشرقی نے اپنا گھوڑا تیر وک کے خوف سے خیمہ کے اندر باندھ دیا۔ پیادہ جہاد کیا۔ آخر امام سے کہا میری بیعت اہل الحینہ کے لئے فرمایا میں نے بھل کر اس کو گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے (تصویر کر بلا بحوالہ اشفاق)۔  
 (۳۹) - علی (زین العابدین)۔ (۴۰) - زید فرزند امام حسنؑ۔ (۴۱) - جناب احمد باقر۔  
 (۴۲) - عبد اللہ بن حضرت ابوالفضل عباسؑ (تصویر کر بلا ص ۸۳)۔  
 (۴۳) - بروایت دوفردان سلم کو فہم میں قتل ہوئے تھے۔ یہ بھی امام حسینؑ کے ہمدرد تھے۔  
 (۴۴) - کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی لکھتے) یہ خبر سے حضرت امام محمد باقرؑ کی روایت کے مطابق ہے جیسا کہ بلائے جلسہ شمس علیہ السلام میں محمد بن قزوینی نے ریاض الشہادہ میں اور صاحب مقام نے اپنی تالیف میں بیان کی ہے۔

### کچھ واقعات کر بلا کے متعلق

اس کتاب کی تدوین میں تمام تر شیعہ کتب کی روایات پر انحصار کیا گیا ہے جیسا کہ حوالہات صحابہ سے۔ ان کے باوجود اگر یہ لوگ وہی رٹ لگاتے جاتیں کہ زید کے لشکر نے کر بلا کے ریگستان میں گھر کر حرمین کو شہید کیا۔ یہ زید حجاز اللہ کا فر اور فاسق و ناجور تھا اور سیدنا حسینؑ کا لشکر اہل حق کو فہم کی طرف روانہ ہوئے تھے اور حادۃ کر بلا بعد اہل بیت پر سختیاں کی گئیں، پڑیاں پہنائی گئیں، ننگ تارکے چل خانوں میں بند کیا گیا۔ بھوکا دکھا گیا تو اس بات سے مدعی بھڑکے ہیں یا ان کے سلاطین جن کی کتب واقعات کر بلا نامی کتاب پر مرتب کیا گیا ہے۔

اسلام

میں

یزید

نام

کے

اکابرین



حکیم فیض عالم صدیقی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



نام کے اکابرین

حکیم فیض عالم صدیقی

## انتساب

یزید نام کے اٹھ اکابر علیہ السلام کے نام جنہوں نے قوت حاصل اسلام  
قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، علم الکلام، تاریخ، جغرافیہ، ادب اور شاعری کے  
وغیرہ میں اپنے پیچھے بہت سے بدنام اٹھ مرثیہ قوتور چھوڑے ہیں۔  
(فیض عالم)

نام کتاب  
تالیف ترتیب  
مقام اشاعت  
قیمت

اسلام میں یزید نام کے اکابرین  
محکم فیض عالم مدظلہ  
فیض محمد تحصیل محمد اکبر اکبر  
۱۱۱۱ روپے

انسانی فطرت کا خاصہ ملکہ تقاضا ہے کہ وہ ہر پسندیدہ چیز سے نفرت کر لے اور اپنی نفرت  
نہ کرے تو مقناہ ضرور کرتا ہے اور ہر پسندیدہ چیز سے محبت کرتا ہے۔ اپنی اولاد کے معاملہ میں انسان عموماً  
نبات حساس جیسے ہیں اور فطری تقاضے سے انسان کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنی اولاد کے نام ان اکابرین کے  
نام پر رکھے جاس بھری دنیا میں اس کا انبیاء بل ہو گیا ہمارے سامنے بیعت و تاریخ ہزاروں سالہ حال  
احادیث و فقہ کا وسیع میدان کھلا پڑا ہے ہم جب کسی بھی فن کی کوئی سی کتاب کھول کر دیکھتے ہیں تو اس میں  
ہمیں دیگر ناموں کے ساتھ "یزید" نام کے سینکڑوں سے متجاوز اصحاب نظر آتے ہیں جنہوں نے  
خاتم النبیین والمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ انھوں نے کی خدمت  
قدس میں جب کوئی شخص حاضر ہوتا تو انھوں نے اس سے اس کا نام بھی دریافت فرماتے۔ اگر اس کا نام انھوں کو  
پسند نہ ہوتا تو اس کے لئے نیا نام تجویز فرماتے۔ اہبات المؤمنین میں سے ام المؤمنین ام حبیبہ کا نام ملہ  
تھام المؤمنین جویریہ کا نام تھا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ کا نام بھی بڑا تھا کہ کتب احادیث میں نام  
تبدیل کرنے کی بیسیوں روایات موجود ہیں۔

کہا جائے کہ یزید بن معاویہ شہرانی، زانی، فاسق، فاجر اور اسلامی شعائر کا خلاف اڑنے والا تھا اور سب  
بڑھ کر یہ کہ وہ سب ناجائزین کا قاتل تھا۔ اس موضوع پر تطبیق تاریخ پر کام کرنے والے اکابرین نے ہزاروں صفحات  
پر مشتمل اپنی تالیفات میں ٹھوس قسم کے فتواید و نظائر سے ثابت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ کے متعلق اس  
قسم کی تمام روایات ایک خاص ملکہ رکھتی ہیں جو بعض سیاسی پروپیگنڈہ کے طور پر ایجاد کی گئیں اور انہیں  
ایک خاص ٹیکنیک کے ساتھ مختلف انداز میں مختلف مقامات سے مختلف اوقات میں ہمہ گیر کر کے دریغ  
پھیلا گیا اور جس بات کا سرے سے کوئی وجود نہیں تھا وہ ایک گروہ کی عیارانہ، مکارانہ، شیطانی اور  
بقیاسہ تبلیغ سے ایک حد تک حقیقت بن گئی۔ اہبات المؤمنین اور صحابہ کرام کی شانِ اقدس میں ہر نہ  
سرائی کے متوجہ نہ کی طرف سے اگر ایمر یزید کے متعلق خلافات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت  
میں سب سے پہلے ان اصحاب کے علم و تدبیر کا نام کر کے انہیں بدترین انسانوں میں شامل کرنا ہو گا، جنہوں نے  
نے یزید کے نام پر اپنی اولاد کے نام یزید رکھے اور پھر یزید نام کے اکابرین کے ذریعے عیسائی دینی طور  
پر کچھ اصل حوا یا بلا اس تمام ذخیرہ کو غرق بلکے سے پھر آتش کر کے غبارِ نفرت و بیزاری کے اپنا ایمان  
بجائے جانے والا واقعہ عجیب گورکھ دھندے کی شکل اختیار کر لی ہے ایک طرف مسیحیتنا جیون کی انساں شہادت

اور تجزیہ معنی ذات کے ساتھ عقیدہ تہذیب کی فراوانی، دوسری طرف یزید بن معاویہ کی خلافت پر تمام عالم اسلام کا اتفاق اور تیسری طرف یزیدوں کی ذلیلہ بہم یک پیٹنے والا علمی ذخیرہ اور امت میں یزید نام کی بھڑا مار، اس کو رکھ دھندے سے بچ کھلنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان تمام سہ فرم کے عقیدہ تہذیب اور متفقہ قرعہ فی اللہ متصادف بات و خیالات کو یکسوخت ذہن سے جھگک دیں اور کوئی جامع الصادقین کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اھ و نہا صراط المستقیم کا در و رکرتے ہوئے حقائق کا جائزہ لیں اور اپنے دلوں میں ولاھو و تمکیم شانہ کا ایک حقیر سا تصور بھی قریب نہ بچھکنے دیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ بھلے قلوب و اذنان و واقعات کے اصلی حقائق سے آگاہ نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کا راستہ دکھائے۔

دلوں کے بھید جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہم اسی کی ذات کو حاضر و معربانے اور مانتے ہوئے ان کلمات کو دھرا بنا چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک سیدنا حسینؑ کی ذات اقدس کا گستاخ فاسق و فاجر اور زندقہ ہے، ہمارے ذہن کے کسی گوشے میں کبھی افضل و مغضول کے تصور نے سرسبز پہاڑ تک پیدا نہیں کی، یا ان ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جن صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب اطہر من الشمس ہیں اور ان کی افضلیت و اولیت مسلم ہے انکی ذوات قدسیہ کے گستاخوں کو صحیح العقیدہ مسلمان سمجھے گئے اپنے آپ کو سمجھنا نہیں بلکہ ان کو اڑھما ہم اپنی تالیفات میں لپٹے ان خیالات کو دھرا کچھ ہیں۔

ہم علی اللہ میں عاجزان بصیرت کے کمال ان حقائق کو باندھ بیٹھیں کہ کچھ میں کر نیدیں معاویہ  
کے کوئی ایسی حرکت نہ رہیں ہوئی جو اس کے کفر باقی پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس کے علی الزعم  
بالآخر فی شیعہ میں تمام اہمات الکتب میں اسے اچھے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے مگر اس کے دونوں  
میں سیدنا حمیدؓ کا نہایت بے سمانہ طور پر جنت الفردوس کی طرف براہ راست اس کا ناقابل معافی  
مجرم لایا گیا مگر اس کی طرف کسی نے غور کیا کہ اس حجابیت میں حقیقت کتنی ہے اور محض تہمت  
کتنی ہے۔ مگر کوئی کہہ سکتا کہ کسی شاہد کی کسی سال تک دنیا میں زندہ رہے۔ ان کے سامنے اس کی اولاد میں  
موجود نہ ہو۔ تو جہنم میں مگر جس میں کسی کتاب کے کسی کوئی کلمہ ہے میں بھی ان میں

ملنا کہ یہ دید بن معاویہ نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

ہمارے بعض نام نہاد مؤرخین ہائیسرے درجے کے عیثین اور نقل راجہ عقل فہم کے  
مفسرین کی بیغفلت شعاری اسلامی اقدار کے ساتھ خدائی سے کم نہیں بہرہ صاحبِ علم پر فرض ہوتا  
ہے کہ روایات کے اتہار میں سے حقیقت نکالیں کرے اور کہ داروں کے ڈیڑھ میں سے کھوٹے  
اور کھترے کے واضح طور پر تعظیم کرے مگر اندھی عقیدت، ذہنوں کے افلاس، علمی بے مائیگی اور  
بصیرت کے فقدان نے متضاد منظریات کو معاشرے میں اس طرح پھیل دیا ہے کہ آج حقیقت  
روایات میں کھو گئی یہ درست ہے کہ انہیں شش تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور غلط اور صحیح کے درمیان  
خط امتیاز کھینچ دیتے ہیں الزامات کی خاک اور اشتہارات کا غارِ ہال کی تپیلوں میں دھول نہیں جھونک  
سکتا وہ متضاد و متضاد روایات میں سے صحیح روایات کو اصول و راست کی روشنی میں معلوم کر لیتے  
ہیں مگر سیم پر سیکھ کر مسلسل کذب و دروغ کی کھڑائی کر کے بے بصیرت شخصیت پرست و تینوں میں جو کچھ  
ٹھونس دیا ہے اب وہ لوگ قبول حق کی بجائے غم جھونک کر سامنے آجاتے ہیں، یہی وہ مفسرین مرض  
ہے جن نے امت مسلمہ کی وحدت کو کئی ٹکڑوں میں بابائے کراچی میں درست دگر بیان ہونے کا  
لامتناہی سلسلہ جاری کر دیا ہے۔

شیعہ مذہب کی اہیات الکتاب کی روشنی میں اس مقام پر ہم سرسری طور پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگرچہ مذہب کے قائل کو کون ہے؟

پہلے ہم اُن جناب سے ہی رجوع کرتے ہیں چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور تالیف کشف الغمہ میں ہے حضرت حمینؑ نے میدان جنگ میں اہل کوفہ سے ارشاد فرمایا۔

(۱) تقدم على فرسه الحى القوم  
متواجههم وقال لهم يا اهل  
الكوفه بتالكم

یہ تمام برہمن نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے  
ہمیں مدد کیلئے بلایا اور ہم نے ہر شے تمہاری طرف  
مدد کو آئے مگر تم نے ہم پر تلوار کھینچی



سیدنا حسینؑ واضح الفاظ میں کو فیوں کو فرمایا ہے میں کہ تم نے جس بلایا اوقم نے ہی  
جہاں خلاف تلوار کھینچی ہے۔ آپ نے اس مقام پر نیک کی فوج کے کسی اہل کار کو مخاطب  
نہیں فرمایا۔ آگے چلئے ایک اہم ترین عینی گواہ کے الفاظ سنئے۔  
(۲) منہجی الامال میں ہے: علیؑ (زین العابدین) ابن حسینؑ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے  
فرمایا:-

با اینکہ منم علی بن حسین بن علی بن ابی طالب  
پس منکس کہد کنار فرات زنج کر ندیے انکار زو  
خون طلب داشتہ باشد منم پس منکس کہد کنار فرات  
او غود و دانش را بغاوت برد و دانش را بر  
کرد منم فرزند او کس اورا بصبر کشند منم فرما  
کافی است۔

اے مردم سو گند منم شمارا بخدا کیا فراموش کردید  
شمارا کہ نامہائے کہ بر پد رس نوشید چون رسالت  
شمارا اجابت کرداز در ضعیفیت میرزن شریک یار  
نے اورید کہ با پدرم عہد پیمان بستید دست بیعت  
فرزادید ان کا اورا کشید و مخدول داشتید پانک  
ما و شمارا برائے آنچه برائے خود باختر فرستید  
من است رائے کہ برائے خود پسندید۔

۱۔ منہج الامال جلد ۱، ص ۲۱۲

یہ زینب بنت علیؑ موقع کی دوسری اہم ترین گواہ ہیں۔ ان کا ارشاد الطراز المظفری  
کی زبان سے نکلے۔

(۳) زینبؑ فرمود: اے اہل علم و جور، اے اہل کفر  
و حیلہ، اے اہل کوفہ، ہمارا عہد غرضیہ راکشید و آنچه  
وعدہ دادہ حلف کر دیدید حضرت ادرم نامہ پڑھے  
نوشید و اورا بایں ولایت اورید و چون بیا اورید  
از نفرت و یاری ادرم باز گشتہ و از پیمان خود گردید  
و دشمنان او معین شدید و اہل کذب و زنا را بایں نیکو  
(الطراز المظفری طبع جدید طہران جلد ۱، ص ۳۱۱) اور انکاروں کے مددگار ہو گئے۔

اور اس سے بھی اہم ترین بات:-  
ساحر کرمل کے بعد سیدنا حسینؑ کے بھائی محمد بن الحنفیہؑ یک سو ہر سال دمشق جاتے رہے۔  
آپ کے دیگر بھائیوں میں سے کسی ایک نے بھی کسی موقع پر نیک کو سیدنا حسینؑ کا قاتل نہ کہا حالانکہ  
ان لوگوں کو ایک بڑا سنبھری موقع ملا تھا یعنی جس وقت مدینہ منورہ کے چند لوگوں نے نیک  
لے اعلان جنگ کر دیا تھا۔ جسے تاریخ میں واقعہ حرہ کا نام دیا گیا ہے۔  
(۴) اسی کتاب میں سیدہ زینبؑ کا ایک خطبہ مرقوم ہے۔ اس خطبہ کے چند فقرات  
”اے دھوکہ باز مکار اہل کوفہ کیا تم روتے ہو۔ تم نے اپنے لئے بہت بڑا توشہ اخیرت بھیجا ہے  
لعنت اور پھٹکا ہو تم پر۔“ (ایضاً جلد ۱ ص ۲۸۱)

شیخ مذہب کی تمام اہیات الکتب، سیدنا حسینؑ، سیدہ زینبؑ اور سیدنا علیؑ  
زین العابدینؑ کی اسی قسم کے کلمات سے بھری پڑی ہیں۔ اس کے علاوہ سیدہ ام کلثومؑ بنت علیؑ  
سیدہ سکینہؑ بنت حسینؑ نے ہر مقام پر کو فیوں کو قاتل حسینؑ کہا، ساحر کرمل میں اہل بیعت میں  
سے بچنے والوں کی تعداد کم از کم تھی۔ بیعت میں سے عسکر، زید، حسن، شعیب، سیدنا حسنؑ کے  
بیٹے تھے۔ علی بن حسینؑ، زینب بنت علیؑ، ام کلثومؑ بنت علیؑ، سکینہؑ بنت حسینؑ (مقاتل  
الطالبن جلد ۱، ص ۲۹، سطر ۳ تا ۷)

عبداللہ بن عباسؑ، سیدنا محمد باقرؑ، سیدنا علیؑ کی اولاد اور دیگر افراد میں سے عقبہ بن سمعانؑ،  
موقع بن قاسمؑ (مقام)، صفاک بن عبداللہ مشرقیؑ تین آدمیوں کے نام ملتے ہیں گویا یہ



تیرہ موقع کے گواہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ شہدائے کربلا کا قاتل یزید ہے۔ بلکہ سب کو فیوں کو ہی قاتل کہتے ہیں۔ اب ہم شیعہ کتب سے سیدنا حسینؑ کی شہادت کے متعلق یزید کے تاثرات پیش کرتے ہیں۔

(۱) یزید نے قاتل حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا (منہجی الامال، ۴۲)۔

(۲) یزید نے اپنی زوجہ کو مخاطب کر کے کہا: وحید بن ابی بخت و مراد و وہاں روسیہ ساخت (ایضاً ۴۸)۔

(۳) یزید یہاں تک تیار تھا کہ حکومت چلی جاتی، مگر حسینؑ قتل نہ ہوتے۔ (ایضاً ۴۹)۔

(۴) یزید کے گھر میں صف ماتم کھینچی۔ یزید کے گھروالوں نے روزائینا شروع کر دیا۔ کپڑے بھاڑ ڈالے۔ تین دن تک سوگ منایا۔ (ناسخ التواریخ، ۴۴)۔

(۵) ہزار اشرفی خون بہا پیش کیا۔ (طراز العادب، ۴۴۱-۴۴۲)۔

(۶) جتنا نقصان چھوڑا اس سے ساٹھ گنا دیا۔ (ایضاً ۴۵)۔

(۷) علی بن العادین جب تک دسترخوان پر نہ پہنچے یزید کھانا نہ کھاتا۔

الغرض اس قسم کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں شواہد سے شیعہ کتب بھی پرستی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی علوی نے سیدنا حسینؑ کا قاتل کسی دور میں یزید کو نہیں گردانا آج جو باتیں زبانِ زخوآن و عوام میں یہ ان لوگوں کی تالیفات کا چہرہ ہیں جو قاتلین حسینؑ کی اولاد سے تھے۔ ان لوگوں نے نہایت منظم طریقے سے اپنے آباؤ اجداد کو جو قاتلین حسینؑ تھے، بدنامی سے بچانے کے لئے تمام الزام یزید بن معاویہ کے سر قیوب دیا۔

**بائنداز و گور**  
سیدنا حسینؑ کو ائمہ رسول ہیں، فرزندِ علیؑ ہیں، ولایتِ جگرِ فاطمہؑ میں۔ ان جناب کا بچپن اور جوانی جس پاکیزہ ماحول میں گزری اس کا تصور تک بھی ہمارے پروازِ تجل سے ماوراء ہے۔ آنجنابؑ جوانی میں فیضِ روم کے دار الحکومت قسطنطنیہ کے جہاد میں شامل ہوئے حبشہؑ میں اپنی سرفرازی کے لشکر میں فتنہ افروز رضا کار شامل ہوئے غرضیکہ نہایت پاکیزہ و ماحول میں زندگی گزاری۔ اور زندگی کی تمام فراوانیوں سے متبہج ہوئے۔

شہادت کے وقت، آنجنابؑ کی عمر اگر آپ کا سن ولادت ۶۲ھ میں تھا تو چھپتین ستاون

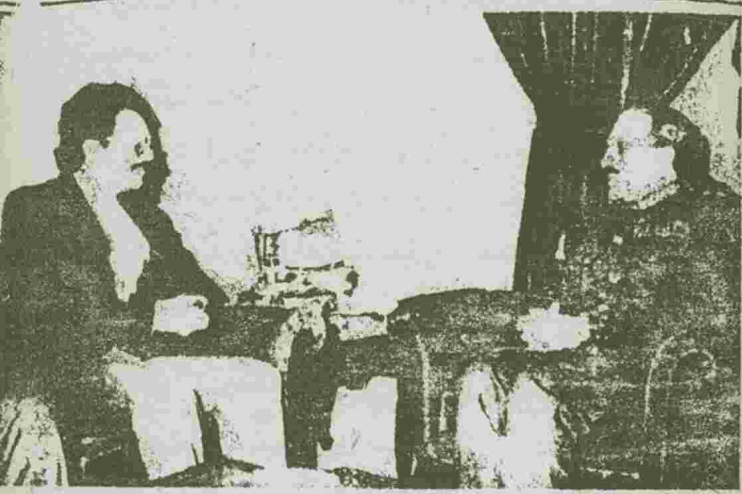
سال تھی اور اگر تحقیقی طور پر سن پیدائش ۶۱ھ ہجری تسلیم کر لیا جائے تو آپ کی عمر بائیس تین سال تھی، بہر حال آپ اس وقت چھٹے دہے میں تھے جو عقل و شعور کی پہلی کا زمانہ ہوتا ہے، شیعہ مذہب کی تمام ادبیات اکثراً میں تحریر ہے کہ آنجنابؑ نے قبلِ مسلمؑ کی ہجرت کر لینے سے توقف سے رجوع کر لیا تھا۔ اگر یزیدؑ کو آنجنابؑ واقعی فاسق و فاجر سمجھتے تھے تو اس رجوع کی کم سے کم پکیجی طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات غلط ماننے سے دھماکا اڑاتا ہے کہ آنجنابؑ نے اپنے توقف سے رجوع نہیں کیا تھا۔ آپ نے یقیناً رجوع فرمایا تھا۔ اور جہاں یہ رجوع آپ کے فضائل و مناقب اور ہندئے مراتب کا موجب ہوا وہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ آنجنابؑ یزیدؑ کو کسی قسم کی بدکرداری میں ملوث نہیں سمجھتے تھے۔ اور آنجنابؑ کی پاک طینتی آپ کے اس فعل پر شاید ہنسے کہ آنجنابؑ نے مدینہ سے رخصت ہونے سے قبل کر دو کر لاک بلکہ شہادت تک کسی ایک مقام پر اشارہ بھی نہیں کیا کسی بدکرداری کا ذکر نہ کیا۔ سیدنا حسینؑ کی یہ بدکرداری جس پر ہزاروں تقدس اور پاکیزیاں قربان ہوں کہ آنجنابؑ نے شدید سے شدید محلات میں بھی اپنی زبان کو کذب و دروغ سے وادار نہیں کیا۔ متواتر نظر کو وسیع کیجئے اور دیکھئے کہ سیدنا عبداللہؑ بن زبیرؑ امیر یزیدؑ کے بہت بڑے حریف تھے۔ سیدنا حسینؑ کی شہادت کے چار سال بعد تک امیرِ مدینہ فیضیہ تھے۔ سیدنا ابنِ زبیرؑ کے امیرِ مدینہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا ہر ذریعہ موقع تھا۔ اگر امیرِ مدینہ کے کردار میں کوئی معمولی سی خرابی ہوتی تو سیدنا ابنِ زبیرؑ ضرور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ مگر آپ کی زبان سے یزیدؑ کے خلاف کوئی لفظ ہمیں تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ سیدنا ابنِ زبیرؑ ایک جاننا زبیرؑ، شب بیدار زبیرؑ اور بے مثل عالم تھے۔ وہ جمادی الثانی ۳۷ھ تک اپنی خلافت کے استقلال کے لئے کوشاں رہے، مصعب بن زبیرؑ جیسا عظیم بھائی قتل ہو گیا۔ بیٹے یا قتل ہو گئے یا الگ ہو گئے اور تیرہ سال گنگنا رہے اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ مگر یزیدؑ، مروانؑ اور عبداللہؑ میں سے کسی کے خلاف آپ کی زبان سے کوئی ناگوار کلمہ نہ نکلا۔ یزیدؑ کے دورِ خلافت میں جس قدر صحابہ کرامؓ زندہ تھے، سب نے آپ کی خلافت کی سچت کی سیدنا حسینؑ کی شہادت عالم اسلام کا کوئی معمولی سا واقعہ نہ تھا مگر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس واقعہ کے بعد امیرِ مدینہ کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا، اور سب سے اہم ترین بلکہ سیدنا ابوالشہ بن زبیرؑ مکہ میں مقیم اپنی خلافت کے لئے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لائے

۴۴ فردوسی کے پاکستان ٹائمز نے سر صفحہ اس کا فوٹو شائع کیا۔

### National English Daily with Largest Circulation

Published simultaneously from Lahore and Rawalpindi.

LAHORE, 28 RABI-UL-AW WAL, 1401 A.H.—WEDNESDAY, FEBRUARY 4, 1981



President Zia-ul-Haq with Prince Faisal bin Yazed bin Abdullah al-Saud in Rawalpindi on Tuesday.

فرانسیسی استعمار کے خلاف الجہاز کی جنگ آزادی میں بین الاقوامی سطح پر الجہاز کے لئے کو  
بھارت نے بین الاقوامی امداد کے لئے پاکستانی سفیر اور محمد زید نے جہاز کو ڈار اکا کیا۔ لنگ  
کافر نے بین الاقوامی اور آیت احمد نے عرب مندوب سے ملاقاتیں کر کے مالی امداد حاصل کی۔  
اقوام متحدہ میں عبدالقادر شندری اور محمد زید نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنا مسئلہ پیش کیا۔  
الجہاز کی آزادی کے بعد میں محمد زید پاک ان میں الجہاز کی طرف سے پہلے سفیر مقرر ہوئے۔  
ان دنوں الجہاز کے وزیر شریات محمد زید ہیں۔ (محض اردو ڈائجسٹ اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۱۷)  
مشہور شیعہ مورخ اور مفسر جابر جبر طبری کے نام سے مشہور ہے اس کے دادا کا نام

میں سب ہیں۔ اب ایک جانب از مجاہد، بے نظیر شجاع، بے مثل عالم، آواز بد ترانہ ہیں، شہادت  
حیدری نے ان کی خلافت کے لئے ایک سنہری موقع فراہم کر دیا تھا۔ اگر زید بد کردار ہوتا تو آپ  
ضرور اس کی کسی بد کرداری کو عوام کے سامنے پیش کرتے، زید بد کردار کے بعد تقریباً تین  
سال زندہ رہا اور سیدنا عبداللہ بن زبیر اس کے خلاف ایک کلمہ زبان سے نہیں نکالتے۔ زید  
کے مرنے کے بعد تقریباً چار دہائیوں تک سیدنا ابن زبیر اموی خلافت کے خلاف معرکہ آرا  
ہوئے مگر اس تمام عرصے میں ان کی زبان سے زید کے کردار کے خلاف ایک کلمہ بھی نہیں نکلا،  
”سیدنا حیدری کے چار دہائیوں تک سیدنا ابن زبیر، آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ اور آپ  
کے دوسرے بھائیوں سے کسی نے زید کی کسی برائی کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا بلکہ آپ  
بھائی عمر الاطراف کا ایک قول عمدۃ الطالب میں بدیں الفاظ رقم ہے کہ حیدری نے مجھے خراج کے لئے  
کہا مگر میں نے دورانہی کے کام کیا اور ساق نہ گیا ورنہ میں بھی قتل ہو جاتا۔“ صفحہ ۳۵۸ سطر ۱۸ تا ۲۱  
عبداللہ بن جعفر یعنی حیدری کے چار دہائیوں اور سببونی واقعہ کرلا کے بعد دشمن جاتے رہے اور  
بہفتوں دہان قیام کرتے رہے ان لوگوں میں سے کسی نے زید میں کوئی برائی نہیں دیکھی بلکہ  
حقیقت اس سے بھی بڑھ کر ہے، قرون اولیٰ میں جمہور امت نے واقعہ کرلا کو کوئی اہمیت ہی  
نہیں دی، چنانچہ موطا امام محمد کی ایک روایت ہے۔

مالک بن عیسیٰ بن سعید سے اور وہ سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ قنبر بن  
میں کوئی بدی نہ تھا۔ اور قنبر حرہ میں اصحاب الحدیبیہ میں سے کوئی نہ تھا۔ اور  
جب تیسرا قنبر ہو گا تو کوئی صحابی زندہ نہ ہو گا۔ (ترجمہ صفحہ ۳۵۵ سطر ۲ تا ۴)

یعنی پہلا قنبر شہادت عثمان کا، دوسرا قنبر واقعہ حرہ کا یعنی واقعہ کرلا سے بعد کا اور تیسرا  
نامعلوم ہو گا، سعید بن مسیب کی اس روایت میں سامع کرلا کا ذکر ہی نہیں۔

عرب ممالک میں اس وقت بھی زید نام کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں افراد موجود ہیں ابھی فردوسی  
کا واقعہ ہے آل سعود کے شاہی خاندان کا ایک شہزادہ فیصل بن زید السعود پاکستان آیا، پاکستان کی  
تمام اجازت میں کئی روز تک اس کے دو سے کا پروگرام شائع ہوتا رہا اور جب وہ صدر مملکت سے ملنا  
کیلئے حاضر ہوا، تو صدر مملکت سے گفتگو کے دوران اس کا فوٹو گراف بھی اجازت میں شائع ہوا اور حصار



تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ اور کم و بیش اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں آپ  
فریقہ ریح کی ادائیگی کے بعد جب عازم کوفہ ہوئے جب آپ کے حقیقی چچا زبیرؓ نے  
بن جاش کو عازم کوفہ ہونے کا علم ہوا آگے ابوالفسح کی زبانی سنئے۔

مقاتل الطالین ص ۱۰۹ سطر ۱۲ تا ۱۴

و جاء به عبد الله

بن عباس وفد اجمع راہ علی الخروج ، و حقیقہ ، فجعل یناشدہ فی المقام ، و یعظم عنہ  
القول فی ذلک ، و قال : انک تاتی قوما قتلوا اباک ، و طعنوا اخاک ،  
و ہذا کتاب مسلم باجتہام ، و ہذا کتاب مسلم باجتہام ،  
فقال : ان عباس : اما انک کنت لا بد فاعلا فلا تخرج احدا من ولدک ، ولا حرمک  
ولا سائر فاعلیق ان قتلت و غیر ، و ترون مالک کا قتل ابن عباس ، فانی ذلک لم یقبلہ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آپ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ آپ خروج کے لئے مصمم  
ارادہ کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے ابی کوثرؓ کی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہا۔ آپ ایک ایسی قوم کے پاس جا  
سے ہیں جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا۔ اور آپ کے بھائی کو ذلیل کیا۔ اور میں دیکھ رہا  
ہوں کہ وہ آپ کو ذلیل کریں گے سیدنا حذیفہؓ نے یہ باتیں سن کر کوفیوں کے خطوط دکھائے  
اور سیدنا مسلم کا خط بھی دکھایا جس میں کوفیوں کے اجتماع کا ذکر تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے  
یہ سن کر فرمایا اگر آپ میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں، تو اپنے کسی بیٹے اور اپنے حرم اور  
خواتین کو ساتھ لے جائیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ قتل ہو رہے ہوں اور وہ آپ کو دیکھ رہے ہوں۔  
جس طرح سیدنا عثمانؓ قتل ہوئے۔ مگر سیدنا حذیفہؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کی نصیحت سننے اور  
اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

زید تھا یعنی محمد بن جریر بن زید طبری، ابن جریر کا سن وفات ۳۱۰ھ ہے اس لحاظ سے دوسری  
صدی ہجری کے شروع کے قریب ایران میں زید موجود تھے جن اسی کے قریب اصحاب نے  
امام ابوحنیفہؒ کے عقائد اور مسائل پر اعتراضات کئے ہیں، ان میں زید بن اسد بن زید بن زریع  
البعادینی، زید الکھیتی کے اسماء سر فہرست ہیں۔ مشہور محدث جواہر ماجہ کے نام سے مشہور ہیں۔  
اور اسی نام سے انکی تالیف ابن ماجہ ہے۔ ان کا اصل نام ابو عبد اللہ محمد تھا اور باپ کا نام زید تھا۔  
ان کی ولادت ۲۰۹ھ اور وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے ان کے دادا کا زمانہ دیر  
صدی ہجری کے قریب تھا۔

دارمی صفحہ ۵۵ میں زید سے ایک روایت بیان کی گئی ہے۔

عقد المجید مطبوعہ صدیقی صفحہ ۵۶ پر زفر اور عافینہ بن زید کا ایک قول ہے۔

جن کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ ہمارے قول پر فتوے دے جب تک اسے یہ معلوم نہ  
ہو کہ ہم نے کہاں سے کہہ ہے۔

زید نام کی مقبولیت  
تاریخ زبیر نظر سطور میں دیکھیں گے کہ سیدنا حذیفہؓ بن  
ابوطالب جیسے جلیل القدر صحابی ابو زید سلطانی جیسے مشہور  
بازید مدبر جیسے غمخوار کے علاوہ کئی ایسے اصحاب موجود ہیں کہ داد سے کا نام بھی زید ہے اور پتہ  
کا نام بھی زید ہے۔ مشہور شیعہ مؤرخ اور ادیب محمد بن اسماعیل کی تالیف الفہرست میں خصوصاً اوڈیگر

اسماء الرجال کی کتب میں عوامانہ زیدی نسبتوں سے منسوب اصحاب کا تذکرہ ہے۔ یعنی بڑے  
بڑے ائمہ فرح اور اعلم رجال اپنے آپ کو زیدی ہی کہلاتے ہیں فخر محسن کہتے رہے۔

وہ لوگ المیہ کر بلا کے صحیح واقعات سے باخبر تھے۔ سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات کے  
بعد امیر زید خلیفہ بنے تو سیدنا حذیفہؓ نے مہینہ کے گورنر کے ہاتھ پر نئے خلیفہ کی  
بیعت نہ کی، مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ قیام مکہ کے دوران کوفیوں کے وفود اور خطوط  
کا شروع ہو گئے کہ کوفہ تشریف لائیے، آپ نے دریافت حال کے لئے اپنے چچا زاد مسلم  
بن ابو زید جھیل کو بھیجا، ان کی طرف سے اطلاع آئی کہ کوفہ کے لوگ بے قراری سے آپ کی

متعدد دیگر روایات میں آتا ہے کہ کئی ذی وقار اصحاب مثل سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا ابوسعید خدریؓ اور سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کے علاوہ گورنر مکہ نے بھی امن نامہ لکھ کر بھیجا مگر انہیں کوفہ کے سفر کے ارادہ سے نہ رکے۔ اور جب کوفہ سے تیرہ منزل کی دوری پر نزدک کے مقام پر پہنچے تو سیدنا مسلم بن الحنفیہؓ کے قتل کی خبر ملی۔ آگے کو توفد کوفہ الطالب کی زبان سے سینے

وانتقلی بہ خبر قتل مسلم بن حنفیہ

فأمر بقتلہ فی موضع ما سئلتم فیہ اذ قتل من ذلک فیما  
حقہ ربہ کہوفہ الخیر بن یزید الریاحی فی الامت والاس  
فاران الخیر بن یزید الریاحی فی الامت والاس  
فیہ بن یزید الریاحی فی الامت والاس

۱۸ سطر ۱۷۹

ترجمہ :- آنجناب کو راستے میں مسلم بن حنفیہ کی خبر ملی تو آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا مگر قتل کی اولاد مانع ہوئی۔ اسی مقام پر آپ نے وہ مشہور تاریخی ارشاد فرمایا تھا "قد حذرتنا شیعتنا" یعنی ہمارے شیعوں نے ہی ہمیں ذلیل کیا۔ یاد رہے کہ جن کا دوسرا نام انہیں یہ تھا۔ مگر کے کوفہ جاتے ہوئے انھار سوین منزل پہنچے۔ ابھی کوفہ تیرہ منزل دور تھا۔ آنجناب نے اسی جگہ واپسی کا ارادہ فرمایا تھا مگر جو کوفی آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے یہ طرف آپ کو کہا کہ مسلم کی بات اور تھی آپ کی بات اور ہے۔ اور دوسری طرف سیدنا حنفیہ کی اولاد کو جوش دلیا کہ تمہارے بھائی مسلم کا خون ضائع جاتا ہے۔ آنجناب اسی شکوک کی حالت میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ افسوس کے قریب حزن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر نوا در پور آگے ابوالفرج اصفہانی کی زبان سے

فیہ بن یزید الریاحی فی الامت والاس  
فیہ بن یزید الریاحی فی الامت والاس  
فیہ بن یزید الریاحی فی الامت والاس  
فیہ بن یزید الریاحی فی الامت والاس

ترجمہ :- جب سیدنا ابن عمرؓ نے حزن یزید کو کہا کہ سیدنا حنفیہ کا راستہ روک لو پس جب آنجناب آگے بڑھے تو راستہ میں قبیلہ بنی اسد کے دو جوان ملے۔ (سیدنا حنفیہ نے ان سے کوفہ کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کے بیٹے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ پس آپ لوٹ جلیجئے۔ آگے چل کر اصفہانی لکھتے ہیں۔ وافتل یسیر و آخر یسیرہ و یمنعة من الرجوع من حیث جاء۔ و یمنع الخسین من

دخول الکوفة ۱۸ سطر ۱۷۹

ترجمہ :- آپ واپس چل پڑے مگر صرصر سے مانع ہوئے اور آپ کوفہ میں داخل ہونے سے رک گئے۔ اور کوفہ کو واپس آئے پھر کثرت شام کے راستہ پر چل چکے یہاں تک کہ آپ سائیکل کا فائدہ لے کر غیب قہر بنی مقابل کے مقامات پر قیام کرتے ہوئے کوفہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں عمر بن سعد بھی آپ پہنچے۔ آگے اصفہانی کی زبان سے ہے۔  
قال : فوجه إلى عمر بن سعد - لعنه الله - فقال : ماذا تريدون مني ؟ إني أخيركم  
بلائاً : بین أن تتركونی الحق یزید ، أو أرجع من حیث جئت ، أو أمضی إلى بعض

ثغور المسلمین جیم فیہا . معاً مل الطالبین معاً ۱۸ سطر ۱۷۹  
ترجمہ :- آپ عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور کیا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میں تمہیں تینوں کا اختیار دیتا ہوں۔ پہلی یہ کہ مجھے یزید سے ملنے کے لئے چھوڑ دو یا میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس جانے دو یا مجھے مسلمانوں کی بعض سرحدات کی طرف نکل جانے دو تاکہ وہاں مقیم ہو جاؤں۔ سیدنا حنفیہ کی ان تین شرائط کا نتیجہ یہ کہ تمام اہل کتب میں ذکر موجود ہے ماضی قریب کا مشہور مورخ یزید بن ابی نعیم (History of Ceraeno) کے صفحہ ۸۵ میں لکھتا ہے۔





### شیعہ مذہب میں زید نام کے اکابرین

بانیائے الزہراؑ اسلام آباد ماہ جمادی الاول ۱۳۹۹ء جو شیعہ مذہب کا ایک مقتدر رسالہ ہے اس کے مدیرین پراپیگنڈا کا کلمہ الحسنی کا ایک مضمون بعنوان "اسلامی معاشرہ میں اولاد کے حقوق" ریزت فرما رہے ہیں۔ صاحب مضمون صفحہ ۳۱ پر مرحلہ الش کے بعد بنی نمون کے تحت لکھتے ہیں اس مرحلہ میں اولاد کے وہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی والدین کے لئے لازمی اور لاپس نہ ہے۔ ان حقوق کی تفصیل محمد دال محمد عظیم السلام کے فرامین مقدسہ کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک وصیت میں جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا۔

یا علیؑ بیٹے کا باپ پر حق یہ ہے کہ اس کے نام اور ادب کو کندہ کرے اور اچھی سے اچھی جگہ پر لگے دے۔

وب قال صل علیہ وسلم حق الولد علی والدہ ان یحسن اسمہ ویجعلہ کتاب اللہ ۱۲

بعد علیؑ والصلیٰ (وسائل التبعہ) حضور نے فرمایا کہ دلہ کا اپنے والد پر یہ حق ہے کہ والد

اس کا کندہ نام تجزیر کرے۔ قرآن پاک کی تعلیم دوائے اذیت کی اور تیرا بڑی سکھائے۔

(ج) قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حق الولد علی والدہ ثلاث ۱۲ یحسن اسمہ ویجعلہ ۱۳

بکنہ (دوسرے حصہ) آپ نے فرمایا اولاد کے والد پر تین حق ہیں اول یہ کہ والد اپنی اولاد کا بہتر

نام تجزیر کرے دوم یہ کہ کتاب کی تعلیم سے سو مہر کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے۔

(۲) اولاد کیلئے عمدہ نام تجزیر کرنا

اور ہر پہلے سے اپنی شخصیت کو نکھانے کے لئے متفکر نظر آئے۔ ان اسباب وحوال میں اسامہ والقباب کو

قد سے زیادہ ہی دخل ہے، تجربہ شایر ہے کہ بہت سے لوگ اپنے نام کی اویغیر تبدیل کے باعث اجتماعی

معاشرہ میں اپنی شخصیت کو تنقیدی نگاہوں سے محفوظ کر لیتے ہیں (الزہراؑ کی عبارت ختم)

اپنی اولاد کے نام تجزیر کرنے کے معاملہ میں ان ارشادات سے انحراف کی ضرورت نہیں۔ پہلی

صورت یہ کہ بعد میں آنے والے لوگوں نے جن گزشتہ افراد کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام رکھے وہ

گزنے ہوئے لوگ ان کی نظروں میں دینی اور دنیوی طور پر نہایت بلند مرتبہ لوگ تھے بڑے لوگوں کے

ناموں پر کسی نے اپنی اولاد کے نام نہیں رکھے، فرعون، نمرود، ہامان، شلاد، الوجل یا البوبک ناموں

پر کوئی آدمی خواہ اعمال میں ان کفار کا پیش ہی کیوں نہ ہو اپنی اولاد کا نام رکھنے والا آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی بڑے آدمی کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھا تو اس لحاظ سے اس آدمی کا مسلک ان لوگوں کے مسلک سے الگ ہے جن کے نزدیک ایک شعی اور بدعت ترین انسان کے نام پر اس نے نام رکھا۔ پھر ایسے انسان سے تعلق رکھنا ایک بہت بڑی شقاوت اور گمراہی ہوگی۔ آئندہ سطوریس قارئین دیکھیں گے، کہ طالبیوں، بلکہ علویوں میں زید نام کے افراد موجود ہیں اور شیعہ مذہب کے علمی، دینی، مذہبی، سیاسی اور حکومتی دنیا میں غریب زندقہ کے پرستار ہیں۔ زید نام کے سیکٹر میں افراد موجود ہیں۔ اس مقام پر قارئین کو ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ زید نام کے نام پر شیعہ اکابرین نے اپنی اولاد کے نام زید کیوں رکھے؟ کیا یہ امر قارئین کو اس بات پر غور کرنے کی طرف متوجہ نہیں کرے گا۔ کہ زید بن معاویہ وہ کچھ نہیں تھا جیسے اس کے متعلق متاخرین کے ایک گروہ نے مشہور کر رکھا ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسیوں افراد کے نام تبدیل فرمائے، بعض اچھے نام والے اصحاب کے لئے اچھی کنیتیں تجویز فرمائی مثلاً عقیل بن ابی طالب کیلئے ابو زید کی کنیت تجویز فرمائی شیعہ مذہب کی مشہور تالیف عمدۃ الطالب میں ہے دیکھئے ابی زید (عمدۃ الطالب صفحہ ۱۵۰ سطر ۱۲)

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے خلاف مروتہ کے خلاف خروج کیا، ابوالفرج اصفہانی اس کے متعلق لکھتا ہے، کان عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن

ابی طالب من امتد الناص عقبہ (صفحہ ۱۶۰ سطر ۶ صفحہ ۱۶۱ سطر ۲) عبداللہ لوگوں

کے لئے نہایت تشدد پسند تھا۔ کہ چل کر ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے ان عبداللہ بن معاویہ

..... واستعمل اخاۃ الحسن علی اصطفیٰ خود اخاۃ بنید علی شیعہ واز داخاۃ علی علی

کدمان داخاۃ صالحی قسم وذا جہا (مقاتلہ الطالبین صفحہ ۱۶۷ سطر ۸ تا ۱۱) عبداللہ

بن معاویہ نے اپنے بھائی حسن کو صطخر کا زید کہتے تھے ان کا اور صالح کو قلم اور اسکے مضافاتی گزیر یونانی فائز کیا۔

ابی طالب

الحسین عقیل	سیدنا جعفر	سیدنا علی	طالب
عبداللہ	عبداللہ	عبداللہ	عبداللہ
معاویہ	معاویہ	معاویہ	معاویہ
حسن	حسن	حسن	حسن
گھڑا	گھڑا	گھڑا	گھڑا
گھڑا	گھڑا	گھڑا	گھڑا
گھڑا	گھڑا	گھڑا	گھڑا
گھڑا	گھڑا	گھڑا	گھڑا

عبداللہ اور اس کے باپ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے متعلق شیعہ نسب النبی احمد بن علی بن ابی طالب  
بن علی بن ہبنا متوفی ۲۸ ہجری اپنی شہرہ آفاق تالیف بحرہ الطالب میں لکھا ہے۔ منہم معاویہ بن  
عبد اللہ کان وصحابہ وَاغنا نسبا معاویہ بن ابی سفیان طالب منہ قلک  
فیذلہ ما یہ الف دھم وقیل الف الف دھم (صحیح الطالب صفحہ ۲۱، ۲۲-۲۳) اور  
سیدنا جعفر کی اولاد میں سے معاویہ بن عبداللہ تھے۔ اور معاویہ اپنے باپ کے وصی تھے، عبداللہ (بن جعفر)  
نے اپنے بیٹے کا نام سیدنا معاویہ کی خواہش پر معاویہ رکھا تھا۔ سیدنا معاویہ نے عبداللہ بن جعفر کو  
ایک لاکھ درہم عطا کئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس لاکھ عطا کئے۔ اس کے چل کر مؤلف مذکور لکھا ہے۔ و  
کان معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر محمد، بن عبد صالح (بحرہ الطالب صفحہ ۲۱، ۲۲)  
اور معاویہ کے چار بیٹے تھے، محمد، یزید، علی اور صالح۔ مؤلف نے یہاں پانچویں بیٹے عبداللہ کا نام نہیں  
لکھا جس نے ۱۲۷ ہجری میں خلافت موقتہ کے خلاف خروج کر کے اپنے بھائیوں کو مختلف صوبہ جات کا  
گورنر بنایا تھا۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ کی قبر سرات میں ہے۔ سیدنا جعفر کے بیٹے عبداللہ کے نکاح  
میں سیدہ زینب بنت علی بھی تھیں جن کے بطن سے علی الزینبی پیدا ہوئے۔ (بحرہ الطالب صفحہ ۲۳، ۲۴)  
جب سیدہ زینب اپنے بھائی سیدنا حیدر کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوئیں اور سیدنا عبداللہ کے دوکنے  
سے زکیہ تو انہوں نے طلاق دیکر اپنا لڑکا علی اس سے لیا۔ (جمہورہ الانساب ابن حزم ص ۳۳)  
سیدہ زینب کو کوفہ سے دمشق بھیجیں اور باقی زندگی وہیں گزار دی۔ ان کا مزار آج تک دمشق میں موجود ہے۔  
علامہ ابن حزم سیدہ زینب بنت سیدنا علی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ثم خلف علیہا الجعدہ  
عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بعد طلاقہ اختہا زینب (جمہورہ الانساب ابن حزم ص ۳۳)  
سیدہ زینب کو طلاق دینے کے بعد ان کی بیوہ بہن ام کلثوم سے عبداللہ نے نکاح کیا، علی الزینبی،  
عبداللہ بن عباس کے داماد تھے۔ ان کے طور سے حب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔  
۱) عبداللہ بن جعفر کے تعلقات امیر معاویہ سے نہایت خوشگوار تھے، اسی وجہ سے امیر معاویہ  
کی خواہش پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا۔  
۲) امیر معاویہ کی داد و بخش بے انتہا تھی کہ وہ ایک ایک نشست میں دس دس درہم عطا  
کرنے سے گریز کرتے تھے۔

(۳) ۱۲۷ھ کے بعد ساتویں صدی ہجری اور اس کے بعد تیرھویں صدی ہجری کے شروع  
تک یزید نام کے علوی تواریخ میں نظر آتے ہیں۔  
ساتویں صدی ہجری تک علویوں میں یزید | یزید بن محمد بن عبداللہ العلوی متوفی ۱۱۹ھ (الاعلام الزکی ص ۱۱۹)  
تیرھویں صدی ہجری تک علویوں میں یزید | یزید بن محمد بن عبداللہ بن اکامیل العلوی دلاویہ ۱۱۸ھ  
وفات ۱۲۰۶ھ (الاعلام الزکی ص ۱۲۰)

چوتھی صدی ہجری میں: یزید بن ابراہیم ۳۵۰ھ موحر الدین فاطمی کا خادم خاص تھا۔

یزید بن بیان العقلمی (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۸۱)

شیعہ مذہب کی اصول الدلیلہ اور دیگر اہمات الکتاب میں یزید نام کے سینکڑوں مفسر  
محدث، عامل اور سپہ سالار موجود ہیں۔ اگر قرون اولیٰ کے شیعہ یزید بن معاویہ کو فاسق و فاجر،  
زانی یا شرابی سمجھتے اور سیدنا حیدر کی کافاں سمجھتے تو وہ کسی صورت میں بھی اپنی اولاد کا نام یزید  
کے نام پر یزید نہ رکھتے۔







[illegible]

٢٢٤























[illegible][illegible]

(٢٧٥٢) يزيد بن الأخنس الشامي، له صحبة، يقال: إنه شهد بدو هو وأبوه وابنه مثنى، ولا أعرفهم في البدرين، وإنما هم فيمن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم: مثنى، ويزيد، والأخنس - روى عنه كثير بن مرة وصليم بن عامر

(٢٧٥٣) يزيد بن أسد بن كرز بن عامر القسري. جده خالد بن عبد الله القسري يقال: إنه وفد على رسول الله صلى الله عليه وسلم [وأسلم<sup>(١)</sup>]، وأبو لهيب بن عبد الله عليه وسلم قال له: يا يزيد بن أسد، أحب للناس ما تحب لنفسك وهذا الحديث يرويه خالد بن عبد الله القسري عن أبيه عن جده. وحكى ابن معين عن أهل خالد القسري أنهم كانوا يفسدون أن يكون جده صحبة. قال يحيى بن معين: ولو كان جدهم لقي النبي صلى الله عليه وسلم لقرأ ذلك ولم يفسدوه. هذا قول يحيى بن معين. وخالفه الناس وعدوه في السجدة لحديث عثيم وغيره عن سيار<sup>(٢)</sup> أبي الحكم، قال: سمعت خالد بن عبد الله القسري يحدث عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا يزيد بن أسد أحب للناس ما تحب لنفسك

(٢٧٥٤) يزيد بن الأسود الجرجسي، أبو الأسود. أدرك الجاهلية، عدده الشاميين. وروى أبو مسهر، عن سعيد بن عبد العزيز، عن يونس بن يسلم ابن حابس، قال: قلت ليزيد بن الأسود: كم أتى عليك؟ قال: أدركت الأبي شهد في قرية قومي.

(٢٧٥٥) يزيد بن الأسود الخزاعي، [ويقال السوائي]<sup>(١)</sup>، ويقال العامري. روى عنه ابنه جابر بن يزيد، وهو معدود في الكوفيين. روى شريك، عن يعلى ابن عطاء، عن جابر بن يزيد بن الأسود السوائي، عن أبيه، قال: صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم [صلاة] الفجر، فجاء رجلان، فجلسا في أخريات الناس، فلما انصرف النبي صلى الله عليه وسلم أقبل عليهما بوجهه، فقال: إيتوني بهما، فبقي بهما ترعد فرائصهما، فقال: ما منعكما من الصلاة؟ قالوا: صلينا في الرحا. فقال: إذا دخلتم والقوم في الصلاة فصأوا معهم؛ فإن صلاتكم معهم أفله. فقال أحدهما: استغفر لي يا رسول الله. فقال: غفر الله لك. قال: ثم أخذت بيده فوضعتها على صدره، فما وجدت كفاً أبعد ولا أطيب من كف رسول الله صلى الله عليه وسلم، لهي أبعد من الثلج، وأطيب من ريح المسك. (٢٧٥٦) يزيد بن أسيد بن ساعدة. شهد أحداً مع أبيه أسيد بن ساعدة وعنه أبي حنيفة الأنصاري.

(٢٧٥٧) يزيد بن أسير الضبي. ويقال ابن بشير<sup>(٢)</sup>. وقال بعضهم فيه: أسير بن يزيد. له خبر واحد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم ذي قار: هذا أول يوم انتصفت فيه العرب من العجم.

(٢٧٥٨) يزيد بن أمية، أبو سنان الديلي. ولد عام أحد في حين الوقعة. روى عنه تافع مولى ابن عمر.

(٢٧٥٩) يزيد بن أوس، حليف لبني عبد الدار بن قصي. أسلم يوم فتح مكة، وقتل يوم اليمامة شهيداً.



(٢٧٦٢) يزيد بن ثعلبة بن خزّمة بن أصرم<sup>(٢)</sup> بن عمرو بن عَمْرَةَ البلوي، حليف لبني سالم بن عوف بن الخزرج، شهد بَيْعَةَ العقبة الثانية، يكنى أبا عبد الرحمن ذكره ابن إسحاق. وقال الطبري: يزيد بن ثعلبة بن خزّمة بن أصرم<sup>(٣)</sup> بن عمرو بن عَمْرَةَ بن مالك، من بني فزارة من بليّ بن عمرو بن الحلاف بن قصعة

أخ : (٥)

نجد المبتين جميعاً ، كذا تال الطبري : خَرْمَة - بفتح الزاي - فيما ذكر الدارقطني  
 و - ابن إسحاق وإن السكبي : خَرْمَة - بسكون الزاي ، وهو الصواب . قال  
 أبو عمر : ليس في الأنصار خَرْمَة بالتحريك ، ترى ذلك في موضعه إن شاء الله  
 تعالى . وعمارة بفتح العين وتشديد الميم في بلخ

(٢٧٦٣) يزيد<sup>(١)</sup> بن جارية، والد عبد الرحمن بن يزيد بن جارية، شهد خطبة  
نوداع، وروى منها ألفاظاً منها: أرفاؤكم، أرفاؤكم، أطفعوم، مما تأكلون واكسوم  
من تابسون... الحديث. يختلف في هذا الحديث، فقد جعله ابن أبي خيثمة ليزيد  
ابن زكاة، وجعله الأزرق ليزيد بن جارية، وكذلك ذكره الأزدي الموصلي  
يزيد بن جارية<sup>(٢)</sup>

(٢٧٦٤) يزيد بن الحارث بن قيس بن مالك بن أحر<sup>(٣)</sup> بن حارثة بن ثعلبة بن كعب  
بن الحارث بن الخزرج الأنصاري . شهد بدرًا ، وقتل يومئذ شهيداً ، وهو الذي  
يقول له ابن قُشْم . وقد قيل : إن يزيد هذا هو الذي قيل له قُشْم ، قتله طعيمة  
بن عدي . وقال موسى بن عقبة : يزيد بن الحارث هو يزيد بن قُشْم ، ذكره  
في البدرين ، أخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين يزيد بن الحارث هذا وبين  
ذي الشمالين .

(٢٧٥) يزيد بن حاطب بن عمرو بن أمية بن رافع الأنصاري الأشجلي  
وقد قيل : إنه من بني ظفر ، ومن نسبه في بني ظفر يقول : يزيد بن حاطب  
ابن أمية بن رافع بن سويد بن حرام بن الحثيم بن ظفر ، واسم ظفر كـ  
ابن الحزرج . قُتل يوم أحد شهيداً .

(١) الإصابة : ويقال زيد .

(٢) في أسد الغابة : هو يزيد بن جارية أو ابن خالصة .

$$- \frac{1}{2} \frac{d^2}{dt^2} \left( \frac{1}{r} \right) = \frac{1}{r^3} \quad (2)$$

(٢٧٦٦) يزيد بن حرام بن شبيب بن حنساء بن سنان بن عبيد بن عدى بن ابن كعب بن سلعة الأنصاري السلي . شهد بيعة العقبة .

(٢٧٦٧) يزيد بن حمزة بن عوف . قدم به أبوه حمزة بن عوف إلى النبي صلى عليه وسلم ، فبايعاه <sup>(١)</sup> ومسح برأس يزيد ودعا له .

(٢٧٦٨) يزيد بن حوثرة الأنصاري . قال ابن السكبي : شهد أحدًا وشيعة مع علي .

(٢٧٦٩) يزيد بن رقيش بن زياب <sup>(٢)</sup> بن يعمر الأسدي ، من بني أسد بن خزيم . شهد بدرًا ، ذكره موسى بن عقبة وابن إسحاق وغيرهما . ومن قال فيه : أ. ابن رقيش <sup>(٣)</sup> فليس بشيء .

(٢٧٧٠) يزيد بن رُكانة بن عبد يزيد بن المطلب بن عبد مناف القرشي المطلب له صحبة ورواية ، ولأبيه رُكانة صحبة ورواية . روى عن يزيد بن رُكانة ابنه علي ، وعبد الرحمن . وفي ابنه عبد الرحمن بن يزيد بن رُكانة نظر . وروى يزيد بن رُكانة أيضا أبو جعفر محمد بن علي .

(٢٧٧١) يزيد بن زَمْعَة بن الأسود بن المطلب بن أسد بن عبد العزى بن قصم القرشي الأسدي ، أمه قُريّة بنت أبي أمية أخت أم سلعة ، حسب <sup>(٤)</sup> النبي صلى عليه وسلم ، وروى عنه هو وأخوه عبد الله بن زَمْعَة . وقتل يزيد بن زَمْعَة يوم حُنين ، جمع به فرسه فقتل ، وكان من أشرف قريش ووجوههم ، وإليه كان في الجاهلية المشورة ، وذلك أن قريشا لم يجتمعوا على أمر إلا عرضوه عليه ، فوافق رأيهم رأيه مسكت وإشغب فيه ، وكانوا له أعوانا حتى يرجع عنه ، ذاك

(١) ق ١ : فبايعه . (٢) زياب - بكسر الراء ومثناة قد تميز .

ذلك الزبير ، وقال : قتل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الطائف ؛

[كذا قال الزبير يوم الطائف <sup>(١)</sup> ] . وقال ابن إسحاق : استشهد يوم حُنين

من قريش من بني أسد بن عبد العزى يزيد بن زَمْعَة بن الأسود بن المطلب ابن أسد .

(٢٧٧٢) يزيد بن أبي سفيان بن حرب بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف .

كان أفضل بني أبي سفيان . كان يقال له يزيد الخير ، أسلم يوم فتح مكة ، وشهد حُنينًا ، وأعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلم من غنائم حُنين مائة بعير وأربعين أوقية ورمها له بلال ، واستعمله أبو بكر الصديق وأوصاه وخرج يشيعة راجلا .

قال ابن إسحاق : لما قفل أبو بكر من الحج - يعني سنة اثنتي عشرة - بعث

عمرو بن العاص ، ويزيد بن أبي سفيان ، وأبا عبيدة بن الجراح ، وشرحبيل

بن حسنة إلى فلسطين ، وأمرهم أن يشككوا على البلقاء ، وكتب إلى خالد

بن الوليد ، فصار إلى الشام ، ذاك لعمان بن مرج راهط ، ثم صار فنزل على قتادة

بصري ، وقدم عليه يزيد بن أبي سفيان . وأبو عبيدة بن الجراح ، وشرحبيل

بن حسنة ، فصالحه بصرى ، فكانت أول مدائن الشام فتحت ، ثم ساروا قبل

للسطين ، فالتقوا بالروم بأجنادين بين الرملة وبيت جبرين ، والأمراء كل على

مدة . ومن الناس من يزعم أن عمرو بن العاص كان عليهم جميعا ، فهزم الله

المشركين . وكان الفتح بأجنادين في جمادى الأولى سنة ثلاث عشرة ، فلما

استخلف عمرو بن أبي عبيدة ، وفتح الله عنه الشامات ، ووالد بن أبي سفيان

على فلسطين وناحياتها ، ثم لما مات أبو عبيدة استخلف معاذ بن جبا . . . ما . . . معاذ

(١) ساقط من أ .

فاستخلف يزيد بن أبي سفيان ، ومات يزيد ، فاستخلف أخاه معاوية ، وكان موت هؤلاء كلهم في طاعون عمواس سنة ثمان عشرة .

حدثنا خلف بن قاسم ، حدثنا الحسن بن رشيق ، حدثنا أبو بشر الدولابي قال : حدثنا محمد بن سعدان . عن الحسن بن عثمان أبي حسان ، قال : أخيراً الوليد بن مسلم ، قال : مات يزيد بن أبي سفيان سنة ثمان عشرة بعد افتتاح قيسارية .

(٢٧٧٣) يزيد بن سعيد بن ثمامة السكندی . هو أبو السائب بن يزيد ابن أخد النمر . حليف بني عبد شمس . ويقال حليف أبي سفيان بن حرب . أسلم يوم فتح مكة ، وسكن المدينة ، وهو حجازي . روى عنه ابنه السائب بن يزيد . وقد تذكر ذكر السائب بن يزيد في كتابنا هذا<sup>(١)</sup> ، وذكر الاختلاف في نسبه وحلفه .

(٢٧٧٤) يزيد بن السكن بن رافع . امرئ القيس بن زيد بن عبد الأشهل هو أبو أسماء بنت يزيد بن السكن التي حدثت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قُتِلَ يوم أحد شهيداً ، وقتل معه ابنه عامر بن يزيد رضي الله عنهما .

(٢٧٧٥) يزيد بن السكن الأنصاري . مدني ، روى عنه محمود بن عمرو بن يزيد ابن السكن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ظهر يوم أحد بين درعين . هو أ- زياد بن السكن فنياً أحسب .

(٢٧٧٦) يزيد بن سلمة النضمری . سكن البصرة . روى عنه ابنه عبد الحميد ابن يزيد ، ذكره في الصحابة ، وفيه نظر .

(٢٧٧٧) يزيد بن سلمة بن يزيد بن مشجعة بن جمع بن مالك الخثعمي . كوفي روى عنه عتبة بن وائل .

(٢٧٧٨) يزيد بن سنان . سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول : لا تغلفوا بالكعبة .

(٢٧٧٩) يزيد بن سيف - ويقال بن يوسف - البربوعي التميمي . روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أما إن العريف يدفع في النار دفعاً حديثه عند ولده .

(٢٧٨٠) يزيد بن شجرة الرهاوي شامي من مذحج . روى عنه مجاهد بن جبر . حديث واحد في فضل الجهاد مضطرب الإسناد ، ذكره خليفة بن خياط قال : حدث معاوية يزيد بن شجرة الرهاوي سنة تسع<sup>(١)</sup> وثلاثين ليقيم الحج للناس ، فزاره قثم بن العباس ، فسفر . سعيد الخدري وغيره ، فاصطاحرا على أن يقيم الحج شيعة بن عثمان . روى عنه قتيل يزيد بن شجرة في غزاة نراها سنة خمس وخمسين شهيد . بل قتل في غزاة غزاها سنة ثمان وخمسين شهيداً .

(٢٧٨١) يزيد بن شريح له صحبة ، روى في الألبسة .

(٢٧٨٢) يزيد بن شيبان . له صحبة . روى قصة ابن مربي في الناسك والمناجاة : . على إرث من إرث إبراهيم .

(٢٧٨٣) يزيد بن طعمة الأنصاري . ذكره ابن السكيت فيمن شهد صفين من الصحابة .

(٢٧٨٤) يزيد بن عامر بن الأسود بن حبيب بن سودة بن عامر بن صعصعة السهمي ، حجازي ، يكنى أبا حاجر ، شهد حنيناً . روى عنه السائب بن يزيد ، وسعيد بن يسار .

(٢٧٨٥) يزيد بن عتبة الباهلي . قال : أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم [بصدقتي] <sup>(٢)</sup> فصدقني ومسح رأسي . حديثه عند ولده



١٥٧٨-٢٦

(٢٧٨٦) يزيد بن عبد الله البجلي . روى عنه ابنه حميد بن يزيد في فضل جرير بن عبد الله البجلي . مخرج حديثه عن ولده .

(٢٧٨٧) يزيد بن عبد المدان ، ويزيد بن مجمل الحارثيان . من بلحارث بن كعب . قدما على رسول الله صلى الله عليه وسلم في وفد بلحارث مع خالد ابن الوليد رضى الله عنه فأسلموا<sup>(١)</sup> ، وذلك في سنة عشر .

(٢٧٨٨) يزيد بن عمرو التميمي . ويقال التميمي . وفد على النبي صلى الله عليه وسلم مع قيس بن عاصم وأصحابه . روى عنه عائذ بن ربيعة . أخبرنا خنف بن قاسم ، وعلى بن إبراهيم ، قالوا : حدثنا الحسن بن رشيق ، قال : أخبرنا أبو بشر الدؤلابي محمد بن أحمد بن حماد ، قال : حدثنا إبراهيم بن سعيد الجوهري ، قال : حدثني قيس بن حفص ، قال : حدثنا دهم بن دهم البجلي ، عن عائذ بن ربيعة ، قال : حدثني قرعة بن دعوص ، وقيس بن عاصم وأبو زهير بن أسيد بن جهموة ، ويزيد بن عمرو ، والحارث بن شريح ، قالوا : وفدنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقلنا : ما تعهد إلينا ؟ فقال : تقيمون الصلاة ، وتؤتون الزكاة ، وتحجون البيت ، وتصومون رمضان ، فإن فيه ليلة خير من ألف شهر . . . وذكر الحديث .

(٢٧٨٩) يزيد بن قتادة ، روى عنه حسان بن بلال ، في صحبته نظر .

(٢٧٩٠) يزيد بن قنافة . ويقال يزيد بن عدى بن قنافة ، وهو هلب والد قبيصة ابن هلب . وقد تقدم ذكره في باب الماء<sup>(٢)</sup> .

(٢٧٩١) يزيد بن قيس بن الخطيم بن عدى بن عمرو بن سواد بن ظفر الانصاري الظفري ، به كان يكنى أبوه قيس بن الخطيم الشاعر ، شهد أحداً مع رسول

(١) : فأسلموا .

(٢) : صفحة ١٥٤٩ ، وانظر الضبط هناك .

١٥٧٩-٢٤

ﷺ صلى الله عليه وسلم . وانشاهد بعدها ، وقتل يوم جسر أبي عبيد شهيداً [ قال : قال العدوي : وجرح يومئذ اثنتي عشرة جراحة ، وسماه النبي صلى الله عليه وسلم - يعني يوم أُخِذَ - جاسراً ، فكان يقول : يا جاسر ؛ أقبل ؛ يا جاسر ؛ أدر . قاله الطبري<sup>(١)</sup> ] .

(٢٧٩٢) يزيد بن كعب البهزي . ويقال : إنه البهزي الذي روى عنه عمير بن سلمة الضمري . حديثه في حار الوحش العنبر بازوخاء الذي يرويه يحيى بن سعيد ، عن محمد بن إبراهيم ، عن عيسى بن طلحة ، عن عمير بن سلمة ، كذا قال<sup>(٢)</sup> أبو جعفر العقيلي وغيره إن البهزي المذكور في ذلك الحديث اسمه يزيد بن كعب . قال العقيلي : وأخبرنا إبراهيم بن محمد بن الميثم ، قال : سمعت داود بن شيد يقول : اسم البهزي يزيد بن كعب .

(٢٧٩٣) يزيد بن مالك بن عبد الله بن سلمة ، أبو سيرة الجعفي هو مشهور بكنيته ، وفد على النبي صلى الله عليه وسلم ومعه ابنه عزيز وسيرة ، وهو جد خيثة بن عبد الرحمن بن أبي سيرة الجعفي ، وقد ذكرناه في السكني ، [ سمي رسول الله صلى الله عليه وسلم عزيزاً هذا عبد الرحمن هو والبد خيثة<sup>(٣)</sup> ] .

(٢٧٩٤) يزيد بن العزيم بن قيس بن عدى بن أمية بن خدادة ، هكذا قال الواقدي يزيد بن المزين . وقال ابن إسحاق ، وموسى بن عقبة ، وعبد الله بن محمد بن عمار : هو زيد بن المزين ، وهو الصواب ، وقد ذكرناه<sup>(٤)</sup> في باب زيد .

(٢٧٩٥) يزيد بن معبد القيسي الرقيي ، يماي<sup>(٥)</sup> . روى عنه ابنه معبد ابن يزيد .

(١) من ١

(٢) ليس في ١

(٣) : كذا في زعم ....

(٤) : صفحة ٥٥٨ .

(٥) : في ١ : يعني . وانبت من ١ . وفي أسد الغابة : من أهل البصرة .



(٢٧٩٦) يزيد بن المنذر بن شرح بن خثاس بن سنان بن عبيد بن عدى بن غنم بن كعب بن سلة الأنصاري ، شهد العقبة ثم بدرًا وأحدًا ، وآتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بينه وبين عامر بن ربيعة حليف بني عدى بن كعب .  
(٢٧٩٧) يزيد بن نعامه الضبي ، ويقال السوائي ، له أحاديث منها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إذا آخى الرجل فلانًا فيسأله عن اسمه واسم أبيه .  
ووصل وأثبت في المودة . وى عنه سعيد بن ميسرة ، يعنى ، وكان يزيد بن نعامه قد شهد حنينًا مشركًا ثم أسلم بعد .

(٢٧٩٨) يزيد بن لؤي بن الحارث بن عدي بن جشم بن مجدعة بن حارثة  
ابن الحارث الأنصاري الحارثي ، شهيد أحدًا ، وقتل يوم النبروان شهيدًا

(۲۷۹۹) یزید، واند حجاج. زوی عنه ابنه حجاج عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

أنه قال: أتروى الكتاب فإنه أئتمج للحاجة، وإذا طلبتم الخبر فاطلبوه عند حسنة الوجوه. يدور حديثه هذا على هشام بن زياد بن المقدم

(٢٨٠٠) يزيد ، والله حكيم بن يزيد السكراني . روى عنه ابنه حكيم بن يزيد عن النبي صلى الله عليه وسلم : **دُعُوا عِبَادَ اللَّهِ يُصِيبْ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ** ، بهذا المتنصح حدّثكم أخوه فلينصح له . حدّثه عند عطاء بن السائب ، عن حكيم بن يزيد ، عن أبيه . هكذا رواه حماد بن سلمة ، عن عطاء ، وخالفه جرير ، فقال : عن عطاء بن السائب ، عن حكيم بن أبي يزيد . وصوّب ابن أبي خيثمة قول جرير .

(٢٨٠) ، والد عبد الله بن يزيد الخطمي . روى : إنما الرقوب التي لا يعيش ولد ... الحديث . وفيه نظر ، لأنني أخشى أن يكون هذا الحديث من حديث بريدة الأسدي . ولعبد الله بن يزيد الخطمي حجة ، وقد ذكرناه <sup>(١)</sup> . وقال الدارقطني : عبد الله بن يزيد له حجة وأمر محض أيضاً .

للامام الحافظ شهاب الدين ابى الفضل احمد  
بن علي بن حجر العسقلاني

(502)

(الجلد ۶)

طبع / مؤسسة الأمل للطبوعات بيروت لبنان  
(عدد ٩٩٩ تا ١٠٢٥)

من اسمہ زبرد

[illegible]

وذكره ابن شاهين وابن الجارود في الضملاء

يزيد بن بشر عن ابن عمر مجاهد انتهى وذكره ابن حبان في الثقات فقال  
السككي كان عبد الملك بن مروان يسمت معه بكسوة الكسبة يروي عن ابن  
عمر وعن سالم بن أبي الجعد

يزيد بن جابر عن أبي هريرة وعنه مكحول حديثه في الكامل في ترجمة  
محمد بن القاسم الأسدي وقال ابن القطان لا يعرف بشيء إن يكون والد  
يزيد بن جابر أحد الثقات قال شيخنا في الذيل هو معروف الحال وهو والد  
يزيد بن كنانة له فقد ذكره ابن حبان في الثقات وقال رجل من أهل الشام  
وهو وند عبد الرحمن ويزيد بن زيد يروي عن أبي هريرة رضي الله عنه يروي  
عنه مكحول

يزيد بن أبي هريرة شيخ لعبد الصمد بن عبد الوارث مجاهد  
يزيد بن حصين بن غير عن أبيه قال البخاري لم يصح حديثه مع محمد  
ابن الزبير انتهى قال ابن عدي ليس معروف ولا اعرف له من السند شيئا  
ومحمد بن الزبير معروف أيضا ولم له اراد ان يقول محمد بن النسي وذكرا بن  
حبان في الثقات

يزيد بن خالد شيخ لبقية لا بدري من هو  
يزيد بن دينار بن عبيد البرص من أهل الكوفة يروي عن علي بن روي  
سأله عن حرب قال ابن حبان في الثقات ربما أخطأ

يزيد بن خالد بن عبيد الله عن انس رضي الله عنه وثقه الفلاس وقال يحيى  
بن سعيد بن عبيد الله بن عبد الوارث حديثا يزيد بن درهم سمعت  
يزيد بن خالد بن عبيد الله بن عبد الوارث حديثا يزيد بن درهم سمعت

ابن حبان في الثقات قال عطي كثير أروى عنه وكيع وقد قيل انه يزيد بن درهم  
حدثنا عمر بن محمد لمحمداني بن محمد بن اشكاب بن عبد الصمد قال قد دخل  
الأمير المذمور وذكره الناجي والمقبيل وابن الجارود في الضملاء

يزيد بن بقة الرجي الدمشقي عن أبي الأشعث الصنعاني كني بأب كامل  
وعنه أبو عبد الله القراييسي وأبو توبة الحلبي قال البخاري أحاديث مناكير يروي  
بوحدة وغيره ضيف وقال السنائي مقروك (أوتوبه) حديثا يزيد بن أبي  
الأشعث الصنعاني عن أبي عثمان عن ثوبان رضي الله عنه مرفوعا قالوا لياس  
حدثناهم وخلفهم بأحمد الحمر (أبو الضم) حديثا يزيد بن ربيعة حديثا  
بأحمد الحمر (أبو الضم) حديثا يزيد بن ربيعة حديثا

يزيد بن أبي جابر عن أبي هريرة وعنه مكحول حديثه في الكامل في ترجمة  
محمد بن القاسم الأسدي وقال ابن القطان لا يعرف بشيء إن يكون والد  
يزيد بن جابر أحد الثقات قال شيخنا في الذيل هو معروف الحال وهو والد  
يزيد بن كنانة له فقد ذكره ابن حبان في الثقات وقال رجل من أهل الشام  
وهو وند عبد الرحمن ويزيد بن زيد يروي عن أبي هريرة رضي الله عنه يروي  
عنه مكحول

يزيد بن خالد شيخ لبقية لا بدري من هو  
يزيد بن دينار بن عبيد البرص من أهل الكوفة يروي عن علي بن روي  
سأله عن حرب قال ابن حبان في الثقات ربما أخطأ

يزيد بن خالد بن عبيد الله عن انس رضي الله عنه وثقه الفلاس وقال يحيى  
بن سعيد بن عبيد الله بن عبد الوارث حديثا يزيد بن درهم سمعت  
يزيد بن خالد بن عبيد الله بن عبد الوارث حديثا يزيد بن درهم سمعت







زيد بن عبد الله الجني عن هاشم الاقص وعنه بقية لا يصح خبره  
وهو من طريق علي بن عياش نافية عن زيد بن عبد الله الجني  
الاقص عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم  
اشترى بوباء مشردة درهم حرام قبل ان يضره ما كان عليه ثم ادخل  
اصبعه في اذنيه وقال سمعت اني اكن سمعته من النبي صلى الله عليه وآله وسلم  
رداه صوتين

زيد بن عبد الله اليسري ابو خالد القرشي البصري (١) عن ابن جريح  
وغیره وعنه القواريري وابوداود والطائسي وجماعة (القواريري) حدثنا زيد  
ابن عبد الله اليسري ابو خالد القرشي حدثنا ابن جريح الماحض بن ابي ثابت  
عن عاصم بن ضمرة السلولي الكوفي عن علي رضي الله عنه قال قال لي رسول الله  
صلى الله عليه وآله وسلم لا ترزخك ولا تنظر الى نخدحي ولا من خلفي  
الرجل ثورده ان عدي ومشاة فقال ليس هو بكرا خديت انا من ربي  
ان علي بن الصنابي انا ابو طاهر السلفي انا احمد بن ابي ابي سعيد  
غسان بن احمد بن غسان العسكري هاشم بن عبد الله بن ابي  
ابو خالد اليسري عن ابومالك اخبرني سمعة بن زهير عن ابي جهم  
عن قتادة بن ربعي عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال سمعته يقول  
واحدكم اذا سجد فاستلم اذنيه فذكره من حبان في الحديث فيقال ان  
روى عن الثوري روى عنه محمد بن ابي بكر التميمي مستقيم الحديث  
وابن مالك لا يروي من هو

زيد بن عبد الله التميمي عن عائدة وعنه (١) شاذ كوفي  
(١) كذا في القاموس وكتاب اشتبه زيد هذا كان محسنا منقر المذهب

وقال وذكره ابن حبان في...  
زيد بن عبد الله بن شاذ...  
زيد بن عبد الله بن شاذ...  
زيد بن عبد الله بن شاذ...

زيد بن صالح الذي روى عنه غلام خليل حرزاني دجاجة وهو حرم  
مكذوب كانه من صنعة غلام خليل روى عنه شعبة بن جابر بن عبد الصمد  
التميمي وهذا ان كان غلام خليل حقيقا حقيقا وانه ذكر الاستدقاوم ان شيخه  
فيه زيد بن صالح التميمي

زيد بن صالح البكري...  
ومالك وعنه محمد بن عبد...  
ورعا جريد اكبر...  
فموضي الله باني خالد...  
ومات سنة تسع وعشرين...  
شيوخه حماد بن سلمة...  
خالد ابو ابيهم بن ابي يحيى...  
من المشايخ ورعا...  
زيد بن صالح...  
زيد بن صالح...  
زيد بن صالح...

زيد بن صالح...  
زيد بن صالح...  
زيد بن صالح...  
زيد بن صالح...

زيد بن عبد الله بن غريب...  
زيد بن عبد الله بن غريب...  
زيد بن عبد الله بن غريب...



(مزمع) من عبيد الله عن عمرو بن أبي هريرة مرفوعاً عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: «من أحب الله وأهله أحب الله وأهله»

(عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم) من غلبه الغم فهو كمن غلبه الحرب واليه يرجعون في كل شيء.

عن عدي بن حاتم الصائغ عن ابيه في العمودين في حديثه عن ابي بكر  
الضلعاء وذل كوفي لا يصح السباده ثم ساقه عن عبد الرحمن  
بن حجلة عن عبد الله بن مالك القسي عن يزيد بن عدي بن ابي خالد  
عن جابر في صوم ثلثة ايام من كل شهر يذهب وحر الصدر ثم

من قضاء شيخنا الامام عبد الجبار الحلي بضعفه عن ابن ميثم لماله  
في والكرى في التهذيب وقد نقل تضعيفه عن الديوري عن يحيى

[illegible]

يزيد بن عمر شيخ محدث عن مجالد بن سعيد (١) الهمداني  
 مجهول وقال البخاري لم تابع على حديثه وهو عن مجالد بن الشعبي قال  
 صفوان بن أمية بن خلف رواه يحيى بن واضح عنه انتهى هو ذكره المعتبر  
 في الضعفاء وقال ابن عدي يس هو بالمعروف وفي الثقات لابن حبان يزيد بن  
 عمر يروي عن سهل بن عمر وهو في عبد الله بن عامر يروي عنه أبو عاصم  
 النبيل ويحيى بن واضح يقلت فيتم ان يكون هو وذكره ابن الجارود  
 في الضعفاء

ويزيد بن شمر واهل بيته من بني النضر في ليرة البجاري في سنة  
 حاتم بن سمير انتهى و ذكر ما في جبال في اثنان وفي الطيبة الثالثة و قال  
 روى عن عبد العزيز بن عبيد بن سمير

عن ابن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «من أكل من ثمره لم يضره»

فوز به فوز عوانه الفلكي وعن ابن عباس قال القليل لا يتابع عليه  
ما أتى أحدهم عن أنس كوان عن عروب بن دينار عن ابن عمر رضي الله  
عنهما خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما بال قول القائلين من قولهم  
إن الله خلقهم من طين فقالوا يا رسول الله ما بال قولهم يا رسول الله

الاجزاء

يدين بن فروة بن جهمول جامع طريقه حديث الذي رواد نصر بن  
عقبة بن عتبة بن محفوظ بن عتبة بن الحارث بن ابيه عن عمه نصر بن عتبة  
عن اخيه محفوظ بن جامع عن ميسرة بن يزيد بن فروة بن معاوية حديث



عن عبيد الله بن عمرو عن أبي هريرة رضى الله عنه قال أتته  
في سنة من حياض

عن عمرو بن حرب وإبراهيم بن عبد الله بن عبيد الله عن عمرو بن حرب وعنه عمرو بن الحارث  
عن حماد بن عمار عن حماد بن عمار عن حماد بن عمار عن حماد بن عمار عن حماد بن عمار عن حماد بن عمار

من عندى من حاتم الطائي عن ابيه في الشجره  
الضعفاء وقال كوفي لا يصح السناد ثم قال

عن جليله عن عبد الله بن مالك القسي عن يزيد بن عدي بن ابي خالد  
عن حماد بن زيد عن حماد بن زياد عن كاهن عن يونس بن مهران

بسم الله الرحمن الرحيم

مىء والبركرى في السديب وقد نقل تضمينه عن النورى بن يحيى

ابن سينا رحمه الله تعالى في كتابه في الطب

منه **الفصل في موسى النبي** من عقبه المروزي عن حكيمته قال قيل  
لهم انتم القديس منكم ومنكم تكبر فسميت انما هو عليه السلام فقال

ث خبر بالقب فقل ان ذنب فلا وكن ان شئت الخبر ان قرأت

وتوفي بموت حتى يدب بؤركه قل فاجبرني عن نفسك من أموت رأس  
المنفعة ذلك كله انتره وذكره في حجاز والنفقات

يُزِيدُ بْنُ صَمْرَةَ شَيْخٌ حَدَّثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (١) الْهَمْدَانِي

صفر اذن امية بن خلف رواه يحيى بن واضح عنه انتهى وذكر القتيبي  
في الضعفاء وقال ابن عدي يس هو المعروف وفي الثقات لان حبان زيد بن

عمر بروی عن سبل بن عمرو عن عبد الله بن عامر بن زوی عنه ابراهيم  
النیل وخی بن اضرع قلف فیتم ان یکون هو و ذکره ان الجارود

في سنة ١٢٠٠

روى عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: "جاءني جبار في أشدّ الليل الطمعة الثالثة"

فكر بن عبد الله بن علي بن داود وعنه خارجة بن م  
ق حبيب في أبي البختيشوع

عن ابن عباس عن عروة بن مسعود عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: «قال العليل لا يتأكل»

خطب رسوله صلى الله عليه وسلم فقال ما بين اقول الباقى  
ان الله خلقكم ثم اوتى فاختار اليك ما يشاء واذكر الحديث

عزیز الدین بن عیسیٰ بکری بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن حنیف  
الاحمدی

يذكر في الرواة عجمي الجاهلي عن طريقه حديث الذي رواه نصر  
عن ابن مسعود عن حفصة بن غوث عن أنس بن مالك عن أبيه عن عمه نصر

عن اخيه محفوظ بن جعفر عن ميسرة بن يزيد عن يزيد بن فروة بن معاوية







يزيد بن عبد الله الجهني عن هاشم الاوقص وعنه بقية لا يصح خبره  
وهو من طريق علي بن عياش نافية عن زيد بن عبد الله الجهني عن هاشم  
الاوقص عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان من  
اشترى ثوبا بمشقة درهم من ثمنه درهم حرام لم يقبل له ثمنه وما كان عليه ثم ادخل  
اصبعه في اذنيه وقال سمعت انما كن سمعته من نبي الله صلى الله عليه وآله وسلم  
رده امرتين

يزيد بن عبد الله اليسري ابو خالد القرشي البصري (١) عن ابن حريج  
وغیره وعنه القواريري وابوداود والطياشي وجماعة (القواريري) حدثنا يزيد  
ابن عبد الله اليسري ابو خالد القرشي حدثنا ابن حريج انا حبيب بن ابي ثابت  
عن عاصم بن ضمرة السلولي الكوفي عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله  
صلى الله عليه وآله وسلم لا تبرز فخذك ولا تنظر الى فخذ حي ولا ميت هذا  
الرجل ثورده ان عدي ومجاهد فقال ليس هو بمنكر الحديث انا سألته عن  
ابا علي بن النضر بن ابي طاهر السلفي انا احمد بن ابي الحسن انا ابو سعيد  
غسان بن احمد بن غسان العسكري هاشم بن عبد الله بن ابي جابر بن ابي  
ابو خالد اليسري ثنا ابو مالك اخبرني سمعته عن ابي جابر بن ابي جابر بن ابي جابر  
عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم جالسوا العلاء وشربوا  
وحدثوا العلاء انتمى وذكروه ان جابر بن ابي جابر بن ابي جابر بن ابي جابر  
برهني عن الثوري روى عنه محمد بن ابي بكر تقدمي مستقيم الحديث  
وابنك لا يدري من هو

يزيد بن عبد الله اليسري عن عائدة وعنه ابي جابر بن ابي جابر بن ابي جابر بن ابي جابر  
(١) كذا في القاموس وكتاب الشبهة في هذا كان محباً من منقر المذهب



بعد ان ارسل ابن عمه مسلم بن عقيل لاختد البيعة فظفر به عبيد الله بن زياد امير  
 قتلته وجهر الجيش الى الحسين فقتل في يوم عاشوراء سنة احدى وستين م  
 اهل المدينة قتلوا يزيد في سنة ثلاث وستين فجز اليهم مسلم بن عقبة المر  
 في جيش حافل فقاتلهم فبرز منهم وقتل منهم خلق كثير من الصحابة وابنه و  
 وسبق اكابر التابعين وفضلاءهم واستباحها ثلاثة ايام بها وقتلهم بايع م  
 بقى على انهم عبيد يزيد ومن امتنع قتلهم ثم رجعوا الى مكة لخرب ابن الزبير  
 فبات في الطريق وعهد الى الحسين بن زيد فاستأجر جيشا الى مكة فاصرار  
 الزبير ونسبوا المنجنيق على الكعبة فوهت اركانها ثم احترقت وفي أثناء ذلك  
 ورد الخبر بموت يزيد ثم ماتت بيعة يزيد في سنة ثمان وستين فجز الزبير  
 فقتلوا في قبة بقبائمه اهل الكوفة وكبار اهل الشام ثم خرج عليه مروان بن  
 الحكم فكان ما كان فقال ابو يعلى في مسنده حدثنا الحكم بن موسى قال سنا  
 الوائيد عن ابي زرعي عن مكحول عن ابي عبيدة عن ابي خراجه رضى الله عنه قال قال  
 رسول الله صلى الله عليه وآله رساما من امر امتي قتلنا بالنسوي حتى  
 يكون اول من يظلم رجل من بني امية يقال له يزيد وقتل ابا سريسة الدمشقي  
 حدثنا ابو نعيم بن اسحاق عن ابن النكاشي عن جيفت بيعة يزيد قال ابن عمر  
 رضى الله عنهما ان كان خير ارضينا وبن نازي ولا يصبرنا وقال ابن شاذان سمعت  
 ابراهيم بن ابي محمد يقول سمعت عمر بن عبد العزيز يقول سمعت علي بن زيد بن  
 معاوية يقول سمعت ابي عبد الله بن ابي عبيدة حدثنا وقل بن ابي عمير كبرت  
 عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل من بني معاوية قتل امير المؤمنين يزيد  
 قتله عمر بن قنول امير المؤمنين وامر به فقتل به عشرين من سواد طائفة بني كعب بن  
 عاصم بن مالك بن النضر في رجب سنة ستين ومات في سنة ثمان وستين

عبد الصمد بن عبد الوارث ، حدثنا يزيد بن درهم ، سمعت أنسا : جَعَلْنَا  
بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا - قال : نهر في جهنم من قَيْحٍ ودم .

٩٦٨٨ - يزيد بن ربيعة الرَجَبي الدمشقي . عن أبي الأشعث الصنعاني . يكنى  
أبا كامل . وعنه أبو النضر الفرّاديسي ، وأبو توبة الحلبي .

قال البخاري : أحاديثه منكأبر . وقال أبو حاتم وغيره : ضعيف . وقال النسائي :  
تروك .

أبو توبة ، حدثنا يزيد ، عن أبي الأشعث الصنعاني ، عن أبي عثمان ، عن ثوبان -  
رفوعا : خالفوا الناس بأخلاقهم ، وخالفوهم بأعمالهم .

أبو النضر ، حدثنا يزيد بن ربيعة ، حدثنا أبو الأشعث الصنعاني ، سمعت ثوبان  
حدث عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : يُقْبَلُ الْجَبَّارُ فَيُفْتَنُ رَجُلُهُ فِي الْجِسْرِ  
نُورًا : وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا يَجَاوِزُنِي الْيَوْمَ ظِلْمُ ظَالِمٍ .

قال أبو مسهر : كان يزيد بن ربيعة فقيهاً غير متهم ، ما نكسر عليه أنه أدرك  
الأشعث ، ولكن أخشى عليه سوء الحفظ والنوهم .

وقال الجوزجاني : أخاف أن تكون أحديثه موضوعة . وثاب ابن شاذان : قال :  
لو أنه لا .

وله : عن أبي الأشعث ، عن ثوبان : وبين لأمة . من بني العباس . . . الحديث .  
٩٦٨٩ - يزيد بن روح اللخمي .

٩٦٩٠ - يزيد بن زياد الجبيري - مجهولان (٢) .

٩٦٩١ - يزيد بن زريع (٣) . شيعه روى . لا يكاد يعرف . يروى عن  
أبي .

صعفه ابن معين [والدارقطني] (٤) .

(١) سورة السجدة ، آية ٢٦ . (٢) وأول ذاك .  
المراسيل (ل : ٢٨٦-٦) . (٣) مكه بدأ . وفي هامش س :  
ل ، صوابه يزيد . وقد قدمت هذه الترجمة في يزيد بن زريع . والظاهر أنه هو .  
في هامش ن : صوابه يزيد بن زريع . وقد تقدم ونظر صفحة ٢٠ . من هذا الخبر ،  
في ل : صوابه يزيد بن زريع (٦-٢٨٧) . (٤) ليس في س .

٩٦٩٢ - يزيد بن زعفة . وضعفه أبو زرعة الرازي .

٩٦٩٣ - يزيد بن زياد (ت) . عن محمد بن كعب : عن معاوية . وعنه مالك  
وابن إسحاق .

وثقه النسائي . قال البخاري : لا يتابع على حديثه .  
قت : أم :

٩٦٩٤ - يزيد بن زياد (س ، ق) بن أبي الجعد - فوثقه أحمد ، وحي . يروى  
عن جامع بن شداد . وعنه الطبري ، ومحمد بن بشر العبدي .

٩٦٩٥ - يزيد بن أبي زياد (م مقرونا ، عو) الكوفي . أحد علماء السلفية  
الذين غير على سوء حفظه .

قال يحيى : ليس بالقوي . وقال أيضاً : لا يحتج به . وقال ابن المبارك : أرم به (١)  
وقال شعبة : كان يزيد بن أبي زياد ردياً . وقال علي بن عاصم : قال لي شعبة : ما أبالي  
بذا كفت عن يزيد بن أبي زياد ألا أكتب عن أحد .

وكيع : يزيد بن أبي زياد عن إبراهيم ، عن علقمة ، عن عبد الله - يعني  
حديث الرايات - ليس بشيء .

وقال أحمد : حديثه ليس بذلك ، وحديثه عن إبراهيم - يعني في الرايات - ليس  
بشيء . قال العقيلي : حدثناه محمد بن إسحاق ، حدثنا عمرو بن عوف ، أخبرنا خالد

بن عبد الله . عن يزيد بن أبي زياد . عن إبراهيم ، عن علقمة ، عن عبد الله (٢) .

قال : كنا جوساً عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ جاءه فتية من قريش ، فقهرهم .

فتقدم : يا رسول الله ، لا تزل ترى في وجهك الشيء أنكروه . فقال : يا أهل  
بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا . وبن أهل بيتي سينفون بعدى نظريداً وتشريد

(١) في التهذيب : قت : وقال ابن المبارك : أرم به كذا هو في تاريخه . وروى في الأصل  
نحو : كرم به . وهو تعريف . وقد نقله علي الصواب أبو محمد بن حزم في المحلى . وأما

بن زريق في الضعفاء (١١-٣٣٠) . (٢) ليس في س .



٩٧٠٠ - يزيد بن زريع . عن مولاة بنت الصامت في الظيار .

قال البخاري : ورواه غيره .

[[وهو : يزيد بن زريع .]]

٩٧٠١ - يزيد بن سفيان . عن أبي الميزم . صاحب أبي هريرة .

ضعفه . عده في أهل البصرة وهو بكنيته أشهر ، ويقال : اسمه عبد الرحمن ابن سفيان . روى عنه شعبة ، ثم تركه . وروى عنه حسين المعلم ، وعبد الوارث . وجماعة .

ضعفه ابن معين . وقال النسائي : موقوف .

مسلم بن إبراهيم ، سمع ابن معين يقول : كان أبو الميزم مضطرباً في مسجدنا . لو أعطاه إنسان قلناً لحدثه به .

وقال مسلم : سمعت شعبة يقول : أبى الميزم وهو يمشي في رحمة ضعيف .

حماد بن سلمة ، عن أبي الميزم . عن أبي هريرة . عن رسول الله صلى الله عليه وسلم : أمر أم سلمة أو فاطمة أن تخرج ذبيحة ذراعا .

الوليد بن مسلم ، حدثنا حماد بن سلمة ، سمعت أبو الميزم يزيد بن سفيان . حدثنا أبو هريرة يقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المؤمن أكرم على الله من الناقة الذين عنده .

وبه : أول من يدخل النار من هذه الأمة السواطون عامة . ما روي غير محفوظ . قاله ابن عدي .

٩٧٠٢ - يزيد بن سفيان . عن سالم بن التيمي . له نسخة مشكورة .

فيه ابن حبان . حدث عنه عبيد الله بن محمد الحارثي . فمن منكره : عن التيمي . عن أبي عثمان النهدي . عن سلمان . مرفوعاً : ذاب لا يغفر ، وذهب لا يغفر . فأنما الذي يغفر فذهب العبد بينه وبين الله . وأما الذي لا يغفر بالله . وأما الذي لا يترك فظالم العباد بعضهم بعضاً .

٩٧٠٣ - يزيد بن أبي سلمة الأيلي

ضعفه ابن معين .

٩٧٠٤ - يزيد بن السمط الدمشقي الفقيه [ق] . عن الثعلبي بن النضر ، والوضين

ابن عطاء . وعنه أبو مسهر ، ومروان بن محمد ، وجماعة .

وثقه أبو داود ، وغيره . وضعفه أبو عبد الله الحاكم .

قال الوليد بن مسلم : حدثنا يزيد بن السمط ، عن رجل ، عن القاسم ، عن عائشة ، قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : خلق الله جمجمة جبرائيل على قدر القفوة . هذا حديث منكر .

٩٧٠٥ - يزيد بن سنان ، [ق] ، أبو فروة الزهawy مولى بني تميم . عن سمون بن مهران ، وزيد بن أبي أريسة . وعنه ابنه محمد ، ووكيعة ، وأبو أسامة .

ضعفه ابن معين ، وأحمد ، وابن المديني . وقال البخاري : مقارب الحديث .

قات : حدث بالكوفة . ومات سنة خمس وخمسين ومائة . تركه النسائي .

أبو خالد الأحمر ، عن يزيد بن سنان ، عن ابن السارك ، عن عطاء ، عن

ابن سعيد - مرفوعاً - [[اللهم أخرجني مسكيناً... الحديث . وبهذا الإسناد إلى

ابن سعيد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم]] : ما آمن بالقرآن من استحل محارمه .

ورواه محمد بن يزيد بن سنان . عن أبيه ، فقال : عن عطاء بن أبي رباح نفسه ،

فما سمعت مجاهد بن جبر ، سمعت سعيد بن المسيب ، سمعت صهيباً يقول : ما آمن...

... الزوائد غير محفوظتين

... ابن سعيد الجوهري ، حدثنا يحيى بن سعيد ، حدثني أبو فروة يزيد بن

... بن زريع ، عن زيد بن أبي أريسة ، عن يحيى بن يعمر ، عن عبد الرحمن بن عمار .

... : خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى تبوك .

يزيد بن محمد بن يزيد بن سنان ، حدثنا أبي ، عن أبيه ، عن الأعمش ، عن  
أبي سفيان ، عن جابر بن مرفوعا : من خشك منكم في الصلاة فليؤد الوضوء والصلاة .  
محمد بن يزيد بن سنان ، حدثني أبي ، عن عطاء ، عن ابن عمر - مرفوعا : التوبة  
والشقيقة والحمية في النار ، ولا يجتمعن في صدر مؤمن .

محمد بن يزيد بن سنان عن أبيه ، [قال] (١) : حدثني يحيى بن سعيد ، عن سعيد  
ابن المسيب ، عن أبي هريرة - مرفوعا : ولد نوح ثلاثة : نوح ، وسام ، ويافث ،  
فولد سام العرب وفارس والروم والخير فيهم . وولد يافث ياتوج ومأجوج والترك  
والصنابلية ولا خير فيهم ، وولد نوح القبط وبربر والسودان .

يحيى بن سعيد الأعمري ، عن يزيد بن سنان ، عن فيس ، عن أبي هريرة ، عن  
عز عطاء ، عن ابن عمر - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعبد  
ابن عوف - وكان قد بعثه على جيش فرأى عليه عمامة قد نفضها ثم عمد  
بعمامة سوداء .

وقال ابن حبان : وهو الذي روى عن أبي المنيب ، عن يحيى بن أبي كثير ،  
عن أبي سلمة ، عن ابن الدرداء - مرفوعا : خلق الله الجن عر ثلاثة أصناف : مسف  
حيات وعقارب وخشاش الأرض ، مسف كايخ في الماء . ووديع كان آدم  
عليهم الحساب والعقاب ، وخلق الله آدم ثلاثة أصناف : مسف ، هائم ،  
قال الله تعالى : إنهم إلا كالأنعام ، بل أضل سبيلا . ووديع أجاب : أجاب بنى  
آدم وأرواحهم أرواح الشياطين . وسف فرأى الله في القيامة (٢) .  
ظله . أما :

٩٧٠٦ - يزيد بن سنان بن أبي حاتم الرازي ، عن أبي حاتم الرازي ، عن  
عنه النسائي ، وابن أبي حاتم الرازي . وقال : ثقة . جمع يحيى .

٧ - ٩٧ - يزيد بن سُهَيْل ، تابعي . أرسل حديثا رواه عنه عمرو بن الحارث  
مجهول .

٨ - ٩٧ - يزيد بن شداد ، عن معاوية بن قرة . مجهول .

٩ - ٩٧ - يزيد بن شيبان ، عن ابن مريع (١) . لا يعرف .

١٠ - ٩٧ - يزيد بن شريح ، ق. الحمصي . تابعي صالح الحديث .  
قال : الدارقطني : يعتبر به .

١١ - ٩٧ - يزيد بن صالح ، أبو يزيد بن صالح (٢) . تابعي حمصي . لا يكاد يعرف .  
وقال : روى عنه حمزة بن عبد الله .

١٢ - ٩٧ - يزيد بن صالح الذي روى عنه غلام حليل حراني : ثقة ، وهو  
حزب مكند . ب. ك. من صنعة غلام خليل . يرويه عنه شعبة بقله حيا . بسند الصحيح .

١٣ - ٩٧ - يزيد بن صالح المشكزي الفراء ، النيسابوري ، أبو خالد . عن إبراهيم  
ابن أبيه . ورواه عنه محمد بن عبد الوهاب الفراء ، والحسن بن سفيان ، وجماعة .  
وكأنه في مجتمعة كبير القدر .

قال : الحسن بن سفيان : قال لأجل . يحيى بن يحيى فعوضني الله .  
خلد الفراء .

قال : أبو حاتم الرازي : مجهول .

قال : وثقه غيره .

وسمى سنة سبع وعشرين ومائتين .

١٤ - ٩٧ - يزيد بن طلق [س.ق] . عن ابن أبي عمير . لا يعرف . عنه يعلى .

قال : الدارقطني : يعتبر به .



الفارسي ، أخبرنا <sup>(١)</sup> بن غلدة المطار ، حدثنا أحمد بن منصور الرمادي ، حدثنا عبد الرزاق ، أخبرنا <sup>(٢)</sup> جريح ، عن سفيان الثوري ، عن مالك بن أنس ، عن يزيد بن عبد الله ابن قسيط ، عن ابن المسيب - أن عمر وعثمان رضي الله عنهما قضيا في الملاءة - وهي السحاق - بنصف ما في الموضة .

قال عبد الرزاق : ثم قدم علينا سفيان حدثنا به عن مالك ، ثم لقيت مالكا فقلت له : إن سفيان حدثنا عنك هكذا ، فقال : صدق ، حدثته به . قلت : حدثني . قال : ما أحدث به اليوم . قال له مسلم بن خالد : عزمت عليك يا أبا عبد الله إلا حدثته به . قال : نعزم على لو كفت حدثنا به أحدنا اليوم حدثته به .

قلت : فلم لا تحدثني وقد حدثت به غيري : إن الأصل عندنا عن غيره ورجله ليس عندنا هناك . يعني ابن قسيط .

قلت : ابن قسيط محتج به في الصحاح . وقد رواه محمد بن بكر الراساني عن ابن جريح أيضا . وقد ذكر ابن عدي بن قسيط فلم يسق في ترجمته سوى هذا الحديث ، رواه عن اثنين عن الرمادي . فوقع لنا بدلا عاليا .

٩٧٢٠ - يزيد بن عبد الله الجهنى . عن هاشم الأوفى . وعنه بقية .

لا يصح خبره ، وهو من طريق علي بن عيش .

حدثنا بقية ، حدثنا يزيد بن عبد الله الجهنى ، عن هاشم الأوفى ، عن ابن عمر ،

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من اشترى ثوبا بعشرة دراهم في ثمنه درهم من حرام لم تقبل له صلاة ما كان عليه ، ثم أدخل إصبعه في أذنيه وقال : سميتان لما كن سمته من نبي الله صلى الله عليه وسلم مرتين <sup>(١)</sup> ردّها .

٩٧٢١ - يزيد بن عبد الله بن عوف . عن ابن عمر . مجهول .

٩٧٢٢ - يزيد بن عبد الله النميري ، أبو خند النميري البصري . عن ابن عمر .

وعنه . وهو الثوري ، وأبو داود الطيالسي ، وجماعة .

٩٧١٥ - يزيد بن عبد الله [ع] بن خصفة <sup>(١)</sup> . وقد ينسب إلى جده يزيد بن خصفة . عن السائب بن يزيد ، وعروة ، ويزيد بن عبد الله بن قسيط . مالك ، وطائفة .

وثقه أحمد بن رواية الأثرم عنه ، وأبو حاتم ، وابن معين ، والنسائي . وروى أبو ن أحمد قال : منكر الحديث .

٩٧١٦ - يزيد بن عبد الله . شيخ بغدادى .

بيض له ابن أبي حاتم . مجهول .

٩٧١٧ - يزيد بن عبد الله [ع] بن الهادي . من ثقات التابعين وعلمائهم أذكره إلا لأن أبا عبد الله بن الحذاء أورده في باب من ذكر بجرح من رجال فلم يأت بشيء أكثر <sup>(٢)</sup> من قول ابن معين : يروى عن كل أحد ؛ وهذا فإن الثوري كذلك يفعل ، وهو حجة .

٩٧١٨ - يزيد بن عبد الله [ع] من شيوخ مكحول . مجهول . له عن صد ابن أمية .

٩٧١٩ - يزيد بن عبد الله بن قسيط المدني [ع] ، أبو عبد الله الليثي الأحم عن أبي هريرة ، وابن عمر ، وسعيد بن المسيب . وعنه مالك ، وابن أبي ذر وجماعة .

قال ابن إسحاق : حدثني يزيد بن قسيط - وكان فقيها ثقة . وقال عثمان بن سعيد عن ابن معين : صالح . وقال أبو حاتم : ليس بقوى . وقال النسائي : ثقة .

أخبرنا أبو المعاني الحمدا ، أخبرنا محمد بن أبي القاسم الخطيب بخران ، وأبو

عن سعد الغني التميمي <sup>(١)</sup> ، أخبرنا عبد اللطيف بن يوسف بخران ، قال : أنا

سعد لياق ، أخبرنا علي بن محمد بن محمد الأنباري ، أخبرنا عبد الواحد بن محمد

حدثنا شعبة عن الأعمش عن مجاهد عن يزيد بن شجرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد ربه من الحديث ومحمد بن بونس هو السكبي ضعيف والمخفوف عن الأعمش موقوف وأخرجه البخوي أيضا من طريق خالد الواسطي عن يزيد موقوف عا ربوهم من طريق مسعود بن سعد عن يزيد كذلك قال في رواية سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لم يقدروا عبد الله بن المبارك في الزهد عن زائدة عن منصور بن مجاهد موقوف وأخرجه ابن منده من طريق الأعمش عن مجاهد وأخرجه البيهقي من طريق شعبة قال كتب إلى منصور وقراءته عليه عن مجاهد فذكره مطولا موقوف وأخرجه عن يزيد بن شجرة وكان من رهاو وكان معاوية يستعمله على الجيوش فخطبنا يومنا محمد الله وأنى عليه وفيه اختلاف آخر على يزيد بن شجرة كما تقدم في ترجمة حداد من طريق الزهري عن يزيد بن شجرة عن حداد مرفوعا وجاء عن يزيد بن شجرة حديث آخر أخرجه ابن منده بسند ضعيف من رواية خالد ابن العلاء عن مجاهد عنه وقال خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في جنازة فقال للناس خيرا وانتموا عليه خيرا فاجاب جبرائيل فقال ان الرجل ليس كما ذكرنا ولكن انتم شهداء الله في الارض وقد غفر له ما له من ذنوب وقال غرييب وفي مسنده ضعيفان وذكره ابن سعد في الطبقة الاولى من أهل الشام مع بعض الصحابة وقال مات سنة ثمان وخمسين في أوخر خلافة (حرف الباء - التسم الاول) (٦٥٩)

٩٢٧٣ (يزيد) بن شريحيل . . تقدم في حرف الراي في زيد  
 ما اوتوه وفيه الرخاء الواقدي وابوعبيد وخليفة وقال كان معاوية امره على مكة سنة تسع  
 وثلاثين فزاره فتم من العباس وكان عليهما من قبل علي في سنة ربيع الاول فاصطالحا على ان  
 شية الحبي يقيم لدايس المح تلك السنة وذكر المنضل اللاتني نحوه

٩٢٧٤ (زبد) بن شريح . . . رحمه الله روى في الميسر قاله أبو عمر وقال البغوي بسند في  
صحة وأخرج من طريق أمية بن عثمان عن سليمان بن يحيى بن جابر عن زبد  
ابن شريح عن النبي صلى الله عليه وآله . . . لم قال ثلاثة من الميسر الدمار والضرب بالكماب  
والنصير بالحام وهذا أخرجه أبو داود في المراسيل من رواية ابن عباس في زبد بن شريح أبي  
بصير عنده وفي التابعين زبد بن شريح الحمصي من صفار التابعين بروى عن صفار الصحابة  
كان في أمية . . . كعب الاحبار وابن جني فان كان هو صاحب الحديث فليس  
صالحا حرمانا . . . رحمه الله

٩٢٧ (يزيد بن سفيان) زردی بن عبد بن حارث بن عبد  
 قال ابن ابی حاتم له صحبة زردی عمرو وعنه قال أنانا بن مربي وعنه بن مربي  
 صلى الله عليه وآله وسلم اليكم، قول قضاة على مشاعركم الحديث والله أعلم  
 ٩٢٨ (يزيد بن الصلت) وقع حديثه في كامل ابن عدي في ترجمة شمس بن حمران بن  
 وابنه عن عطية بن يزيد بن الصلت عن أبيه قال غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وآله  
 لم يأتني طي العارس همين والراجل همار واه عن ابن حمران أبي أنسداد كوفي وهو  
 زرد بن عقال زرد بن عقال له قال له وسلم دارأيت يعني لك ما لا  
 (يزيد بن ضار) أحو الشهاخ . . تقدم ذكره في زرد

٩٢٧٩ (يزيد) بن طعمة بن جارية بن لؤدان الانصاري الطحفي . ذكره ابن البكاي  
من شهد من اصحابه مع علي قال ابو عمر

٩٢٨٠ (يزيد) بن طلحة... مضي في طلحة بن يزيد

٩٢٨١ (يزيد) بن ظبيان السدوسي . . تقدم ذكر وفادته في ترجمة الخنم

٩٢٨٢ (يزيد بن عامر بن الاسود بن حبيب بن سواد بن - امر بن - صعصعة أبو جابر  
السوائي . قال أبو جابر له صحبة روى عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم في الصلاة أخرجه  
أبو داود من طريق نوح بن صعصعة عنه ثم أخرجه الطبراني في هذا الوجه وكان شيخنا  
مع المشركون ثم أسلم

۹۲۸۳ (یزید) بن عامر بن حذیف بن غنم بن واد بن کعب - سید الاشراف ابو المبرک  
(مترجم - القسم الاول) (۶۶۰) (یزید)

المفرد حتى .. ذكره ابن اسحق في اهل العقبة قال أبو عمر لم يصف في ذلك وذكره ابن يعض  
أساقى الدرر

۹۲۸۴ | اردن ابن عیاض بن عبد الرحمن بن جابر بن خلّاف بن مهران بن قيس بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان



معن الباهلي . . ذكره أبو عمر . . وقال . . روى عنه أبو عمر . .  
زياد بن فريغ بن يزيد بن عباية عن أبيه عن جده يزيد بن أبي النبي صلى الله عليه وآله  
وسلم فصح على رأسه وأناه بصدقه وقد تقدم ذكر عباية في حرف العين

٩٢٨٥ (يزيد) بن عبد الله العجلي . . روى عنه ابنه حميد بن يزيد في أصل حجر عمر  
حديثه عن ولده ذكره أبو عمر مختصراً

٩٢٨٦ (يزيد) بن عبد الله . . راجح القهري أخو أبي عبيدة أحد الشرا . . تقدم  
نسبه في عامر قال ابن خلد بن عتبة وتبعه المستغفري وكذا قال ابن منده وزاد في تعريفه  
أحد شيوخه . . وقد روى عن أبيه عن جده عن عبد الملك بن المغيرة عن فيروز بن بلال عن أبيه  
عن يزيد بن الجراح أنه تزوج عندهم باليمن نصرانية وكان هذا نسب إلى جده

٩٢٨٧ (يزيد) بن عبد الله الكندي . . ذكره ابن منده فقال روى عنه حبيب بن يزيد  
الوهلي عن أبيه عن يزيد بن خضاعة بن يزيد بن عبد الله الكندي عن أبيه عن جده (قلت)  
والوهلي في ضعيف

٩٢٨٨ (يزيد) بن عبد الممدان بن الديان بن قطان بن مالك بن الحرث بن حلال بن ربيعة  
ابن كعب بن الحرث بن كعب بن عمرو الحارثي يكنى أبا المنذر وأبوه هو اسم جده  
يزيد وعبد الممدان والديان لقبان . . قال ابن منده كان شريفاً شاعراً قال إسحاق في  
المغازي ثم بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خالد بن الوليد في سنة ربيع الآخر أو  
جمادى الأولى من سنة خمس مائة في بني الحرث بن كعب فذكر الحديث في الإسلام وكان

ابن أبي عبيدة . . وأبو له وسلم بذلك وجه أنه أن يقيم . . فذكر في ربيعة بن  
الحسين دون نفسه ومعه يزيد بن عبد الممدان ويزيد بن المحجل وعبد الله بن قريظ وشهداء بن  
عبد الله وعمر بن عمرو والصبا بن فلان فذكره وقال من هؤلاء وذكر الحديث ونهاها الواقدي  
من طريق عكرمة بن عبد الرحمن بن الحرث وزاد فيهم عبد الله بن عبد الممدان وقال في عبد الله  
ابن قريظ عبد الله بن قريظ وعمر بن عمرو وعمر بن عبد الله والباقي في سنة خمس مائة ذكر  
أيضاً في ترجمة قيس بن الحصين

٩٢٨٩ (يزيد) بن عتبة . . روى في يزيد بن عمرو

٩٢٩٠ (يزيد) بن عمرو النخعي . . ويقال يزيد بن المعمر أخرج القهري عن يزيد

بن عتبة . . روى عنه أبو عمر . . وقال . . روى عنه أبو عمر . .

ابن معاوية ويزيد بن عمرو والحرث بن شريح كانوا وفدوا على رسول الله صلى الله عليه وآله  
وحلم فقلنا عهد الينا قال تقبّلوا الصلاة وتطهّروا الزكاة وتحتجون البيت وقد ومو من رمضان  
وان فيه ليلة خبر من الف شهر وذكر الحديث وأخرجه أبو عمر من هذا الوجه . . لكن قال في  
(حرف الياء - القسم الأول) (٦٦١) (يزيد)

الترجمة يزيد بن عمرو النخعي ويقال النخعي وقد مع قيس بن عاصم وقله المارأي . . ثم قيس  
ابن عاصم ظنه النخعي وليس كذلك بل هو آخر نخعي كما سبق في ترجمته وأخرج البارودي  
من هذا الوجه عن عائشة بن ربيعة عن عباد بن يزيد عن قرة بن وهب عن يزيد بن المنذر  
قد كرمه ووجه جزم الرضا في النخعي حتى أنه قيل فيه يزيد بن عمرو (قلت) ويتعذر أن  
يكونا اثنين وقال المستغفري يزيد بن عمرو النخعي وقد صلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم . .  
ذكره ابن خضاعة في استدرأه . . ثم قال أبو عمر ذكره لكن قال يزيد بن عمرو

٩٢٩١ (يزيد) بن عمرو . . روى عنه أبو عمر . . وذكره ابن إسحاق فيمن  
شبهه له

٩٢٩٢ (يزيد) بن حميرة . . تقدم ذكره في ترجمة شبيب بن قرة وقيل هو يزيد بن عمرو  
٩٢٩٣ (يزيد) بن قتادة . . قال أبو عمر روى عنه حسان بن بلال في صحبته نظر وذكر  
الطبراني وأبو يعقوب واستدرأه أبو موسى وأبى في سياق حديثه نصر في صحبته لكن يؤيد  
ذلك بالتأمل وقد تقدم ذكره في ترجمة قتادة بن زيد

٩٢٩٤ (يزيد) بن فنافه بقاء ونون وفاء هو اسم الهلب الذي تقدم في الهاء . .

٩٢٩٥ (يزيد) بن قيس بن خارجة بن جندبة الداري من رباط تميم . . ذكره ابن إسحاق  
فيمن أوصى له النبي صلى الله عليه وآله وسلم بمائة مائة وسق من تمر خيبر وقال الطبراني وقد قال  
وأوصى النبي صلى الله عليه وآله وسلم له بمائة مائة من خيبر انتهى وقد تقدم ذكره من عند الواقدي  
في ترجمة تميم بن أوس وفي ترجمة الطيب بن عبد الله الداري

٩٢٩٦ (يزيد) بن قيس بن الخطيم بن عدي بن عمرو بن سواد بن ظفر الانصاري الطفري  
ولدا الشاعر المشهور وهو كان يكنى . . قال العدوي شهد أحد أوجح يوم ثمانين عشرة  
جراحة وسماه النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم ثمانين أوقال أبو عمر تبعه لابن الكلبي شهد  
المشاهد واحد . . يوم حسم أبي ع

جزيرة قاله الزبير

٩٣٠٩ (يزيد) بن معاوية بن الاسود بن المطاب بن اسد بن عبد العزى القرشى الاسدى  
بوحنظلة . ذكره البلاذرى فيمن هاجر الى الحبشة في المرة الثانية واشهد يوم خيبر  
يقال بالطائف

٩٣١٠ (يزيد) بن معاوية السكاني . قال ابن حبان والمستغفرى له حجة واستدركه أبو  
وسى وغفل ابن حبان فاعاده في التاليفين

٩٣١١ (يزيد) بن معبد الجبلى . قال ابن أبي حاتم له وفادة روى عنه ابنه معبد وقال أبو  
عمر نعوه وزاد انه روى قيسى وقال ابن مندب يزيد وقيس ابني معبد حجة وأخرج حديثه ابن  
نايع والطبرانى وابن شاهين من طريق أبي يونس بن عتبة عن معبد بن يزيد عن أبيه يزيد بن معبد  
قال وفدت الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فسألني عن الجامة فيمن العمد من اهلهم فاردت  
أن أقول في بنى عبد الله بن الدول فسمعت أن أكذب به فقلت العمد منهم في بنى عتبة فقال  
صدقت ولا تنافي بين قولهم روى وحنفى ودولى فان الدولى بطن من بنى حنيفة وحنيفة قبيلة  
من ربيعة وأما قول أبي عمر فانه يسمي فانه كره عليه أهل النسب وقالوا الصواب انه حنفى  
وأخرج ابن أبي عاصم من طريق رباط بن عبد الحميد عن هانى بن يزيد عن أبيه ان اخاه  
قيس بن معبد وجارية بن ظفر اختلفا في منى كان بينهما فاضرب به قيس ضربة أبان يده وضربه  
جارية ضربة فاخذهما فيها الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال له هب لي بذلك فأبى  
فقال لي هب لي ضربة أخيك قلت هي لك يا رسول الله فدعا بالرزق والولد وقضى الجار  
ابن ظفر بديته يده في مال كان لقيس بن معبد

٩٣١٢ (يزيد) بن المقر . تقدم في يزيد بن عمرو

(حرف الياء - القسم الاول) (٦٦٣)

(يزيد)

٩٣١٣ (يزيد) بن المنذر بن سرح بمهمات ابن خنابس بضم الخاء المعجمة وتخفيف النون  
بن - ثمان بن عبيد بن عدى بن غنم بن كعب بن ساعدة الانصارى الخزرجى السلمي . ذكره  
بن اسحق فيمن شهد العقبة

٩٣١٤ (يزيد) بن أبي منصور . قال المستغفرى قال بعضهم له حجة وفيه اختلاف ثم  
خرج من طريق الليث عن ذؤيب بن نافع عن يزيد بن أبي منصور وكانت له حجة أن

٩٢٩٧ (يزيد) بن قيس بن هانى بن حجر بن شرحبيل بن عدى بن ربيعة بن معاوية  
الاكرمين البكندى . قال ابن السكلى وفد على النبي صلى الله عليه وآله وسلم وذكره في  
الصحابه ابن سعد والطبرى واستدركه ابن قتيون وابن الاثير ولاكن وقع عند ابن سعد والطبرى  
وابن قتيون كيس بكاف بدل القاف وبالشديد ورأيت في نسخة متقنة من الجهرة بالكاف  
وسكون الياء

٩٢٩٨ (يزيد) بن قيس . يأتي في ترجمة يزيد بن وقش

٩٢٩٩ (يزيد) بن قيس أخو سعيد . ذكره جعفر المستغفرى وقال انه من المهاجرين  
الاولين واستدركه أبو موسى

٩٣٠٠ (يزيد) بن كعب . وقع في التبريد في حرف الزاى يزيد بن كعبه والصواب يزيد  
٩٣٠١ (يزيد) بن كعب بن عمرو الام . ذكره المدوى وقال حبيب النبي صلى

الله عليه وآله وسلم لم يورثوه وأخوه . . . . .

(حرف الياء - القسم الاول) (٦٦٢) (يزيد)

ابن قتيون

٩٣٠٢ (يزيد) بن كعب النهري . في يزيد في الزاى

٩٣٠٣ (يزيد) بن كعب هو ابن أبي اليسر . يأتي

٩٣٠٤ (يزيد) بن كعب . في يزيد بن قيس

٩٣٠٥ (يزيد) بن مالك بن عبد الله الجعفى قال ابن حبان له حجة وقال غيره . . . . .  
الآتى فى الكنى

٩٣٠٦ (يزيد) بن المنجل الحارثى . تقدم في يزيد بن عبد المان وروى بن الحصين

٩٣٠٧ (يزيد) بن مربع . ذكره ابن منده ووقع في انابرا بن مربع بغير حجة وقيل  
اسمه زيد وقيل عبد الله وقدم سدح الشماخ بن ضرار بن يزيد بن مربع بن قيطى بن  
عمرو بن زيد بن جشم الأوسى فكانه هذا

٩٣٠٨ (يزيد) بن مسافع بن طلحة بن أبي طلحة بن عبد الدار القرشى العبدى . قتل  
أبو يوم أحد كفراد كره الزبير بن عكر والبلاذرى وقالوا انه قتل يوم الحرة وكان من مسلمة  
الفتح والافضل ما أدرك من الحياة للبويعات . . . . .



رسول الله صلى الله عليه وآله لم قال الحمد تفرى حياراً ثم قال اختلف فيه على الليث  
ه (فات) رواه عبد الرحمن بن ابيان عن الليث لكن قال عن ذؤيد عن أبي منصور وكانت له  
حكمة أخرجه الحسن بن سفيان في مسنده عن أبي الربيع الزهراني عنه وأخرجه عن قتيبة  
عن الليث لكن لم نقل وكانت له حكمة وثابته بونس بن محرز وعلي بن غراب وغيرهما وسأني  
مزيد لذلك في ترجمة أبي منصور في الكنى ان شاء الله تعالى ه (قلت) وفي النابغين يزيد بن أبي  
منصور ذكره ابن بونس فقال بصري سكن مصر ثم أفر بقيقه ثم رجع إلى البصرة وروى عن  
أنس وزاد ابن أبي حاتم بروى عن ذى اللحية الكلبي وذكره ابن حبان في الثقات لكن  
في أتباع التابعين

٩٣١٥ (يزيد) بن مزارع خمر والجمل . . . فإني الأصل ذكره ابن السكن وغيره في  
الصحاب وأخرج من طريق الوليد بن يزيد بن علي بن عباس بن يزيد بن شريحيل بن يزيد  
ابن مزارع خمر وعن أبيه علي بن أبيه عباس عن أبيه يزيد عن أبيه شريحيل عن أبيه يزيد  
بن الأبناء ورواه علي بن رسول الله صلى الله عليه وآله ولم في ثياب المديح وحق المذهب ودخل  
عليه يزيد في ثياب بياض فقال ما لكم لا تشبهون به هذا الزاهد في الدنيا الزعاب في الآخرة  
وعلقه ابن منده فقال روى الوليد بن يزيد ذكره بسند لكن اختصره قال عن أبيه عن يزيد  
انه وفد على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في ثياب بياض فمداها زهدا وكذا صنع أبو ذؤيد  
٩٣١٦ (يزيد) بن نيشة بنون ورواه في نسخة بمصر عن الفرشي العامري . . . ذكره  
ابن عساكر فقال قيل ان له حكمة رشدهم فدمشق ثم أخرج من طريق هشام بن عمار حدثنا  
الحيثم بن عمران حدثني حدث قال دخل يزيد بن نيشة على معاوية وقد سود لحيتة فقال من  
أنت قال عالمك يزيد بن نيشة قال لا تدخل علي حتى تعود لحيتك كما كانت وذكر أبو  
الحسين الرازي والدمع فها حكاه عن شيوخه الدمشقيين دار نيشة التي في سوق الرميحان هي  
ابن يزيد بن نيشة أمير معاوية على دمشق وهو أحد المشهورين في عهد دمشق حين فحمت وهو  
صحابي قرشي من بني عامر بن لؤي له حكمة وهو الذي حجه معاوية حين سود لحيتة

٩٣١٧ (يزيد) بن نعام . . . قال البخاري وابن حبان له حكمة وقال أبو حاتم الرازي لا حكمة  
له وحديثه مرسل وقال البغوي لا نعرف له معاً ما عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ونقل  
الترمذي في العلل عن البخاري ان حديثه مرسل وقال البغوي اختلف في حكمة غير ان أبا  
يكر بن أبي شبة أخرجه حديثه في مسنده (قلت) وفي الرواة يزيد بن نعام الضبي نابي  
بروى عن أنس

٩٣١٨ (يزيد) بن النعمان بن عمرو بن عرفة بن العاتق بن امرئ القيس بن دهل بن  
زينة السكندى . . . قال ابن الكلبي روى وأخوه حجر وعلس على النبي صلى الله عليه  
وسلم  
٩٣١٩ (يزيد) بن نعيم . . . ذكره الطبراني ولم يخرج حديثه فان كان هو الذي حده هزال  
نابي  
٩٣٢٠ (يزيد) بن نورة بن الحرث بن عدي بن جشم بن محمد بن حارثة بن الحرث  
بن هار . . . شهد أحد أو قتل يوم النهروان قاله ابن عبد البر وأخرج الخطيب في تاريخه  
طريق إسحق بن إبراهيم بن حاتم بن اسمعيل المدني قال كان أول قتل من اصحاب علي  
بن أبي طالب من النهروان رجل من الأنصار يقال له يزيد بن نورة شهد له رسول الله صلى الله عليه وآله  
لم بالحجة مرتين مرة باحد قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من جاز التل فلها الجنة فأخذ  
بذبيحته فضرب به حتى جاز التل فقال ابن عم له يا رسول الله اجعل لي ما جعلت لابن عمي قال  
فقاتل حتى جاز التل ثم أقبل . . . ان في قتل قتلاه فقال له ما رسول الله صلى الله عليه وآله  
لم كلاً كما قد وجبت له الجنة ولك يا يزيد على صاحبك درجة وأخرج ابن عقدة بسند له  
عفيف انه قتل مع علي بن أبي طالب يوم النهروان

٩٣٢١ (يزيد) بن قيس جليل بن عبد شمس . . . ذكر ابن اسحق انه استشهد بالجماعة  
للهرواية الاموية عن ابن اسحق واستدركه ابن فنعون وقال بعضهم فيه يزيد بن قيس وقال  
واقدى أخذ الريبة بالجماعة بعد سالم مولى أبي حذيفة فقتل

٩٣٢٢ (يزيد) بن يحيى السكوفي أبو الحسن . . . ذكره ابن عساكر وقال أدرك البغوي  
صلى الله عليه وآله وسلم ولا أعلم له رواية وقال سيف في استوح انه شهد البرموك وكان أميراً على  
بعض الكراديس ه (فات) وقد تقدم غير مرة أنهم كانوا الأيوبرون في الفتوح الا الصحابة  
٩٣٢٣ (يزيد) بن أبي اليسر بفتح الهمزة التميمية والمهملية واسم أبي اليسر كعب بن عمرو . . .  
ذكره ابن سعد وقال انه تزوج أم سعيد كنية بنت ثابت بن عتيك وكانت صحابية من  
المبايعات فولدت له أولاده سعيداً وعروة وسأني ذلك في النساء

٩٣٢٤ (يزيد) والدمع . . . فرق البغوي وابن شاهين بينهما وبين يزيد بن الاحنس  
٩٣٢٥ (يزيد) مولى سليم بن عمرو . . . ذكره موسى بن عتبة فبين استشهد من بني سواد  
من الأنصار يوم أحد واستدركه ابن فنعون وقد ذكره ابن عبد البر في ترجمة مرة تبعاً

٩٣٢٦ (يزيد) أبو عمرو... ذكره الطبراني وأخرج من رواية خطاب بن القاسم عن ابن اسحق عن عمر بن يزيد عن أبيه... سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ما من أحد يقتل مصفورا إلا عجز يوم القيامة فقال يا رب هذا قتلى عبثا فلا هو انتقم بقتلى ولا هو تركنى أعيش في أرضك

٩٣٢٧ (يزيد) والده الغضبان... له حديث رواه عن أبيه كذا في التجريد

(حرف الياء - القسم الاول) (٦٦٥) (يزيد - بسار)

٩٣٢٨ (يزيد) غير منسوب... ذكره ابن منده وقال له ذكر في حديث سراج بن بجاعة وأشار بذلك إلى ما أخرجه الطبراني وغيره من طريق هلال بن سراج بن بجاعة عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أعطاه أرضا بالمين وكتب له كتابا من محمد رسول الله لمجاعة بن مرارة من بني سليم أن أعطيتك أرض كذا وكذا فحين حاجه فيها فليأتني وكتب يزيد (قلت) فتأمل أن يكون يزيد بن أبي سفيان فإنه كان يكتب للنبي صلى الله عليه وآله وسلم

٩٣٢٩ (يزيد) الكرخي... تقدم في ابن حكيم

### (باب - ي - ز)

٩٣٩٠ (رداد) العارسي... تقدم في ازداد في الالف

٩٣٩١ (يزيد) بن أسمر المرادي ثم الرقي... قال ابن الكلبي شهد فتح مصر

٩٣٩٢ (يزيد) بن الأسود الغساني من بني ثعلبة بن كعب بن عمرو... ذكره ابن الكلبي في أول سورة فسطاط وكان يكنى أبا العيس وهو الذي دخل الروم مع جيلة بن الإهم أيام البرموك ثم رجع مشاهدا من معسكر غسان ولم يترك بالشام

٩٣٩٣ (يزيد) بن الأسود الحرشي أبو الأسود... قال ابن أبي حاتم جاهلي وقال مسلم كان قد يقال أبو عمرو أدرك الجاهلية وعداده في الشاميين وقال ابن منده ذكر في الصحابة ولا ثبت ثم أخرج من طريق يونس بن يسيرة قال قلت ليزيد بن الأسود يا أبا الأسود كم أتى عليك قال أدركت العزى تعبد في قومي وأخرجه البخاري... سمر عن سعيد بن عبد

العزيز عن يونس وذكره ابن... في المطبعة الأولى وقال ابن حبان في الثقات كان من العبادة الحسن وأخرجه أبو زرعة الدمشقي ويعقوب بن سفيان في تاريخهم ما يستخرج عن سالم بن عامر أن الناس فحطوا بدمشق فخرج معاوية بن يزيد بن الأسود فوفا قال أبو زرعة وحدثنا أبو... سمر عن سعيد بن عبد العزيز أن الضحاك بن قيس خرج يستنق بالناس فقال ليزيد بن الأسود قم يا كاهن وبه ان عبد الملك لما خرج إلى مصعب بن الزبير رحل معه يزيد بن الأسود وأخرج ابن أبي الدنيا من طريق هشام بن القار قال قال لي حبان بن النضر قال لي وأتته بن الاسقع فقدمي إلى يزيد بن الأسود ودخل عليه وهو مقبل فادوه ان هذا والله أخوك فبده فحمل بس ما جعلت كفه في كفي فجعل يرميها في صدره مرة وعلى وجهه ما وضع كف وأتته من يد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فركضوه فقلت على طي

(حرف الياء - القسم الثالث) (٦٧٤)

(يزيد)

انه غير الذي قبله

٩٣٩٤ (يزيد) بن أنيس الهذلي... له أدرك قال... سمر عن سعيد بن عمرو

عنه سلم بن جندب أخرجه البخاري في كتاب خلق أفعال العباد

٩٣٩٥ (يزيد) بن بشر الضبي... تقدم في بقة

٩٣٩٦ (يزيد) بن الحرث الشيباني... له أدرك وشهد الجند

تدور رحانا حول راية عامر... برانا بلا يطع السلافي

يلوذ بنا ركننا معه وبتقى... بنا غمرات الموت أهل المشاة

ونزل البصرة بعد ذلك ذكره المزياني

٩٣٩٧ (يزيد) بن حذيفة الاسدي... ذكره وثيمة في كتاب الردة فيمن ثبت

هو وابنه زفر وكان من أشرف بني أسد فالتحق بحالد بن الوليد قال وأرسل إلى بني أسد

بجندهم ما يات منها

بني أسد ما في طليعة خصلية... يطاع بها يا قوم في حي فقهس

٩٣٩٨ (يزيد) بن حمزة المري... تقدم في الحرث بن عوف

٩٣٩٩ (يزيد) بن ذى الآخرة الجساني... ذكره وثيمة في كتاب الردة انه كان من قام في

قتل الأسود والنمى بأمر النبي صلى الله عليه وآله وسلم وفي ذلك يقول بعد قتل الأسود

لعمرك ما يوم عدنان عصبة... عانة الاحساب غير انام



عداة جدهما في عس اصره . انما هما المشوح رأس مرم  
 ٩٤٠٠ (يزيد) بن رباب الاسدي . من ابن يونس شهيد وداود فجع مصر  
 ٩٤٠١ (يزيد) بن المشوح النخعي العامري . ذكر ابن يونس انه شهد فتح مصر وروى  
 عن زوال البحر وهو صاحب المصنف الذي في رفاق الطحاوي بالموصلة  
 ٩٤٠٢ (يزيد) بن شريك بن طارق التيمي الكوفي الفقيه والد ابراهيم . سكن الكوفة  
 روى عن عمر بن علي وأبي ذر وابن مسعود وحذيفة وغيرهم روى عنه ابنه ابراهيم واربعة  
 النخعي وجواب التيمي والحكم . وأخرون قال ابن مسعود كان عرب قومته  
 أبو موسى يقال ترك الجاهلية  
 ٩٤٠٣ (يزيد) بن ضرار الاسدي . تقدم في الشماخ وانه المعروف بزررد ابوضر  
 ويقال أبو الحسن أحو الشماخ وكان الاسدي قال المزياني أدرك الاسلام فألم وقال قصيد  
 التي أولها

عما القلب عن سلمى وقل الموادل

ويقول فيها

وقد ناموا في عالم الدهرائي . معن اذا جد الجراء وهائل

زعي لمن قادفته بأوايد . في هيا الساري وتعدى الرواجل

فن ربه منها بيت يلج به . كسامة حتى ليس للنام عامل

٩٤٠٤ (يزيد) بن عبيد الله بن الاصم بن شاذ بن النخعي بن ربيعة بن عبيد الله بن هلال  
 (حرف الياء - القسم الثالث) (٦٧٥)

العامري ثم الهلالي . توفي مع ميمونة أم المؤمنين في الهزم وهو بسم الهاء بميم هازا  
 أدرك ولابنه عبد الله بن يزيد ذكر في زبني مروان وقد حصد معاصم بن عبد الله بن  
 علي أسد بن عبد الله القسري بغير اسمان فحسه فقال

حيال حليل القسري فبرا . ليس على الصداقة ما حباتا في ابيات

ذكره ابن الكلبي سكن حمص

٩٤٠٥ (يزيد) بن عمرو الرابحي بختانية الشاعر بمرق بالاحوص الخاء المعجمة  
 ذكره المزياني في معجم الشعراء وقال انه مخضرم وله مع عتيبة بن مرداس المعروف  
 بسوء لشاعر قصه رسمها أبو بشر الأمدي زائدا

٩٤٠٦ (يزيد) بن عميرة الزبيدي . ويقال السكندري . كان الكلبي سكن حمص قال ابن  
 جميع أدرك الجاهلية وقال ابن سعد اتى أبي بكر وعمر وعجب هذيل وروى عن معاذ  
 وابن مسعود وغيرهم روى عنه أبو ادريس النخعي وعطية بن قيس وأبو قلابة ومعبد الخثعمي  
 ذكره ابن جميع فيمن أدرك الجاهلية من أصحاب معاذ وقال الجعفي من كبار التابعين وقال أبو  
 مسهر كان رأس أصحاب معاذ مالك بن هيرة وكان يزيد بن هيرة من رؤسهم  
 ٩٤٠٧ (يزيد) بن قيس بن تمام بن صاحب بن تمام بن مسعود بن كعب بن علوي بن عليان  
 ابن أرحب بن عامر بن مالك بن معاوية بن صعب بن دومان بن بكيل بن حشم بن حيران بن  
 نوف بن همدان الهمداني ثم الارحبي . له ادراك وكان رئيسا كبيراهم قال مجاهد بن سعيد لما  
 ارسله بن اعرص . بن كان أمير الكوفة له ثمان ثمار ليه أهل الكوفة فتوجه الى عثمان  
 فاجتمع فراء الكوفة فامر واعا بهم يزيد بن قيس هذائم كان مع علي في سرده وولاه شرطته ثم  
 ولاه بعد ذلك أصحابان والري وهمدان ويا عن القائل بعد ذلك يخاطب معاوية بن أبيات  
 معاوي ان لا تفرع السير نخونا . فبايع عليا أو يزيد الجاني

قال ابن الكلبي اسم هذا الذي قال الشعر ثمانية

٩٤٠٨ (يزيد) بن قيس بن عبيد الله بن معاوية بن النسيطان بن بكر بن عوف بن النخعي  
 له ادراك وكان ولده عبد الله بن يزيد من أصحاب علي ومات بالكوفة فعلى عليه علي  
 هشام بن الكلبي

٩٤٠٩ (يزيد) بن قيس بن قيس بن مالك بن سعد . ذكر سيف في الفتوح ان عكرمة بعثه  
 كندة لما فرق أصحابه فيهم أيام الردة وذكره الطبري واستدركه ابن قتيون والله أعلم

٩٤١٠ (يزيد) بن قيس بن يزيد بن الصعق وهو لقب وامه عمرو بن الحرث بن خويلد  
 بن نوفل بن عمرو بن كلاب بن ربيعة الكلبي . وقيل ان الصعق لقب خويلد ذكر  
 المزياني جده يزيد بن الصعق وأشدله هجرافي بني تميم وانه كان في زمن النعمان بن المنذر  
 وأما يزيد بن قيس فكانت له أبو المختار ذكره أيضا المزياني في معجم الشعراء وذكر انه نظم  
 قصيدة تشكو وال . " سرية قالوا الى عمر فاجابه . انما لك بن غلاب وذكره " عن علي

(حرف الياء - القسم الثالث) (٦٧٦)

٩٤١١ (يزيد) بن حماد وسهم بن حمص وعمرهما . قال أبو المختار بن يزيد بن قيس بن أمية في كلمة رفع فيها

على جمال الأهواز وغيرهم التي عمر بن الخطاب وهي

• أبلغ أمير المؤمنين رسالة • فانت أمين الله في الهوى والامر  
وانت أمين الله في الامن يكن • أمين الرب العرش بسلامه صدرى  
فلانه عن أهل الرساتيق والفري • يسعون مال الله في الاذم والوفر  
فارسل الى الحاج فاعرف حسابه • وارسل الى جزيه وارسل الى بشر  
ولاته بن النافه بن كلاهما • ولا ابن غلاب من سرية بن نصر  
وما عاصم منها بصغر عاية • وذلك الذي في السوق مولى بن بدر  
وارسل الى النعمان فاعرف حسابه • وصهر بن غزوان الى لذو خير  
وشبلا فسله المال وابن مجرش • فقد كان في أهل الرساتيق ذا ذكر  
فقاسمهم نعى فداؤك انهم • يرضون ان قاسمهم منك بالنظر  
• ولاندعوني للشهادة اني • اغيب ولكني ارى عجب الدهر  
نوب اذا آتوا ونقر واذا غزوا • فان لهم وفراولس نادوى ومصر

اقصر المرزبان على بعضاه زاد في آخرها بعد البيت الثالث

• اذا التاجر الهندى جاء بفارة • من المسك راحت في مناره تم تجرى  
قال فقاسم عمر هؤلاء القوم فاخذ شطرا موالهم حتى اخذ نعلان ترك نعلين لا وكان فيهم أبو بكر  
فقال اني لم ألت شيئا فقال أخوك على بيت المال وعشور الابله فم يعطيك المال تجرى  
فاخذ منه عشرة آلاف ويقال قاسمه فاخذ شطرا ماله قال والحاج الذي ذكره هو ابن عتيك  
الثقي وكان على الفرات وجزيه معاوية عم الاحنف وكان على سرف وبشر بن محبوب  
كان على جندی سابور والنافان أبو بكره نفع ونافع بن الحرث بن خلدة أخوه وابن غلاب  
خالد بن الحرث من بني دهمان بن نصر بن معاوية بن بكر بن هوازن كان على بيت المال باصهار  
وعاصم بن قيس بن المات كان على منادرو الذي على السوق سمرة بن جندب كان على سوز  
الاهواز والنعمان بن عدي بن نضلة ويقال نضلة بن عبد العزيز بن حرمان أحد بني عدي بن  
كعب كان على كور وجبله وهو الذي قال • من مبلغ الحسناء ان حليلها الايات وصهر بن  
غزوان مجاشع بن سعد الحمي كانت عنده ابنة عتبة بن غزوان وكان على صدقات البصر  
وشيل بن معبد الجلي الاحمي كان على قبض المغانم وابن مجرش أبو مريم الحنفي كان على  
رامهرمز وكان على حصر الفرات قال المرزبان فاجابه خالد بن غلاب

أبلغ أبا المختار عي ربه • ومال دافري اليك ولا صهر  
وما كان مالي من جبابه سربة • فتصلي بمن يؤلف في الشعر  
ومن هذه القصيدة

مقادير في دار الحفظ طاعم • طاعين يوم البؤس بالاسل الصهر  
وسابقة تنسى السنان فضولها • اكشفها عن ماض ذي أثر

٩٤١٢ (يزيد) بن محمد • في يزيد بن محمد

(حرف الياء - القسم الثالث) (١٧٧) (يزيد - يسار)

٩٤١٣ (يزيد) بن مري بن عبدود بن أميد بن كعب الصائدي بن شراحيل بن  
عمر بن جشم بن صائد الحمدي ثم السائدي • له ادراك وكان ولده محمد بن أحماب ابن  
الحنفية وشهد مع المختار بن أبي عبيد مشاهدته ذكر ذلك ابن الكلبي

٩٤١٤ (يزيد) بن معاوية بن عبيد بن قيس بن عبيد بن راس بن كلاب بن ربيعة بن  
عامر بن صعصعة الرواسي أبو داود الشاعر • ذكره المرزبان وقال نخصره وأنشد له من  
أبيات

نواصل أحيانا ونصرم نارة • وشرا الاخلاء الخليل الممزج

وذكره ابن الكلبي فلم يزد على وصفه بالشاعر

٩٤١٥ (يزيد) بن مغفل بن عوف بن عمار بن كليب العامري • تقدم نسبه في ترجمة  
أخيه زهير ولهما ادراك واستشهدا جميعا بالهادسية ذكر ذلك ابن الكلبي وذكر المرزبان في  
معجم الشعراء يزيد بن مغفل الكوفي وأنشد له قوله وهو مقاتل مع الحسين بن علي وقتل  
حينئذ

ان تنكروني فانا ابن المغفل • شك لك لدى الهجاء غير أعزل

وفي يميني نصف سيف منصل • أعلوبه الفارس وسط القسطل

فاما ان يكونا اثنين أو احد القولين في مكان قتله خطأ

٩٤١٦ (يزيد) بن الجهم المرادي أخو عبد الرحمن • له ادراك قال بن بونس • وهو دفع

مصر

٩٤١٧ (يزيد) بن ناسية اللخمي من بني محرز بن سودة • كان شعره يفاهم وله ادراك قال

ابن بونس شهد فتح مصر وله رواية عن أبي ذر روى عنه يزيد بن عمر والمعاذ



٩٤١٨ (يزيد) بن نعيم بن شجرة بن زيد النخعي ثم الابدعاني . له ادراك قال ابن بونس  
شهد فتح مصر وكان من الفرسان الممدودين

٩٤١٩ (يزيد) بن محمد الحمداني والد عبد خير . ذكره أبو عمر في ترجمة ولده وأور  
من رواية عبد الملك بن باع قال قلت لعبد شير يا أبا حمزة لقد كبرت فكأنني عليك قال عشرين  
ومائة سنة قلت فهل تذكر من أمر الجاهلية شيئا قال لم أذكر إنني طغت قدرا فقلت  
أطعمنا فقلت حتى يبيأ بولك فجاءني فقال أنا ما كتب رسول الله صلى الله عليه وآله  
بها من غنم المينة فكما أناها وعكنا أو رده البضاري في نار يخه وأبو دلي من رواية عبد  
قال ابن فضال وأورده أبو عمر في ترجمة ولده عبد خير وهو على شرطه ولم يفرده . (قلت  
لكثر قال يزيد بن محمد فخرته وأما هو محمد بن عبد بنم أوله وسكون الحاء المهملة وكسر الميم  
قيل أنه عبد خير بن محمد ويحتمل أن يكون من قال ذلك نسبة إلى حده

### باب - ي - ز

٩٤٣٣ (يزيد) بن أبي أوفى . صوابه زيد أوله زاي كاتقدم في حرف الزاي  
٩٤٣٤ (يزيد) بن حارثة . ذكره ابن قانع واستدركه ابن الدباغ على ابن عبد البر فوه  
قال ابن عبد البر ذكره على الصواب فقال يزيد بن سيف أو يوسف ولم يسم حده فظن ابن  
الدباغ أنه لم يذكره وأن ابن قانع نسبته لجدده وقد نسبته على المولى البغوي وأن السكون  
والطبراني وساقوا حديثه كاتقدم

٩٤٣٥ (يزيد) بن حارثة بن عامر بن العطار . ذكره ابن شاهين وذكره زيد بن  
حارثة بن مجمع بن العطار وهما واحد وهو ابن حارثة بن عامر بن مجمع بن العطار كاتقدم  
في الأول

٩٤٣٦ (يزيد) بن حارثة آخر . يأتي قريبا في يزيد بن خارجة بن عامر  
٩٤٣٧ (يزيد) بن حصين بن غير السكوني الحمصي . من صفار التابعين مات في خلافة  
يزيد بن عبد الملك سنة ثلاث ومائة وكان سليمان بن عبد الملك ولده من ثم ولاه عمر بن عبد  
العزيز وكان شهيد مع مروان بن الحكم دخوله مصر وأبوه حميد بن غير وهو الذي استخلفه  
مسلم بن عقبة المري بعد وفاة الحرة على العسكر الذي غزا به المدينة النبوية في خلافة يزيد بن  
معاوية فغزا حصين مكة وحاصر ابن الزبير حتى بلغهم وفاة يزيد بن معاوية وأبست الحصين حصينة  
فبذلوا عن ولده وأما التيس على من ذكره في الصعابة بأحرف واقفة في اسمه واسم أبيه كاتقدم

### في الأول

٩٤٣٨ (يزيد) بن سطة . جاء ذكره في حديث إبراهيم بن عبد الأعلى عن جدته عن  
أبيها يزيد بن حنظلة قال خرجنا ومنا وائل بن حجر فاحداه عبد له فخرج القوم أن يحلفوا  
لخلف بالله أنه أثنى الحديث أخرجه البغوي عن هرون الخال عن يزيد بن هرون عنه قال هرون  
مرة أخرى سويدي حنظلة وكان يزيد يشك فيه . (قلت) رواه أحمد في مسنده عن يزيد  
(حرف الياء - القسم الرابع) (٦٨١) (يزيد)

فقال عن سويديم يشك فيه وكذا قال البغوي رواه غير يزيد عن إسرائيل . (قلت) هو عند أبي  
داود وابن ماجه وغيرهما من طرق عن إسرائيل كذلك وذكر يزيد فيه وهم

٩٤٣٩ (يزيد) بن خارجة الانصاري . استدركه ابن فضال عن يزيد بن معاوية عن عثمان بن حكيم  
عن تصهيف قال البغوي حدثنا سويدي بن سعيد حدثنا امرئان بن معاوية عن عثمان بن حكيم  
عن خالد بن سلمة عن موسى بن طلحة عن يزيد بن خارجة الخزرجي سألت النبي صلى الله عليه  
وآله وسلم كيف صلى عليك الحديث والصواب زيد أوله زاي وقد أخرجه البغوي هناك من  
وجهم بن عثمان وكذا هو عن أحمد والنسائي من طريق عيسى بن يونس عن عثمان وأخرجه  
ابن أبي عاصم من طريق عيسى لكن قال خارجة بن زيد وهو موقوف وقد وهم فيه سفيان  
أخر فخرجه أبو نعيم من طريق مطين عنه فقال يزيد بن حارثة حرف اسمه والصواب  
خارجة والله أعلم

٩٤٤٠ (يزيد) بن حمير الغربي . نزل حصن في إمارة معاوية كذا ذكره ابن شاهين  
فوهم فانه تابعي معروف أكبر شيخ له أبو الدرداء وقد ذكره البضاري وابن أبي حاتم وابن حبان  
 وغيرهم في التابعين

٩٤٤١ (يزيد) بن سلمة . ذكره البغوي وأورده من طريق سعيد بن مسروق عن ابن  
أشوع عن يزيد بن سلمة قال قلت يا رسول الله أني سمعت منك حديثا كثيرا وأخاف أن  
أنساه الحديث قال البغوي أظنه غير الجعفي . (قلت) فقد أخرجه ابن منده من طريق ابن  
أشوع فقال عن يزيد بن سلمة الجعفي وأخرجه الترمذي كذلك وتقدم على الصواب في القسم  
الأول

٩٤٤٢ (يزيد) بن حصار . ذكره أبو بكر بن أبي علي وأخرج من طريق اسماعيل بن  
عياش عن ابن خيثم عن جعفر بن يزيد بن حصار العبدي عن أبيه رفته لا يشرب في الخرف

والجر والتعير (قلت) محضه بعض الرواة عن اسمعيل وانما هو زيد أوله زاي وقد أورد ابن منده من وجه آخر عن اسمعيل فقال عن جعفر بن زيد عن أبيه علي الصواب

٩٤٤٣ (يزيد) بن طلحة بن ركانة . . قال المستغفرى ذكره يحيى بن يونس الشيرازى فى الصحابة وأورد له من طريق مالك عن سلمة بن صفوان عنه رفعه لكل دين خلق وخلق الاسلام الحياه قال المستغفرى هذا مرسل ويزيد هذا هو أخو محمد بن طلحة بن ركانة تابعى معروف وقال ابن أبي حاتم روى عن أبيه ومحمد بن الحنفية وذكره ابن حبان فى ثقات التابعين وقال روى عن أبي هريرة ومات فى أول خلافة هشام بن عبد الملك وذكر ابن عبد البر ان جمهور الرواة عن مالك قالوا هكذا وقال وكيع وحده عن يزيد بن طلحة عن أبيه زاد فيه عن أبيه وقال ورواه يحيى بن يحيى الليثى كالجهمور فقال زيد بن يزيد وقال ابن عبد البر يكون على قول وكيع الحديث مسندا كذا قال ولم يذكر طلحة فى الاستيعاب وعليه فيه تعقب آخر فان الذى أخرجه الدارقطنى فى غرائب مالك من طريق وكيع قال عن مالك عن سلمة عن يزيد بن ركانة عن أبيه فعلى هذا الصفة لكانة قال الدارقطنى ورواه على بن زيد الصدائى عن مالك كذلك لكن قال يزيد بن طلحة بن ركانة

(حرف الياء - القسم الرابع) (٦٨٢)

٩٤٤٤ (يزيد) بن عبد الله بن ركانة بن المطلب المطلى . . ذكره بعضهم فى الصحابة الحديث أرسله أخرجه البيهقى فى الدعوات من طريق إبراهيم بن المنذر عن الحسن بن زيد عن جعفر بن محمد عن أبيه عن يزيد بن عبد الله بن ركانة بن المطلب قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا قدم اليه الجنازة ليصلى عليها قال اللهم عبدك وابن عبدك احتاج الى رحمتك الحديث

٩٤٤٥ (يزيد) بن عبد الله بن الشخير أبو العلاء أحد كبار التابعين . . ذكر أبو موسى فى الذيل ان يحيى بن عبد الوهاب بن منده استدركه على جده وأورد من طريق هشيم عن يونس بن عبيد عن يزيد بن عبد الله بن الشخير وأظنه رأى النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال ان الله يبتلى العبد فيما أعطاه فان رضى بارك له وان لم يرض لم يبارك له انتهى وقول من قال أظنه رأى النبى صلى الله عليه وآله وسلم غلط فان البخارى روى فى تاريخه من طريقه انه ولد قبل الحسن بعشرين سنين وكان مولد الحسن فى أواخر خلافة عمر فيكون مولد يزيد فى خلافة

أبى بكر

٩٤٤٦ (يزيد) بن عبد الرحمن . . ذكره أبو نعيم وأخرج من طريق عاصم بن عبد الله عن عبد الرحمن بن يزيد عن أبيه رفعه قال أرقاءكم أرقاءكم الحديث قال أبو نعيم يقال انه يزيد ابن حارثة قال ابن الاثير هو وبلا شبهة وقد تقدم الحديث المذكور فى زجته

٩٤٤٧ (يزيد) بن عبد المزى حجازى . . استدركه أبو موسى وأخرج ابن ماجه من طريق أبوب بن موسى عنه رفعه يعق عن الخلام ويزيد هذا تابعى قال البخارى انما روى هذا الحديث عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم ولم يثبت صحبة أبيه أيضا

٩٤٤٨ (يزيد) بن عبيد السلى أبو وجزة . . ذكره ابن شاهين فى الصحابة وأخرج من طريق ابن أبي ذئب عن عبد الله بن محمد بن عمرو بن حاطب عن أبي وجزة يزيد بن عبيد قال اقبل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من غزوة تبوك أنا وفدئى فزاره فمهم خارجه ابن حبيب والحديث بن قيس وهو أصغرهم فزولوا فى دار له ببيت الحارث وهذا مرسل وأبو وجزة تابعى مشهور بالسعدى وقد أخرج هذا الحديث الواقدي فى المغازى من هذا الوجه فقال فى سيافة عن أبي وجزة السعدى وقد حكي المزيانى عن المبرور أن أباه وجزة سلمى الاصل وانما قيل له السعدى لانه نزل فى بيت سعد (قلت) والحديث المذكور من مراسيله وحديث أبي وجزة هذا فى السنن عن عمر بن ابي سلمة المخزومى روى عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم وكان شاعرا مشهورا سكن المدينة ومات بها ثلاثين ومائة

٩٤٤٩ (يزيد) بن عمرو . . عنه المستغفرى فى الصحابة استدركه ابن فضون وقد ذكره أبو عمر لكانة يزيد بن عمرو وقد ثبت الخلاف فيه فى القسم الاول

٩٤٥٠ (يزيد) بن عمرو . . ذكره المستغفرى فى الصحابة وأخرج من طريق أبوب عن ميمون بن مهران قال كتب الى ابن عمر بن يزيد بن عمرو عن نكاح رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بميونة فسأله فقال نكحها حلالا (قلت) ويزيد هذا هو يزيد بن الاصم وقد ذكره ابن منده وقد تقدم ذكره فى القسم الثانى

(حرف الياء - القسم الرابع) (٦٨٣)

٩٤٥١ (يزيد) بن كعب . . قيل هو اسم الهزلى المذكور فى حديث عمر بن سلمة الضمرى الماضى فى زجته ذكره ابن عبد البر والصواب زيد كما تقدم ذكره الدارقطنى وغيره

٩٤٥٢ (يزيد) بن محمد والد عبد خير كذا ذكره ابن فضون وابن الامين والذهبي والصواب



علم اسماء الرجال نصف علم الحديث

صفحة ٣٨٥ تا ٣٨٥

## الكتاب المستطاب

ج اسماء الرجال الامناء العدول الذين هم اعمدة الدين وحلّة اخبار الرسول

مكتبة

علامه الشهير والمحدث الكبير أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

٨٥٢ هـ

٧٢٣

دار الكتب العلمية الناشر

١١ كورونانديتوره - كورونانديتوره (بستان)

111

يزيد بن محمد بن بضم الياء الثخانية اوله وسكون الحاء وكسر الميم  
٩٤٥٣ (يزيد) بن المزين بن قيس بن عدي بن امية الانصاري الخزرجي . . قال ابو عمر  
بماه الواقدي وبماه الجمهور زيدا وهو الصواب

٩٤٥٤ (يزيد) بن معبد القيسي الرابي البجلي . . وهم من جعله غير يزيد بن معبد الحنفي  
لدول هو واحد

٩٤٥٥ (يزيد) بن المعمر الخيري . . استدركه ابن قعون فوهم فانه يزيد بن عمر الذي  
ذكره ابو عمر

٩٤٥٦ (يزيد) بن دهم بن هزال الاسلمي . . تابعي مشهور أرسل حديثا فاستدركه  
الاشعري وتبعه ابن الاثير فوهم والحديث اورده من مسند بقي بن مخلد معروف من روايته  
عن ابيه وزيد قد ذكره البخاري ومسلم وابن ابي حاتم وابن . . وغيرهم في التابعين

٩٤٥٧ (يزيد) بن عمران الشامي . . ذكره ابن شاهين في الصحابة فوهم وانما روايته عن  
المقدم عن الذي من النبي صلى الله عليه وآله وسلم وهو يصلي . . يقول وقال ابن ابي حاتم يزيد بن  
عمران قال رايت رجلا يقول لمقدمه حجة فكأن ابن شاهين ظن ان الضمير في قوله له حجة  
ابن زيد وانما هو للرجل المقعد

٩٤٥٨ (يزيد) ابو عبد الله . . تقدم انه تصحيف

٩٤٥٩ (يزيد) والد عبد الله بن يزيد الخطمي . . روى حديثا انما الرقوب وفيه نظر وكذا  
أورده ابن منده وابن الاثير فوهم لانهم قد ذكروه وهو يزيد بن حميد

٩٤٦٠ (يزيد) ابو هاني الحنفي . . استدركه ابو موسى وأخرج من طريق هاني بن يزيد  
عن ابيه ن أحاه بشر بن معبد وجارته بن ظرافة فوهم في استدركا فانه يزيد بن معبد  
الذي ذكره ابن منده

٩٤٦١ (يزيد) العقيلي . . أرسل حديثا فذكره المستغفري في الصحابة وقال لا أعرف له  
صحبة (قلت) جزم ابن ابي حاتم بأن حديثه من سبل ورواه بقرينة عن نافع بن يزيد عن نافع بن  
سليمان عن يزيد العقيلي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم . . لم سيكون في أمي قوم يسد  
الله بهم الثغور والمحدث

٩٤٦٢ (يزيد) والد حكيم . . روى حديثه جاد بن سامة عن عطاء بن السائب عن حكيم بن  
يزيد عن ابيه والصواب عن حكيم بن أبي يزيد كاساني في السكتي

يزيد بن ابراهيم التاشي تخلصه طفا  
 اعلمت ابراهيم و البصري القاض بن  
 البصرة واحد ضعيف من الطائفة  
 مات قبل العشرين  
 يزيد بن ابراهيم التاشي تخلصه طفا  
 سكن البصرة وفتح المشاة ثم اقبل  
 البصرة ابو سعيد ثقة ثبت الا في رواية  
 عن قتادة فغيره اين من كبار الساجدة  
 سنة ثلث وثمانين على المصمك  
 يزيد بن الاسود اديب الاسود  
 يقال القاض مصالي تولى الطائف و  
 وهو من ذكره في الكوفيين  
 يزيد بن الاحم واسمه يزيد بن عبد الله  
 مكابدة البكائي يفتح الموعدة وانشأ  
 ابو حنيفة كوفي تولى الرقة وهو ابن اخيه  
 ميمونة ام المؤمنين يقال له رواية ولا  
 يثبت وهو ثقة من اشاهة ثمان مئة ثلاث  
 وثلثة  
 يزيد بن امية ابوسنان الثاني مشهور  
 بكنية ثقة من الثانية وفتح مشاة في القها  
 يزيد بن امية القرشي شيخ لعمر بن در  
 جهمول من السادسة

يزيد بن ابراهيم التاشي تخلصه طفا  
 اعلمت ابراهيم و البصري القاض بن  
 البصرة واحد ضعيف من الطائفة  
 مات قبل العشرين  
 يزيد بن ابراهيم التاشي تخلصه طفا  
 سكن البصرة وفتح المشاة ثم اقبل  
 البصرة ابو سعيد ثقة ثبت الا في رواية  
 عن قتادة فغيره اين من كبار الساجدة  
 سنة ثلث وثمانين على المصمك  
 يزيد بن الاسود اديب الاسود  
 يقال القاض مصالي تولى الطائف و  
 وهو من ذكره في الكوفيين  
 يزيد بن الاحم واسمه يزيد بن عبد الله  
 مكابدة البكائي يفتح الموعدة وانشأ  
 ابو حنيفة كوفي تولى الرقة وهو ابن اخيه  
 ميمونة ام المؤمنين يقال له رواية ولا  
 يثبت وهو ثقة من اشاهة ثمان مئة ثلاث  
 وثلثة  
 يزيد بن امية ابوسنان الثاني مشهور  
 بكنية ثقة من الثانية وفتح مشاة في القها  
 يزيد بن امية القرشي شيخ لعمر بن در  
 جهمول من السادسة

اشتهر في شهوة بدر و قيل اسمه  
 استعمل بالجماعة  
 يزيد بن جارية بالكيم الاسدي  
 مغوية مقبول من النباشة وقيل اسمه  
 زيد وقيل هو ابن نجيم بن جارية لان  
 اما اخوه فصالي وهذا هو الراجح  
 يزيد بن حازم بن زيد الكندي  
 البصري ابو بكر اخو جرح ثقة من الساجدة  
 مات سنة ثمان واربعمائة  
 يزيد بن ابي حبيب المقري البصري  
 واسم ابيه سويد واختلف في ولادته  
 ثقة فقيه وكان يرسل من الخاصة  
 مات سنة ثمان وعشرين وقد تولى  
 الشبانين  
 يزيد بن جرح الشامي مجهول من الساجدة  
 يزيد بن ابي حكيم العدني ابو عبد الله  
 صدوق من الساجدة مات بعد سنة  
 عشر  
 يزيد بن حميد الصبيعي يفتح المعجزة  
 وفتح الموعدة ابو النجاشي يثناة ثم  
 ثمانية ثقيلة و آخره مهمل بعد  
 مشهور بكنية ثقة ثبت من الساجدة  
 مات سنة ثمان وعشرين

يزيد بن ابراهيم التاشي تخلصه طفا  
 اعلمت ابراهيم و البصري القاض بن  
 البصرة واحد ضعيف من الطائفة  
 مات قبل العشرين  
 يزيد بن ابراهيم التاشي تخلصه طفا  
 سكن البصرة وفتح المشاة ثم اقبل  
 البصرة ابو سعيد ثقة ثبت الا في رواية  
 عن قتادة فغيره اين من كبار الساجدة  
 سنة ثلث وثمانين على المصمك  
 يزيد بن الاسود اديب الاسود  
 يقال القاض مصالي تولى الطائف و  
 وهو من ذكره في الكوفيين  
 يزيد بن الاحم واسمه يزيد بن عبد الله  
 مكابدة البكائي يفتح الموعدة وانشأ  
 ابو حنيفة كوفي تولى الرقة وهو ابن اخيه  
 ميمونة ام المؤمنين يقال له رواية ولا  
 يثبت وهو ثقة من اشاهة ثمان مئة ثلاث  
 وثلثة  
 يزيد بن امية ابوسنان الثاني مشهور  
 بكنية ثقة من الثانية وفتح مشاة في القها  
 يزيد بن امية القرشي شيخ لعمر بن در  
 جهمول من السادسة



فراش بكسر الفاء انمصرى بعد. من  
الثالث ولما رجع ان شهد فتح مصر  
الاول.

٣٢ **يزيد بن مروان** الذي مولى آل الزبير  
ثقة. من الخامسة مات سنة ثلثين  
ومروايتن الى هجرة مرسلة.

٣٣ يزي بن زريق بن قديم الزاي مصفر  
البصري ابو معاوية ثقة ثبت من  
الثامنة مات سنة اثنتين وعشرين

٣٢  
يزيد بن زياد بن أبي الجعد الاشجري  
الكوفي صدوق من السابعة :-

٦٠  
يزيد بن زيايد بن ابي رياق وقد ينسب  
لجدة مولى بني مخزوم عدني ثقة . م  
السادسة -

٣٦ يزيد بن زواد ابن أبي زياد القرشي  
المرقسي متروك من الأئمة

في سنة ١٠٠٠ هـ في ابي زياد الهاشمي من اهل  
البحرين في سنة ١٠٠٠ هـ في ابي زياد الهاشمي من اهل  
البحرين في سنة ١٠٠٠ هـ في ابي زياد الهاشمي من اهل

مكتبة  
مكتبة  
مكتبة

عمر۔

٥٥٠ **يزيد بن أبي سعيد المدني** مولى الهزري  
مقبول من السادسة.

يزيد بن أبي سعيد التميمي أبو الحسن  
القرشي من آل المروزي صاحب من  
السادسة قتل ظالماتة أحد وثلاثين

٢١ يزيد بن سفيان بن حرب الأموي  
اخو معاوية صغابى مشهوراً بامر على

دمشق حتى مات بها سنة ١٠٠٠ هـ  
بالدلالة

۳۲ یزید بن زبیر  
صاحب دیوبند و قائل تہتم کوئی نہ کوئی۔  
۳۳ یزید بن ابی ساریان الکوفی مقبول۔

من السادسة  
يحيى بن السمط الصنعاني أبو السمط

الدمشقي الفقيه ثقة إخطأ المحاكم  
في تضعيفه من كبار التاسعة مات  
بعد الستين -

هم يفرين بن ابي سمية بمحلة مصر  
المرحلة الاولى بمحلة مصر  
المرحلة الثانية بمحلة مصر

١٥ يزئيل بن عديس بعهم الرملة ساكن  
الموحدة الاصبحى المصرى من دول من

الغاشق  
يزيد بن مهيبة الكوفي أبو عثمان  
المعروف بالقفير بفتح الفاء بعدها  
تاء قيل له ذلك لأنه كان يشبه  
نفاظ ظهره ثقة من الزراعة.

يزيد بن هبيرة في ابن سقاسم -  
يزيد بن خلق مجرول - من السادسة

يزيد بن طهمان الدقا شمس أبو المعتم  
المصري نزيل الحيرة بالمهملته ثقة  
من السادسة.

يزيد بن عامر بن الاسود العامري  
ثم السوائي بضم الميم المملوطة عاصي لسيده  
حنان -

يزيد بن عبد الله بن أسامة بن الهيثم  
الليثي أبو عبد الله المديني ثقة مكرم  
من الخامسة مات سنة تسع وثلثين

يزيد بن عبد الله بن خُصيفة بن  
ثم مهمل بن عبد الله بن يزيد الكندي  
المدني وقد ينسب له ثقة - من  
الخامسة -

- ١٤٠ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** تقدم الزاي مصغر الشامي ابو عبد الله القرشي مقبول - من العاشرة -
- ١٤١ **يزيد بن عبد الله بن الشخير** كرم المعجمة وتشديد المعجمة العامري ابو العلاء البصري ثقة - من الثانية مائة سنة احدى عشرة ومائة اى قبلها وكان مولده في خلافة هرون من زعموا له رواية -
- ١٤٢ **يزيد بن عبد الله بن قيس** بقاء ومهملتين مصغر ابن اسامة الليثي ابو عبد الله المدني الاخرم ثقة - من الرابعة مائة سنة اثنين وعشرين وله تسعون سنة -
- ١٤٣ **يزيد بن عبد الله بن يزيد** بن ميمون بن مهران اليماني تولى مكة ابو محمد مقبول - من عطاء السبعة -
- ١٤٤ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - كتاب السابعة -
- ١٤٥ **يزيد بن عبد الله بن ميمون** بن ميمون بن مهران اليماني تولى مكة ابو محمد مقبول - من عطاء السبعة -
- ١٤٦ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - كتاب السابعة -
- ١٤٧ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - كتاب السابعة -
- ١٤٨ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - كتاب السابعة -
- ١٤٩ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - كتاب السابعة -
- ١٥٠ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - كتاب السابعة -

- ١١٩ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٠ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢١ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٢ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٣ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٤ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٥ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٦ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٧ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٨ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٢٩ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٠ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣١ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٢ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٣ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٤ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٥ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٦ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٧ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٨ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٣٩ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٠ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤١ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٢ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٣ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٤ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٥ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٦ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٧ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٨ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٤٩ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -
- ١٥٠ **يزيد بن عبد الله بن زكريا** الكوفي ثقة - ابي -

العاشرة

يزيد بن قطيب السكوني مقبول من

السادسة

يزيد بن القعقاع ابو جعفر في

الكنى

يزيد بن ابي كبشة السكوني الدمشقي

مقبول من الثالثة

يزيد بن كعب العدوي بضم م مهمل

وسكون الواو البصري بجره

السادسة

يزيد بن كيسان الشكري البوسهلي

او ابو مثنى بنون مصغر الكوفي صدوق

يخط من السادسة ايضا

يزيد بن كيسان ابو حفص مقبول

من السادسة ايضا

يزيد بن ابي مالك هو ابن عبد الرحمن

يزيد بن محمد بن خثيم معجمة و

مثلية مصغر مقبول من السادسة

يزيد بن محمد بن عبد الصمد بن عبد

الله الدمشقي ابو القاسم القرشي موثق

صدوق من الحادية عشرة مات سنة

سبع وسبعين وله تسع وسبعون سنة

يزيد بن محمد بن فضيل الراسبي

يزيد بن معاوية الكوفي البوشية لا

باس به من الثامنة

يزيد بن معاوية البجلي بفتح الموحدة

وتشديد لكاف وبالماء قليل له صفة

يزيد بن المغلس بن عبد الله البجلي

ابو خالد البصري ابن ابي ريث

التاسعة

يزيد بن المقدام بن نعيم الكوفي

الذي صدوق اخف عبد الحق في

تضعيفه من التاسعة

يزيد بن مقسم الشقي مولاهم الطائي

ويعرف بابن منية وهي امه مقبول

من الخامسة

يزيد بن مكسر في ايوب بن

عبد الله

يزيد بن ابي منصور الانديزي

البصري لابن به من الخامسة و

دع من ذكره في الصرامة

يزيد بن مهران الازدي ابو خالد

النجاشي الكوفي صدوق من العاشرة

مات سنة تسع وعشرين

يزيد بن ابي نوبة بضم النون سكون

المنجعة السوي مجبول من الخامسة

يزيد بن نعمة الضبي ابو مودود

البصري مقبول من الثالثة ولم يثبت ان له

يزيد بن نعيم بن هزال الاسدي مقبول

من الخامسة وروايته عن حماد

مرسلته

يزيد بن بزمان بكسر النون وسكون الميم

ابن يزيد المدني بفتح الميم وكسر الحاء

المهمل بينهما ذال معجمة ساكنة ثم

ميم ثقاة عابد من الثالثة ويقال له

ابيه عن وان

يزيد بن الهادي ابن اسام

تقدم

يزيد بن هارون بن راذان السلمي

مولاهم ابو خالد الواسطي ثقة متقن

عابد من التاسعة مات سنة ست

وما بين وقد قارب التسعين

يزيد بن هارون بن هارون بن هارون

بن ليث وهو غير يزيد الفارسي

على الصحيح وهو والد عبد الله

ثقة من الثالثة مات على راس

العام

يزيد بن محمد بن جابر الازدي

الذي



- ١٢٠ يزييد الرشك هو ابن أبي يزييد  
مات سنة أربع وثلاثين وقيل قبل ذلك  
تقدم -
- ١٢١ يزييد الرقاشي هو ابن إبان  
بن الإهم قيل هو الذي قبله وقيل آخر  
من أهل الرقة مجهول - من  
السابعة -
- ١٢٢ يزييد بن أبي يزييد الضبي بضو  
المعجمة وفتح الموحدة بعد هاء مهله  
مولاها أبو الازهر البصري يعرف  
بالرشك بكسر الراء وسكون المعجمة ثقف  
عابث هو من لبنه - من السادسة مات  
سنة ثلثين وهو ابن مائة سنة -
- ١٢٣ يزييد بن يوسف الرحبي بفتح الراء  
والزهدلة بعد هاء موحدة الصنعاني  
صنعاء دمشقي ضعيف - من التاسعة -
- ١٢٤ يزييد بن يوسف الفارسي  
مصري مجهول - من السابعة -
- ١٢٥ يزييد بن يوسف الرحبي بفتح الراء  
والزهدلة بعد هاء موحدة الصنعاني  
صنعاء دمشقي ضعيف - من التاسعة -
- ١٢٦ يزييد بن يوسف الفارسي  
مصري مجهول - من السابعة -
- ١٢٧ يزييد بن يوسف الرحبي بفتح الراء  
والزهدلة بعد هاء موحدة الصنعاني  
صنعاء دمشقي ضعيف - من التاسعة -
- ١٢٨ يزييد بن يوسف الفارسي  
مصري مجهول - من السابعة -
- ١٢٩ يزييد بن يوسف الرحبي بفتح الراء  
والزهدلة بعد هاء موحدة الصنعاني  
صنعاء دمشقي ضعيف - من التاسعة -
- ١٣٠ يزييد بن يوسف الفارسي  
مصري مجهول - من السابعة -

# الاسماء

## قاموس تراجم

الاسماء الرجال والنساء من العرب واليهود والنصارى

تأليف

محمد الدين الزركلي

## الجزء الثاني

الاسماء الرجال والنساء من العرب واليهود والنصارى

الاسماء الرجال والنساء من العرب واليهود والنصارى



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَحْمَدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْعَلَوِيُّ الْعَلَوِيُّ

وَكُتِبَ عِنْدَ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَصْفِيُّ  
الْحَسَنُ لَقِبَ اللَّهِ بِهِ فِي الْمَسْنُونِ



كتاب جامع المسالك والسيرات المستعربة للحاج  
إلى مقدور النوار من عند عظيم أصحابه الروكاك لور  
يخطر قبال العلية بالله تعالى فتعرف منه بحول الله  
وفوقه أنه ورفد قدمه من يوجهم الروكاك لور  
عندنا في أمر وإمارته فدومهم ومقامهم عندنا  
ورجوعهم وأمرهم من هنا إلى هناك وفي الرابع  
والعشر يرمي من الحرم عام ستة وخمسين وألف

المولى يزيد بن محمد

عن مقابل الصفحة ١٣٤ من كتاب : Cartas Arabes de Marruecos  
الطبعة ١، بطران سنة ١٩٦١ وخطه في السطرين الثاني والثالث.

منه مصورة في أخبار سنة ١٠٠١-٤٦  
في دار الكتب ( ٢٤٧٥ تاريخ أم با  
« تاريخ الموصل » أخذ عنه ياقوت وغيره  
من قدماء المؤرخين (١)

تأليف السيد محمد بن عبد الله العلوي

يزيد بن محمد بن عبد الله العلوي

عن تاريخ بطران : المجلد ٣

للأزدي : مؤرخ من حفاظ الحديث  
من أهل الموصل . ولي قضاةها .



الخطيم

ابن صقلاب

(١٠٠٠ - ٨٤٦ = ١٠٠٠ - ٦٦٦ م) ، (١٠٠٠ - ٨٦٩ = ١٠٠٠ - ١٢٢٢ م)

يزيد بن مالك الباهلي ، المعروف  
بالحظم : من زعماء الخوارج وقادتهم  
في أيام معاوية . قتله زياد بن أبيه (١)  
بكر : كاتب أقدلسي ، من الشعراء  
كان غزلاً ماجناً . . . . .

تولى أعمالها بعد أبيه . وكان عالي الهمة  
« اسع الأدب » (٢)

الشملي

(١٠٠٠ - ٨٢٥٩ = ١٠٠٠ - ٨٧٣ م)

المولى يزيد

(١١٨٠ - ٨١٢٠٦ = ١٧٦٦ - ١٢٠٠ م)

يزيد بن محمد بن المهلب بن  
المغيرة ، من بني المهلب بن أبي صفرة  
أبو خالد ، المعروف بالمهلي : شاء  
محسن راجز . من الندماء الرواة . م  
أهل البصرة . اشتهر ومات ببغداد . كا  
فيه اعتزاز وترفع ، قال من أبيات يمد  
بها إسحاق بن إبراهيم :

« إن كن مهدياً لك الشعر ، إني  
لا بن بيت تهدي له الأشعار  
وهو القائل في بعض غزله .  
« لا تخافي إن غبت أن تناسا -  
ك ، ولا إن وصلتنا أن نتملا

اتصل بالمتوكل العباسي ، وناداه ، ومدحه  
ورثاه بقصيدة من عيون الشعر أورده  
المبرد في الكامل (٣)

الأزدي

(١٠٠٠ - ٨٣٣٤ = ١٠٠٠ - ٩٤٦ م)

يزيد بن محمد بن ياس ، أبو زكر

فجاءته بيعة أمصار الدولة وصحارها .

العرائش وأصلا ، مبايعين . وتوافد أهل  
فاس وحاشية أبيه : وانتقل إلى مكناس  
فجاءته بيعة أمصار الدولة وصحارها .



(۱۲) محمد بن جریر بن زید بن کثیر۔ جو جعفر طبری، صاحب التصانیف و وفات ۳۱۰ھ طبری شیعوں کا گلاس کے دادا کا نام بن زید تھا۔

### المجلد الثاني مجلد الثالث

(۱۳) یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید الحافظ الفقه الکبیر نیشاپوری صفحہ ۷۹،

(۱۴) الحافظ العلامة شیخ الاندلس ابو محمد بن خالد بن زید القرطبی صفحہ ۸۱۵

(۱۵) زید بن ابراہیم صفحہ ۸۵۹ سطر ۱۶

(۱۶) زید بن اسحق صفحہ ۸۶۴ سطر ۱۸

(۱۷) الحافظ القاضي الامام ابو زکریا زید بن محمد بن یاکس الازدی صاحب تاریخ الموصل وقاضی وفات ۳۳۲ھ صفحہ ۸۹۴

(۱۸) ابی زید الازدی صفحہ ۸۹۹ سطر ۶

(۱۹) الامام المحدث الاسلام حسین بن علی بن زید داود نیشاپوری صفحہ ۹۰۲

(۲۰) زید بن مراد بن زید صفحہ ۹۲۰ سطر ۱۳

(۲۱) زید بن العباس بن الاحمف ۹۸۵ سطر ۱۴

### من المتزجین والمؤلفین

(۲۲) زید بن شریک التیمی صفحہ ۳۲۵

(۲۳) زید بن قیس النخعی صفحہ ۷۳

(۲۴) خالد بن زید بن الجباب صفحہ ۸۱۴

(۲۵) زید بن محمد بن یاکس صفحہ ۱۲۰۱

۲۶ زید القواسمی

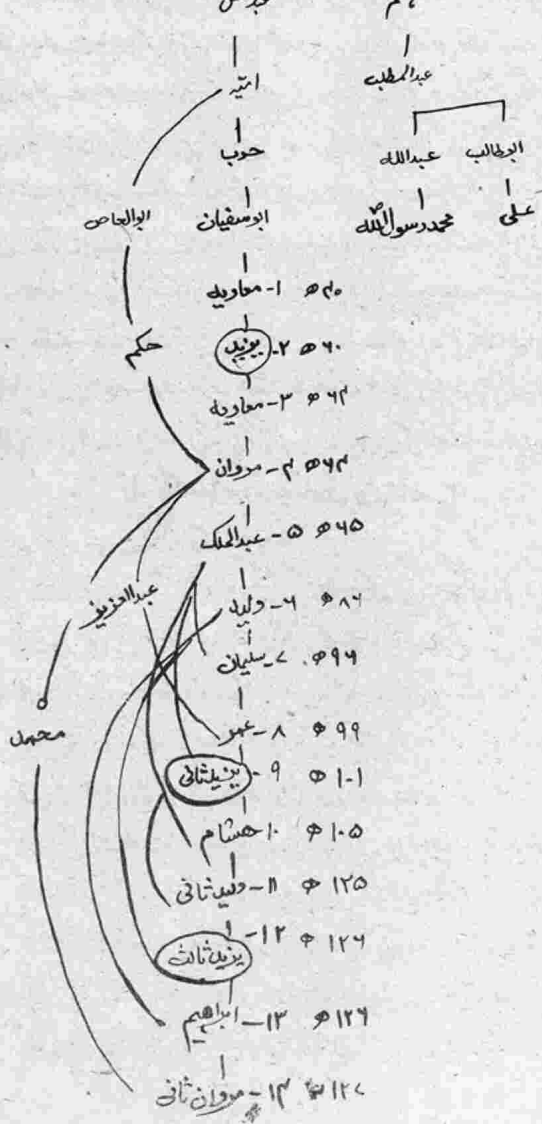
۵۰ زید قیس

۱۴۵ زید بن یحییٰ

۱۴۵ زید بن یحییٰ

۸۸۹ زید بن یحییٰ

### خلافت امویہ میں زید نام کے اکابرین





## تفصیل گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں

۱۰) یزید بن عمر بن حبیرہ - امیر مروان بن محمد کے افواج کا سپہ سالار جس نے بار بار غازیہ کو شکست دی - ۲۱

۱۱) یزید بن حبیرہ - کوفہ میں خارجیوں کو شکست دی - ۲۲

۱۲) عبدالملک بن یزید نے چند دیگر سرداروں کی مدد سے طوس پر حملہ کیا - ۲۳

## طبقات شافعیہ تاریخ الدین ابی

۱) یزید بن اسلمہ ۵

۲) یونس بن یزید ۸

۳) یحییٰ بن یزید ۲۱

۴) یزید بن الہاد ۲۳

۵) محمد بن یزید بن ماجہ ۹۱

۶) عبد یزید بن ہاشم بن مطلب ۱۰۰

۷) یزید بن ذریعہ ۱۶۸

۸) یزید بن ہارون ۱۹۸

۹) ابراہیم بن یزید المدنی ۱۹۸

۱۰) ابو یزید بسطامی ۵۷

۱۱) ابیوب بن یزید ۸۱

۱۲) ابی یزید الجرمی ۸۳

۱۳) یزید بن سنان البصری ۶۰

۱۴) حفص بن مسلم بن یزید القاضی ۳ - (۵) ابوطاہر سرخاب الیزیدی ۱۶۶

۱۵) عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ۲۴۲ - ۲۶۱ یزید بن ابراہیم الخلال ۱۱

۱۶) عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ۲۴۲ - ۲۶۱ یزید بن ابراہیم الخلال ۱۱

۱۷) غفلت بنو امیہ میں چودہ خلفائے ہیں جن میں سے دوسرے ہلویں اور بارہویں خلیفہ کا نام یزید تھا۔ ۶۰ سے ۱۲۶ تک یعنی پورے چھ سو سال میں یزید نام کے تین خلفائے تھے۔ چنانچہ اس بات کی ہے کہ کوشش سے مدد سے اور سری لنگا تک، چین کی سرحد سے قبرص اور رودس تک لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی سلطنت میں کروڑوں ہاؤسز تھیں جس سے کسی ایک کو غیرت نہ آئی کہ بار بار یزید اسم پر کیوں تسلط کئے جائے ہیں بلکہ عجیب سے عجیب کریم لکھ کر اس دو بیس ہزاروں سے متجاوز صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے برکت چاہنے کے لئے عہدہ خاندان طوہر پر پانی اولاد کے نام یزید کے نام پر یزید رکھ رکھا تھا۔ ایک کہ ۱۲۶ تک جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں یزید اور معاویہ پیدا ہوتے رہے۔ میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے نیز اس بات کے پیش نظر کہ تاریخیں کو سانی سے کہیں بڑھ چکے والی تاریخ کتب میں ایک شاہ خاں کی تاریخ اسلام سے دور بنو امیہ سے یزید نام کے اکابرین کی فہرست پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ مدنی طبری متوفی ۱۱۰ھ اور ابن خلدون کی تاریخ کی کتب میں ان اکابرین کی فہرست بہت طویل ہے۔

## تاریخ اسلام اکبر شاہ خان جلد ۲

۱) عبد اللہ بن یزید نے مختار کو قید کر دیا۔

۲) مختار ثقفی نے قید کے دوران جن لوگوں کو خطوط لکھے انیس سے ایک کا نام یزید بن زکریا یزید بن انس بعد میں مختار کی فوج کے ایک دستے کا سالار بنایا گیا۔ ۹۵

۳) عبد اللہ بن یزید خلیفہ عبدالملک کی طرف سے مصعب بن زبیر کے خلاف لڑا۔ ۱۰۱

۴) یزید بن جبلی مشہور سپہ سالار، شاہ ختن کو قتل کیا۔ ۱۳۱ امر کو عامل نامزد ہوا متعدد جنگیں لڑیں۔

۵) یزید بن ابی کبشہ تاریخ سورہ ۹۴ و صفحہ ۱۲۷ محمد بن قاسم کے بعد سندھ کا گورنر بنایا گیا۔

۶) یزید بن عمر بن عبد العزیز - امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو بلا اختلاف تمام اسلامی فرسے بہت بڑا

علل، زیادہ متقی اور پرہیزگار خلیفہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کا نام یزید تھا۔ یہ اس بات

کا واضح ثبوت ہے کہ امیر المومنین امیر یزید بن معاویہ ان کی نظر میں ایک سچے اور نیک مسلمان

تھے۔ ۱۰۵، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز یزید بن معاویہ کو اچھا نہیں جانتے تھے

میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جسے آدمی کے نام پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا



عباسی خلافت کے دور میں یزید نام کے اکابرین تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی جلد دوم صفحہ ۲۲۹ سے آغاز خلافت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ بمطابق ۳۰ اکتوبر ۱۷۹۹ء

عباسی اور عباسی عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ حالانکہ ان کے خاندان میں یزید نام کے جو اکابر گزرے ہیں ان کا سرسری سا ذکر مقدمہ کتاب میں ہو چکا ہے۔ اگر کسی ایک عباسی کو بھی یزید نام سے نفرت ہو تو وہ کبھی یزید کے نام پر اپنی اولاد کا نام نہ رکھتے۔ آج تک یہ کہیں بھی سننے میں نہیں آیا کہ کسی نے اپنی اولاد کا نام لہرود، فرعون، قارون، بلان رکھا ہو۔ اکبر شاہ نجیب آبادی نے عباسی خلافت کا ذکر اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۲۹ سے شروع کیا ہے۔ اور ہم بھی اسی صفحہ سے یزید بن اسلام کا سرسری سا تعارف شروع کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض کا ذکر الاعلام الزکلی میں آچکا ہو۔ لیکن علامہ الزکلی نے علی دنیا کے لوگوں کا ذکر کیا ہے اور تاریخ اسلام میں ان اکابرین کا ذکر ہے جو کسی مذہبی طور پر فوجی افسر ہو بجا کے گورنر یا کسی اور ملکی عہدہ پر متمکن تھے۔ یزید بن عبد اللہ بن عبداللہ بن مسافر کا ماموں تھا مسافر نے اسے مجاز دیا کہ گورنری پر فائز ہو

۲۲۹

۱) عبدالمطلب بن یزید کو مصر کا گورنر بنایا۔ ۲۲۹

۲) شمس بن یزید بن مرثد، بمصر کا گورنر تھا۔ ۲۳۴

۳) یزید بن ہبیرہ فرقہ راوندلس سے تعلق رکھتا تھا عباسیوں کے خلاف لڑا۔

۴) یزید بن جرجیل کو ہمدانی عباسی نے بخارا اور صغد کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔

۵) یزید بن لطل کو علی بن سلیمان والی بصرہ نے ایک زبردست فوج دیکر قسطنطنیہ کی طرف بھیجا۔

۶) یزید بن بدر قسطنطنیہ سے بہت سالانہ غنیمت لے کر واپس آیا۔ ۲۴۶

۷) خالد بن یزید، حمین بن علی بن حسن ثلث بن حسن مثنیٰ کے ہاتھوں مدینہ میں قتل ہوا۔ ۲۴۹

۸) داؤد بن یزید کو مارون الرشید نے صوبہ آرمینیا کی گورنری پر متعین کیا۔ ۲۸۹

۹) عمرو بن یزید نامی ہرات کا عامل تھا۔ ۲۸۹

۱۰) یزید بن مزید کو مارون الرشید نے صوبہ آرمینیا کی گورنری پر متعین کیا۔ ۲۸۹

۱۱) محمد بن یزید بن حاتم نے اسوا پر حملہ کیا۔

۱۲) ابو محمد یزیدی۔ مامون کا استاد تھا۔ ۳۶۶

۱۳) مارون الرشید نے ۱۹۰ھ میں خالد بن یزید بن حاتم کو مصر کا گورنر بنایا۔ ۳۶۶

۱۴) یزید بن یزید بن خلیفہ متوکل کا خیر تھا۔ ۳۹۶

۱۵) یزید بن یزید بن عثمان بن خلیفہ نے ۴۹۲ھ میں اشریا، بلجیا، بوسینا اور ہنگری کی متفقہ افواج کو شکست دی

### طبقات ابن سعد جلد ۲

۱) یزید بن رقیش بنی اکرم کے صحابی اور بدر اور احد میں شامل تھے۔ یہاں کی جنگ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔ صفحہ ۹۱

۲) رافع بن یزید۔ حضور اکرم کے ساتھ بدر میں شامل تھے اور احد میں شہید ہوئے۔ ۲۲ھ حلف الفضول میں بھی شامل تھے۔ زبیر بن عبدالمطلب نے انہیں اس میں شامل کیا تھا۔

۳) یزید بن الحارث بن بدر میں شہید ہوئے۔ ۵۲ھ، البیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۵

۴) یزید بن الزمر بن بدر اور احد میں شامل تھے۔ ۵۳ھ

۵) یزید بن المنذر بن مات اصحاب کے ساتھ عقبہ میں موجود تھے۔ بدر اور احد میں شامل تھے۔

۶) البیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۵

### طبقات ابن سعد جلد ۳

۱) یزید بن زبیر بن اسود بن مطلب۔ قدیم الاسلام، مہاجر جوشہ ص ۱۲۱

۲) علی بن یزید۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔

۳) یزید بن حارث بن زفر فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ مدینہ میں فوت ہوئے۔ ص ۳۴۱

۴) عامر بن یزید۔ ص ۳۴۲

### طبقات ابن سعد جلد ۵ الطبقة الاولى من اهل المدينة من السابقين

۱) عبد الرحمن بن زید بن یزید۔ حدیث میں ثقہ۔ ص ۸۲

۲) یزید بن ثابت۔ زبیر بن عوف سے روایت کی ہے۔ ص ۲۶۰

۳) یزید بن ابی ایمر۔ يوم حرة کے دن قتل ہوئے۔ ۱۰۰ھ کے ذیل میں یزید بن ابی ایمر بن

یزید کا بھی ذکر ہے۔

(۱۳) یزید بن ہریرہ - ثقہ تھے قلیل الحدیث تھے۔ ۲۸۴ ہجری منتقل ہو گئے اور ہمدی عباسی کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(۱۴) یزید بن عباس - چٹے طبقہ میں سے تھے۔

(۱۵) عبد اللہ القاسم ابنان یزید

(۱۶) عبد اللہ بن ابی یزید آل قاریہ کے غلام تھے۔ ۱۴۷ھ میں وفات پائی ابی یزید عبد اللہ بن عباس کے متوسلین میں سے تھے ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

(۱۷) ابراہیم بن یزید عمر بن عبد العزیز کے غلام تھے ۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

**طبقات ابن سعد جلد ۹ صحابہ کرام اور تابعین مقیم کو ذرا اہل فقہ اور اہل علم**

(۱۸) عبد اللہ بن یزید انصاری تھے عبد اللہ بن یزید انہیں کو ذرا عامل بنایا تھا۔

(۱۹) سلیم بن یزید حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ ۳۰ھ

(۲۰) المہلب بن یزید حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حدیث کے راوی ہیں۔ ۳۲ھ

(۲۱) المسور بن یزید ۵۰ھ

(۲۲) معن بن یزید معن کہتے ہیں میں نے اپنے باپ (یزید) کے ساتھ رسول اللہ کی بیعت کی مٹا

(۲۳) ثانی بن یزید بنی عدلت کے وفد کے ہمراہ حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۳۹ھ

(۲۴) البربر - ان کا نام یزید تھا جو مالک بن عبد اللہ کے بیٹے تھے۔ ۳۹ھ

(۲۵) یزید بن یزید ۴۳ھ

(۲۶) یزید بن لغام - صحابی تھے۔ ۶۵ھ

(۲۷) الاسود بن یزید - ابن عمر علی، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں۔

وفات ۷۵ھ کوذہبی

(۲۸) یزید بن شریک - عمر علی، ابن مسعود، سعد بن وقاص، خذیفہ اور ابی ذر سے روایت کرتے

ہیں۔ ثقہ تھے۔ ۱۳۴ھ

(۲۹) عبد الرحمن بن یزید عمر و عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ثقہ تھے ۵۵ھ کے زمانہ میں کوذہبی

فوت ہوئے۔ ۱۲۱ھ

(۳۰) معضد بن یزید - مجتہد تھے حضرت عثمان کے زمانہ میں آذربائیجان میں جاؤ کیا۔ ثقہ تھے۔ ۱۲۱ھ

(۳۱) قیس بن یزید - ۱۶۲ھ

(۳۲) ابو یزید - عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۹۹ھ

(۳۳) یزید بن معاویہ العامری - عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۳۴) عبد الرحمن بن یزید - علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں مضین میں مضی علی کے ساتھ تھے۔ ۲۲۱ھ

(۳۵) یزید بن عبد الرحمن - ۲۳۳ھ

(۳۶) یزید بن مذکور - علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۳۵ھ

(۳۷) یزید بن صہیب - اہل کوذہبی سے تھے پھر مکہ منتقل ہو گئے جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے

ہیں۔ ۲۵۵ھ اور ان سے مسعودی اور کوذہبی نے روایت کی ہے۔

(۳۸) یزید بن قیس - قلیل الحدیث تھے۔ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۳۵ھ

(۳۹) یزید بن ابی زیاد - عبد اللہ بن عباس بن نوفل کے غلام تھے۔ وفات ۱۳۲ھ ثقہ تھے۔ آخر

عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ۲۳۳ھ

(۴۰) جابر بن یزید - ۱۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

(۴۱) یزید بن القعقاع -

(۴۲) عمر بن یزید - ابو جعفر کی خلافت کے دور میں وفات پائی۔ ۲۵۱ھ

(۴۳) داؤد اور یزید - دونوں راویان حدیث میں سے ہیں۔ ۲۶۳ھ

(۴۴) یزید بن ہیران - ابو بکر بن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۲۸ھ میں کوذہبی وفات پائی۔

**طبقات ابن سعد جلد ۹ بصرہ میں مقیم صحابہ کرام و تابعین اور اہل علم فقہا**

(۴۵) ابو یزید الدلی - ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ یزید سے بصرہ چلے گئے بصرہ میں ان سے

روایت کی ہے۔ ۲۲۰ھ

(۴۶) یزید الریشک - البضعی۔ ثقہ تھے۔ ۲۳۵ھ

(۴۷) یزید بن ایان الرقاشی - ۲۳۵ھ



(۴۸) نیریدین حارم الازدی - نقہ تھے۔ ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ ص ۲۵۵

(۴۹) سعید بن زید البوسلمی ثقہ تھے۔ آپ سے شعبہ حماد، زید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ۲۵۵

(۵۰) یزید بن ابراہیم التستری تقریباً ۲۷۸ھ

(۵۱) یزید بن زریع۔ کنیت ابو معاویہ تھی۔ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ۱۸۲ھ میں نصرہ میں فوت ہوئے۔ ۲۸۹ھ

(۵۲) محمد بن زید الکلاعی شہ قہ تھے وفات ۱۸۸ھ ہارون کے زمانہ میں ۳۱۲

(۵۳) یہ یزید بن ہارون ثقفہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ہامون کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ ۳۱۵ھ

(۵۴) عافیت بن یزید الاودی۔ الوقیفہ کے اصحاب میں سے تھے خلیفہ ہمدی کے زمانہ میں اس کی

فوز کے قاضی تھے۔ ص ۲۳۱

(۵۵) نوح بن زید المودب ثقہ تھے ص ۴۶۴

۵۶) یزید بن ابی سعید اہل مرو کے بخوی اور احادیث کے راوی تھے۔ ص ۳۶۸

(۵۷) یزید بن ابی سفیانؓ فرج مکہ کے روز اسلام لائے تئیں میں حضور اکرمؐ کیساتھ موجود تھے تاہم حضورؐ نے آپ کو نواہت اور چالیں اس وقت یہ چاندی غایت فرمایا حضور اکرمؐ نے ہمیشہ آپ کا ذکر فرمایا کیا صدیق اکبرؓ کا یہ کوشش کہ میرے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد باقی غلظت نے آپ کو روشن کاواں کی نامور کیا ہو

میں طاعون کے علاوہ سے وفات پائی۔ ۱۸ھ میں ص ۴۷

(۵) یہ نیزیدین اسد بن کزیمہ صحابی تھے اور حدیث کے راوی حضور

محبت رکھنا جیسی اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ ص ۲۸

(۵) میرید بن عیمر الزبیدی ثقہ تھے۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر بنے والوں میں

سے تھے۔ ۴۲۰

۵۔ یزید بن الاسود الجمرشی، امیر معاویہ دمشق کے لوگوں کو لیکر نمازہ استقا کیلئے مکہ منبر پر

بیمیں اور نرید کے متعلق دریافت کیا نرید بن الاسود کو شفاعت کیلئے بلش کرتے ہیں، نرید نے

مبھی ہاتھ اٹھائے اور دعا کی مغرب گھٹا اٹھی اور لوگ انے گھروں میں سہننے نہ ہائے تھ کہ ماش

(۶۲) یزید بن ابی مالک ہمدانی بحادث کے راوی ہیں خلیفہ مروان بن محمد کے زمانہ میں ۱۳ھ

میں فوت ہوئے۔ ص ۴۷۱

(۶۳) بر معین بن زید ثقہ تھے۔ ص ۶۵ م

(۶۴) زند بن زند بن حابر۔ ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے۔ ثقہ تھے ص ۴۶۶

(۶۶) ثورن نزد الکلامی جمہوں کے بسنے والے تھے، حدیث میں ثقہ، مگر قدری تھے، صیفین میں امیر معاویہ

کے لشکر میں ان کے دادا شامل تھے۔ ۱۵۳۰ھ میں ابی جعفر سی کے زمانہ میں فوت ہوئے ص ۲۶۷

(۶۶) مزید سن عددہ رلقہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ص ۴۷

(۶۸) نرسیدن الاصح - انکی اولاد در زہ ام المؤمنین سیدہ میمونہ کی بہن مخفیہ زینب دین عبد الملک کی خلافت

میں ۱۳۰ھ میں وفات پائی

(۶۹) یزید بن ابی حبیب ثقہ اور کثیر الحرب تھے۔ امیر مروان بن محمد کی خلافت کے زمانہ میں ۱۲۸ھ میں وفات

۵۱۳

(۱۰) نافع از زرد ص ۵۱

(۱۱) لونس بن زید اللامی - اہل بیت مقتدر تھے۔ آپ کی روایات کثیر ہیں۔ صفحہ ۵۲

طبقات ابن سعد جلد ۱ فی النساء

(۲) عیمہ بنت زیدہ - اسلام لائیں اور حضور اکرم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ص ۳۱۸

(۷۳) ام محمد بن زید - صد ۴۷۶

**رفع استہارہ :-** یہاں بعض فارمین کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ ”یزید“ نام کی

فہرست میں بعض نام ایسے درج کئے گئے ہیں جو نیرید کے ہم نام نہیں

میں اس مقام پر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے "یزید" نام

کے افراد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کسی کے باپ تھے یا بیٹے تھے

بہر حال "نیریڈ" کے ہم نام تھے۔



محمد بن اسحق المعروف ابن نسيم

میدائش: حمادی الآخر، ۲۹ھ

مسک : مجمع الادب کے قول کے مطابق معتزلی تھا۔ مفتی المقال کے مطابق شیعہ اور اکنی والا تھا۔ کے مطابق  
امامی شیعہ تھا۔ یہ حال ابن نعیم اہل سنت نہیں تھا۔ اکنی تالیف الغہرہ ۲۷۷ھ کی تالیف ہے جس میں دکن  
مقلد ہیں الغہرہ میں مزید ، نام کے جن افراد کا ذکر کیا ہے ۳۲۵ھ سے پہلے کے ہیں اور وہ سب  
سب مقلد ہیں امام باکری ملتان کے کتاب کے مصنف تھے اور انہیں اہل سنت شیعہ اور حنفیہ سب کے افراد ہیں ۔

مقالہ اول فنِ قرآن کے آئینہ

۱۱، کتاب قرأت ابی عمرو زید می نے روایت کی ہے ص ۲۷

(۴) روات ابن عامر میں ثور بن زیاد ایک راوی ہے ص ۴۷

(۳) روات حمزہ میں خالد بن نیرید ص ۵،

۱۳۱ روایات کسائی میں ہاشم زیدی ص ۷۶

(۵) قرآن الہدیین میں نہ بدین قیقل عمد، ان کا شمار اعرش میں ہوتا ہے۔

(۶) میرزا البریدی اہل شام کے قراء میں حاصل اسلوب کا حامل تھا۔ ص ۸۷

(۷) اہل بغداد نے حماد بن یزید سے قرأت قرآن سنی ہے،

محمد بن زینید واسطی معتزلی ص ۹۱

(۹) محمد الشَّيْخُ عَامِرُ بْنُ نَزِيدٍ ص ۹۱

(۱۰) یعقوب حسینی کے دادا کا نام یزید تھا۔ صد ۱۱

(۱۱) مینہ مدین عبد اللہ بن حرقصہ میں سے تھا۔ ص ۱۱۶

۱۴۱) ٹورنیز میڈ، ابن مقفع نے فصاحت اس سے سیکھی۔

(۱۳) ابو نریدہ مازنی محمد بن حبیب نے اس سے روایت کی ہے۔ حد ۱۲۲

(۱۴) نیزیدیلوں کا بالترتیب تذکرہ ص ۱۲۶

(۱۵) محمد بن عباس نیریدی ص ۱۲۷

(۱۶) بچھلی بن مبارک پرنیدی

(۱۷) یزید بن منصور، جہد کی کاموں تھا۔ ص ۷۷

(۱۸) یزید بن منصور

۱۵۹) ابو محمد زیدی صاحب تصنیفات کثیره ص ۱۲۸

(۲۰) اسماعیل بن المحدث زیدی - ص ۱۲۹ - ۳۸۵

عباس بن المظہر مدنی جس نے اجمل الزید

(۲۲) الوعد القدری ص ۱۲۹

(۲۲) انضر بن شميل بن غزاش بن زید

(۲۲) محمد نازید

(۲۵) ممبر دکانام محمد اور اس کے باپ کا نام نیز یہ تھا ص ۴۴-۴۵

(۲۶) محمد بن زید کندی جس پر کاسیہ ختم ہوتا ہے ص ۱۳۴

(۲۷) الوعیاد کا نام مخارین رشید بن صالح تھا۔ ص ۱۳۷

مقاله سوم ص ۲۱۵ تا ۲۴۲

علمائے نسب و اصحاب احداث و آیات عنوان ہے۔

(۲۸) یزید کی تحریر کی روشنی میں۔ مگر اس یزید کے حالات بیان نہیں کئے گئے۔

(۲۹) عیسیٰ بن زید بن بکر۔ اشعار عرب کا عالم اور شاعر ص ۲۲۲

(۳۰) کتاب زین الدین مہلب جس کا مؤلف ابو مخنف ہے ص ۲۲۷

خلفائے اسلام کے قصص میں

یزید بن معاویہ، یزید بن عبد الملک، یزید بن ولید، ولید بن یزید، اکثاذ کو خلفائے بنی امیہ کے تحت ہو چکا،

(۱۳) خلافتِ نیرنگی ۲۵۱ اخبار و قبائل اور اشعار کا ادبی

(۳۲) یزید بن محمد بن علی شاعر اور صاحبِ مالِ ہفت تھا۔ ۲۵۶

خطبات کے ذیل میں دس جزیروں میں پیدائش خالد ۱۹۳۵

(۳۴) فرید الدین عید اللہ بن خالد ص ۱۹۳

(۳۵) ولید بن یزید ص ۲۹۳



# فہرست

۲ تا ۷	ابتدائیہ اور تعارف
۱۸ تا ۲۱	شیعہ مذہب میں یزید نام کے اکابرین
۲۲ تا ۲۷	اسماء الرجال شیعہ مذہب کی مشہور تالیف تنقیح المقال میں یزید
۳۸ تا ۴۱	الاستیعاب میں یزید نام کے اکابرین
۴۹ تا ۵۱	س ن المیزان
۶۲ تا ۸۸	میزان الاعتدال
۸۹ تا ۱۱۰	الاصابہ فی تمیز الصحابہ
۱۱۱ تا ۱۲۰	تقریب التہذیب
۱۲۱ تا ۱۴۶	الاعلام خیر الدین الزکری
۱۴۷ تا ۱۴۸ ۱/۲	تذکرۃ الحفاظ ذہبی
۱۴۹ تا ۱۴۸ ۳/۴	خلافت امویہ میں یزید نام کے اکابرین
۱۴۹ تا ۱۴۹ ۵/۴	تاریخ اسلام اکبر شاہ خان
۱۴۹ تا ۱۵۰ ۶/۸	طبقات شافعیہ
۱۵۱ تا ۱۵۵	طبقات ابن سعد
۱۵۶ تا ۱۵۷	محمد بن اسحق ابن ندیم



اے سرزمینِ پاک

# راجوری

تجھے سلام

حکیم فیض عالم صدیقی

Chingus Fort, Chingus Mosque, Rajouri

اعداد و تقدیم  
شاہ فیض الوقار

## جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب:	اے ارضِ پاک راجوری تجھے سلام
تالیف:	حکیم فیض عالم صدیقی شہید
طبع اول:	۱۹۷۴ء
طبع دوم:	۲۰۱۹ء
کمپوزنگ:	شاہ فیض الوقار نیر
ناشر:	الفیض پرنٹرز، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

# عرض مؤلف



اکثر شب تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے  
گذری ہوئی دلچسپیاں بیٹے ہوئے دن عیش کے  
بننے ہیں شمع زندگی اور ڈالتے ہیں روشنی  
----- میرے دل صد چاک پر

تیس سال کا طویل زمانہ! اُف میرے پروردگار!

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم ہو گئے راکھ انتہا ہے یہ

اس تیس سال کے دور میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا ہوگا جس میں میں نے اپنے آپ کو اُس جنت نشان  
خطہ میں نہ پایا ہو۔ کئی بار اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھی تم نے اخبارات و رسائل میں ہزار ہا صفحات  
لکھے، درجن بھر سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ چند ایک امریکن کانگریس لائبریری کے کیٹلاگ پر آئیں۔

نازک مزاج شاہاں تاب خن ندارند

کی بھیجٹ چڑھ کر ضبط ہو گئیں اور کچھ انگلینڈ اور عرب ممالک تک پہنچیں، اپنے وطن کے متعلق بھی کچھ  
لکھتے۔

مگر عالم تصور میں کچھ پر وہ نشینوں کی آنکھوں کو گھورتے ہوئے پایا۔ حقائق سے اغماض میرے بس کا روگ  
نہ تھا۔ اپنا دامن سراسر اس جنس سے تہی تھا کہ چند ایک شخصیتوں کی خوشنودی کیلئے حقائق کا گلا گھونٹ دیتا۔  
گویا تیس سال سے:

ارادے باندھتا ہو، سوچتا ہوں، توڑ دیتا ہوں

میں ہی معلق رہا۔ اب طبعی عمر کی سرحدیں عبور کر چکا ہوں۔ اُمیدیں، آرزوئیں، خواہشیں اُسی روز دم توڑ  
چکی تھیں جب ”جنگ بندی“ کی تلوار آویزاں نظر آئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے وطن میں بھی اور پاکستان میں بھی ہر آلائش سے محفوظ رکھا۔ آج تک ”خانہ بدوش“ رہا۔ جھونپڑے تک کیلئے کسی دربار میں جُہ سائی نہ کی۔ پھر خوف کس؟

مجھے اپنے وجدان اور ایمان کی راہنمائی کافی ہے۔ اور انہیں کی روشنی میں اپنی یادداشتوں کے سہارے ہر چہ بادِ اباد ماکشتی در آبِ انداختیم

ارادہ تھا کہ راجوری کی ایک ضخیم تاریخ لکھوں گا مگر وہ تو نہ ہو سکی۔ یہ چند صفحات بطور حرفِ اولِ نذرِ قارئین ہیں۔ مشتاقانِ علم و فن اور جانبازانِ وطن میں سے شاید کوئی آگے بڑھے اور اس کی تکمیل کی سعادت حاصل کر سکے۔

دعائے خیر سے یاد کیجئے۔ اور کوئی خاص خامی محسوس ہو تو معذرت قبول کیجئے اور راہنمائی کیجئے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو نقشِ ثانی میں اس کمی کو پورا کر سکوں۔

حکیم فیض عالم راجوری  
حالِ مقیم مسجدِ اہلحدیث  
محلہ مستریاں، جہلم

اے سرزمینِ پاک

# راجوری

تجھے سلام

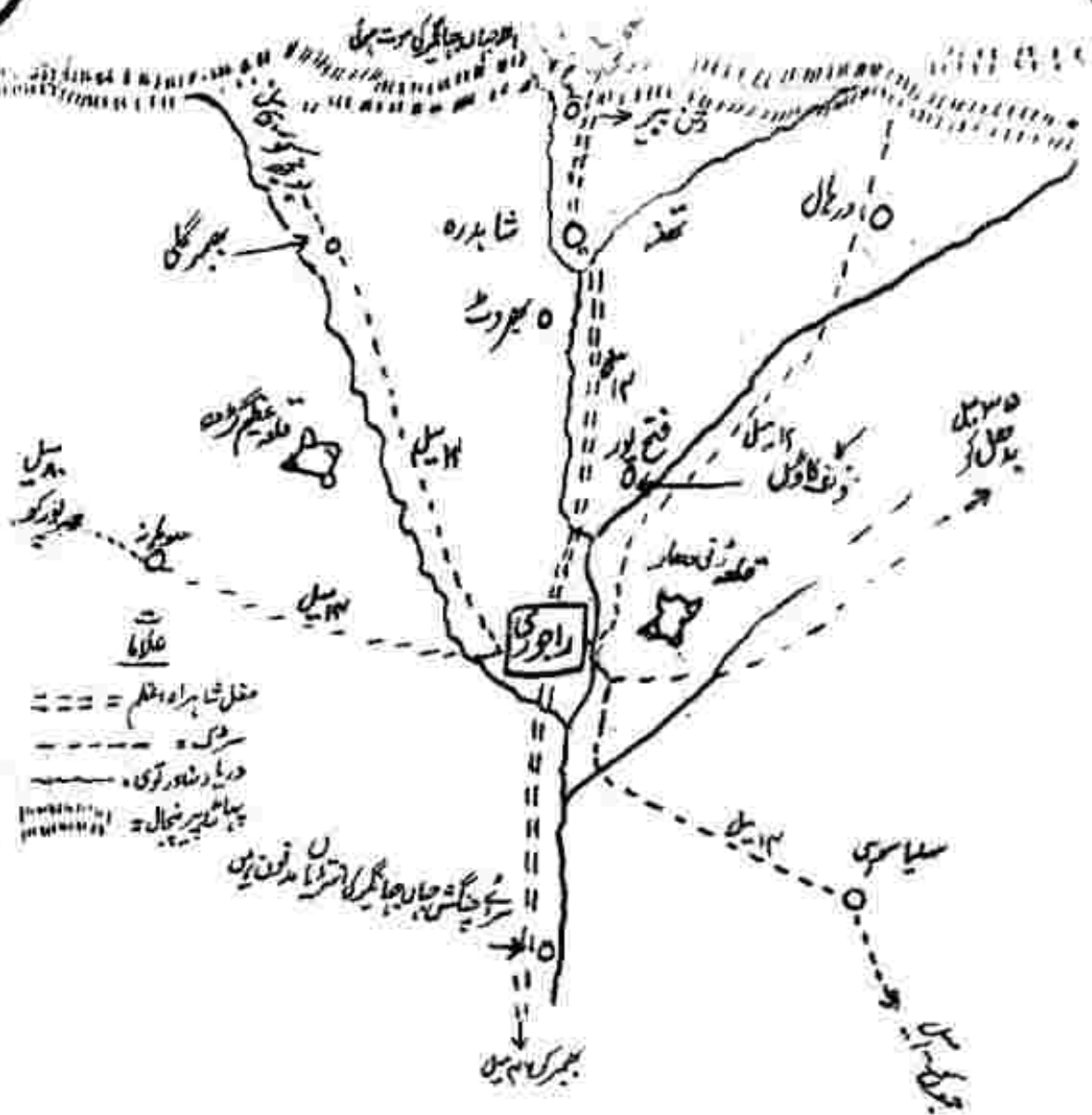


راجوری سابقہ ریاست جموں و کشمیر کے آباد ترین علاقوں کا تقریباً ایک مرکزی مقام تھا۔ تمام پرانی تاریخوں حتیٰ کہ راج ترنگنی میں بھی راجوری کا ذکر موجود ہے، اور جن لوگوں کو تزکِ جہانگیری کے مطالعہ کا موقع ملا ہے انہوں نے اس میں متعدد مقامات میں راجوری کا نام پڑھا ہوگا۔ راجوری صرف ایک قصبہ کا نام ہی نہیں بلکہ وہ پوری وادی جو چنگس کے مشہور مقام جہاں کی سرانے کے ایک کونے میں شہنشاہِ ہندوستان جہانگیری کی انتزایاں مدفون بیان کی جاتی ہیں سے رتن پیر تک تقریباً ۳۵ میل طویل وادی کا نام ہے۔ بلکہ اس وادی کی ذیلی وادیاں دربال، تھنہ، بھمبرگلی اور سطح مرتفع سیالکوٹی کا خطہ بھی راجوری کے نام سے موسوم ہے۔

راجوری کا قصبہ قدرت کی تخلیقات کا ایک شاہکار ہے۔ یہ قصبہ مناوڑتوی کی دو شاخوں کے سنگم پر واقع ہے۔ قصبہ کے شمال میں ایک خوبصورت میدان، مشرق میں دریائے توی اور اس کے کنارے پر مغل دور کا باغ اور بنگلہ۔ مغرب کی طرف مناوڑتوی کی دوسری شاخ اور چھچھہرہ کا خوبصورت جنگل اور جنوب کی طرف سنگھم۔

آب و ہوا کے لحاظ سے بھی یہ خطہ مثالی ہے۔ قصبہ سے چند میل شمال کی طرف وادیِ کشمیر کے پھل اور چند میل دور جنوب کی طرف گرم ممالک کے مڑجھائے ہوئے پھول اور پھل ملیں گے۔ صدیوں تک یہ خطہ ذرائع آمد و رفت کی سہولیات کے فقدان کی نذر رہا۔ البتہ مغلیہ دور حکومت میں مغل شاہراہ کی وجہ سے بیرونی دنیا سے متعارف ہوا۔ مغل شاہراہ پر ہر چار پانچ میل کے فاصلہ پر جو سرائیں تعمیر ہوئیں، ان کے کھنڈرات کے نشانات آج تک موجود ہیں۔

آبادی کے لحاظ سے سوائے قصبہ کے تمام وادی خالصتاً توحید کے پرستاروں پر مشتمل تھی۔ اگا دُکا کسی گاؤں میں کسی گھرے پڑے ہندو بننے کی دُکان تھی۔ البتہ قصبہ ایک لحاظ سے



خالصتا ہندو مہاجنوں کا گڑھ تھا۔ چند ایک کشمیری الاصل مسلمان زرگر تھے یا مقامی مسلمان آہن گری اور مسلمان بزازی کا کام کرتے تھے۔ چونکہ تمام علاقہ میں صرف مسلمان ہی تھے، اسلئے حکومت کی طرف سے تمام علاقہ میں صرف چند پرائمری اسکول تھے۔ البتہ قصبہ میں مڈل اسکول تھا جو بعد میں ہائی اسکول بن گیا۔

مسلمانوں میں اکثریت گوجروں کی تھی۔ یہ لوگ اُن پڑھ، سادہ لوح، دُنیا کے ہنگاموں سے دُور اپنی دُنیا میں مست رہنے والے تھے مگر وہی طور پر اسلام کے نام پر مر مٹنے کا جذبہ اُن کی رگ رگ میں بھرا ہوا تھا۔ ان کی نیم بدویانہ زندگی نے اُنہیں جفاکشی کے ساتھ دیانت اور خودداری کی صفات کا جو ہر بخش رکھا تھا۔ مگر قیادت یا دینی راہنمائی کے فقدان نے ان کے جذبات کو صبر و شکر کے راستے پر ڈال دیا تھا اور وہ اپنی دُنیا میں مست تھے۔

۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کے بعد اُن میں دیہاتی سطح پر قیادتیں اُبھریں مگر اُن قیادتوں نے اُن کے جذبات حریت کا رخ دُگرہ جبر و استبداد اور مہاجنی لوٹ کھسوٹ کی بجائے اُن اپنوں کی طرف پھیرنے میں نامعلوم کیا مصلحت دیکھی جو اُن کی نسبت ذرا باشعور قسم کے تھے۔ آگے چل کر مرحوم چوہدری دیوان علی اور مولوی مہر الدین قمر مرحوم جیسے لیڈر اس قوم میں پیدا ہوئے مگر بات وہیں کی وہیں رہی۔ مرحوم غلام احمد رضا وزیر تعلیم آزاد کشمیر چوہدری دیوان علی کے برادر زادہ تھے۔ چوہدری فخر الدین احمد راجپوری اسی خاندان کے گل سرسبد تھے جنہوں نے آج سے تقریباً پون صدی پہلے نہایت نامساعد حالات میں ریلوے روڈ لاہور کی بالائی منزل پر دارالفرقان کے نام سے ایک یتیم خانہ جاری کیا جو آگے چل کر ایک ادارہ کی شکل میں ہندوستان کے تمام یتیم خانوں کیلئے ایک مثالی حیثیت میں اُبھرا اور آخر بیگم پورہ لاہور میں ایک محل نما عمارت کی شکل میں سامنے آیا۔ مرحوم

سے پہلے اور بعد آج تک ایسا یتیم خانہ کم از کم میری نظروں سے نہیں گذرا۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ اور چوہدری صاحب کے مرنے کے بعد دیکھو جو دیدہ عبرت نصیب ہو آبادی کے لحاظ سے دوسرے درجے پر جبرال قوم تھی۔ یہ لوگ کسی زمانے میں راجوری کے حکمران تھے اور اس سے پہلے دوبارڈو گرہ بہمنیت کا شکار ہو چکے تھے۔ بدنام زمانہ معاہدہ امرتسر کے زیر اثر راجوری کا آخری حکمران راجہ رحیم اللہ خان اپنے اہل و عیال سمیت وطن سے نکالا گیا جو پہلے رہو ضلع کا نگڑہ اور پھر وزیر آباد میں مقیم ہوا۔ راجہ عبداللہ خان مرحوم سفیر برازیل اور ان کے فرزند کرنل جمیل اللہ خان سابق ایم پی اے اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلہ کے بعض گھرانے ابھی تک راجوری میں ہیں اور بیشتر ہجرت کر کے پاکستان اور آزاد کشمیر میں مقیم ہو چکے ہیں۔

تعلیمی لحاظ سے یہ لوگ ذرا پڑھے ہوئے تھے۔ مجلسی شعور، خودداری اور بلند کرداری میں مثالی حیثیت رکھنے کے باوجود بعض حالات نے انہیں علاقہ کی مرکزی قیادت کیلئے آسانیاں فراہم نہ ہونے دیں اور راجوری کے مسلمانوں کیلئے یہ ایک بد نصیبی تھی۔

مرزا محمد حسین مرحوم کو چیف آف دی جرنل کہا جائے تو بجا ہے۔ مرحوم میں وہ تمام صلاحیتیں موجود تھیں جو ایک قائد میں ہونا چاہیئیں، وہ جس حد تک ان تھک، محنتی اور اسلامی خدمات کے جذبات سے لبریز دل اپنے پہلو میں لئے ہوئے تھے اُس حد تک اگر وہ راجوری کی فتح کے بعد مردم شناسی سے کام لے سکتے تو شاید راجوری کی تاریخ آج سے مختلف ہوتی۔

تیسرا مسلمان خاندان ملک فیملی کے نام سے متشخص تھی۔ یہ تمام خاندان وادی درہال کے چند گاؤں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ لوگ حسن و صحت، حاضر دماغی اور ایثار و خلوص کے مجسمے تھے۔



مشکل کے وقت بنیان مرصوص کی سہولیات نے انہیں آج تک اپنے گھروں سے نکلنے کی زحمت نہیں دی۔

چوتھا خاندان ڈومال کہلاتا تھا۔ ان لوگوں کی اکثریت بھمبر گلی کی وادی میں تھی۔ ان پڑھ مگر اسلام کے شیدائی، بات بات پر اپنوں سے ہی اُلجھ پڑنے کی عادت نے انہیں اپنے خول سے باہر نہ نکلنے دیا۔

ان خاندانوں کے علاوہ سید، قریشی، مغل، جاٹ تمام وادیوں میں متفرق طور پر کافی تعداد میں موجود تھے۔ سادات میں ایک خاندان کاغانی سیدوں کے نام سے مشہور تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد شہید کی تحریک آزادی کے ردِ عمل کے طور پر جب انگریزوں نے وادی کاغان کو بار بار اپنی سفاکیوں کا نشانہ بنایا تو یہ لوگ ہجرت کر کے اسی علاقہ میں آ گئے۔

یہ لوگ تعلیمی، علمی، اخلاقی، دینی اور حاضر دماغی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ہجرت کے بعد یہ سب لوگ پاکستان اور آزاد کشمیر میں آ بسے۔ اس خاندان میں حاجی نوران شاہ جن کا مزار سوہاؤہ میں ہے، دینی حلقوں میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ سید عبداللہ شاہ آزاد حاجی صاحب کے فرزند ہیں۔ سید عنایت اللہ شاہ راجوری اور سید حیدر شاہ غالب بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مقامی سادات میں سے مولانا سید ولایت شاہ دیوبند کے فارغ التحصیل، نہایت جزیورس اور صاحب بصیرت انسان تھے مگر افسوس کہ آخری عمر میں

اے روشنی طبع تو بر من شدی

کی نذر ہو گئے۔

قریبی خاندان کے تمام وادی میں اکاؤنٹا گھر تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھلے وقتوں میں ان لوگوں کے آباؤ اجداد اس علاقہ میں روشنی کے چراغ ہو گزرے۔ مگر اب ان لوگوں کا علم اور تدبیر فاتحہ خوانی، تیسواں، چالیسواں، صلوٰۃ العیدین، نماز جنازہ اور نکاح خوانی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور ان کی ذہنی پستی نے انہیں ”کمیوں“ کی صف میں لاکھڑا کیا تھا۔ البتہ وادی تھنہ کی قاضی فیملی اور علاقہ بھر کے حاذق ترین طبیب مرحوم قاضی منصور علی کا مقام منفرد تھا۔

مغل خاندان کے افراد کی اکثریت گھمیر مغلاں سے متعلق تھی۔ یہ فوجی قسم کے اٹشن کی حیثیت کے لوگ تھے۔ بات کے سچے، قول کے پکے اور اپنی دنیا میں مست۔ اس فیملی کی گوشہ نشینانہ زندگی کا صلہ کم سنی میں مرزا فقیر محمد کی صورت میں غالباً ۱۹۳۵ء میں راجوری میں ظاہر ہوا۔ درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھنے والا اور محدود علمیت کا حامل یہ دہلا پتلا کم گو قسم کا انسان راجوری کے مسلمانوں کیلئے سقوط راجوری تک آیہ رحمت بنا رہا۔ مسلم کانفرنس کا یہ جاں باز سپاہی جس کے نام کے ساتھ بیکریٹری شپ کا لاحقہ بھی چسپاں تھا، ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک راجوری کے مسلمانوں کا مرکزی نقطہ اُمید تھا۔ اگر مرزا صاحب نے بلا خوف لومۃ لائم اپنی سیاسی زندگی کے حالات قلم بند کئے ہوتے تو یہ صرف راجوری کی اچھی خاصی تاریخ نہ ہوتی بلکہ نوشہرہ کی مسجد کے پرنا لے کی واگذاری کی قسم کے بیسیوں واقعات کی روداد ہوتی۔

دینی دنیا میں مولانا سید ولایت شاہ اور مولوی قمر صاحب کا ذکر کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ علمی اور ادبی دنیا میں شیخ عبدالعزیز علانی جو اس وقت کھوئی رتھ کے قریب ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہو کر بالکل پس منظر میں چلے گئے ہیں، ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ نابغہ عصر شخصیت علمی، ادبی، اخلاقی، اصلاحی اور سیاسی دنیا میں ایک منفرد مقام کی حامل تھی۔ پچھلے دنوں (۶ مارچ ۱۹۷۷ء)

موصوف سے ملاقات کا موقع ملا۔ مجھے وہاں علانی نظر آیا نہ عاصم

ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

کا ہیولی دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عرض کیا شیخ صاحب آپ کے رشحاتِ قلم کے جواہر ریزے اکٹھے کرنا چاہتا ہوں، جواب ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے شروع ہو کر اُسی مسکراہٹ پر ختم ہو گیا۔

مرزا مطیع اللہ خان رعنا نظامی راجوروی جو راجگان راجوری کے عمودی سلسلہ نسب کی یادگار ہیں۔ اپنی رعنا شاعری، رعنا قد و قامت اور رعنا قسم کے ہنگامی قہقہوں کا ایک طوفان تھے۔ آج کل جہلم بیٹھے ہیں

رہگزر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

کی مجسم تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے شاعرانہ کلام کو طبع کرایا جائے تو بعض اشعار ہی نہیں بلکہ پوری پوری غزلیں مستند اساتذہ کے کلام سے بھی بلند نظر آئیں گی۔

راقم الحروف نے بھی ۳۸ء، ۳۹ء کے لگ بھگ لکھنے کا کام شروع کیا تھا۔ اپنی جولانگاہ ریاستی جرائد جاوید، ملت، جوہر، حق، پاسبان، پریم اور چاند کی حدود پھاند کر ہندوستان تک پہنچ چکی تھی۔

**قصبہ راجوری** کشمیر کے اس حسین و جمیل خطے کا مرکزی مقام جموں سے ۱۰۰ میل شمال مشرق کی طرف، بھمبر سے ۴۶ میل شمال کی طرف، پونچھ سے ۴۰ میل مشرق کی طرف، سری نگر سے تقریباً ۱۰۰ میل جنوب کی طرف واقع تھا۔ گویا اسے سابقہ ریاست جموں و کشمیر کے آباد ترین خطوں کے عین درمیان ہونے کا شرف حاصل ہے۔

قصبے کا صرف ایک ہی بازار تھا جو پون میل کے قریب لمبا تھا اور اس کی ایک ذیلی شاخ تقریباً فرلانگ بھر طویل تھی۔ آبادی اسی (۸۰) فیصدی سے زیادہ ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ جن میں سے نوے فیصدی کے قریب مہاجن اور دس فیصدی کے قریب برہمن تھے۔ راجوری کے مہاجن اور برہمن چانکیہ کی سیاست کے مجسمے تھے۔

پیلے چہرے، معمول سے بڑھی ہوئی توندیں، پتلی ٹانگیں، سروں پر لمبی لمبی اور گنجان چوٹیاں، چہروں پر پُر فریب اور پھکی مسکراہٹ۔ ایک ایک دمڑی پر جان دینے والے مسکین صورت بگلا بھگت مگر اُن کے من کے اندر تعیندوے کی سی سرسراتی ہوئی تاروں نے تمام وادی کو اپنی پلیٹ میں لے رکھا تھا۔

لاکھوں من اناج برداشت کے وقت ہزاروں ٹٹوؤں پر لدا اُن کے تہ خانوں میں گم ہو جاتا تھا۔ گھی، بنفشہ، انار دانہ منوں کے نرخ پر خریدتے اور سیروں کے نرخ پر پنجاب کی منڈیوں میں بھیجتے۔ چوبیس گھنٹے بظاہر بیکار بیٹھی یہ مسکین قسم کی مخلوق تمام وادی کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھی۔ ان کے سُو در سُو کی دلدل میں جو ایک بار پھنس گیا اُسے پھر اُس دلدل سے کسی نے اُبھرتے ہوئے نہ دیکھا۔



## راجوری مطلع سیاست پر:

آزادی کی پہلی کرن: ۱۱ سلاڑھ ۱۹۷۱ء بمقام مطابق وسط ۱۹۱۲ء میں عبدالرحمان نامی ایک سیاح راجوری وارد ہوا۔ عبدالرحمن ایک خوش الحان مرزائی واعظ تھا۔ میری معلومات کے مطابق ایک سازش کے تحت اُسے راجوری بھیجا گیا تھا۔ راجوری کے مسلمانوں میں ان دنوں احساسِ زیست کا شعور پیدا ہو رہا تھا۔ ڈوگرہ شاہی عبدالرحمان کے ذریعہ مسلمانوں کو اشتعال دلا کر انہیں اپنے جبر و استبداد کا نشانہ بنا کر انہیں اُس احساسِ زیست سے محروم کرنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ راجوری کی اہم شخصیتوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا اور عبدالرحمان کو کسی نے پوچھا تک نہیں حالانکہ وہ ریاست میں کھلے عام دندناتا رہا۔ اُس نے راجوری کے مشہور میدان لٹری میں مغلیہ دور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کی۔ علاقہ کے مسلمانوں کا یہ ہفتہ وارانہ بے ضرر قسم کا مذہبی اجتماع چانکیہ کی اُمت کو ناگوار گذرا۔ چنانچہ انہوں نے نمک مرچ لگا کر ڈوگرہ شاہی محلات تک یہ خبر پہنچائی۔ ڈوگرہ شاہی کا یہی مقصد تھا جو اس طرح پورا ہوا اور اُس نے ادائیگی صلوٰۃ جمعہ کو بغاوت قرار دیکر ملک عزیز الدین آف درہال ملاں والد ملک نعمت خان، سید ولایت شاہ نمبردار کھنکھڑی والد سید احمد شاہ، خواجہ عبدالکریم گلکو دادا محمد اسحاق، رسیلا خان ٹھکر، مرزا حبیب اللہ خان نمبردار والد مرزا وزیر حسین، حکیم قاضی منصور علی آف سیم، میاں غلام رسول صراف، منشی فیروز دین پٹوئی والد خواجہ محمد شریف، میاں فضل دین والد میاں احمد دین وغیرہ جیسے بے ضرر قسم کے اصحاب کو سات سات سال قید با مشقت کی سزا ہوئی۔

ڈوگرہ شاہی بزعم خویش اپنی اس کارکردگی پر مطمئن ہو گئی اور امن پسند قسم کے لوگ کسی حد

تک وقتی طور پر خوف و ہراس سے جھنجھٹا اُٹھے۔ مگر جلد ہی انہیں اس بات کے احساس نے جھنجھوڑا کہ اس طرح کے جرم بے گناہی میں نامعلوم ہم کب تک جبر و استبداد کا شکار ہوتے رہیں گے۔ چند افراد کی سزایابی ان کی امن پسندانہ زندگی کیلئے ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔

دوسری کرن: ۱۹۳۱ء میں ضلع میرپور کے بعض دیہات سے عدم ادائیگی مالیہ کی تحریک اُٹھی جسے کے محرک اے آر ساغر، قاضی گوہر رحمان اور راجہ محمد اکبر خان تھے۔ خطبہ مجید کی بندش اور قرآن مجید کی توہین کے واقعات پہلے رونما ہو چکے تھے۔ عدم ادائیگی مالیہ کی تحریک مذکورہ بالا دو واقعات کے سلسلہ میں برپا ہونے والی تحریک کو ڈوگرہ شاہی کی طرف سے سختی کے ساتھ دبانے کے ردِ عمل کے طور پر ابھری تھی۔

ریاست بھر میں ان واقعات نے مسلمانوں کے دلوں میں رنج و اضطراب اور غمیض و غضب کی لہر دوڑادی۔ راجوری کے مضافات میں بکھرے ہوئے مہاجنوں نے خطرے کی یو سونگھ کر قصبے کا رخ کیا۔ ڈوگرہ شاہی کی سرپرستی کے زعم میں راجوری کے مہاجنوں نے ایک منظم سازش تیار کی۔ سادہ لوح مسلمانوں میں جذبہ حریت بدرجہ اتم موجود تھا مگر کسی جاندار قیادت سے محرومی کی وجہ سے سیاسی نشیب و فراز اور چاٹکیاؤں کی داؤ گھات کو نہ سمجھتے ہوئے ۱۹۳۲ء کے اوائل میں ادائیگی جمعہ کیلئے میدان لٹری کی مسجد میں جمع ہوئے۔ یہ میدان ۱۹۱۴ء سے اُن کے مذہبی اجتماعات کیلئے ممنوعہ علاقہ قرار دیا جا چکا تھا۔

راجوری کے ہندو ڈوگرہ سامراج سے اپنی مظلومانہ چیخ و پکار کے ذریعہ ہندو رسالہ کی ایک پلاٹون منگوا چکے تھے۔ جنہوں نے کسی وارننگ کے بغیر بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی۔ تیرہ مسلمان شہید اور بیسیوں زخمی ہوئے۔ ڈوگرہ شاہی استبداد نے اسی پراکتفانہ کیا بلکہ شہر کے ہندوؤں کی

نشانہ ہی پر ملک نعمت اللہ، میاں محکم دین اور مولوی کریم الدین والد مولوی عبدالعزیز راجوری اور مرزا حبیب اللہ نمبردار بھی گرفتار ہوئے۔ مرحوم مرزا محمد حسین جاگیردار بھروٹ نے مع چند رفقاء لاہور پہنچ کر کشمیر کمیٹی کی وساطت سے وائسرائے ہند کے ذریعہ مخلصی پائی۔ ریاست کے دونوں مرکزی مقام یعنی جموں اور سری نگر مسلمانوں کی تحریک آزادی کے مضبوط حصار بن گئے۔

**مسلم کانفرنس:** ان واقعات سے کچھ پہلے جموں میں یگ میز مسلم ایسوسی ایشن اور وادی کشمیر میں سرینگر ریڈنگ روم محدود پیمانے پر مسلمانوں کے حقوق کی ترجمانی کے طور پر معرض وجود میں آچکی تھیں۔ ۱۹۳۲ء میں دونوں جماعتیں متحد ہو گئیں اور چند دنوں میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے نام سے ایک جاندار جماعت کے طور پر مطلع سیاست پر نمودار ہوئی۔ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے پہلے صدر شیخ عبداللہ منتخب کئے گئے اور جنرل سیکریٹری چوہدری غلام عباس خان۔ چند دنوں میں ہی آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس ریاستی مسلمانوں کے دل کی آواز بن کر ڈوگرہ شاہی استبداد کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو گئی اور تمام ریاست کے گوشے گوشے میں اس کی شاخیں کھل گئیں۔

راجوری میں اُسے مرزا فقیر محمد جیسے کارکن مل گئے۔ میرپور سے راجہ محمد اکبر اور پونچھ سے سردار فتح محمد خان۔ مسلم کانفرنس نے حکومت کے سامنے اپنے مطالبات کی فہرست پیش کر دی۔

- ۱۔ مذہب کی تبدیلی پر کسی کو وراثت سے محروم نہ کیا جائے اور اس کی جائیداد ضبط نہ کی جائے۔
- ۲۔ ذبیحہ گاو پر سات سال کی سزا کے بہیمانہ قانون میں ترمیم کی جائے۔
- ۳۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات جہاں حکومت کا ناجائز تسلط ہے، انہیں واگذار کر کے مسلمانوں کے حوالے کئے جائیں۔

۴۔ آتشیں اسلحہ کے لائسنس صرف ڈوگرہ راجپوتوں کیلئے مختص تھے۔ ریاست کے ہر باشندے کو آتشیں اسلحہ کے لائسنس کا حق دیا جائے۔

۵۔ ریاست کی مزروعہ اراضی کے مالکانہ حقوق جو صرف حکمران خاندان کیلئے مختص تھے، سب کاشت کاروں کو دیئے جائیں۔

حکومت نے تمام مطالبات کو ٹھکرا دیا اور ردِ عمل کے طور پر ریاست کے کونے کونے سے عملی جدوجہد کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ حکومت کی طرف سے گوانسی کمیشن کا تقرر عمل میں آیا۔ کمیشن کی سفارشات پر کشمیر پبلسٹیو اسمبلی معرض وجود میں آئی۔

مسلم کانفرنس کو ریاستی مسلمانوں کے سوا اعظم کا مقام حاصل ہو گیا۔ گویا ڈوگرہ شاہی استبداد کے جبروں میں ایک آہنی لگام تھی۔

مسلم کانفرنس کے مطالبہ نمبر ۳ کے تحت راجوری کے مسلمانوں نے خانقاہ لالہ بابا (بدھل) اور خانقاہ سید غلام شاہ (شاہدرہ) کی واگذاری کی کوششیں شروع کیں۔ ہر دو خانقاہوں پر ہندوؤں اور سکھوں کا غاصبانہ قبضہ تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے حکومت کی سرپرستی میں پوری ہٹ دھرمی سے کام لیا۔

حالات کے تحت مرزا عطاء اللہ خان ایم ایل اے، مرزا فقیر محمد خان سیکریٹری ڈسٹرکٹ مسلم کانفرنس، قاضی حمید اللہ آف لاء اور مرزا محمد حسین مرحوم کی قیادت میں اس مطالبہ نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ بیرونی احباب میں سے ایم ظفر الاسلام آف اکھنور نے راجوری کے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ لالہ بابا کے مقام پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اور دوسرے روز مسلمانوں نے خانقاہ سے ہندو مار بھگائے اور خانقاہ سے مورتیاں اٹھا کر باہر پھینک دیں۔ اس تحریک میں بدھل کے مقامی



اصحاب میں سے خواجہ علی اکبر، خواجہ ولی محمد، خواجہ محمد شریف، خواجہ غلام محی الدین نے بڑی جی داری کا ثبوت دیا۔ اس سے پہلے ۱۹۳۹ء میں شیخ عبداللہ کو

قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

ریاست کے ایک متعصب ترین مدرسی ہندو وزیر اعظم گوپالا سوامی آہنگر نے سبز باغ دکھا کر اور گائے کے موت اور گنگا جل میں اشران کرا کر شدھ کر لیا تھا۔

مقامی ہندوؤں نے اس واقعہ کو مذہبی رنگ دے کر ڈوگرہ حکومت کو مسلمانوں کے خلاف برا فروختہ کر دیا۔ مقامی ایڈمنسٹریشن کے علاوہ ضلع اور صوبہ کی تمام انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ شیخ عبداللہ جو ہندوؤں کی آشیرواد سے آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی صدارت کے سنگھاسن پر براجمان تھے، اپنے ایک معتمد ناسٹک ساتھی بدھ سنگھ کے ہمراہ موقع پر پہنچے۔ مقامی ہندو سمجھوتہ کے بعد منحرف ہو گئے اور مسلم کانفرنس کے متذکرہ راہنماؤں کے علاوہ علاقہ کے سات دوسرے معززین کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ جو تین سال تک زیر سماعت رہنے کے بعد چوہدری غلام عباس مرحوم کے نامور رفیق کار ایڈوکیٹ چوہدری اندر داس کی بحث کے بعد خارج ہو گیا۔ اس مقدمہ میں مرزا محمد نذیر حسین (ریٹائرڈ سیشن جج میرپور) نے اعزازی طور پر معاون وکیل کی حیثیت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

مسلم کانفرنس کے چوتھے مطالبہ کی روشنی میں مسلمانوں نے حکومت کے سامنے یہ مطالبہ پیش کیا کہ ریاست میں آخری بندوبست اراضی کو تقریباً بتیس سال گذر چکے ہیں۔ آبادی میں کئی گنا اضافے نے زرعی معیشت کو بُری طرح متاثر کر رکھا ہے۔ لہذا ایسے سفید رقبہ جات جو بلا جواز محکمہ جنگلات کے زیر تصرف ہیں مقامی لوگوں کو زراعت کیلئے دیئے جائیں۔ بعض مقامات پر مقامی

لوگوں نے ایسے رقبہ جات کی کاشت شروع کر رکھی تھی حکومت نے بے دخلی کی کارروائی شروع کر دی تھی۔ مقامی مسلم کانفرنس کی خواہش پر جناب اے آر ساغر نے وزیراعظم سے مل کر یہ کارروائی رکوا دی۔ اس سے مسلم کانفرنس کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

راجوری کے مسلمان اور شیخ عبداللہ:  
انصاف راجوری پر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”راجوری کے مسلمان دین اسلام کے دلدادہ اور جفاکش ہیں۔ ان کی اسلامی حمیت اور غیرت کی مثالیں زبان زد خلافت ہیں۔ کسی دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ ریاست کے ایک مکار ہندو وزیراعظم کے ہاتھ پر مسلم کانفرنس کا لبادہ اتار کر ۱۹۳۲ء میں نیشنل کانگریس میں شامل ہو چکے تھے۔ اس سے قبل وہ بحیثیت صدر مسلم کانفرنس جب راجوری پہنچے تو انہوں نے راجوری کے مسلمانوں کو دیدہ دل فرش راہ کئے ہوئے پایا۔ وہ اپنی ذہنی افتاد کی وجہ سے اسے اپنی ذاتی مقبولیت سمجھ بیٹھے اور اس بات کو بھول گئے کہ راجوری کے مسلمانوں نے شیخ عبداللہ کا والہانہ استقبال نہیں کیا بلکہ صدر مسلم کانفرنس کا استقبال کیا تھا۔“

آگے چوہدری غلام عباس مرحوم کی زبانی سنیں:

”شیخ عبداللہ نے اپنی پرانی ہردلعزیزی کے گھمنڈ میں راجوری کا پروگرام بنایا مگر اس دفعہ اس قدر پٹے کہ لہولہان ہو گئے اور پولیس کی

معیت میں راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلے۔ یہ واقعہ فروری ۱۹۴۳ء کا ہے۔

حضرت شیخ اپنے ناستک ساتھ بدھ سنگھ اور مولوی محمد سعید اور چند دیگر جاں نثاران کے ہمراہ راجوری وارد ہوئے اور جلسہ عام کا اعلان ہوا۔ حکومت کی مشینری اور کشمیری نژاد مسلمان جلسہ کو کامیاب کرانے میں مصروف ہو گئے۔

مرزا اندیر حسین ریٹائرڈ سیشن جج میرپور اُن دنوں راجوری میں وکالت کرتے تھے۔ مرزا فقیر محمد مسلم کانفرنس کے ڈسٹرکٹ سیکریٹری تھے۔ عبدالعزیز شال گر، کاظم حسین شاہ پولیس مین، مرزا مطیع اللہ جو محکمہ مال میں ملازم تھے، انہوں نے جلسہ کو ناکام بنانے کا تہیہ کر لیا۔ شیخ صاحب کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ مولوی سعید اور بدھ سنگھ کی تقاریر کے بعد حضرت شیخ کی باری آئی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر نیشنل کانفرنس کی مدح میں مصرع طرح اُٹھایا اور کہنے لگے کہ مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرنے کی تائید چوہدری صاحب اور ساغر صاحب نے بھی کی تھی۔ آج وہ اس موقف سے کیوں ہٹ گئے ہیں، وہ غدار ہیں۔ ابھی شیخ صاحب کی زبان سے یہ جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ جرال خاندان کے ایک منحنی سے نوجوان مولوی اللہ داد (برادر مرزا عبداللطیف) نے کھڑے ہو کر کہا: غدار وہ نہیں تم ہو جس نے قرآن پر حلف اُٹھا کر مسلمانوں سے غداری کی ہے۔ شیخ جی کو یہ سُننے کی تاب کہاں، اسٹیج سے اتر کر اتر کر اپنی مقبولیت کے زعم میں مولوی اللہ داد کی طرف لپکے اور انہیں گریبان سے پکڑ لیا۔ مرزا عبدالغنی نامی ایک نوجوان آڑے آیا کہ مولوی اللہ داد کو بچائے۔ شیخ نے بھرتے ہوئے مرزا عبدالغنی کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ جواب میں شیخ صاحب کے سر پر لاٹھی کا ایک

بھر پور وار پڑا۔ اس کے بعد حضرت شیخ جوتوں کی بارش میں حفاظتی پولیس کی طرف بھاگ نکلے۔ اس دھینگا مشتی میں شیخ کے چند ساتھیوں کی بھی تواضع ہوئی اور مسلم کانفرنس کے رضا کاروں کو بھی چوٹیں آئیں۔ جن میں سے سید احمد شاہ آف کھٹکھڑی اور مرزا عبدالغنی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت شیخ پولیس کے حصار میں ڈاک بنگلہ پہنچے۔

چوہدری غلام عباس مرحوم نے اپنی تالیف ”کشمکش“ میں ان تمام واقعات کو بیان کیا ہے۔

ڈاک بنگلہ میں پہنچ کر حضرت شیخ نے مرزا فقیر محمد کو پیغام بھیجا کہ مجھ سے ملے۔ موصوف نے انکار کر دیا مگر مرزا نذیر حسین صاحب نے کہا آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ اگر شیخ نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو وہ یہاں سے سلامت واپس جانے کے نہیں۔

مرزا فقیر محمد عبدالعزیز شال گر کی معیت میں حضرت شیخ کے ہاں پہنچے۔ شیخ صاحب نے کہا دیکھو مرزا صاحب نیشنل کانفرنس کو وزیراعظم گوپال سوامی کی حکومت کی آشیر واد حاصل ہے۔ اگر تم نیشنل کانفرنس میں شامل ہو جاؤ گے تو ہمیشہ کیلئے اس ضلع سے ممبر اسمبلی بنتے رہو گے۔ ساتھ ہی ایک مسودہ مرزا صاحب کے سامنے رکھا کہ اس پر دستخط کر دو۔ مرزا صاحب نے قابل اعتراض جملے قلم زن کرنا شروع کئے تو حضرت شیخ نے پھرتے ہوئے کہا مولوی سعید ٹھیک کہتا تھا کہ تم جموں صوبہ کے دوسرے ساغر ہو۔ پھر لاسہ لگا کر چوہدری صاحب کے متعلق کچھ کہنا چاہا کہ مرزا صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت شیخ نے آخری پانسہ پھینکا کہ اس واقعہ کا ذکر اخبارات میں نہیں آنا چاہیے۔ مگر مرحوم عبدالمجید قریشی ایڈیٹر جمہور نے جو اس وقت مسلم کانفرنس کے فعال رکن تھے، یہ واقعہ پنجاب کے تمام اخبارات میں شائع کر دیا جو تاریخ کا ایک باب بن گیا۔

ہری سنگھ کی استدعا پر مسٹر گاندھی نے خصوصی طور پر گوپال سوامی آئیگر کو ریاست میں اسلئے



بھجوا یا تھا کہ مسلم کانفرنس کا وجود ختم کیا جائے۔ گوپال سوامی کا جادو شیخ پر چل گیا اور اُس نے سمجھ لیا کہ ریاست میں مسلم کانفرنس کا وجود ختم ہو گیا ہے مگر راجپوری کے اس واقعہ نے ریاستی مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کیلئے کٹ مرنے کے جذبہ کو دو آتشہ بنا دیا اور حضرت شیخ آج تک چانکیائی سیاست کی چوکھٹوں کی جبہ سائی کر رہے ہیں۔

دوسری عظیم عالمگیر جنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہندوستانی نیشنل کانگریس نے مقاطعہ کی تحریک شروع کی مگر اُس کا اثر اُلٹا ہوا۔ لوگ دھڑا دھڑا فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ ریاست جموں و کشمیر کے ہزاروں مسلمان نوجوانوں نے جنگ میں شرکت کی تھی۔ لڑائی میں انگریزوں کی جیت ہوئی مگر ہندوستان سے انہیں اپنے پاؤں اکھڑتے نظر آئے۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے نیتاؤں کی نیتوں میں پہلے ہی فتور تھا، اب وہ ابھر کر سامنے آ گیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح کی آواز پر ہندوستانی مسلمان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سامنے آئے۔ فرنگی قیادت کا جھکاؤ بھی نیشنل کانگریس کی طرف تھا۔ مگر قائد اعظم کی قیادت ہندوؤں کی طرح کسی نہیں تھی بلکہ وہی تھی۔ اور قائد اعظم کی اس وہی قیادت کی بصیرت نے انگریز اور ہندو دونوں کو سیاست کے میدان میں شکست فاش دی اور کڑوا رضحی کے نقشہ پر ایک نئی اسلامی مملکت ابھر کر سامنے آ گئی۔

انگریز نے جاتے جاتے مسلمانوں کی اکثریت کا ضلع گورداسپور ہندوؤں کی گود میں ڈال کر ریاست کیلئے ایک عظیم المیہ کی بنیاد رکھی۔ اب ہندوستان کے بھارت اور پاکستان دو حصے ہو گئے۔ بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا اور اس کی بازگشت ہمالہ سے نگرانی ہوئی ریاست کی وادیوں میں گونجنے لگی۔

ہری سنگھ نے پٹیا لہ اور کپور تھلہ کی سکھ ریاستوں سے ہزاروں فوجیوں کے علاوہ راشٹریہ سیوک سنگھ اور راشٹریہ سیوا دل کے ہزاروں ہندو اور سکھ ریاست میں منگوا کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ جموں میں پروفیسر عبدالرشید، پروفیسر مقبول احمد، انسپکٹر پولیس راجہ صحبت علی خان دن دھاڑے سر بازار شہید کر دیئے گئے۔ سید دولت حسین، رائے گلزار حسین، سلطان محمد مظفر خان سول جج کے علاوہ بیسیوں سربراہ آوردہ مسلمان ریاستی بہیمت کا شکار ہو گئے۔

جموں، کھٹوعہ، اودھم پور میں ہندو اکثریت میں تھے۔ ان اضلاع میں بے دریغ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ پونچھ، راجوری، کوٹلی، میرپور اور بھمبر کی ہندو آبادی محصور ہو کر رہ گئی۔ میرپور اور بھمبر پہلے بلے میں ہی ختم ہو گئے۔ کوٹلی کے ہندوؤں کو ملٹری کی حفاظت میں راؤرتن سنگھ اور بلدیو سنگھ بچا کر جموں لے گئے۔ راجوری اور پونچھ کے ہندو نہ بھاگ سکے۔ راجوری کا ہندو تحصیلدار اور سکھ مجسٹریٹ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

تراڑکھل کے مقام پر آزاد جموں و کشمیر گورنمنٹ کی بنیاد رکھی گئی اور سردار محمد ابراہیم خان بار ایٹ لاء آزاد کشمیر کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ راجوری کے مسلمانوں کی نظریں مرزا محمد حسین مرحوم کی طرف اٹھنے لگیں۔

راجوری کی فتح سے دو دن پہلے حاجی نوران شاہ آف لاہ کے مکان پر علاقہ کے سربراہ آوردہ اشخاص کی ایک میٹنگ ہوئی۔ مرحوم نے یہ خوشخبری سنائی کہ آزاد فوج کا ایک دستہ زیر قیادت کیپٹن رحمت اللہ خان کراٹیاں پہنچ چکا ہے۔ کیپٹن صاحب کے ہمراہ آنریری کمانڈر انچیف سردار سخی دلیر بھی اپنے مجاہدوں کے ایک دستے کے ہمراہ موجود ہیں۔ کیپٹن صاحب سے رابطہ قائم کرنے کیلئے مرزا صاحب نے میرا (فیض عالم) نام تجویز کیا۔

کراٹیاں راجوری سے مغرب کی طرف اڑھائی میل کے فاصلہ پر جرال خاندان کا ایک گاؤں ہے۔ وہاں پہنچنے کیلئے مجھے راجوری سے دو میل جنوب پھلیانہ سے ہو کر جانا پڑا۔ شیخ عبدالغنی کے گھر شام کا کھانا کھا کر شیخ مہدی حسن کے ہمراہ چھپرہ کا جنگل عبور کر کے رات کے بارہ بجے کراٹیاں پہنچا اور کیپٹن رحمت اللہ کے سامنے صورت حال پیش کی۔ موصوف نے کہا ہم قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود کل رات شہر پر حملہ کر دیں گے۔ مرزا صاحب کو میرا پیغام پہنچا دیکھنے کی جس قدر زیادہ مجاہدہ کیلئے فراہم کر سکیں کریں۔

شہر کی مسلمان آبادی باہر دیہات میں منتقل ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کی املاک کی حفاظت کیلئے شیخ ضیاء الدین انسپکٹر پولیس، مرزا فقیر محمد، مرزا مطیع اللہ خان، مرزا محمد خان، مرزا وزیر حسین شہر میں مقیم تھے۔ اُن کی یہ کوشش بھی تھی کہ شہر کی ہندو آبادی جو اُس وقت پچاس ہزار سے متجاوز ہو چکی تھی، اور گورکھاملری کا کچھ عملہ بھی شہر کی حفاظت کیلئے موجود تھا اُن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی بھی مطلوب تھی، مگر ہندوؤں کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔

اُسی روز کیپٹن رحمت اللہ نے ایک ہندو اچھوت کے ذریعہ تحصیلدار راجوری کو الٹی میٹم دیا: ”آزاد کشمیر کی آرمی راجوری شہر کو اپنے گھیرے میں لے چکی ہے۔ اگر شہر کی ہندو آبادی نہتی ہو کر شہر سے باہر نکل کر لڑی یا بید کہ کے میدان میں آجائے تو اس کے جان و مال کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں ورنہ ہم بزور شہر پر قبضہ کر لیں گے۔“

تحصیلدار بغیر کسی اور کو اطلاع دیئے بھاگ گیا اور مقامی ہندو آبادی کے سرکردہ افراد کو اس الٹی میٹم کی خبر نہ مل سکی۔ انہوں نے از خود زنگھ واس وکیل کی قیادت میں مرزا فقیر محمد اور مرزا مطیع اللہ سے رابطہ قائم کر کے کہا:

۱۔ ہمیں امان دی جائے۔ ہم مسلمان ہونے کو تیار ہیں اور ہمیں پاکستان کی رعیت بنالیا جائے۔

۲۔ یا ہمیں بقدر ضرورت زادراہ ہمراہ لیکر یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ ہم تین کروڑ نقد اور دیگر املاک آزاد جموں و کشمیر حکومت کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔

مرزا فقیر محمد اور مرزا مطیع اللہ نے اُن سے وعدہ کیا کہ ہم تمہاری پیشکش مجاہدین کے کمانڈران کو پیش کر دیں گے۔ اس اثناء میں قریشی محمد حسین، محمد فیروز گلکھڑ اور شمس الدین ایک پیغام لیکر آئے کہ کیپٹن سید علی احمد شاہ وزیر دفاع اور سردار فتح محمد کریلوی جو کراٹیاں پہنچ گئے ہیں، آپ اُن کے پاس پہنچ جائیں۔ جونہی یہ دونوں اصحاب کراٹیاں پہنچے، انہیں ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کرنے کے الزام میں زیر حراست لے لیا گیا۔ بڑی رد و قدح کے بعد فوجی کمانڈروں نے اُن کی باتیں سنیں۔ کیپٹن رحمت اللہ کے سامنے راجوری کے ہندوؤں کی شرائط پیش کی گئیں تو موصوف نے کہا:

۱۔ پاکستان کی رعیت بنانے کا اُنہیں اختیار نہیں۔ نیز بحالات موجودہ اُن کا قبول اسلام بھی قابلِ اعتماد نہیں۔

۲۔ اگر اُنہیں صحیح سلامت نکل جانے دیا گیا تو ڈوگرہ حکومت کے لئے یہ لوگ باعثِ تقویت ہوں گے۔

۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء کو رات کے دس بجے شہر پر حملہ کر دیا گیا۔ شہر سے جنوب کی طرف چھبھرہ کے جنگل میں سردار بنجی دلیر کے مجاہد گھات میں تھے۔ صبح سات آٹھ بجے تک شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اکاڈ کا ڈوگرہ یا گورکھا فوجی بارہ بجے تک ختم ہو گئے۔



سید رسول شاہ ایک ڈوگرہ کی نشانہ بن کر شہید ہو گئے۔ دن کے دو بجے کے بعد تحصیل کی قلعہ نما عمارت میں محصور ہندوؤں نے اپنی نوجوان عورتوں کا قتل عام شروع کر دیا اور خود بھی سینکڑوں کی تعداد میں خودکشی کر گئے۔

۱۲ نومبر کا پورا دن معرکہ کارزار کی نذر ہو گیا۔ ۱۳ نومبر حفظ ماتقدم کی بحث و تمحیص میں گزر گیا اور فیصلہ ہوا کہ کیپٹن رحمت اللہ مقامی فوجیوں کو ہمراہ لیکر نوشہرہ کے محاذ پر پہنچ جائیں۔ ۱۴ نومبر کو ایک عارضی سول ایڈمنسٹریشن قائم ہوئی۔ مرزا محمد حسین مرحوم اس سول ایڈمنسٹریشن کے سربراہ منتخب ہوئے اور مرزا اعطاء اللہ خان مرحوم، میجر عطا محمد خان مرحوم، ملک نعمت اللہ آف درہال، مرزا فقیر محمد راجوری، چوہدری دیوان علی مرحوم، مرزا مطیع اللہ خان، سید عبداللہ شاہ آزاد کو ایگزیکٹو کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا۔

یہ سول ایڈمنسٹریشن نومبر ۱۹۴۷ء سے اپریل ۱۹۴۸ء تک برسرِ اقتدار رہی۔ اس عرصہ میں بار بار صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم خان کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی کوششیں کی گئیں کہ راجوری کے حالات کا جائزہ لیکر ضروریات کے مطابق اس محاذ کی طرف توجہ دی جائے۔ مگر صدائے برنخواست نہایت نامساعد حالات میں جبکہ بیرونی دنیا سے راجوری کا رابطہ کٹ چکا تھا، کرنل رحمت اللہ خان سلہریا نوشہرہ، کرنل علی بہادر خان ریاسی، کرنل محمد شیر خان رچھواہ اور راجل کوٹ کے محاذات پر مصروف جہاد رہے۔ کرنل محمد اسلم خان ایریا کمانڈر محاذ اور سول انتظامیہ کی نہایت دیانتداری اور خلوص سے نگرانی کرتے رہے مگر بیرونی تعاون کے بغیر مقامی مجاہد کب تک ہندوستان کی منظم آرمی کے سامنے بند باندھ سکتے تھے۔ اس ششماہی جنگ میں اکاؤ کا جھڑپوں میں بعض ایسے مناظر دیکھنے میں آئے جنہوں نے قرونِ اولیٰ کے مسلمان مجاہدین کی یاد تازہ کر دی تھی۔

میں اسے راجوری کے مسلمانوں کی بد نصیبی نہیں بلکہ تمام ریاست کے مسلمانوں کی بد قسمتی کہوں گا کہ چھ مہینے بھوکے، ننگے، سردی سے ٹھہرتے مجاہدین اور شہداء کی قربانیاں اس مادی دنیا کی نظروں میں رائیگاں گئیں۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اُس وقت کی آزاد کشمیر کی ایڈمنسٹریشن اگر ٹائیس، نوشہرہ، گول، راجلکوٹ کے محاذات پر لڑنے والے مجاہدین کی زبانی ہی حوصلہ افزائی کرتی تو راجوری کا سقوط کبھی عمل میں نہ آتا۔

۱۳ اپریل ۱۹۴۸ء کو پورے چھ ماہ بعد ہندوستانی فوج کا مادی دل راجوری پہنچ گیا۔ چند ایک مقامات پر مسلمان مجاہدین نے اپنے طور پر قدم جمانے کی کوششیں کیں مگر اُن کی حیثیت طوفانی ہواؤں کے سامنے گھاس کے چند تنکے ہو کر رہ گئی۔

### جہاں گیری سے ہے مشکل کہیں کارِ جہاں بانی:

یہ پوچھنے کی جرأت کس میں تھی کہ جو لوگ لگاتار چھ ماہ تک ہر قسم کے مادی وسائل کے فقدان کے باوجود ہندوستان کی ہر قسم کے آتشیں اسلحہ سے لیس آرمی کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے اور اُن کی چیخ و پکار کے باوجود نوشہرہ، رچھواہ اور گول کے اہم ترین محاذات کو نظر انداز کئے رکھا۔ اور اب۔۔۔۔ جبکہ وہ اپنے بچوں، عورتوں اور کنبوں کو اپنی سربراہی میں لے کر پاکستان میں پہنچنے پر سردھڑکی بازی لگائے ہوئے ہیں اُن کے مجاہدانہ کارناموں کا صلہ؟

انہیں ایام میں چوہدری غلام عباس مرحوم جموں جیل سے رہا ہو کر پاکستان پہنچے۔ راجوری کے سقوط کی خبر سن کر سخت تلملے اور متاسف ہوئے مگر

تیراز کماں رفتہ باز نہ آید

چوہدری صاحب مرحوم اور سردار محمد ابراہیم صدر آزاد کشمیر کی مداخلت سے زعمائے راجوری کو آزادی ملی۔

دسمبر ۱۹۴۸ء تک راجوری کے باقی علاقے درہال ماگاں، تھنہ، چارکوٹ، لکھوتی اور سوبانہ ایک ایک کر کے مجاہدین کے قبضہ سے نکل گئے۔ پونچھ ابھی تک محاصرے میں تھا۔ انڈین آرمی نے راجوری سے پونچھ تک کا تمام علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا اور پونچھ تک کے علاقے پر ہندوستانی حکومت کا قبضہ ہو گیا۔ بیرونی حکومتوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے کہ کشمیری مسلمان ہندوستان کے ساتھ ہیں، حضرت شیخ و مقبوضہ کشمیر کی وزارت کے سنگھاسن پر بٹھا دیا۔

### سقوط راجوری کے بعد:

آزاد مجاہد پلٹ پلٹ کر جھپٹے اور جھپٹ جھپٹ کر پلٹتے رہے۔ مگر مرکز عنقا اور سول ایڈمنسٹریشن ختم وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

لیفٹیننٹ مرزا شاہ ولی اور موصوف کے ساتھیوں نے اپنے آبائی گاؤں کراٹیاں کی چوٹیوں پر اپنے آپ کو آخری داؤ پر لگا دیا، مگر شدید زخمی ہو کر پیچھے ہٹ گئے اور اسی زخم سے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ راجہ میر محمد حوالدار بھی شہید ہوئے۔ مرزا عطاء اللہ خان مرحوم ایم۔ ایل اے اور سید عبداللہ شاہ آزاد پیر پنجال کی وادیوں کی طرف نکل گئے۔ مرزا محمد حسین مرحوم، جنرل محمد زمان کیانی اور سردار فتح محمد خان ایم ایل اے کو آزاد کشمیر حکومت کے صدر مقام پر طلب کیا گیا۔

مرزا فقیر محمد اور مرزا وزیر حسین نمبردار ایتی کو میر پور آتے ہوئے ملٹری سیکورٹی نے حراست میں لے لیا اور تیرہ روز قاضی باقر سیکٹر میں نظر بند کئے رکھا۔ میر پور کے قاضی محمد بشیر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرزا عبداللطیف کو پنڈی سنہر وال کے مقام پر قید کر لیا۔ کرنل محمد اسلم خان ایریا کمانڈر سے چارج لے کر کرنل رحمت اللہ کے حوالے کر دیا۔ بتایا یہ گیا کہ ان لوگوں نے مرزا محمد حسین مرحوم سے مل کر راجوری کو فروخت کر دیا ہے۔

ایک طرف راجوری کے ہزاروں مہاجر اپنے کنبوں کے ہمراہ جنگل، پہاڑ، ندی نالے اور سنگلاخ چٹانیں عبور کر کے پاکستان کی طرف لپک رہے تھے۔ دوسری طرف آزاد کشمیر گورنمنٹ راجوری کے زعماء کے خلاف غداری کے مقدمات کی تیار کر رہی تھی۔

ہم نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا:

ہندوستانی افواج کی یلغار کے وقت راجوری کے مسلمانوں کے پیش نظر وجدانی طور پر ہجرت نہ تھی بلکہ پناہ گزینی تھی۔ وہ قرآنی زبان کے کلمات مُتَحِیْزًا اِلَیْ فِتْنَةٍ اور مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ<sup>(۱)</sup> سے علمی طور پر ناواقف تھے۔ مگر ان کلمات کے معانی، مفہوم اور حقائق کے ادراک سے ان کے دل لبریز تھے۔ اسی لئے جو مجاہد اپنا مورچہ چھوڑ کر اپنے زیر کفالت کنبوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کیلئے آئے وہ دیوانہ وار محاذ کی طرف پلٹے اور جو لڑائی کی اہلیت سے کورے تھے اُن کے دلی جذبات بھی عملاً جہاد میں شامل ہونے والوں سے کم نہ تھے۔ یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ ہم نہایت بے مائیگی کی حالت میں جنگ لڑ رہے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنے جذبہ شہادت کے بل بوتے پر انڈین آرمی اور انڈین ایئر فورس کا دم خم توڑ کر رکھ دیا۔

(۱) یہ کلمات سورۃ انفال کی سولہویں آیت کا ایک حصہ ہیں۔ فلسفہ جہاد سے متعلق پندرہویں اور سولہویں آیت میں جو حقیقت بیان کی گئی، کشمیری مسلمانوں کیلئے اُس سے گریز اللہ کے غضب کا موجب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ”اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دُوبدو مقابل ہو جاؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا۔ (۱۵) اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پیٹرا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (۱۶)

ان آیات کی تفسیر بالکل واضح ہے۔ میدان جنگ سے پیچھے ہٹنا صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ دشمن کو پیچھے لگا کر بھاگے اور گھات میں ہو کر اُس پر حملہ کرے یا امیر لشکر کے پاس تازہ دم ہونے پہنچے اور دوبارہ حملہ کرے۔ تیسری صورت میں بھاگنے والا اللہ کے غضب کا مستحق اور جہنمی ہے۔



قائد اعظم کو اس بات کا پورا ادراک تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں ہم کمزور ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو خوب جانتے تھے کہ مسلمان حریت پسندوں کا جذبہ نفری اور اسلحہ کی کمی کو محسوس نہیں ہونے دے گا۔ اس جذبہ کے پس منظر میں قائد اعظم کے انداز میں جارحیت تھی۔ ان کے احکام واضح اور دو ٹوک تھے۔ مگر پاکستان اور خصوصاً کشمیر کی بد نصیبی کہ اس جہاد حریت کے دوران قائد اعظم چل بے۔ اُن کے جانشین (لیاقت علی خان) نے پہلا کام یہ کیا کہ کشمیر میں فائر بندی کی بات چیت شروع کر دی۔

قائد ملت چوہدری غلام عباس مرحوم فائر بندی کے خلاف کراچی سے واک آؤٹ کر کے سیالکوٹ آ گئے۔ اُس وقت کراچی پاکستان کا صدر مقام تھا۔ اور ایسے وقت میں نہرو کی جنگ بندی کی پیش کش قبول کر لی گئی جب ہمارے توپ خانے کے گولے جموں کے بھارتی ہیڈ کوارٹر میں پیٹرول، اسلحہ بارود اور سپلائی کے ذخیروں کو تباہ کر رہے تھے اور انڈین آرمی جموں، اکھنور روڈ بلاک ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر راجوری اور پونچھ سیکٹر سے اپنی آرمی کو واپس بلانے کی طرح ڈال چکی تھی۔

کوئی فوجی جرنیل اور کوئی جوان اُس وقت دشمن کو بخشنے کیلئے تیار نہیں ہوتا جب فتح یقینی صورت اختیار کر لے۔ مگر ہمارے اُس وقت کے حکمران نے کشمیر، کشمیری مجاہدین کے ہاتھوں سے چھین کر بھارت کو دے دیا۔ سردار محمد ابراہیم صدر حکومت آزاد کشمیر اُس اجلاس میں موجود تھے۔

جنگ بندی کو قبول کرنے والے تو چل بے مگر اُن کی سزا آج تک تمام پاکستان والے بھٹکتے رہے ہیں۔ طرز یہ کہ ریاستی پناہ گزینوں کے مجاہدانہ جذبات کو ٹھنڈا کرنے اور اُن کی مجاہدانہ سپرٹ کو ختم کرنے کیلئے انہیں اس طریقے سے الاٹ منٹوں کے چکر میں پھنسا یا کہ آج بھی نسل اپنے

اُن وظائف کو ہی بھول چکی ہے

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

سنئے بہ نژاد نو:

کشمیری پناہ گزینوں کی نئی پود جو آزاد کشمیر اور پاکستان میں جوانی کی حدود سے گذر کر صاحب اولاد ہو چکی ہے اُسے کشمیر کے سرسبز میدانوں، برف پوش پہاڑوں اور اُن کی سرسبز و شاداب وادیوں، حسین مرغزاروں، اُلتے ہوئے سیماب آسا چشموں، شفاف پانیوں سے لبریز جھیلوں کے نظاروں کا کیا علم۔

اکثر آشنائے راز اپنے وطن کی باز دید کی تمنائیں اور حسرتیں اپنے دلوں میں مدفون کئے چل بسے اور جو باقی ہیں تیار بیٹھے ہیں۔ اس تیس سال کے عرصہ میں ریاستی پناہ گزینوں نے چند بار اپنے آپ کو اس آتش و خون کے سمندر میں پھینک دینے کیلئے تیار کیا مگر حکمرانوں کی ساحری نے پھر اُنہیں سلا دیا۔ ۱۹۶۵ء میں گوریلوں کے چند کالموں نے مقبوضہ کشمیر میں سینکڑوں مربع میل پر قبضہ کر لیا مگر چانکیائی سیاست نے گوریلوں کی کارروائیوں سے ہر اس ہوا کو پاکستان کو جنگ میں الجھا دیا۔

اسے حالات کی ستم ظریفی کہیے یا خداوندانِ پاکستان کی مصلحت کو شانہ پالیسی کہ یہاں پہنچ کر پرانے رندانِ سرمست گوشہ نشینی پر مجبور ہو گئے۔ مگر بمصداق کہ

فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

وادیِ حریت کے کچھ رہ رو مثلاً سید عبداللہ شاہ آزاد، حیدر شاہ غالب، مولوی عبدالعزیز راجوری، مرزا عبداللطیف خاں، سید عنایت اللہ رعنا کا فور و غیر ہم اور اُن کے ایثار پیشہ ساتھی

اس خلا کو پورا کر رہے ہیں۔

## ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا:

ہم نے یہاں آکر اپنی تہذیب کھوئی، سادگی کھوئی، اخلاص و ایثار کے جذبات کھوئے، اخوت و مروت، احسان و رواداری کی سپرٹ کھوئی اور وقتی طور پر اپنا وطن بھی کھو دیا۔  
میں ایک ایسی بے خودی چاہتا ہوں جس میں وہ سب کچھ بھول جاؤں جو اس جنتِ نظیر خطے کی وادیوں کے تصور کو بار بار اپنے ذہن کے گوشوں سے جھٹک جھٹک کر خالی الذہن کر دے۔

مگر ”یادِ ماضی عذاب ہے یا رب“ سے چھٹکارا ناممکن۔ وجدان کہتا ہے اے بدنصیب انسان! یہی تو تمہارا سرمایہ سرمدی ہے۔ اسے بھولنے کے بعد تم ایک انسان کہلانے کے مستحق بھی نہیں رہو گے، چہ جائیکہ مسلمان!

اب کچھ کچھ اس غم کا مداوا اس صورت میں ڈھارس دیتا نظر آتا ہے اور میری آنکھوں کے سامنے چند ہیولے ابھرنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ بڑھتے بڑھتے کہیں علم و فضل کے میناروں کی شکلیں اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ کہیں دربارِ داری کے بلند مناصب پر متمکن نظر آتے ہیں کہیں انہیں چپ راست کی دنیا میں طارق اور محمد بن قاسم کی صورتوں میں جلوہ گرد دیکھتا ہوں۔  
ان لوگوں کو ایسے بلند مناصب پر دیکھ کر سرِ نیاز بے اختیار اللہ کے حضور جھک جاتا ہے اور بے اختیار زبان پر یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں: اللہ العالمین کیا خاک پاک راجور کے ذروں میں ایسے ایسے گہر ہائے آبدار پوشیدہ تھے۔ موتی کی آب و تاب پیپی سے نکلنے پر ہی نظر آتی ہے۔

لعل و گوہر تار یک ترین کانوں سے نکل کر ہی شہنشاہوں کے تاجوں کی زینت بنتے ہیں۔ لیجئے  
چند ایک سے آپ کا بھی تعارف ہو جائے:

وہ دیکھئے سامنے ریٹائرڈ کرنل مرزا منیر حسین، ریٹائرڈ میجر محمد خان، کرنل عبدالرحمن،  
کرنل محمد اکرام ہاشمی، ریٹائرڈ میجر عبدالعزیز، مرزا عبدالعزیز لیفٹیننٹ پاک نیوی، مرزا طارق  
محمود لیفٹیننٹ پاک نیوی، ریٹائرڈ میجر رحمت اللہ خان پاکستانی عظمت کا جھنڈا تھامے اٹن شن  
کھڑے ہیں۔

نظر اٹھائیے اور ذرا فاصلے پر واقع اُن عمارات کے اندر جھانک کر دیکھئے یہ کون ہستیاں  
ہیں جو عدالت ہائے انصاف کی کرسیوں کو زینت دیئے ہوئے ہیں۔

مرزا محمد نذیر حسین ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر، شیخ عبدالمجید مجسٹریٹ درجہ اول کوٹلی، مرزا جاوید اقبال اے  
سی کوٹلی، چوہدری مقبول احمد رضا اسٹنٹ رجسٹرار کو آپریٹو سوسائٹیز میرپور، محمد یعقوب  
ڈسٹرکٹ انکم ٹیکس آفیسر مظفر آباد، مرزا زید اللہ خان مجسٹریٹ مظفر آباد، راجہ بشیر احمد اے ڈی ایم  
مظفر آباد، چوہدری لال دین عارف ریٹائرڈ آفیسر مال میرپور، راجہ محمد افضل خان مجسٹریٹ جہلم،  
قاضی رحمت اللہ پولیس آفیسر مظفر آباد۔

قانون کے میدان میں راجہ خورشید عالم مرحوم صدر بار ایسوسی ایشن لاہور، ملک  
عبدالرحمن ایم اے ایل ایل بی مظفر آباد، چوہدری نعیم ایڈوکیٹ لاہور، مرزا ہدایت اللہ ایڈوکیٹ  
میرپور، مرزا منیر احمد ایڈوکیٹ لاہور، مرزا اشفاق احمد بی کام جہلم، مرزا محمد افضل بیگ  
گوجرانوالہ۔

تعلیمی میدان میں مرزا محمد زمان چغتائی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر، مرزا احمد دین مغل لیکچرار افضل



پور، مرزا محمد اقبال لیکچرار میرپور، مرزا عبدالغفور لیکچرار میرپور، راجہ محمد ایوب لیکچرار پلندری،  
مرزا قمر لیکچرار پلندری، حاجی عبدالرشید اسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر میرپور، پروفیسر محمد سعادت  
لاہور اور سب سے اہم تر مسٹر عمیم الاحسان ڈائریکٹر پاکستان سویڈش انسٹی ٹیوٹ گجرات جو  
سیلف میڈ کا زندہ شاہکار ہیں۔

آرٹ میں عبدالرشید بٹ آرٹسٹ پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد، چوہدری غلام احمد  
رضا مرحوم وزیر تعلیم آزاد کشمیر، سید عبداللہ شاہ سابق وزیر تعلیم آزاد کشمیر، مسٹر فیض رسول چغتائی  
سعودی عربین انٹر لائن جده۔

ادب، خطابت، شاعری اور قیادت میں، چوہدری فخر الدین احمد مرحوم، مولوی  
عبدالعزیز راجوری، مرزا مطیع اللہ خان رعنا، ادیب العصر شیخ عبدالعزیز علانی، مولوی مہر دین  
قمر مرحوم، مولانا محمد اسماعیل ذبیح، حافظ محمد شفیع فاضل جامعہ اشرفیہ۔  
طبابت کی دنیا میں ڈاکٹر ملک رحمت اللہ جھنگ، حکیم سید طفیل حسین شاہ بی اے جہلم۔



# حرفِ آخر

مجھے اپنی معلومات کے فقدان کا احساس ہے۔ معلوم نہیں کس کس مقام پر کون کون سی ہستیاں کن کن مناصب کو زینت بخش رہی ہیں۔

۱۔ اگر خاکِ پاک ”راجوری“ سے تعلق رکھنے والے اصحاب نے اس سلسلہ میں تعاون کیا تو ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں یہ خلا نہیں رہے گا اور اگر احباب اپنے فوٹو بھی بھجوا سکیں تو وہ بھی شامل اشاعت ہوں گے۔

۲۔ میں چاہتا ہوں کہ جہلم، گجرات یا راولپنڈی کے مقام پر ”راجوری ہال“ یا کسی اور مناسب نام سے ایک عمارت تعمیر کی جائے۔ جہاں خصوصی طور پر مقبوضہ کشمیر کے اُن مہاجرین کیلئے عارضی قیام کا انتظام ہو جو کاروباری یا عدالتی سلسلہ میں ہوٹلوں میں جاگزین ہونے پر مجبور ہوتے ہیں۔

۳۔ ہو سکتا ہے وہی مقام کسی قسم کے سیاسی اختلافات سے ہٹ کر آپس میں مل بیٹھنے کا مرکزی مقام ثابت ہو۔

تحریک حریت کشمیر ابھی تک کسی موڑ پر نہیں پہنچی۔ نئی پود میں بڑے بڑے صاحب ادراک پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ ڈوگرہ سامراج کے عہد شباب کے جور و ستم اور جبر و استبداد کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اُس دور میں کلمہ حق کہنا تختہ دار کا پھندا اپنے گلے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ اُس دور کے جو چند ہمسفر باقی رہ گئے ہیں انہیں سیاست کی بازیگری نے منقار زیر پر رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب تحریک حریت کشمیر کو زندہ اور فعال بنانا نئی پود کا فرض ہے۔

اور میں سلام کہتا ہوں اُن مردانِ احرار کی خدمت میں جو آج تک مقبوضہ کشمیر میں علم حریت بلند کئے ہوئے ہیں۔ ”تحریک حریت کشمیر“ نئی پود کے سر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ دیکھئے اس پود میں سے یہ سہرا کس کے سر بندھتا ہے۔



## حکیم فیض عالم صدیقی شہید



ممتاز محقق عالم دین، اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو فتح پور مقبضات راجوری (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فتح پور میں حاصل کی اور مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس و قلم سے تعلق چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا۔ چنانچہ اس دوران آپ نے کشمیر کے جرائد چاند، حق، جاوید، پاسان، ملت، جوہر اور اصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست میں آمد کے باعث منقطع ہو گیا۔

۱۹۳۷ء میں آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ آپ کو ضلع کھنوسہ میں جوہندوؤں کا مرکز تھا، مدرس تعلیمات کیا گیا۔ وہاں ہندو مذہب کا پورے ایشیاک کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اُسی دنوں ”مسلم کانفرنس“ کے احیاء اور مسلم کاڑکی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے۔ طلب میں زبردست مہارت حاصل کی۔

۱۹۴۲ء میں الہ آباد سے اویب کامل اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے فارسی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس طرح طلب میں بھی حکومت پاکستان کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طیب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس کے معتد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ان کے خصوصی ایشیاک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔

ان سیاسی مصروفیات کے باوجود دینی خدمات سے غافل نہیں رہے اور ضلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کروایا۔

مولانا فیض عالم صدیقی ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ اویب بھی تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند تھے۔ ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہؓ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مبلغ بھی تھے۔ اسی جذبہ کی بناء پر بعض وفد ان کی تحریریں سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے مؤثر انداز میں سمجھانے میں ماہر ہیں۔ ان کا طرزِ تحریر منطوق ہے اور اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

تحقیق کے میدان میں بڑے نازک مسائل پر قلم اُٹھایا۔ روافض و سہائیت ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے۔ ان کی پہلی باقاعدہ تصنیف ”اختلاف امت کا المیہ“ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تھوڑے پید ہو گیا۔

ان کی تصانیف میں مقام صحابہؓ، واقعہ کربلا، حضرت رسول، بنات رسول، شہادت ڈاؤ النورین، سلطان ٹیپو، خالد سیف اللہ اور حقیقت مذہب شیعہ قابل ذکر ہیں۔

سید قاسم محمود شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۲۱۸